رسائل

نمبر

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(قرآن حکیم)

اشاعت اسلام

اردو

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلّغ اسلام

درخواست ہائے خریداری بنام مینیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل لاہور

Yours ever!
Charles

اشاعتِ اسلام

جلد (۱۳) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء مطابق رجب سنہ ۱۳۴۵ھ نمبر (۱)

تشریح تصویر اس ماہ کے رسالہ کو جناب چارلس عبداللہ گارنر صاحب نومسلم کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:- کہ

"اسلام خالق و مخلوق کے درمیان رشتۂ امن و اتحاد کو قائم کرتا ہے۔ اسلام میں ربانی احکام کی کامل انقیاد ہے۔ اور اُن ربانی احکام پر بندگان خدا سے نیک سلوک کرنے سے عمل پیرا ہوتا۔ ایک افضل ترین نصب العین ہے۔ جو کہ عقل۔ فہم۔ ادراک۔ دل و دماغ کو اپیل کرتا ہے" +

چارلس عبداللہ گارنر

زکوٰۃ

ہر ایک مسلم پر لازم ہے۔ کہ وہ سال میں ایکدفعہ اپنے اندوختہ کا حساب کرے اور اُس پر اڑھائی فیصدی زکوٰۃ دے۔ اسلام میں سخاوت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اختیاری اور ایک لازمی مؤخر الذکر زکوٰۃ کہلاتی ہے۔ جس کا مصرف ادا کرنے والے کی رائے پر منحصر نہیں ہوتا۔ بلکہ زکوٰۃ ایک بیت المال میں جس کا انتظام ایک مجلس کے ہاتھوں میں رہتا ہے۔ ادا کی جاتی ہے۔ اور وہ مجلس

حسب ذیل آٹھ مقاصد کیلئے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں خرچ کر سکتی ہے :-
انما الصدقت للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیها والمولفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله والله علیم حکیم - ترجمہ - خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے - اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو مال خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں - اور اُن لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہے - ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے - اور نیز قید غلامی سے غلاموں کی گردنوں کے چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے میں اور نیز خُدا کی راہ میں اور نیز مسافروں کے زادِ راہ میں - یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں - اور اللہ جاننے والا اور صاحب تدبیر ہے +
الفاظ "خدا کی راہ میں" جو فی سبیل اللہ کا ترجمہ ہے - اسلامی صدقوں کا غیر مسلموں کے لئے بھی مفید ہونا ثابت کرتے ہیں - اسی طرح زکوٰۃ کی چوتھی مد بھی اسلام کی تعلیم کا ایک اور پہلو واضح کرتی ہے - والمولفة القلوبهم سے مُراد وہ لوگ ہیں - جو اسلام قبول کر چکے ہیں - اُن کا قبول اسلام اُن کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے کا موجب بن رہا ہے - یہانتک کہ وہ اپنی روزمرّہ کی آسائشوں سے محروم کر دیئے گئے ہیں - پس اُن نومسلموں کی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کے آرام و آسائش کو برقرار رکھنے کے لئے زکوٰۃ کا ایک حصہ خرچ کیا جانا ضروری سمجھا گیا ہے - اِس طرح سے ہر ایک مسلم کا فرض ہے - کہ وہ اپنی زکوٰۃ کا ایک حصہ تبلیغ اسلام کیخاطر صرف کرے -
زکوٰۃ کے علاوہ دیگر فیاضیوں اور سخاوتوں کی خاص تصریح نہیں کی گئی - "ایک مُبتلائے آلام سے خندہ پیشانی کے ساتھ سلوک کرنے سے لے کر خدمت انسانی کے لئے عزیز سے عزیز چیز کی قُربانی تک اختیاری سخاوت" کہلاتی ہے +

عالم پیری میں پنشنوں کا تعین۔ گرجوں سے امداد کی مختلف صورتیں اور سوسائٹی کے مفلس افراد کو افلاس کی صعوبتوں سے بچانے کی تدابیر تمام اسلام کے **قانون افلاس** ہی کی مختلف صورتیں ہیں +

دُنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے سخاوت اور صدقہ کو ایک قاعدہ میں منتظم کیا۔ سخاوت کو ایک باقاعدہ انسٹیٹیوشن میں تبدیل کر دیا۔ حضرت نبی کریم صلعم سے کسی نے پوچھا۔ زکوٰۃ کا مقصد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ایک طریقہ ہے۔ جس سے اہل ثروت اپنے لاچار اور مفلس ابنائے جنس کی اعانت کر سکتے ہیں پس ایک مسلم۔ روزہ اور زکوٰۃ کے ذریعہ اپنے اندر قربانی کی رُوح پیدا کرتا ہے۔ اور دوسروں کی امداد اور خدمت کی عادت سیکھتا ہے۔ اس لحاظ سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ اسلام بیشک ایک عظیم الشان مذہب ہے +

گوشوارۂ آمد و خرچ مُسلم مشن ووکنگ دفتر انگلستان

از جنوری ۱۹۲۶ء تا نہایت اخیر جون ۱۹۲۶ء

تفصیل آمد	فیصدی	رقم آمد: پنس	رقم آمد: شلنگ	رقم آمد: پونڈ	رقم خرچ	فیصدی	رقم خرچ: پنس	رقم خرچ: شلنگ	رقم خرچ: پونڈ
					عملہ اعلےٰ و ادنےٰ	۲۳٪	۶	۲	۵۳۲
امداد مشن	۲۳٪	۱۰	۱۸	۵۴۷	سائر اخراجات اسلامک ریویو مشن ووکنگ اشاعت ادبیات ٹرسٹ و کتب خانہ و میموریل ہوس لندن	۷۷٪	۴½	۴	۱۰۰۲
آمد اسلامک ریویو	۱۰٪	۴½	۹	۲۳۴					
اشاعت ادبیات (کتب خانہ)	۵۴٪	۴½	۶	۱۲۵۹					
متفرق آمد	۱۳٪	۸	۱۳	۲۹۸					
کل میزان آمد	۰	۳	۸	۲۳۴۰	کل میزان خرچ		۱۰½	۶	۲۳۳۴

جو کاغذات حساب بجناب مولوی عبد المجید صاحب ایم اے قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) نے میرے پاس بھیجے۔ انکی بنا پر یہ حسابات ترتیب دیے گئے ہیں

دستخط خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

تفصیل نقشہ نمبر ۱ امداد مشن جنوری ۱۹۲۶ء لغایت آخیر جون ۱۹۲۶ء

	پنس	شلنگ	پونڈ
از عالیجناب نواب صاحب منگرول (کاٹھیا واڑ)	۸	۱۸	۵۵
جناب سید امیر علی صاحب برائے مسجد ووکنگ	-	-	۱۵
معرفت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب دورہ جنوبی افریقہ	-	-	۲۳۲
از ریاست بھوپال بابت آخری سہ ماہی ۱۹۲۵ء [illegible]	-	۱۴	۲۲۰
متفرق امداد مشن در انگلستان	۲	۶	۲۴
میزان کل	۱۰	۱۸	۵۴۷

تفصیل نقشہ نمبر ۲ آمد رسالہ اسلامک ریویو از جنوری تا آخیر ماہ جون ۱۹۲۶ء

	پنس	شلنگ	پونڈ
فروخت اسلامک ریویو در انگلستان	۱۱½	۲	۲۱۴
متفرق امداد رسالہ اسلامک ریویو	۵	۶	۲۰
میزان	۴½	۹	۲۳۴

تفصیل نقشہ نمبر ۳ آمد اشاعت ادبیات اسلامیہ از جنوری ۱۹۲۶ء لغایت آخیر جون ۱۹۲۶ء

	پنس	شلنگ	پونڈ
جناب سیٹھ احمد مولی صاحب رنگون	۱	۱۶	۲۵
″ شمس الدین ایم قاسم صاحب پینانگ	۲	۱۱	۱۲
	-	-	۱۰
حضور نواب صاحب بہاولپور	-	-	۵۰
″ عمر توسن پاشا صاحب اسکندریہ	-	-	۱۰
″ ایس اے حق داد صاحب	-	-	۵
جناب میاں غلام رسول صاحب	-	-	۱۰۰
″ کمال الدین حسین صاحب	-	-	۱
″ حافظ ہدایت ہاشم صاحب	-	-	۱
″ ڈاکٹر عبدالصمد صاحب	-	-	۳۸
″ محمد سید ہادی علی صاحب حیدر آباد دکن	-	-	۲
″ نواب حیدر جنگ بہادر حیدر آباد دکن	-	-	۲۰
حضور والا شاہ عراق	-	-	۳۸
″ نواب سالار جنگ بہادر معرفت	۷	-	۶۴۱
معرفت جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب دورہ جنوبی افریقہ / بمعرفت خواجہ عبدالغنی — سکرٹری مسلم مشن ووکنگ	۸	۳	۲۲۶
متفرق امداد اشاعت دینیات اسلامیہ در انگلستان	۱½	۱۱	۷۷
کل میزان	۴½	۹	۱۲۵۹

تفصیل بمعرفت خواجہ عبدالغنی:

ماہ	پنس	شلنگ	پونڈ
دسمبر ۱۹۲۵ء	۲	۱۷	۱۲
جنوری ۱۹۲۶ء	۱	۱۶	۸
فروری ۱۹۲۶ء	۵	۹	۶۱
مارچ ۱۹۲۶ء	۱۱	۴	۲۰
اپریل ۱۹۲۶ء	۲	۱۵	۹۴
مئی ۱۹۲۶ء	۱۱	۹	۲۲

نقشہ نمبر ۴ متفرق آمد

	پنس	شلنگ	پونڈ
قرآن شریف انگریزی	۵	۹	۸۳
کتب	۳	-	۱۳۷
Deposit Refundable	۸	۱۲	۲۷
Items Transferred	-	-	-
Advance Recovered	۴	۱۷	۶۰
میزان	۹	۱۳	۲۹۸

نقشہ ۵ تفصیل عملہ اسلامک ریویو و مشن از جنوری ۱۹۲۶ء لغایت اخیر جون ۱۹۲۶ء

	پنس	شلنگ	پونڈ
عملہ اعلےٰ[۱] اسلامک ریویو و مشن	۷½	۲	۴۵۸
عملہ ادنےٰ[۲]	۱۰½	۱۹	۷۳
میزان کُل	۶	۲	۵۳۲

نقشہ ۶ تفصیل خرچ سائر اسلامک ریویو و مشن و مسجد و میموریل ہوس لنڈن مسلم ہوس از جنوری تا اخیر جون ۱۹۲۶ء

	تفصیل (پنس شلنگ پونڈ)	پنس	شلنگ	پونڈ
اخراجات مسجد		۶	۱۷	۱۴
سفر خرچ مبلغین		۵	۱۴	۳۹
مسلم لٹریچر	اجرت طبع و کاغذ آئی ڈیل پرافٹ ۸۹-۱۲-۰			
	محصول ڈاک " " ۸-۱۲-۵	۵	۱۵	۱۰۰
	متفرق ۲-۱۰-۰			
کتابیں بجائے فروخت از دیگر کتب فروشاں		۱½	۳	۱۶
اسلامک ریویو	اجرت طبع ۲۵۱-۷-۹			
	نامہ نگار ۰-۱۰-۰			
	بلاک تصویر ۷-۷-۴			
	فوٹوگرافر ۶-۰-۰			
	جلد بندی ۰-۱۳-۶	۳½	۱۴	۳۶۸
	محصول ڈاک ۴۸-۴-۱۱½			
	کاغذ ۵۷-۵-۹			
	متفرق ۰-۳-۰			
اخراجات سفر	کرایہ جہاز حضرت خواجہ صاحب در سفر جنوبی افریقہ ۶۶-۰-۰	۰	۰	۱۳۲
	" جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ " ۶۶-۰-۰			
متفرق	مرمت میموریل ہوس وغیرہ ۵-۱۳-۰			
	کھوکر برائے کول ۰-۴-۹			
	تالیف قلوب ۱-۱۲-۶			
	مرمت کمبل ۰-۶-۰			
	بیج برائے باغ ۰-۱۰-۰			
	سولیسٹر ۸-۹-۰	۷½	۴	۹۰
	فوٹوگرافر ۵-۸-۰			
	خرچ پارٹی بر مراجعت جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ از سفر جنوبی افریقہ ۱-۱۷-۶			
	اخراجات عید الفطر ۵۶-۱۰-۳½			
	حسن خدمت ملازمین ۶-۱۵-۶			
	متفرق ۲-۱۶-۲			

فٹ نوٹ ع۱ عملہ اعلےٰ قائمقام امام مسجد ووکنگ ۱۵ پونڈ ماہوار — یورپ مشنری ۱۱ پونڈ ماہوار — مسنگروال مشنری ۱۱ پونڈ ماہوار — ٹائپسٹ ۸ پونڈ ماہوار — پروف ریڈر ۱۰ پونڈ ماہوار — منشی ۸ پونڈ ماہوار — محرر پر مشتمل ہے۔

ع۲ عملہ ادنےٰ میں باغبان — خادمہ اور باورچی شامل ہیں۔

نقشہ تفصیل خرچ سالانہ اسلامک ریویو مشن مسجد میموریل ہوس لنڈن مسلم ہوس از جنوری لغایت آخر جون سنہ ۱۹۲۶ء

تفصیل	پنس	شلنگ	پونڈ
اورینٹل پروڈیوس Oriental Produce (انتقال رقم)	۰	۹	۲
ٹیلیفون	۶	۶	۷
سٹیشنری	۵	۱۱	۱۴
پوسٹیج مفت ، ریویو متفرق	۸	۹	۵۵
تاریں	۲	۸	۴
قرضہ	۶	۲	۶۰
واپسی رقوم	۹	۱۲	۴۵
تالیف قلوب	۱۱½	۱۳	۲
روشنی واخراجات ، پانی و گیس	۸	۱۱	۱۷
اخراجات ٹرسٹ (تفصیل ذیل)	۴½	۲	۲۲۰
خرید کتب	۷½	۱۲	۸
مرمت مسجد و میموریل ہوس	۱	۱۴	۲۷
اخراجات لنڈن مسلم ہوس گیس ـ روشنی ـ کوئلہ وغیرہ	۶	۱۹	۱۳
پیشگی برائے اخراجات ماہ آیندہ [۵۵]	۸	۱۷	۱۵۹
فرنیچر و دیگر سامان	۶	۱۷	۴
Transferred from fixed deposit	۳½	۱۱	۳۰۱
موسمی اخراجات	۰	۷	۵
کتب لبشیر لائبریری	۱½	۱۵	۹
Items with drawn	۶	۴	۱۱
اخراجات عید الضحیٰ	۶	۱۴	۵۵
میزان کل	۴½	۴	۱۸۰۲

اخراجات ٹرسٹ کی تفصیل:

تفصیل	پونڈ ـ شلنگ ـ پنس
محصول ڈاک پارسل آئی ڈیل پرافٹ	۱۹ ـ ۲ ـ ۱۰
متفرق محصول خط و کتابت ، ،	۲ ـ ۰ ـ ۳
Shipment and Freight	۱۵ ـ ۱۴ ـ ۰
اخراجات عملہ	۱۵ ـ ۰ ـ ۰
طبع لٹریچر فارم	۳ ـ ۶ ـ ۰
سٹیشنری	۲ ـ ۷ ـ ۲
اشتہار آئیڈیل پرافٹ	۳ ـ ۱۰ ـ ۰
اجرت طبع اسلام اینڈ سلیوری	۲۶ ـ ۳ ـ ۳
، ، سب سے بڑا نبی	۳ ـ ۴ ـ ۰
، ، ریلیجن آف جیسز	۵۸ ـ ۴ ـ ۱۱
کسٹم ڈیوٹی اشیاء جو ہندوستان آئیں	۲ ـ ۰ ـ ۳
جلد بندی آئی ڈیل پرافٹ	۳۹ ـ ۱۱ ـ ۸
، ریپیر ، ،	۰ ـ ۱۴ ـ ۹½
ریک و صندوق برائے کتب	۱۱ ـ ۰ ـ ۶
کاغذ	۲۱ ـ ۷ ـ ۴

[۵۵] ان چھ ماہ میں کارگذاران مشن یہ رقوم بطور امپرسٹ لیتے رہے جو واپس پیشگی آمد میں آئی ہیں۔ سکرٹری

ناظرین کرام کی قابل توجہ

اس نوٹ کے ساتھ رسالہ اشاعت اسلام لاہور تیرھویں سال میں قدم رکھتا ہے۔ اچھی یا بری
خدمت اسلامی جو بھی اس نے گذشتہ بارہ سالوں میں سرانجام دی ہے۔ وہ
ناظرین عظام سے پوشیدہ نہیں۔ سال رواں کے لئے اس کا کوئی جدید پروگرام نہیں
وہی اللہ اور اللہ کے رسول کی تعلیمات کی نشر و اشاعت۔ اندفاع اسلام۔
عیسائیت و دیگر مذاہب پر نہایت ہی متانت اور سنجیدگی سے تنقید
محاسن اسلام کو مرنجاں مرنج طریق پر پبلک کے سامنے پیش کرنا ہے +

کارکنان رسالہ اشاعت اسلام صوری و معنوی خوبی کی افزائش کی فکر میں ہمیشہ رہتے ہیں
اور انکی خواہش ہے۔ کہ رسالہ بہتر و بہتر مضامین لئے ہوئے۔ صاف ستھرا پیراہن
زیب تن کئے ہوئے اپنے ناظرین کی خدمت میں حاضر ہو۔ اگر ایکطرف کارکنوں کی مندرجہ بالا
سطور کی تڑپ ہے۔ تو اسکے مقابل ناظرین کرام کے ذمہ بھی کچھ فرائض ہیں۔ اور وہ یہ کہ
کارکنوں کی اسمعاملہ میں ہمت افزائی کی جاوے۔ کچھ وسائل و ذرائع ایسے پیدا کئے جاویں
جن سے رسالہ کی مالی حالت سدھر کر اسکی مادی ترقی کا موجب ہو۔ ایسے قابلقدر علمی و مذہبی
رسالہ کی توسیع اشاعت کرنی ہر مسلم کا اولین فرض ہے۔ اسلئے قارئین کرام سے مؤدبانہ
التماس ہے۔ کہ سال ۱۹۲۴ء کیلئے اپنے اپنے حلقہ اثر میں سے دو دو جدید خریدار مہیا فرما کر
ممنون فرمائیں۔ جو احباب دو خریدار ان کی قیمت مبلغ لعہ ر بذریعہ منی آڈر بنام
منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور ارسال فرمائینگے
ان کی خدمت میں "پیام اسلام" کی ایک کاپی مفت نذر ہوگی +

خادم
منیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ لاہور

قرآن کریم کا ترجمہ چینی زبان میں

اسلامی دُنیا اس وقت ایک تغیر کی حالت میں ہے۔ اور یہ تغیر بہتر حالات کا موجب ہو رہا ہے۔ مُدت مدید تک حالتِ جمود میں رہنے کے بعد بعض واقعات نے لوگوں کے دلوں میں ایک خاص ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ اور وہ اب حقیقتاً ترقی کی طرف قدم اُٹھا رہے ہیں۔ جو چیز آج سے چند سال بیشتر ناممکنات میں سے تھی، آج تھوڑی سی محنت اور کوشش سے تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔ اور بلا روک ٹوک آگے قدم بڑھانے کے لئے دروازے اب چوپٹ کھل گئے ہیں +

اسلامی تہذیب لازماً قرآن کریم کی فطرتی اور عملی تعلیمات کا نتیجہ ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ ان اقوام کو علم حاصل ہو جو دنیائے اسلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ تاکہ وہ اپنی اس غفلت و سستی کو ترک کر دیں۔ جس کو اسلام نے سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور ان حدود و قیود کو توڑ دیں جو اسوقت عام ترقی کی راہ میں ایک ناقابل تسخیر رُکاوٹ پیدا کر رہی ہیں +

یہ خبر نہایت مسرّت کے ساتھ سُنی جائیگی کہ مسٹر یو ایل اے محی الدین نے جو ہانگ کانگ چین کے ایک مشہور و معروف مسلمان ہیں۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کو چینی زبان میں ترجمہ کرنے کی ذمہ واری اپنے اُوپر لی ہے۔ وہ اس وقت تک ووکنگ مشن کی بہت سی کتابوں کے چینی تراجم شائع کر چکے ہیں۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا فاضلانہ دیباچہ (مع عربی متن) اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی . . تصنیف "دی آئیڈیل پرافٹ" چینی زبان میں شائع ہو چکی ہے۔ اور ان لوگوں میں جو اسلام سے دلچسپی رکھتے ہوں مفت تقسیم

کی جاتی ہے۔ ہم خدمت اسلام کے اس مبارک کام پر مسٹر محی الدین کو تہ دل سے مُبارکباد دیتے ہیں +

مذہبی معتقدات کے متعلق سوالات

لندن کے اخبار "ڈیلی نیوز" نے اخبار "نیشن" کی خبر اکثر برطانوی اصحاب کے مذہبی معتقدات کو معلوم کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ اور اس غرض سے سوالات کی ایک فہرست تیار کی ہے۔ جو چودہ باتوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سوالات مسٹر ایچ جی ویلز ڈائرکٹر اور مسٹر براوڈ بروک سٹلمنٹ "مصنف" بوتک ریشونزان ریلیجس ٹھاٹ" مسٹر جے ایم رابرٹسن (جو موجودہ فضولیین میں ایک قابل ترین انسان ہیں) مسٹر آگسٹائن بریل (جو بطور ایک مضمون نگار کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اور اس سے پیشتر وزیر تعلیم اور آئرلینڈ کے چیف سکرٹری بھی رہ چکے ہیں) اور مسٹر برنارڈ شا کے مشورہ سے مرتب کئے گئے ہیں۔ اخبار مذکور کی رائے ہے کہ ان سوالات کے جوابات جس وقت مکمل ہوجائینگے تو اس کے شمار و اعداد ملک کے مذہبی اور تمدنی لیڈروں کیلئے نہایت دلچسپی اور فائدہ کا موجب ہونگے۔ ہمیں اس بات پر شبہ ہے۔ اس مُہم کے تیار کرنیوالوں کی اُمیدیں آیا بر بھی آئینگی یا نہیں کیونکہ سوالات کے جوابات بغیر کسی تفصیل یا وجوہات و دلائل محض "ہاں" یا "نہیں" پر مشتمل ہونگے۔

ہم ذیل میں اپنے قارئین کے فائدہ کے لئے اصل سوالات نقل کئے دیتے ہیں:۔

۱۔ کیا آپ کسی شخصی خدا کے قائل ہیں +

۲۔ کیا آپ کسی غیر شخصی اور مُدبر بالارادہ اور پیدا کرنے والی طاقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ جس کے لئے زندہ اشیاء بطور آلہ کار ہیں۔ اور جو

"لائف فورس" (زندگی کی طاقت اور ایوولیوشنری ایپی ٹائیٹ (خواہش ارتقا) کے قائم مقام ہے"؟

۳۔ کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ حقائق کی بنیاد مادہ کے اوپر ہے؟

۴۔ کیا آپ کسی خاص شخصیت کے ناقابل فنا ہونے کے قائل ہیں؟

۵۔ کیا آپ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ جناب مسیح کو الوہیت تک پہنچنے کا شرف ان معنوں میں حاصل تھا۔ جو کسی اور شخص کے متعلق مراد نہیں لئے جا سکتے؟

۶۔ کیا آپ مسیحیت کی کسی شکل وصورت کے قائل ہیں؟

۷۔ کیا آپ حواریوں کے مذہب پر ایمان رکھتے ہیں؟

۸۔ کیا آپ کسی کلیسیا کے اختراعی معتقدات کو مانتے ہیں؟

۹۔ کیا آپ کلیسیا کے عملاً کام کرنے والے ممبروں میں سے ہیں؟

۱۰۔ کیا آپ کسی مذہبی عبادت میں برضا ورغبت باقاعدہ طور پر حاضر ہوتے ہیں؟

۱۱۔ کیا آپ کتاب پیدائش کے پہلے باب کو تاریخی چیز مانتے ہیں؟

۱۲۔ کیا آپ بائبل کو ان معنوں میں الہامی سمجھتے ہیں جن معنوں میں آپ کے اپنے ملک کا لٹریچر الہامی نہیں مانا جا سکتا؟

۱۳۔ کیا آپ قلب ماہیت کے قائل ہیں؟

۱۴۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے۔ کہ قدرت ہمارے بلند نصب العین اور مطامح نظر سے کوئی تعلق وواسطہ نہیں رکھتی؟

ان سوالات میں سے بعض تو بالکل سادہ ہیں۔ اور بعض گہری علمیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک معمولی عقل وسمجھ کے آدمی کا دماغ ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

اس سوال کا جواب کہ کیا آپ کلیسیا کے کام کرنیوالے ممبروں میں سے

ہیں۔ اگر دلائل کے ساتھ دیا جاسکتا۔ تو یہ حضرات پادریوں کے لئے سخت پیچیدگی کا موجب ہوتا۔ اور پادریانہ منصب کے لئے مہلک ثابت ہوتا۔ بہت سے تکلیف دہ سوالات اس سے پیدا ہوتے۔ اور پولوسی مسیحیت کی تعلیمات و معتقدات تختۂ صلیب پر لٹکا دیئے جاتے۔ اور اس کے ساتھ ان اسباب سے واقفیت حاصل ہو جاتی جو کلیسیا کی نشستوں اور بنچوں کے خالی ہونے کا باعث ہیں +

مذہبی اور قومی اخبارات نے اپنے حلقۂ اثر سے اس دست اندازی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا لیکن اس طرق تفتیش کو جبکا اس اشتہار "ڈیلی نیوز" میں اس طریق پر دیا گیا ہے۔ جیسے کسی مال و اسباب کی فروخت کا اشتہار رہتا ہے وہ جتنا جی چاہے حقارت کی نظروں سے دیکھیں۔ اور اسے "ایک مہلک اخباری ڈکا وٹ" قرار دیں یا "لوگوں کے خفیہ حالات کو جھانکنا" تصور کریں یا اسے "آزاد خیالی کی ترقی کی ایک اور مثال سمجھ کر خوشی کے نعرے لگائیں" مگر ایک بات یقینی ہے۔ کہ ..... یہ کا انکا حاصل کرنا۔ بہت سے اصحاب بالخصوص برطانوی لوگوں کے لئے جو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اشتہاروں پر بہت یقین رکھتے ہیں۔ اپنے معتقدات پر غور کرنے کا موجب ہوگا۔ اور وہ دیکھیں گے کہ آیا وہ فی الحقیقت عیسائی ہیں؟ یا ان کے اعتقادات بدل چکے ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ اس ذریعہ سے انہیں اپنے مذہبی خیالات کو درست کرنے میں مدد مل جائے +

اِن سوالات پر جو مقدس اخبارات کے اضطراب کا موجب ہوئے ہیں صرف اس وجہ سے انہوں نے لعنت و ملامت شروع کر دی ہے۔ کہ وہ دیکھتے ہیں۔ کہ اس سے ان کے اثر و رسوخ کا گنبد اس سے گر جائیگا اور ان کے مقاصد کو اس سے سخت نقصان پہنچیگا"۔ "چرچ ٹائمز" لکھتا ہے کہ اس قسم کے سوالات کو کسی حقیقی نتائج کا موجب ہرگز نہیں سمجھا جاسکتا"۔

اور یہ نتیجہ نکالا ہے ۔کہ لوگوں کی مذہبی حالت کو جانچنے کی غرض کو پورا کرنے میں یہ تمام چیز بے فائدہ ثابت ہوگی" ہمیں اس کو بُرا ماننے کی ضرورت نہیں لیکن یہ تعجب انگیز امر ہے ۔کہ اس نے اپنے قارئین پر یہ کہکر ایک خاص اثر ڈالنا چاہا ہے ۔کہ کینتھ لک مذہب والوں کو کلیسائے انگلستان کے معتقدین اور نان کانفرسٹ جماعتوں کے سرگرم ممبروں کی طرف سے بہت تھوڑے جوابات موصول ہونگے" غالباً اخبار ندکور کے مدنظر یہ خیال ہے ۔کہ پہلے سے خبر کر دینا انسان کو پہلے سے کمربستہ اور تیار کر دیتا ہے +

دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت

۱۸ ۔اگست ۱۹۲۶ء کے "ڈیلی ایکسپرس" نے "برطانوی ایک مشرک قوم" کے عنوان سے پر ینبڈری میکی کا حسب ذیل بیان شائع کیا ہے ۔جو انہوں نے ۱۷ ۔اگست ۱۹۲۶ء کو آل سینٹس" کے جلسہ منعقدہ مارگریٹ سٹریٹ لندن میں کیا :۔

بہت سے انگریزوں نے عیسویت کو ترک کر دیا ہے لیکن ابھی تک اور کسی قسم کا مذہب انہوں نے اختیار نہیں کیا" +

مسٹر میکی کے اِن الفاظ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ تعجّب ہوتا ہے کہ چرچ آف انگلینڈ اسمبلی مسیحیت کا پیغام مشرق بالخصوص اسلامی ممالک میں جہاں کی صدود اور قیود کو وہ غلط طور پر طوطا ہوا سمجھ رہے ہیں لیجانے کے اسقدر شائق کیوں ہیں ۔ جبکہ گھر میں لوگ اس کو چھوڑتے جا رہے ہیں +

دوسروں کو راہ ہدایت دکھانا جبکہ اپنے گھر میں تاریکی کا تسلط ہو غالباً ایک آسان کام ہے ۔اسمیں شک نہیں کہ ایثار و قربانی کی اس سپرٹ اور اس محبت آمیز خصلت کو جو ایک عیسائی مشنری کا خاصہ ہے ۔ اس غرض سے نشو ونما دینا

ضروری ہو کہ وہ کام اس سے انجام دیا جا سکے جو اس کے اپنے مفاد کے قطعاً منافی ہے +

بائبل اور ایمانیت

کیا تین منازل کی دنیا ہم مان سکتے ہیں؟

ڈاکٹر گور بشپ آف آکسفورڈ کی ایک معرکتہ الآرا تصنیف

ڈاکٹر گور بشپ آف آکسفورڈ نے ایک معرکتہ الآرا کتاب حال ہی میں لکھی ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ "کیا ہم پھر ایمان لا سکتے ہیں"؟ اس کتاب میں انہوں نے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ آدم اور حوا تاریخ عالم میں کبھی بھی پیدا نہیں ہوئے۔ اور مسیح کے دوزخ میں جانے پر بھی شک کا اظہار کیا ہے۔ چند سال ہوئے ڈاکٹر بارنس بشپ آف برمنگھم نے جو اس وقت ویسٹ منسٹر کے کینن کے عہدہ پر فائز تھے۔ یہی بات کہی تھی اگرچہ ان کے الفاظ مختلف اور طرز بیان زیادہ زوردار تھا۔ انہوں نے یہ بیان کیا تھا۔ کہ اگر کتاب پیدائش کی کہانیوں کو ہمارے مدارس کے نصاب میں رہنے دیا گیا۔ تو آنیوالی نسلیں یہ خیال کرینگی کہ ان کے آباؤ اجداد کا معیار صداقت بہت ہی ادنےٰ تھا۔ ڈاکٹر گور اور ڈاکٹر بارنس کلیسیائے انگلستان میں سب سے بڑھ کر غور و فکر رکھنے والی ہستیاں ہیں۔ اور وہ ان الجھنوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ جن کا اظہار اپنے اعلانات کے اندر انہوں نے کیا ہے۔ آدم اور حوا کی کہانی جس طرح سے کتاب پیدائش میں دی گئی ہے۔ وہ ایک مفروضہ داستان کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس سے کلیسیائی مسیحیت کا تمام تانا بانا ٹوٹ جاتا ہے۔ عہد نامہ جدید جیسا کہ کلیسیا کا ایمان ہے صرف اس لئے آیا کہ نسل آدم کو اس ابدی لعنت سے نجات دلائے۔ جس نے باغ عدن

لہ ملاحظہ ہو اخبار "سٹار" جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۶ء

میں اس پر تسلط حاصل کیا تھا - آدم کی کہانی جو بائبل میں مذکور ہے وہ بنیادی مسئلہ ہے - جس کے اوپر اس عقیدہ کا کہ مسیح کے خون سے گناہ دھوئے گئے دارومدار ہے - اگر یہ کہانی ہی باطل ثابت ہو - تو وہ تمام تعلیم جس پر پولوس نے اپنی تحریرات میں رسمی مسیحیت کو قائم رکھنے کے لئے زور دیا ہے خود بخود باطل ہو جاتی ہے - اس لئے ہم ڈاکٹر گور سے پوچھنا چاہتے ہیں - کہ کیا ایسی حالت میں ہم کلیسیا کے اس سب سے ضروری عقیدہ کو جو مسیح کے خون سے متعلق ہے - اور جس کو انہوں نے اپنے ایمانیات میں داخل کر رکھا ہے - ایمان لا سکتے ہیں ؟

ڈاکٹر گور فرماتے ہیں - کہ اس پوزیشن کے بدل جانے سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں - ان سب پر ہم نے غور کرنا ہے - اور اپنی عام مروجہ تعلیم کو اس کے مطابق کر دینا ہے - اور جب ہم اس پوزیشن کی طرف لوٹتے ہیں جو کلیسیا کے قرون اولے میں بعض وقت ظاہر کی جاتی تھی - تو یہ کوئی بدعت نظر نہیں آتی" فاضل بشپ نے صحیح طور پر نکتہ کی بات کہی ہے - اس پوزیشن کے بدلنے کا سب سے پہلا نتیجہ یہ ہے - کہ کلیسیائی عقائد پر ہاتھ صاف کئے جائیں ہمیں کوئی ضرورت اسبات کی نہیں رہتی - کہ فطرتی گناہ یا گنہگار پیدا ہونے پر ایمان لایا جائے - نہ ہی ہمیں اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے کسی مصلوب دیوتا کے خون کی ضرورت ہے " دیوتا " کا لفظ ہم نے عمداً استعمال کیا ہے - کیونکہ بہت سے مقتول دیوتا مسیح سے پیشتر گذر چکے ہیں - جن کے خون کو انسانی گناہوں کو صاف کرنیوالا یقین کیا جاتا تھا ہم ڈاکٹر گور سے درخواست کرتے ہیں - کہ اس تبدیلی پوزیشن کے تمام نتائج " ذرا زیادہ وضاحت اور صفائی کے ساتھ بیان کریں +

ڈاکٹر گور نے یہ بالکل سچ کہا ہے - کہ یہ تبدیلی دراصل ابتدائی کلیسیا کی مسیحیت کی طرف مراجعت کے مترادف ہے - یہی بات قرآن کریم نے کہی جب

اس نے فرمایا۔ کہ مسیح نے اپنے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا ان معنوں میں ہرگز نہیں کہا جو کلیسیا کے اندر رائج ہیں۔ نہ ہی اس نے کفارہ کی تعلیم دی۔ وہ ایک نبی اللہ تھا جو دنیا کے لئے نور اور روشنی لے کر آیا۔ اور اپنے پیروؤں کے نجات کی بنیاد اس نے شریعت کی پیروی اور احکام الٰہی کی فرمانبرداری پر رکھی اور یہی اسلام ہے لیکن یہ کہاں تک قرین قیاس بات ہے۔ کہ اُنیس صدیوں تک خدا تعالےٰ نے ڈاکٹر گور اور تحریک جدید کے ساتھ اسکے تعلق کا انتظار رکھا۔ تاکہ وہ اس خطرناک غلطی کو جس نے کلیسیائی معتقدات کی شکل میں پیدا ہو کر جناب مسیح کے تمام مذہب کو تباہ کر دیا معلوم کریں کیا ضرورت وقت اس بات کی متقاضی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی شکل میں ابتدا ہی میں ایک اور الہام بھیجدیتا جو اس بُرائی کو جڑ سے پکڑ لیتا۔ کیا محض یہی ایک بات ایسی بات نہیں جو منجملہ اور باتوں کے قرآنی الہام کو حق بجانب قرار دیتی اور اسکی ضرورت کو آشکارا کرتی ہے +

ڈاکٹر گور کو ڈین انجی کے ساتھ اس بات میں اتفاق ہے کہ دُنیا کی تین منازل (اوپر آسمان نیچے دوزخ اور وسط میں زمین) کا عقیدہ غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اگرچہ ان کے نزدیک مسیح کے صعود الے السما کے عقیدہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا جو ڈین انجی کے نزدیک تین منازل کے عقیدہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ڈاکٹر گور کا خیال ہے کہ مسیح کے دوزخ میں جانے کی کوئی شہادت نہیں ملتی لیکن صعود کو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور اس لئے یہ ایک مسلمہ واقعہ ہے۔ منطق اور سادگی کا التباس اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اگر دُنیا کی بناوٹ ایسی نہیں کہ وہ تین منازل پر مشتمل ہو۔ تو صعود اور نزول دونوں کا امکان کہاں رہتا ہے۔ کیا ڈاکٹر گور کسی ایسے آسمان کا پتہ دے سکتے ہیں۔ جس کی طرف مسیح کا صعود تصور کیا جاتا ہے؟ اگر وہ ایسا کوئی آسمان مقرر نہیں کر سکتے جیسا کہ

تین منازل کے عقیدہ کی غلطی سے ظاہر ہے تو صعود کا عقیدہ بھی ویسا ہی غلط ثابت ہوتا ہے جیسا کہ نزول کا +

ڈاکٹر گور بیان کرتے ہیں ۔ کہ مسیح کا دوزخ میں اُترنا استعارتاً تھا ۔ یہی بات صعود والے اسماء کے متعلق بھی صحیح ہوسکتی ہے ۔ قرآن کریم نے تمام انبیا اور ایمان صالحہ کرنے والے ایمانداروں کے روحانی صعود کا ذکر کیا ہے صعود والے اسماء کی شہادت جو بائیبل میں درج ہے قابلِ اعتماد نہیں ۔ جناب مسیح کے اردگرد جو لوگ جمع تھے وہ بہت تھوڑی عقل کے مالک اور حقائق کو سمجھنے کے ناقابل تھے مختلف باتوں کے متعلق وہ اپنے خاص خیالات رکھتے تھے جو ضروری نہیں کہ صحیح ہوں ۔ اور آیندہ نسلیں ضرور ان پر کاربند ہوں ۔ وہ لیتے ہیں ۔ کہ جناب مسیح پہاڑ پر بادلوں میں گم ہوگئے ۔ اس سے انہوں نے یہ سمجھا ہے ۔ کہ وہ آسمان کی طرف چڑھ گئے ۔ لیکن یہ واقعہ پہاڑی مقامات کا ایک عام نظارہ ہے ۔ پہاڑوں کی چوٹیاں عموماً بادلوں سے ڈھکی ہوئی ہیں اور جو لوگ ان پر رہتے ہیں ۔ وہ بادلوں میں پھرتے ہیں ۔ اور ایسی حالت میں وہ بعض وقت ان لوگوں کی نظروں سے غائب ہوجاتے ہیں جو پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوں +

ڈاکٹر گور ان معجزات پر بھی ایمان رکھتے ہیں ۔ جن کا بائیبل میں ذکر ہے ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ اس ایمان کے بغیر مسیحی مذہب پر یقین پختہ نہیں ہوسکتا " ممکن ہے ۔ یہ صحیح ہو ۔ لیکن آیا ہمیں ایسے معجزات پر صرف اسلئے ایمان لے آنا چاہئے کہ ایک خاص ایمان کے قائم کرنے میں وہ امداد کا موجب ہیں ؟ یہ ایسی ہی بات ہے ۔ کہ نتائج کو حق بجانب قرار دینے کے لئے ذرائع کو صحیح سمجھا جائے معجزات کی صحت کا انحصار ان کی اپنی خوبیوں پر ہونا چاہئے ۔ اور ایسی شہادت پر ان کا دارومدار ہونا ضروری ہے جو قابل وثوق ہو ۔ ہکسلے نے کہا ہے کہ "معجزات ایک امکانی بات ہے ۔ لیکن نہایت قابلِ اعتماد شہادت ان کے ثبوت میں ہونی ضروری ہے" ۔ ڈاکٹر گور کو اناجیل کے معجزات کے متعلق پہلے شہادتوں کو دیکھنا ۔ اور ان کا قابلِ اعتبار ہونا ثابت کرنا چاہئے ۔ اسکے

بعد وہ ان پر ایمان لانے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ کوئی قابل وثوق بات نہیں کہ ان پر صرف اس لئے ایمان لایا جائے۔ کہ ان کے بغیر مسیحی مذہب پر یقین پختہ نہیں ہوسکتا +

خواجہ کمال الدین

۲۵ کرن سٹریٹ جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) ۱۴ جولائی ۱۹۲۶ء

بائبل کا آدم اور قرآن کا آدم

ارتقا و تنزل کے دو پہلو

[illegible]

آدم علیہ السلام کا قصہ اسلامی اور عیسوی مذاہب میں خاص اہمیت رکھتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ دونوں مذاہب کے لئے یہ محور کے طور پر ہے۔ آدم گناہ کرتا ہے۔ اور جنّت ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ اسی جنّت کے حصول کیلئے یہ دونوں مذاہب صورت جدوجہد ہیں +

آدم کا قصہ جو قرآن میں مذکور ہے نہایت سبق آموز ہے۔ اس میں انسانی فطرت کے دو انتہائی پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ایک طرف اس کے بلند مقام کو پیش کرتا ہے۔ اور دوسری طرف اس کی پستی اور انحطاط کو قرآن کریم میں آدم سے تمام نسل انسانی مراد لی گئی ہے۔ جیسا کہ اس قصہ میں بیان کیا گیا ہے اس کو زمین پر اللہ تعالیٰ کی نیابت یا خلافت کے منصب پر بھیجا گیا ہے۔ اس کو ان تمام اشیا کا علم دیا گیا ہے جو اس کے نشوونما کے لئے ممد و معاون ہے اس علم کے ذریعہ سے وہ فرشتوں پر بھی فوقیت و بلندی حاصل کرلیتا ہے۔ اور وہ

اسکی فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہیں - ہر ایک چیز جو اسکی خوشنودی اور آرام کا موجب ہو سکتی ہے - وہ اس کے قبضۂ تصرف میں ہے برکت اور مرفع الحالی اس کے زیر نگین ہیں - لیکن آرام اور خوشحالی کی حالت میں وہ اس انتباہ کو بھول جاتا ہے[1] جو اسے شروع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تھا - اور برے خیالات اور مشوروں پر کان لگا دیتا ہے[2] جس سے ایک غلطی اس سے صادر ہوتی ہے - اور وہ اپنی رائے کا غلط استعمال کرتا ہے - یہ اس کے لئے تکلیف کا موجب ہو جاتی ہے - اور اسکی تمام خوشیاں خاک میں ملجاتی ہیں - اور راحت و آرام کی تمام چیزیں جو غم و اندوہ سے اسے بچا سکتی تھیں - وہ کھو بیٹھتا ہے - اس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات سے معافی اور رحم نازل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے پیشں کلام ہدایت[3] سے آدم کی رہنمائی کرتا ہے - تاکہ وہ اپنے قویٰ کو صحیح طور پر استعمال کرے - وہ اسی طرح سے آدم کی اولاد پر بھی ہدایت نازل کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور انہیں یقین دلاتا ہے - کہ اگر وہ اسکی پیروی کریں - تو وہ خوشحالی

---

[1] ولقد عهدنا الی ادم من قبل فنسی ولم نجد له عزما - ترجمہ - اور بیشک ہم نے پہلے زمانہ میں آدم کو (ایک حکم دیکر) تاکید کر دی تھی یعنی ان سے ایک عہد (و پیمان) لیا تھا - تو آدم (اس کو) بھول گئے - اور ہم نے ان (کے ارادے) میں استقلال نہ پایا - سورۂ طٰہٰ آیت 115 +

[2] فازلهما الشيطن عنها فاخرجهما مما كانا فيه - وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولكم في الارض مستقر ومتاع الى حين - ترجمہ - پس شیطان نے ان کو وہاں سے (بہلا پھسلا کر) اکھاڑ دیا - اور (آخر کار) جس (مزے) میں تھے اس سے ان کو نکلوا چھوڑا - اور ہم نے حکم دیا - کہ تم (سب) اتر جاؤ - تم ایک کے دشمن ایک اور زمین پر تمہارے لئے ایک وقت (خاص) تک ٹھکانا اور (زندگی بسر کرنے کا) سامان ہے +

[3] ۳۷-۳۸ فتلقى ادم من ربه كلمت فتاب عليه انه هو التواب الرحيم - قلنا اهبطوا منها جميعا فاما ياتينكم مني هدى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون - ترجمہ - پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکھ لئے اور (ان الفاظ کی برکت) سے خدا نے ان کی توجہ قبول کر لی - بیشک وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا مہربان ہے (جب) ہم نے حکم دیا کہ تم سب (کے سب) یہاں سے اتر جاؤ - تو اسوقت یہ بھی سمجھا دیا تھا کہ) اگر ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس کوئی ہدایت پہنچے - تو اس پر چلنا - کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کرینگے (آخرت میں) ان پر نہ تو (کسی قسم کا خوف (طاری) ہوگا - اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہونگے -

کی زندگی بسر کرینگے۔ فطرت انسانی کا یہ ایک نہایت صحیح نقشہ ہے۔ اسکے ذریعہ سے ہمیں ان تمام اشیاء کا پورے طور پر علم حاصل ہو جاتا ہے۔ جو ہماری کامیابی یا ناکامی کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی سے ہمیں مذہب کے معقولی پہلو کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اور اس طرح سے ہمیں زمین پر خدا تعالیٰ کی نیابت کے قوٰے عنایت ہوتے ہیں۔ کائنات اور اس کے بہت سے اجزا ہماری تحویل میں کر دیئے گئے ہیں ہمیں اُن چیزوں کا علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ جو ہمارے اردگرد موجود ہیں یہ علم اگر ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم کُل کائنات کے بادشاہ ہو جاتے ہیں ہمیں اپنی رائے سے کام لینے کا بھی اختیار حاصل ہے۔ رائے کی غلطی تکلیف کا موجب ہوتی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ہدایت کی ضرورت ہے، جو رائے کے استعمال میں ہماری رہنمائی کا موجب ہو۔ ایسا ہی ہمیں اس علم کی ضرورت ہے جو ہمارے قوٰے کو ترقی کے بلند ترین مقام پر پہنچا دے۔ اور ان گڑھوں سے بچائے جنمیں بہت سے لوگ گر کر اسفل السافلین تک جا پہنچتے ہیں۔ ان تمام ضروریات کو قرآن کریم نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے :۔

و اذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفة۔ قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الدماء و نحن نسبح بحمدك و نقدس لك۔ قال انى اعلم ما لا تعلمون ۔ و علم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة فقال انبئونى باسماء هؤلاء ان كنتم صدقين ۔ قالوا سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم ۔ قال يا آدم انبئهم باسمائهم فلما انباهم باسمائهم قال الم اقل لكم انى اعلم غيب السموات والارض و اعلم ما تبدون و ما كنتم تكتمون ۔ و اذ قلنا للملئكة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابليس ابى و استكبر و كان من الكفرين ۔ وقلنا يا آدم اسكن انت و زوجك الجنة و كلا منها رغدا حيث شئتما و لا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين ۔ فازلهما الشيطن عنها فاخرجهما مما كانا فيه و قلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو

ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین ۰ فتلقی آدم من ربہ کلمٰت فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم ۰ قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۰ والذین کفروا وکذبوا بایٰتنا اولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خٰلدون ۰ (سورہ البقرہ آیت ۳۰ لغایت ۳۹) **ترجمہ**۔ اور (اے پیغمبر لوگوں سے اس وقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر (اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہوں (تو فرشتے) بولے۔ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے۔ جو اسمیں فساد پھیلائے۔ اور خونریزیاں کرے۔ اور (بناتا ہے تو ہمکو بنا کر) ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں (خدا نے) فرمایا۔ میں (وہ مصلحتیں) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور آدم کو سب چیزوں کے نام بتا دیئے۔ پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کرکے فرمایا۔ کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو ہمکو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ۔ بولے تو پاک (ذات) ہے۔ جو تو نے ہمکو بتا دیا ہے۔ اسکے سوا ہمکو کچھ معلوم نہیں تحقیق تو ہی جاننے والا (مصلحت کا) پہچاننے والا ہے (تب خدا نے آدم کو) حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتوں کو ان (چیزوں) کے نام بتا دو۔ جب آدم نے فرشتوں کو ان (چیزوں) کے نام بتا دیئے تو (خدا نے فرشتوں کی طرف مخاطب ہوکر) فرمایا۔ کیوں ہم نے تم سے نہیں کہا تھا۔ کہ آسمانوں کی اور زمین کی سب مخفی چیزیں ہم کو معلوم ہیں اور جو کچھ تم (اب ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو کچھ تم ہم سے چھپاتے تھے (وہ) ہمکو (سب) معلوم ہے۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا۔ کہ آدم کے آگے جھکو تو شیطان کے سوا (سب کے سب) جھک پڑے۔ اس نے نہ مانا۔ اور شیخی میں آگیا۔ اور نافرمان بن بیٹھا۔ اور ہم نے (آدم سے) کہا۔ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت میں بسو۔ اور اسمیں جہاں کہیں سے تمہارا جی چاہے بافراغت کھاؤ (پیو) مگر اس درخت (گندم) کے پاس مت پھٹکنا۔ ایسا کروگے تو تم (آپ اپنا) نقصان

کر لوگے۔ پس شیطان نے ان کو وہاں سے (بہلا پھسلا کر) اکھاڑ دیا۔ اور (آخر کار) جس مزے میں تھے۔ اس سے ان کو نکلوا چھوڑا۔ اور ہم نے حکم دیا۔ کہ تم (سب) اتر جاؤ۔ تم ایک کے دشمن ایک اور زمین میں تمہارے لئے ایک وقت (خاص) تک ٹھکانا اور زندگی بسر کرنے کا ساز و سامان ہے۔ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکھ لئے۔ اور (ان الفاظ کی برکت سے) خدا نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔ بیشک وہ بڑا ہی درگذر نیوالا مہربان ہے (جب) ہم نے حکم دیا۔ کہ تم سب (کے سب) یہاں سے اتر جاؤ (تو ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا تھا۔ کہ) اگر ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس کوئی ہدایت پہنچے تو (اس پر چلنا۔ کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کرینگے (آخرت میں) ان پر نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہونگے۔ اور جو لوگ نافرمانی کریں گے۔ اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے۔ وہی دوزخی ہونگے (اور) وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہینگے ✝

اشیاء کی ماہیت کو جاننے سے ہم بیشک فرشتوں پر بھی حکمرانی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن سہو و خطا ہمیں تنزل کی طرف لیجاتی ہے۔ تہذیب حاضرہ کی تاریخ اس کو ثابت کرتی ہے۔ علوم جدید سے ہم نے نچلے فرشتوں کو جو عالم جسمانیات کے محرک ہیں۔ اس حد تک اپنے زیر نگین کر لیا ہے جہاں تک ہمارا علم پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتب اور الہامات وہ طریق ہمیں بتاتے ہیں۔ جو اخلاقی اور روحانی طاقتوں کے حصول کا موجب ہوں۔ اسوقت ہم اللہ تعالیٰ کے سچے خلیفہ اور نائب ہو جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے۔ اعلےٰ اور ادنےٰ تمام فرشتے خدمتگار بن جاتے ہیں۔

اگر یہ اللہ تعالیٰ کا سچا پیغام نہیں تو انسان الہام الٰہی کی ضرورت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ انسان صحیفۂ فطرت کی دوسری اشیاء کی طرح بہت سے قوٰی کا مجموعہ ہے۔ جنہیں مقصد تخلیق کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے ضروری کام میں

لانا چاہیئے۔ ہر چیز ایک ارتقائی رجحان اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایسا ہی حال انسان کا ہے لیکن اسے ایک ایسی چیز میسر ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔ وہ اختیار ہے۔ جو آزادی رائے کے متعلق اسے حاصل ہے۔ یہ اُسے دوسروں پر ایک فوقیت دیتا ہے۔ لیکن اگر اسے ٹھیک طور پر استعمال نہ کیا جائے۔ تو یہ اس کے نقصان کا موجب ہے۔ اسلئے اُسے ہدایت و رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اور خالق سے بڑھ کر بہترین ہدایت دینے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ وہی مخلوق چیزوں کا صحیح استعمال جانتا ہے۔ اور ان کو استعمال کرنے کے صحیح طریق سے واقف ہے +

کتاب پیدائش میں آدم کا جو قصہ بیان ہوا ہے وہ کم و بیش بچپن کی کہانیوں کی طرز پر ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ انسانی خیالات کو اپیل کرتا ہے۔ لیکن انہی خیالات کے لئے وہ اپیل کا موجب ہے جو بچپن کا نداق رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں کہ موجودہ کلیسیا اس کو ایک فرضی قصہ قرار دیکر مسترد کر رہا ہے۔ یہ آدمی پوزیشن کو کس قدر نیچے گرانے والی بات ہے۔ آدم کامل آرام اور خوشی سے متمتع ہو کر علم کے درخت سے پھل کھاتا ہے۔ اور قعر ذلت میں جا گرتا ہے، علم یعنے وہ چیز جو انسان کو عروج و بلندی کے انتہائی مقام پر پہنچانیوالی ہے۔ یہانتک فرشتے بھی بقول قرآن کریم اس کے مطیع و منقاد ہو جاتے ہیں۔ اس کے لئے ابدی ہلاکت کا موجب ہو جاتا ہے۔ انسان کو سزا دیجاتی ہے۔ کہ اس نے کیوں دانا بننے کے لئے اس درخت کا پھل کھایا۔ کیا ہم یہ سمجھیں کہ ہمارا خدا ہمیں بیوقوف اور جاہل رکھنا پسند کرتا ہے۔؟ کیا اللہ تعالےٰ ہمارے سب سے پہلے باپ کو اس چھوٹی سی خطا پر معاف نہ کر سکتا تھا؟ لیکن اللہ تعالی کو ایک اور بات کا خوف تھا۔ کتاب پیدائش باب ۳ آیت ۲۲ لغایت ۲۴ اور خُداوند خدا نے کہا۔ دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی

مانند ہوگیا۔ اور اب ایسا نہ ہو کہ اپنا ہاتھ بڑھائے۔ اور حیات کے درخت سے بھی کچھ لے۔ اور کھائے اور ہمیشہ جیتا رہے۔ اسلئے خداوند نے اسکو باغ عدن سے باہر کردیا۔ تاکہ زمین کی جس میں سے وہ لیا گیا تھا کھیتی کرے۔ چنانچہ اُس نے آدم کو نکال دیا"+

اگر بغض و حسد انسانی رائے میں ایک شخص کی ذلّت اور رسوائی کا موجب ہے۔ تو اس خدا کو ہم کیا سمجھیں جو ایسی کمینہ صفات سے مُتّصف ہو؟ خدا تعالیٰ غصّہ میں آجاتا ہے۔ اور آدم اور اسکی نسل ہمیشہ کی سزا میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ انسانی ترقی کے لئے جناب موسیٰ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام نازل ہوئے۔ لیکن یہ وہی عہد نامہ تھا جو اس سے پیشتر باغ عدن میں بھیج کر آزمایا جاچکا تھا۔ اور وہ بےنتیجہ ثابت ہوا تھا۔ کلیسیا کے اعتقاد کے مطابق انسانی فطرت زنگ آلود ہوگئی۔ اور گناہ اسکی خاصیت بنگیا۔ اس لئے وہ ان احکام کی پیروی نہ کرسکی خدا تعالےٰ کو جو عالم الغیب ہے۔ یہ جاننا چاہئے تھا۔ کہ عہد نامہ مذکور ایک بے فائدہ چیز ہے اور چار ہزار سال تک جسکے بعد مسیح کے ذریعہ سے اس کا فضل نازل ہوا۔ اسکی آدمانش کیا معنے رکھتی ہے؟ اگر واقعۂ صلیب اور اس پر ایمان انسانی نجات کے لئے ایک ضروری چیز تھا۔ تو اسے پہلے گناہ کے بعد ہی فوراً واقعہ ہو جانا چاہئے تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس معاملہ کو اس قدر التوا میں کیوں ڈالا؟

کہا جاتا ہے۔ کہ جناب مسیح وقت کے پُورا ہوتے پر ظاہر ہوئے تاریخ سے جناب مسیح کے زمانہ کی کوئی خصوصیت نظر نہیں آتی کہ یہ سمجھا جائے کہ اسوقت ان کے ذریعہ سے خاص بشارت کا آنا ضروری تھا۔ اگر جیسا کہ پولوس نے بتایا ہے گناہ اللہ تعالےٰ کے فضل کو لے کر آتا ہے تو جس وقت جناب مسیح مبعوث ہوئے۔ اس وقت گناہ تکمیل کی حد تک نہ پہنچا تھا۔ ہمارہ میں تاریخ کے اندر جناب مسیح سے پیشتر اور انکے بعد بدترین زمانے ملتے ہیں۔

یہ ایک راز ہے۔ کہ کیوں خدا کا فضل مسیح کے خون کی صورت میں آج سے
دو ہزار سال پہلے نازل ہوا۔ لیکن اگر اس کی ضرورت تھی تو گناہ
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ جبکہ
بدترین فواحش کا ارتکاب ہر مذہب کے اندر خدا کے گھروں میں کیا جاتا تھا
اور اس کو خدا کے نزدیک ایک نیکی اور پاکیزگی کا کام سمجھا جاتا تھا۔[1]

لیکن مسیحیت کے اندر ایک اور چیز بھی پائی جاتی ہے جو تمام معاملہ
کو ملتبس کر دیتی ہے۔ پولوس کہتا ہے۔ کہ موت آدم کے ذریعہ سے گناہ کی سزا
کے طور پر آئی۔ جناب مسیح نے اس سزا کو اٹھایا۔ اور ہمیں ہمیشہ کی
زندگی نصیب ہوگی۔ دوسری طرف کتاب پیدائش کا بیان ہے کہ خدا تعالیٰ کو
یہ خوف تھا۔ کہ آدم ہمیشہ کی زندگی کے درخت کا پھل کھا لیگا اور ہمارے
برابر ہو جائیگا اس سے اس کو باز رکھنے کے لئے اسے باغ عدن سے نکال دیا
گیا۔ اگر آدم کو اسلئے نکال دیا گیا۔ کہ وہ ابدی زندگی کے درخت کا پھل
نہ کھائے اور ہمیشہ کے لئے زندہ نہ رہے تو پھر مسیح کے ذریعہ سے اسے
ابدی زندگی کا مختار نامہ کیوں دیا گیا؟ گناہ کی سزا کے طور پر ہمیں منہ کے
پسینہ سے روٹی کمانا ہے۔ سانپ ہماری ایڑیوں کو کاٹتے ہیں۔ اور عورتیں بچے
دردزہ کے ساتھ بچے جنیں گی۔ اگر مسیح کا خون گناہ کی قیمت ادا کرنے کیلئے
بہایا گیا۔ تو یہ ناکام سکیم معلوم ہوتی ہے مسیحی اور دوسرے تمام لوگ روٹی
منہ کے پسینہ اور محنت سے ہی کماتے ہیں۔ سانپ اور دوسرے ازیں
قبیل ہزارہا جانور ہماری ایڑیوں کو اب بھی ڈستے ہیں۔ اور عورتیں اب بھی
دردزہ اور دکھ سے ہی بچے جنتی ہیں۔ مسیح کے خون پر ایمان کسی فائدہ
کا موجب نہیں ہوا۔ موت جو پہلے گناہ کے وقت دنیا میں داخل ہوئی
ابھی تک اس پر مسلط ہے۔ جب مسیح کا خون ایمان رکھنے والوں کو ابھی تک
سزا سے بچا نہیں سکا۔ تو ہمیں اس سے نجات کی شفاعت کیونکر ہو سکتی ہے

[1] میری کتاب آئی ڈیل پرافٹ کا باب Before Mohammad ملاحظہ ہو۔

جتنا کوئی شخص مسیحیت کی نجات انسان پر غور کرتا ہے۔ اتنی ہی نامعقولیت واضح ہوتی ہے۔ اور غیر مسیحی قلوب پر صداقت اب واضح ہوتی جا رہی ہے۔ وہ تمام معتقدات کو چھوڑ رہے ہیں۔ وہ مسیح کو اب انسان اور اللہ تعالے کی طرف سے آیا ہوا معلم مانتے ہیں۔ جو ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے جو انکے وقت میں دین موسوی کے اندر پیدا ہو گئی تھیں۔ اور انسانیت کی ترقی کیلئے بعض نئے اصول پیش کرائے۔ لیکن بدقسمتی سے آپ کا زمانہ حیات اس قدر تھوڑا تھا کہ آپ وہ پوری سچائی کو بیان نہ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے خود اس کا اعتراف کیا[1]+ سچائی کو تکمیل تک پہنچانے کا کام آنیوالے پیغمبر پر چھوڑ دیا گیا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس موعود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ لیکن مسیحی کلیسیا آپکے دعوے کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اس کے نزدیک "تسلی دہندہ" روح القدس تھا جو عید پنتکوسٹ کے دن نازل ہوا۔ اور تمام کلیسیا کو بھر دیا۔ اس طرح کلیسیا کا روح القدس سے بھر جانا۔ اس "تسلی دہندہ" یقین کیا جاتا ہے۔ لیکن کیا کلیسیا نے ان شرائط کو پورا کر دیا ہے۔ جو مسیح نے اپنے وعدہ میں بیان کی ہیں جناب مسیح فرماتے ہیں:۔

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں۔ تو وہ مددگار (تسلی دہندہ) تمہارے پاس نہ آئیگا.... .... مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں لیکن اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئیگا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا +

(یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ تا آیت ۱۴)

کیا کلیسیا نے وہ بہت سی باتیں بتا دی ہیں جو جناب مسیح نے نہ بتائی تھیں؟ کیا اس نے جناب مسیح کی تعلیم میں کچھ اضافہ کیا ہے۔ اور کوئی ایسی تعلیم دی ہے جو آپنے نہ دی تھی؟ کیا اس نے ہمارے اور ہمارے نصب العین کی درمیانی کڑی کو پورا کر دیا ہے۔ اور خدا اور انسان کے درمیان جو خلیج حائل تھی اسکو بھر دیا ہے؟ مسیحی کلیسیا کی

[1] یوحنا ۱۶: ۱۲

ہر شارع تسلی دہندہ ہونے کی مدعی ہے۔ مجھے اُنکے فوائد اور خوبیوں پر بحث کرنے کی ضرورت
نہیں ہے۔ ان کی تعلیم کو لیتا ہوں جو سب کے لئے مشترک ہے یعنے خون کے
ذریعہ نجات کا مسئلہ صرف یہی ایک چیز ہے۔ بیشک وہ ذریعہ سے مسیحی کلیسیا نسل انسانی
کو تمام صدیوں میں رہنمائی کرنے کا دعویٰ کر سکتا ہے لیکن اس بارہ میں کوئی نئی
بات ہمارے سامنے نہیں۔ یہ وہی صداقت ہے جو قدیم مُشرکانہ مذاہب میں
پائی جاتی تھی۔ اور جو مذہب راز کی ایک نمایاں خاصیت ہے"۔ مذہب راز کے
دیوتا لازماً نجات دہندہ سمجھے جاتے تھے۔ جن کا یہ کام تھا کہ اپنے متبعین کو
گناہ کے اثر سے بچائیں"۔ مذاہب راز اور پولوس اور کلیسیائے انگلستان
کے عقائد مذہبی میں گناہ میں موت اور صداقت میں نئی پیدائش سمجھی گئی ہے
ٹرلواین لکھتا ہے۔ کہ مذاہب راز کے اندر لوگوں کو بپتسمہ دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس
بپتسمہ کا نتیجہ نئی پیدائش اور اپنے گناہوں کی سزاؤں کا دور ہونا سمجھتے ہیں
اور ڈاکٹر رنگیس نے ہمیں بتایا ہے۔ کہ گناہ کی ابتدا ایک موت ہے جس سے ایماندار
لوگ دوبارہ پیدا ہوتے ہیں +

اس لحاظ سے اعشائے ربانی کا مذہب قدیم مذاہب کا گویا عکس ہے
اسکے علاوہ کلیسیائی تعلیم ہمیشہ متواتر ترمیم و اصلاح کے نیچے رہی کہ ہر چیز جسکی
تعلیم رُوح القدس کے زیر اثر دی جائے۔ ایک مستقل صداقت ہونی چاہئے پر ایک
چیز جسکو ایک مسیحی کونسل منظور کرتی ہے۔ دوسری کونسل اسے رد کر دیتی ہے
کل جو بات سچی تھی۔ آج جھوٹی ہو جاتی ہے۔ قدیم ایام سے اب تک بہت سی
باتیں تعلیم کی گئیں۔ اور پھر رد کردی گئی ہیں۔ ان صفحات میں اس مضمون پر
تفصیل کے ساتھ لکھنے کی گنجائش نہیں۔ اس پر میں دوسری فرصت میں
ایک کتاب کے اندر بحث کروں گا جو تسلی دہندہ کے نام سے شائع ہوگی۔
تاہم میں ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ مسیح کے خون پر ایمان ابتدا سے ابد تک
قائم رہا ہے۔ ممکن ہے اس کو ابدی صداقت سمجھا جاتا ہو۔ لیکن ہمارے زمانہ میں،

لہ مارٹن ہیسپچ مین اپریل سنہ ۱۹۲۶ء +

جدید کلیسیا نے اُسکی بطالت و فضول قرار دیا ہے - اور مشرکانہ خیالات کا اسے نتیجہ قرار دیا ہے - اسلئے کلیسیا تسلی دہندہ نہیں ہو سکتا +

کلیسیا کے اس نظریہ میں ایک اور بھی نقص ہے - ایک بُرائی کی بات بھی اسمیں پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ ایک طرح پر وہ مسیح کے کیرکٹر پر دھبہ لگاتا ہے - "تسلی دہندہ کو مسیح نے بعد آنے والا سے اُترنا تھا - وہ جیسا کہ مسیح کے الفاظ سے ظاہر ہے - اس دنیا میں موجود نہ تھا +

اگر روح القدس ہی تسلی دہندہ ہے تو کیا ہم خیال کریں - کہ مسیح اپنے تمام زمانہ نبوت میں روح القدس سے محروم رہے - یہ کس قدر خطرناک بات ہے لیکن کلیسیا کے موجودہ عقائد کو ملحوظ رکھتے ہوئے عقلاً یہی نتیجہ ہونا چاہئے کہا جاتا ہے کہ روح القدس نے کبوتر کی شکل اختیار کی تھی - کیا جناب مسیح کے یوحنا سے بپتسمہ پانے کے بعد روح غائب ہو گئی تھی ؟ یہ منطقیانہ نتائج غالباً اراکین کلیسیا کو کبھی نہیں سوجھے لیکن کلیسیا سے ایسی امید ایک بہت بڑی بات ہے منطق اور عقل ایسے غلط معتقدات کے کبھی نزدیک بھی نہیں پھٹکی +

ہدایت اور ضلالت

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

اس مسئلہ کے عدم فہم نے بھی دنیا کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے قرآن کریم کی بعض آیتیں کہ ہدایت و ضلالت خدا کی طرف سے ہے - لوگوں کو اس نتیجہ پر لے آئی ہیں - کہ خدا ہی لوگوں کی گمراہی کا موجب ہے - اس لئے جو شر بھی دنیا میں ہوتا ہے - اس کا فاعل بھی خدا ہی ہے - جب مسئلہ تناسخ کو صورت بالا میں پیش کیا جاتا ہے - اور آریہ دوستوں کو دکھلایا جاتا ہے - کہ مسئلہ تناسخ نتیجتہً

نیٹشل ازم کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بدی کو انسانی ورثہ بنا دیتا ہے۔ تو اس کے مقابل میں الزاماً وہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے ہاں بھی مسئلہ ضلالت اسی قسم کا ہے۔ میں نے ابھی آفتاب کی اور کھڑکی کی مثال دیکر یہ ظاہر کرنا چاہا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کے قوانین جیسے قرآن میں ہیں جس قانون کے ماتحت کوئی شخص اپنے آپ کو لائیگا۔ اس کے نتائج سے وہ نہ بچ سکیگا۔ اور چونکہ یہ نتائج بھی خدا کے مقرر کردہ قوانین کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اسلئے بطور فاعل حقیقی یہ باتیں خدا کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ صحیفہ قدرت کی کونسی چیز ہے جو ہمیں نیک و بد کی تحریک نہیں کرتی۔ ساون کی گھٹائیں اور بادلوں کا آجانا ٹھنڈی ہواؤں کا چلنا اگر ہمیں نیک اور مفید باتوں کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ تو ایک میخوار کی خواہش بد کو پورا کرنے کے لئے خطرناک تحریک بھی بے نظیر پیدا کر دیتا ہے۔ اگر رات کا اندھیرا اور رات کی خاموشی ایک زاہد عابد کو اسلئے گیان دھیان میں لگا دیتی ہو کہ یکسوئی یا قوت ارادی کی مشق کرنے کا وہ بہتر بن وقت ہے۔ اور اس کے راہ میں کسی نکتہ پر خیال جمانے کیلئے کسی ایسے وقت کوئی چیز مخل نہیں ہوتی۔ تو پھر بھی تو وہ وقت ہے۔ جو سیاہ کاروں کو اپنی سیاہکاری پر آمادہ کرتا ہے۔ الغرض صحیفۂ قدرت کا کونسا منظر ہے۔ جو ہماری ہدایت یا گمراہی کا موجب نہیں ہو جاتا۔ البتہ یہ گمراہی اور یہ ہدایت و ضلالت جسلئے محرک یہ کائنات کے منظر ہوتے ہیں۔ دراصل انسان کی سابقہ استعدادوں سے واقع ہوتی ہیں۔ جیسا کسی کا دل دماغ یا اس کے اکتساب ایسے ہوتے ہیں ویسے ہی قدرتی منظروں کا اثر اس پر ہوتا ہے۔ انسانی اپنی مکسوبہ باتیں ہی دراصل اسکی ضلالت اور گمراہی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ قدرت کے منظر تو بذاتِ خود قابل الزام نہیں۔ کیونکہ ان کا اثر ایک پر نیک اور ایک پر بد ہوتا ہے۔ یہ اثر مختلفہ اس اختلافِ طبیعت کا نتیجہ ہیں۔ جو اثر یافتہ انسان میں پہلے سے موجود ہے۔ ساون کی گھٹائیں اگر ایک رند کو میخواری کی طرف اور ایک عابد کو عبادت

کی طرف لیجاتی ہیں۔ تو اسمیں شک نہیں کہ ساون کی گھٹائیں ہی بعض کی ہدایت اور بعض کی ضلالت کا موجب ہوئی ہیں۔ لیکن اس شخص کی ضلالت کا موجب ہوئی ہیں۔ جو پہلے ہی خوراک اور صحت کے قانون توڑ چکا ہے۔ اور شراب کا عادی بن بیٹھا ہے۔ صحیفہ قدرت خدا تعالیٰ کی ایک فعلی کتاب ہے۔ اسکی ہدایت اور ضلالت کے فعل کو خدا کی قولی کتاب یعنے قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔ یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً و ما یضل بہ الا الفاسقین۔ یعنے خدا کی باتیں بعضوں کی ضلالت اور بعضوں کی ہدایت کا موجب ہو جاتی ہے لیکن ضلالت اُنہی کے لئے لاتی ہے۔ جو پہلے ہی سے فاسق ہیں۔ اب کوئی انسان اس آیت پر کیا اعتراض کر سکتا ہے۔ یہ تو وہی نقشہ ہے۔ جو خدا کی فعلی کتاب یعنے صحیفہ قدرت میں موجود ہے۔ جس کی ہر ایک کیفیت انسان کی ہدایت اور ضلالت کا موجب ہو جاتی ہیں۔ لیکن یہ دونو باتیں انسان کی اپنی استعداد کے مطابق ہوتی ہیں۔ ٹھنڈی ہوائیں کسی کی موت اور کسی کی زندگی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اگر ایک تو دادی طبیعت ٹھنڈی ہواؤں میں راحت پاتا ہے۔ تو ایک مسلول و مدقوق انہی ٹھنڈی ہواؤں سے موت خرید لیتا ہے۔ اب کیا یہ ٹھنڈی ہوائیں بذاتِ خود قابل اعتراض ہیں یہ تو دو شخصوں کی اپنی اپنی استعداد کے مطابق نتائج پیدا ہوئے ہیں +

قرآن نے بعض آیات میں بیشک یہ کہا ہے۔ کہ ہم ہدایت دیتے اور گمراہ کرتے ہیں۔ اسکی حقیقت ایک تو یہی ہے جو میں نے اوپر بیان کی ہے۔ اسکی دوسری حقیقت یہ ہے۔ کہ انسان بعض باتیں پیدا کر کے خدا تعالیٰ کے فتوے ضلالت کے نیچے آجاتا ہے۔ وہ خود اپنے افعال کے باعث اپنے اندر گمراہی کی باتیں پیدا کر چکا ہے۔ اُسے یا دُنیا کو علم نہیں کہ وہ گمراہ ہے یا صحیح۔ اسنے پیدا کرکے خدا وندی ستان باتوں پر گمراہ قرار دیتا ہے۔ اس طرح سے خدا اسے گویا گمراہ کر دیتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے۔ کہ ایک شخص پر کسی جرم کا الزام

دیا گیا ہے۔ اور وہ عدالت میں لایا گیا ہے۔ آخری فیصلہ عدالت تک کسی
کا حق نہیں کہ اُسے کوئی مجرم کہے۔ عدالت کے سامنے اسکے خلاف شہادت
پیش ہوتی ہے۔ جس پر عدالت اگر متیقن ہو جائے تو اس پر فتوے جرم لگا دیتی ہے
حکم سنانے کے وقت ہر ایک جج یہی کہتا ہے۔ کہ میں تمہیں مجرم قرار دیتا ہوں
اس فیصلہ کے بعد ملزم مجرم بن جاتا ہے۔ گو اس کا مجرم بننا اُس کے اپنے فعل کا
نتیجہ ہے۔ لیکن یہاں عدالت کے فعل نے اُسے مجرم بنایا ہے۔ گویا عدالت
اُس شخص کے مجرم بنانے کا باعث ہے۔ انہی معنوں میں قرآن نے بعض جگہ
یہ کہا۔ کہ خداتعالیٰ بعض لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ یعنے اُن کے گمراہ ہو جانے
کا فتوے اُن پر دیتا ہے۔ یہ کوئی خیالی بات نہیں۔ قرآن نے خدا کے لئے
لفظ مضل استعمال کیا ہے۔ لیکن اُس لفظ کا مصدر جو اضلال ہے۔ اس کے
معنے گمراہ ٹھیرانا بھی ہے۔ یعنے کسی کے حالات گمراہی پر شاکر کرکے اس پر
فتوے ضلالت دینا۔ چنانچہ ذیل کا ایک شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے ؎

مازال شربی الراح حتی اضلنی
صدیقی و ساءنی بعد ذلکا

یہاں اضلنی صدیقی کے معنے یہ نہیں کہ میرے صدیق نے مجھے گمراہ کیا۔ بلکہ
مجھے گمراہ ٹھیرایا۔ یعنے میرے بعض حالات اس کے محاکمہ کے مطابق ضلالت
ٹھیرے +

اسمیں شک نہیں کہ قرآن کریم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بعض لوگ گونگے ہیں اور
بہرے ہیں۔ اور وہ ہدایت یاب نہیں ہوتے۔ بعض کے دلوں پر مُہر لگی ہوئی
ہے۔ اور وہ ہدایت کی طرف نہیں آتے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے
کہ وہ اس دُنیا میں داخل ہونے پر ہی ضلالت زدہ تھے۔ وہ ایسے ہی
پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ نیکی کی طرف آ نہیں سکتے تھے۔ یہ باتیں بھی
عدم علم کا نتیجہ ہیں۔ قرآن نے ان مسائل کو نہایت خوبصورتی سے بیان کر دیا ہے۔

چنانچہ ایک جگہ فرمایا۔ لھم قلوبٌ لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغفلون۔ یہ لوگ آنکھ ہوتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ کان ہوتے ہوئے نہیں سنتے۔ دل ہوتے ہوئے غور نہیں کرتے۔ یہ لوگ حیوانوں کی طرح ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ یہ لوگ غافل ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو آخر کار گونگے۔ بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں جس نے آنکھ ہوتے ہوئے ارادۃً نہ دیکھا۔ اور کان ہوتے ہوئے بات کو نہ سنا۔ اُس کا دل آہستہ آہستہ ایسا سخت ہو جاتا ہے۔ کہ گویا وہ عملاً اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا۔ کہ وہ ہدایت پانے کے معاملہ میں پیدائشی بہرے اور اندھے ہوتے ہیں نہیں انکے اپنے عمل اور ان کی اپنی کارروائیاں لاپرواہیاں اور غفلتیں انہیں عملاً اور حالاً ایسا کر دیتی ہیں۔ ہاں قرآن کریم نے انسان کو متنبہ کرنے کے لئے ان حالتوں کا بھی ذکر کر دیا ہے کہ جس سے انسان میں یہ ذہنی اور روحانی بہرہ پن اور نابینائی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی مقام پر کھڑا ہو کر کوئی بات بہ آواز بلند اسلئے کر رہا ہے کہ اور لوگ سنیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ یا ایک شخص حاکمِ وقت کیطرف سے ایک ڈونڈی پیٹ رہا ہے۔ لیکن دوسرا شخص بھی آواز کو ایک شور یا بمعنی آواز سمجھ کر اس پر بلا توجہ کئے گذر رہا ہے۔ تو یہ بھی وہ بہرہ ہو رہا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن اشارہ کر رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ومثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاءً ونداءً صمٌ بکمٌ عمیٌ فھم لا یعقلون (البقرہ-۲۳) اُن لوگوں کی مثال جو نہیں مانتے ایک شخص کی مثال کی طرح ہے۔ کہ ایک شخص کسی کو آواز دے (اور کچھ کہنا ہو) لیکن وہ سوائے ایک پکار اور آواز ہی سمجھے۔ اور کچھ نہ سمجھے یہی بہرے گونگے اندھے ہیں عقل سے کام نہیں لیتے۔ جتنے ان کے ایسے

طرزِ عمل نے انہیں ایسا کر دیا۔ ایسا ہی وہ لوگ جو شروع سے ہی کسی صداقت سے انکار کر بیٹھے۔ اور پھر اپنی طبیعت اِس طرح بنا لے کہ کسی قسم کا خوف و خطر ان پر اثر نہ کرے۔ لاکھ انہیں ڈرایا جائے۔ وہ نہ ڈرے۔ آخر کار وہ روحانی طور سے اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ خود تو گمراہ ہیں۔ لیکن دوسروں کو بھی گمراہی سے نہیں روکتے۔ اس لئے وہ روحانی گونگے بھی ہو جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو تخویف کے لئے قرآن کریم نے بیان کیا۔ انّ الذین کفروا سواءٌ علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لا یعلمون ۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم۔ جو کافر ایسے ہوں۔ کہ انہیں خواہ ڈراؤ یا نہ ڈراؤ۔ وہ مانتے ہی نہیں۔ ایسے دلوں کے دلوں پر کانوں پر مہر خدا دندی ثبت ہو جاتی ہے۔ آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اُن کیلئے عذاب عظیم ہے۔ اب اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے منکرین صداقت میں سب بدترین گروہ وہی ہے۔ جو اپنے آپ کو نصیحت پانے سے مستغنی سمجھتا ہے۔ یہ نہایت ہی خطرناک حالت ہے۔ ایسے لوگوں کو کوئی ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ ماننے ہی میں نہیں آتے۔ نصیحت تو اُسے ہی مفید ہوگی۔ جو کسی کی بات پر کان دھرے۔ عبرت وہی پکڑیگا جس کے دل میں کوئی خشیت ہو۔ لیکن جو ان حالتوں سے گذر چکا وہ آنکھ ہوتے ہوئے اندھا ہے اور کان رکھتے ہوئے بہرا ہے اس آیت قرآنی نے تو ایسے لوگوں کا آخری نقشہ کھینچا ہے۔ اور انسان کو ڈرایا ہے کہ تم نصیحت سے یا تخویف سے لاپرواہ نہ ہوا کرو۔ ورنہ تم بہرے اور اندھے ہو جاؤ گے۔ اور پھر کسی قسم کی نصیحت تمہیں کارگر نہ ہوگی۔ قرآن کریم نے کیا یہ غلط کہا ہے۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً۔ ان کے دلوں میں مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مرض کو بڑھا دیا۔ جسمانیات میں یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جب کوئی مرض پیدا ہوئی۔ اگر اُس کا صحیح علاج نہ ہوا۔ تو مرض کم نہیں زیادہ ہو گا۔ ایک مریض نے اگر علاج سے روگردانی کی تو قدرت الہٰی کے مقررہ قوانین کے ماتحت وہ مرض

دن بدن بڑھیگا - گویا اُن کی لاپرواہی اور علاج سے بے اعتنائی پر خدا یا اُس کا قانون مرض کو بڑھائیگا - جو امر جسمانیات میں ہم روز دیکھتے ہیں وہی روحانی امراض کا نقشہ ہے روحانی مرض بھی کسی حکیم روحانی کی نصیحت پر چلنے سے ہی دُور ہوتی ہے جو نہیں چلیگا - اسکی مرض دن بدن بڑھتی جائیگی +

انسان کی ہدایت - اِنسان کے اپنے قدم عمل کے پیچھے پیچھے آتی ہے - جو کوئی شخص ہدایت کی رہنمائی کے مطابق قدم اُٹھاتا ہے - اُس کا اپنا قدم ہی اس کے لئے ہزاروں مشعلیں ہو جاتا ہے - مثال کے طور پر اگر کہیں روشنی ہو - اور ہم اس مقام پر کھڑے ہوں تو ہماری آنکھیں دوچند طاقت سے کسی چیز کو دیکھ سکتی ہیں - لیکن جوں جوں ہم مقام نور سے دُور ہوتے جاتیں - ہماری قوت بصارت بھی کم ہوتی جاتی ہے - آنکھیں بھی وہی ہیں - قوت بصارت بھی وہی ہے - لیکن ہم اپنے قدموں سے اپنے آپ کو کسی اندھیرے مقام پر لے آئے ہیں - اسلئے ہماری بصارت بھی کم ہوگئی ہے - اب اگر یہ کہا جائے کہ خدا تعالیٰ ایسے انسانوں سے اپنی روشنی کو الگ کرلیتا ہے - تو یہ کہنا صحیح ہے کیونکہ خدا نے یہ قانون بنا رکھا ہے - کہ جو روشنی سے دُور چلا جائیگا اُس سے خدا نور لے لیگا - لیکن دراصل اِس طرح نور سے جدا ہونا تو انسان کے اپنے ہی فعل کا نتیجہ ہے - ہادی یا نبی جب دُنیا میں آتے ہیں - تو اُن کا وجود ایک قسم کی روشنی ہوتا ہے - وہ جس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں وہاں ایک قسم کی آگ جلاتے ہیں - مخالفان ہدایت اس نور ہدایت سے بھاگتے ہیں - جوں جوں اُدھر آگ روشن ہوتی ہے - توں توں وہ روشنی سے دُور بھاگتے ہیں - حتٰے کہ وہ اسقدر دُور ہو جاتے ہیں - کہ اب اُن کے اردگرد اندھیرا ہی اندھیرا ہے - اُنھیں کچھ نظر نہیں آتا - اُن کا اِس طرح اندھیرے میں چلا جانا بھی اُنہی قواعد خداوندی کے ماتحت ہے - اسلئے یہ کہنا صحیح ہے - کہ جوں جوں وہ نور سے بھاگتے ہیں - توں توں خدا انہیں اندھیرے میں ڈالتا ہے - اور

وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ پھر وہ نور میں نہیں آ سکتے۔ کیونکہ مقام نور ہیں اور اُن میں گھٹا ٹوپ اندھیرا حائل ہو گیا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن نے ذیل میں اشارہ کیا ہے۔ مثلھم کمثل الذی استوقد نارا ج فلما اضاءت ماحولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمت لا یبصرون۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون۔ ہدایت سے بھاگنے والے لوگوں کی مثال یہ ہے۔ کہ کسی نے اُن کے لئے آگ جلائی۔ جب آگ جلانیوالے کے اردگرد کافی روشنی ہو گئی تو ان سے خدا روشنی لے گیا۔ انہیں اندھیرے میں چھوڑ گیا۔ جہاں یہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ یہ لوگ گونگے بہرے اور اندھے ہو گئے۔ اور اب یہ واپس نہیں آ سکتے۔ یعنے یہ لوگ اتنی دور چلے گئے ہیں۔ کہ اب انہیں ہدایت نظر نہیں آتی۔ نہ یہ کسی کی بات سُنتے ہیں۔ نہ یہ کچھ و یکھتے ہیں۔ نہ غور کرتے ہیں۔ نہ خود کسی کو نیک راہ بتانے کے قابل ہوتے ہیں۔ الغرض یہ رُوحانی بہرہ پن یا نابینائی خدا کی طرف سے نہیں ہوتی۔ البتہ خدا تعالیٰ کے قوانین کے ماتحت پیدا ہوتی ہے۔ جسمانیات اور رُوحانیات میں ایک ہی قانون ہے۔ جسطرح وہاں عام حالت میں قانون کی خلاف ورزی کر کے لوگ اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ یہاں بھی یہی حال ہے۔ اگر قرآن کریم نے کہیں کہیں یہ لکھا کہ خدا تعالیٰ دلوں پر یا کانوں پر مُہر لگا دیتا ہے۔ تو اس سے وہ مُراد نہیں جیسے معترضین نے سمجھ لیا ہے۔ بلکہ جہاں جہاں ان مواہیر خداوندی کا ذکر ہے۔ وہاں ساتھ ہی ان حالات کا بھی ذکر ہے۔ جنہیں لوگ اپنے اندر خود پیدا کر کے اپنے آپ کو مواہیر خداوندی کے ماتحت لے آتے ہیں۔ میں ذیل میں چند آیتیں قرآن کریم سے نقل کر دیتا ہوں جو نہ کسی تشریح و تفسیر کی محتاج ہیں اُن کا سادہ ترجمہ کر دیتا ہوں۔ جس سے صاف ظاہر ہو گا۔ کہ جن لوگوں کے دلوں پر یا دوسرے اعضا پر مُہر خداوندی لگجاتی ہے یعنے اُن کے قوے صحیح کام دینے سے رہجاتے

ہیں - اور اُن کی اخلاقی و رُوحانی قوتیں مسلوب ہو جاتی ہیں - یہ در اصل قوانین طبعیہ کے ماتحت اُن کے اپنے فعل کا ہی نتیجہ ہوتا ہے - وہ اُن قویٰ سے صحیح کام لینا چھوڑ دیتے ہیں - بلکہ اُنہیں اُلٹ راہ پر چلاتے ہیں جس سے اُن کی قوتیں لازماً ضائع ہو جاتی ہیں - اسی کا نام مُہر خداوندی ہے - یہ جو بعض ہندو فقیر ہاتھ کو کھڑا رکھتے ہیں - اور ایک مُدت مدید کے بعد اُنکے ہاتھ نہ صرف ہمیشہ کے لئے ہی اس حالت میں رہجاتے ہیں - بلکہ ہاتھ کے تمام حرکات سکنات جاتی رہتی ہیں - بلکہ ہاتھ اور بازُو بھی خشک ہو جاتا ہے وہ تو اسے کمال سمجھتے ہیں - لیکن در اصل ان کا ہاتھ مر چکا ہے - یہ موت قویٰ طبعیہ کے ماتحت واقعہ ہُوئی ہیں - ہاتھ ایک مُدت تک ضروری حرکات و سکنات سے روکا جا کر ضائع ہو جاتا ہے - یہی وہ بات ہے کہ جب ان ہندو فقیروں نے اپنے قوتے سے صحیح کام لینا چھوڑ دیا تو قوانین خداوندی یا بہ محاورہ قرآن فعل خداوندی نے اُن کے بازُو اور ہاتھ پر مُہر لگا دی یہ ایک روزانہ مشاہدہ ہے - جو ذیل کی آیات کو آسانی سے قابل فہم کر دیتا ہے

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله انهم ساء ما كانوا يعملون - ذالك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون - اولم يهد للذين يرثون الارض من بعد اهلها ان لو نشاء اصبنهم بذنوبهم ونطبع على قلوبهم فهم لا يسمعون ۔ ثم بعثنا من بعده رسلا الى قومهم فجاءوهم بالبينت فما كانوا ليومنوا بما كذبوا به من قبل كذلك نطبع على قلوب المعتدين - واذا انزلت سورة ان امنوا بالله وجاهدوا مع رسوله استاذنك اولوا الطول منهم وقالوا ذرنا نكن مع القعدين - رضوا بان يكونوا

مع الخوالف وطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون - جب منافق تیرے پاس آتے ہیں - اور تیری رسالت پر شہادت دیتے ہیں - خدا بھی جانتا ہے۔ کہ تو رسول ہے - لیکن خدا یہ بھی شہادت دیتا ہے - کہ یہ منافق جھوٹے ہیں وہ اپنی قسموں کو اپنی سپر بناتے ہیں - خدا کی راہ سے دور چلے جاتے ہیں جو کرتے ہیں یقیناً بُرا کرتے ہیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی وہ ایمان لے آتے ہیں کبھی وہ چھوڑ دیتے ہیں - پھر اس کے باعث ان کے دلوں پر مہر لگجاتی ہے - اور ان کی سمجھ ماری جاتی ہے - یہ جو دوسری نسل کے لوگ پہلی نسل کے بعد ان کے وارث ہو جاتے ہیں - کیا یہ نہیں سمجھتے کہ ہم ان کو (بھی) ان ہی غلطیوں کے باعث اگر چاہیں تو تکلیف دیں - اور ان کے دلوں پر مہر کر دیں - پھر یہ سُننے کے قابل نہیں رہینگے - نوح کے بعد ہمنے اور رسول اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے - انھوں نے کھلے دلائل سے باتیں سمجھائیں لیکن چونکہ وہ پہلے ہی جھٹلا چکے تھے - اسلئے انہوں نے اوّل رسُولوں کو نہ مانا - یہی وہ مہر ہے - جو ہم حد سے متجاوز ہونیوالوں کے دلوں پر لگا دیا کرتے ہیں - جب کبھی کوئی سورت نازل ہو کر انہیں حکم دیا کہ اللہ پر ایمان لاؤ - اور رسول کے ساتھ کھڑے ہو کر سعی تام کرو - تو ان ہی کے صاحب استطاعت لوگ تجھ سے اجازت مانگتے ہیں - کہ ہمیں یہاں ہی چھوڑ جاؤ - ہم پیچھے رہینگے - اب انھوں نے یہ پسند کیا ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہیں - تو خدا بھی اُن کے دلوں پر مُہر کر دیتا ہے - وہ سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہتے +

ازیں قبیل اور بہت سی آیتیں ہیں جن سب کا خلاصہ یہی ہے - کہ جو لوگ دیدہ و دانستہ صداقتوں کے سُننے یا ان پر غور کرنے سے اعراض کرتے ہیں یا بلا سوچے سمجھے مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں - یا کسی بات کے سننے کے بغیر پہلے ہی سے مخالفت پر تلے ہوئے ہوتے ہیں یا لاپرواہی کی

وجہ سے کسی امر کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے یا منافقانہ راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ صحیح محاکمے کے قابل نہیں رہتے۔ اُن کے قوائے عقلیہ صحیح کام دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ ان کا تمرد اُنہیں ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ کہ وہ ہدایت کے رستوں کو دیکھ سکتے ہی نہیں۔ نہ ہدایت کی باتوں کو سُننے پر سمجھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بلکہ سُنتے ہی نہیں۔ یہ حقائق کوئی پیچیدہ نہیں۔ بلکہ بدیہات سے ہیں۔ یہی وہ خدا کی مُہر ہے۔ جو آنکھ۔ کان۔ اور دل کو باوجود اُن کے ہونے کے بیکار کر دیتی ہے +

گوشوارۂ آمد و خرچ

مُسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو پبلشر فنڈ و اشاعت ادبیات

دفتر ہندوستان ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان روپیہ	آنہ	پائی	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان روپیہ	آنہ	پائی
آمد مشن ...	۱	۲۶۰	۱۲	۶	اسلامک ریویو و مشن و اشاعت ادبیات	۵	۱۷۱۴	۱۴	۰
آمد اسلامک ریویو ..	۲	۵۹۴	۱۲	۰					
ریزرو فنڈ ...	۳	۶۰	۰	۰					
اشاعت ادبیات ..	۴	۱۱۰۳	۴	۰					
میزان آمد		۲۰۱۸	۱۲	۶	میزان خرچ	۰	۱۷۱۴	۱۴	۰

دستخط

ڈاکٹر غلام محمدؐ آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ۔ عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۶ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
قیمت کتب آمداز ووکنگ بذریعہ پوسٹل آرڈر	۰	۰	۱
جناب منہاج الدین صاحب لائلپور	۰	۰	۵
جناب اہلیہ میاں محمد خان صاحب دکاڑہ	۰	۰	۲۰
جناب نواب الدین صاحب ٹھلو گڑھ ضلع منٹگمری	۰	۰	۱۴
" محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۴
" خواجہ عبد الغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مسلم مشن	۰	۹	۶
" منشی محمد امانت صاحب محرر	۰	۳	۱
" حکیم محمد اسحاق صاحب محرر ریویو	۶	۱۲	-
" احمد سعید چپڑاسی	۹	۳	۰
" منشی محمد شفیع صاحب محرر مسلم بک سوسائٹی	۰	۱۵	۰
" خلیفہ محمد عبد اللہ صاحب محرر رسالہ اشاعت اسلام	۳	۹	۲
جناب کپتان جعفری صاحب الہ آباد	۰	-	۱۰
رقم واپسی پیشگی جو کہ مورخہ ۱۰۔ اگست ۱۹۲۶ء کو بذریعہ بل ۳۶ برآمد کرا کر برائے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بمبئی روانہ کی گئی تھی	۰	۰	۱۰۰
جناب تاج الدین صاحب وردھا چلم	۰	۰	۵
معلوم الاسم	۰	۰	۲
جناب صبیح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱
جناب مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
" خوندکار انور علی صاحب نگر کنڈا	۰	۱۴	۴
" سید محی الدین صاحب سکندر آباد	۰	-	۱
" فضل کریم صاحب فیروز پور	۰	۰	۳
" ڈاکٹر ایم۔ اے صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
" فضل الدین صاحب بھوپال	۰	۰	۵
جناب بنت محل احمد خان صاحب علیگڑھ	-	۰	۱۴
جناب محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	-	۱۰	۵
" محمد محمود صاحب دہلی	۰	-	۲
" نواب حبیب علی خان صاحب بہاولپور	-	۰	۱۸
" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
" تجمل علی خان بہادر رسیلا کنڈی	۰	۰	۵
" محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۲
" بدر الحسن صاحب مظفر پور	۰	-	۱۰
میزان کل	۶	۱۲	۲۶۰

نقشہ ۲ آمد اسلامک ریویو پبلشیر فنڈ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۶ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
حضور نواب حاجی حمید اللہ خان صاحب والئے ریاست بھوپال دام اقبالہٗ	۰	۸	۴۹
جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
" آر سید سر مست حسین ٹمکور میسور	۰	۸	۱
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۱۲	۵۳۳
میزان	۰	۱۲	۵۹۴

نقشہ ۳ آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۶ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
حضور چھوٹانی صاحب سوانور	۰	-	۱۰
جناب عبد الحافظ صاحب بامکط کاٹھیاواڑ	۰	-	۵۰
میزان	۰	۰	۶۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

زکوٰۃ صدقات وخیرات کا بہترین مصرف اشاعت اسلام ہے

انما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔ ترجمہ۔ خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے۔ اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو مال خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں۔ اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہے۔ ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جاوے۔ اور نیز قید غلامی سے غلاموں کی گردنوں کے چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے میں اور نیز خدا کی راہ میں اور نیز مسافروں کے زاد راہ میں۔ یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا اور صاحب تدبیر ہے + (الفرقان)

ذیل کی چند سطور میں میں آپ کی گرامی توجہ ایک اہم مسئلہ کیطرف مبذول کرتا ہوں۔ جو مسلمانوں کی شُود و بہبود کیلئے نہایت اہم اور مفید ہے۔ اور وہ مسئلہ مسئلہ **زکوٰۃ** ہے +

زکوٰۃ اسلام کے اساسی اصُولوں میں سے ایک رکن عظیم ہے جسکو خداوند تعالیٰ کی پاک کلام نے انفرادی خیرات کی بجائے ایک قومی خیرات قرار دیا ہے۔ زکوٰۃ ہر مسلم صاحب نصاب سے سال بھر کے اندوختہ کا چالیسواں حصہ ہے حضرت نبی کریم صلعم اور آپکے جانشین اسکی وصولی میں خاص اہتمام کیا کرتے تھے۔ اور فراہم شدہ زکوٰۃ کو بیت المال یعنی قومی خزانہ میں جمع کیا کرتے تھے۔ اور اسطرح سے فراہم کردہ زکوٰۃ کو مسلمانوں کی شُود و بہبود میں صرف کیا کرتے تھے لیکن شومئے قسمت سے ہماری ثروت و طاقت کا یہ سرچشمہ عظیم آجکل بالکل خشک پڑا ہے۔ اور وہ بھاری لہر جو اس منبع عظیم سے نکلکر ہماری قوم کو سبز سبز و شاداب کرتی۔ اس لہر عظیم کے چند ہی قطرات ہم تک پہنچے ہیں۔ اور وہ بھی ریت

یوں تو زکوٰۃ کا کوئی مہینہ مقرر نہیں۔ ہر صاحب نصاب مسلم کے ہاں جب اس کے اندوختہ مال پر ایک سال گذر جاوے تو زکوٰۃ کی ادائیگی اسپر واجب ہوجاتی ہے چونکہ مسلم بھائی ماہ رجب میں اکثر زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس ماہ میں اپنی کار میسر مشن کی طرف بھی متوجہ کیا جاوے (سکریٹری)

اگر کل کے کل صاحب نصاب مسلم اس فریضہ پاک پر عمل پیرا ہوں۔ اور حسب تعلیم قرآن کریم اس مفید و سود مند اسلامی فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ کریں۔ تو شادابی و سرسبزی کی ایک نہر بہ سکتی ہے۔ جو بہت سی خشک بنجر اور غیر آباد زمینوں کو سرسبز و لالہ زار کھیتوں میں متبدل کر سکتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری قومی دولت اس وقت لایعنی کاموں میں صرف ہو رہی ہے۔ اور ان نیک کاموں میں صرف نہیں ہوتی۔ جو ہماری نکبت افلاس و غربت کو دور کرنے کیلئے کلام پاک نے بطور علاج تجویز کئے ہیں +

ان حالات کے ماتحت میں آپ کی گرامی توجہ اس امر حقہ کیطرف مبذول کرونگا جسکی ذمہ داری ہر مسلم صاحب نصاب پر عاید ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے فرمودہ احکام متعلقہ زکوٰۃ کا پورا پورا احترام کیا جائے۔ اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں ان تمام احکامات پر عمل کیا جاوے۔ ایک صاحب نصاب کو چاہئے کہ وہ بنظر تعمق غور کرے۔ کہ آیا اسکی زکوٰۃ واقعی فرقان حمید کے ارشاد کردہ مصارف میں ہی صرف ہو رہی ہے یا اس کے خود ساختہ مصارف میں +

عام طور پر زکوٰۃ دو حصص میں منقسم ہے۔ اول وہ امداد جو کہ مستحق مسلمانوں کی کیجاتی ہے۔ یعنی غرباء مساکین مقروض ابن السبیل۔ دوم۔ وہ اعانت جو اسلام کی اشاعت کی لی جاتی ہے جسکو قرآن شریف تالیف قلوب کی ضمن میں لاتا ہے۔ اور اسمیں عاملین بھی شامل ہیں۔ جو زکوٰۃ کو فراہم کرتے اور دفتر زکوٰۃ کی تنظیم کرتے ہیں اور فی سبیل اللہ میں مذہب اسلام سے حفاظت اور اشاعت مراد ہے +

دُنیا میں مصائب کی بہت سی انفرادی مثالیں ہمارے رحم کو محرک کر سکتی ہیں۔ اور ہمکو ان بھائیوں سے ہمدردی بھی ضرور کرنی چاہئے۔ جو مصیبت میں مبتلا ہوں۔ لیکن یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ ہماری زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ نااہل و غیر مستحق ہاتھوں میں جا کر ضائع ہو جاتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے گداگری اپنا پیشہ بنا یا ہوا ہے۔ اور کہ جو زہد و تقویٰ کی آڑ میں لوگونکو دکھ دیتے ہیں۔ لیکن قطع نظر ان سب باتوں کے قرآن کریم نے جو آٹھ مصارف مندرجہ بالا آیت میں تجویز کئے ہیں۔ ان سب میں اہم عنوان زکوٰۃ کی زمانی فی سبیل اللہ یعنی اشاعت اسلام ہے اسلام اس وقت کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ ایک بیکسی اور مفلسی کی حالت میں ہے۔ کشتی اسلام بھنور میں ہے۔ باد مخالف چاروں طرف سے اسے تھپیڑے لگا رہی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ اسلام کے مصائب و آلام مسلمانوں کی انفرادی تکالیف و مصائب سے بہت زیادہ اہم ہیں۔

اور ہماری قومی تکالیف ہی ہماری انفرادی مشکلات کو بڑھا رہی ہیں۔ ان حالات کے ماتحت اسلام کی اشاعت میں کسی قسم کی اعانت اس امداد سے زیادہ اہمیت و وقعت رکھتی ہے جو انفرادی طور پر کسی مسلمان بھائی کی جاوے۔

قرآن کریم کے ارشاد کردہ مصارف زکوٰۃ سے ہر مسلم صاحب نصاب پر فرض ہے۔ کہ اپنی اور اپنے خویش و اقارب و دوست و احباب کی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ حفاظت و اشاعت اسلام اور از قبیل اشاعت اسلام کے متعلقہ کاموں میں صرف کرے۔

اسلام کو آج بہت سے دشمنوں سے مقابلہ در پیش ہے۔ ان میں سب سے بڑا دشمن عیسائیت ہے جو خصوصیت سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مسلمانوں کو اپنے اندر شامل کر رہا ہے۔ جس کا اندفاع ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور اس ضرورت حقہ کو ہر تعلیم یافتہ مسلم بھائی جانتا ہے۔ اسلئے مجھے زیادہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ ان پر واضح کروں کہ کیوں ان کی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ حفاظت و اشاعت اسلام پر صرف ہونا چاہئے۔ زکوٰۃ کی اہمیت اور اسکی ضرورت حقہ کو قائم کرنے کے بعد میں آپ کی گرامی توجہ ایک حقیقت نفس الامری کی طرف مبذول کرانی چاہتا ہوں۔ اور وہ اشاعت اسلام کا وہ مہتم بالشان کام ہے۔ جو گذشتہ پندرہ سال سے انگلستان کی سرزمین میں شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) کے ذریعہ یورپ میں ہو رہا ہے۔ یہ مشن نہ صرف غیر مسلموں کو ہی دائرہ اسلام میں لانے میں کامیاب ہوا ہے، جن کی تعداد یورپ کے مختلف حصص میں ایک ہزار سے متجاوز کر گئی ہے۔ بلکہ مذہب اسلام کے متعلق اس مشن کے ذریعہ سے ہزاروں لوگوں کے خیالات میں تبدیلی رونما ہو گئی ہے۔ اُن غلط فہمیوں۔ غلط بیانیوں کو رفع کرنے میں اس مشن نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں اس مشن کے ذریعہ یورپ میں اسلام کے متعلق ایک روادارانہ فضا پیدا ہو گئی ہے۔ لوگ اسلام کی تعلیم کو بخوشی سنتے اور پڑھتے ہیں۔ لیکن اس سے پیشتر یوروپین نگاہ میں اسلام ایک بھیانک شکل میں تھا۔ اسلام محض ایک اجنبی مذہب خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اب وہ اسلام جو پادر صاحبان کی چالاکیوں سے بدنما اور بدنام ہو چکا تھا۔ اس کے دلربا چہرہ کو دیکھ کر بہت سی یوروپین سعید روحیں تسکین قلب حاصل کر رہی ہیں۔ اس

مشن کے بہت سے تبلیغ کے ذرائع ہیں ۔ انہیں سے ذیل میں چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے +

۱ ۔ **رسالہ اسلامک ریویو** (انگریزی) مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی تحریک کا روح رواں اور ترجمان ہے ۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں مختلف ممالک میں انگریزی دان غیر مسلم طبقہ میں مفت برائے اشاعت دین اسلام تقسیم کیجاتی ہیں ۔ جن کو دُور دراز ممالک کے غیر مسلم احباب اپنی فرصت کی سنسان گھڑیوں میں مطالعہ کرتے اور عیسائیت اور اسلام کی تعلیم کا متقابلہ مطالعہ کرنے کے بعد بذریعہ خط اعلانِ اسلام کر دیتے ہیں +

۲ ۔ **مشن کے مبلغین** ہفتہ میں ایک بار مسجد ووکنگ (انگلستان) میں اور لندن میموریل ہوس میں محاسن اسلام پر لیکچر دیتے ہیں ۔ جنہیں غیر مسلم سامعین کی کافی تعداد ہوتی ہے ۔ یہ لوگ لیکچر سُننے کے بعد اسلام کے متعلق نیک تاثرات لے کر جاتے ہیں ۔ اور اس طرح سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں اور دروغبافیوں کا ازالہ ہوتا رہتا ہے ۔ اور آہستہ آہستہ اسی طرح سے مقامی احباب اسلامی برادری میں شامل ہوتے رہتے ہیں +

۳ ۔ جو **نو مسلمین** مسجد ووکنگ یا لندن کے گردونواح میں رہتے ہیں ۔ اُنکو عربی **تعلیم** دینے کا مشن ووکنگ نے معقول انتظام کیا ہوا ہے ۔ ان کے لئے ایک معلم رکھا گیا ہوا ہے ۔ جو عربی سے اچھی طرح واقف ہے ۔ یہ ان کو عربی کی ابتدائی تعلیم اور قرآن شریف کا درس دیتا ہے +

۴ ۔ نومسلمین میں جو لوگ **مالی امداد** کے مستحق ہوتے ہیں ۔ ان کی تالیف قلوب کی مد سے امداد کی جاتی ہے ۔ جس سے اُن پر اسلامی اخوت و ہمدردی کا عملاً نیک اثر پڑتا رہتا ہے +

۵ ۔ مسجد ووکنگ میں اکثر **مستفسرین** بھی آتے رہتے ہیں ۔ جو اسلام کے متعلق مختلف قسم کے استفسارات کرتے ہیں ۔ ان کی خاطر و مدارات چاء وغیرہ سے کیجاتی ہے ۔ پھر جو جلسے آئے دن مسجد ووکنگ یا لندن میموریل ہوس میں مشن کی طرف سے ہوتے

ہیں۔ان میں شامل ہونے والے احباب کی خاطر و تواضع چاء سے کی جاتی ہے۔
اس کے علاوہ ہر دو عیدین پر جس قدر مسلم و غیر مسلم احباب ان دو سعید تقریبوں پر مسجد ووکنگ میں آتے ہیں۔ان سب کو ایک وقت کے کھانے پر شامل کیا جاتا ہے۔ان میں سے بعض احباب شام کے کھانے کے لئے ٹھیر جاتے ہیں اور اکثر انہیں سے چلے جاتے ہیں + اس طرح سے نومسلمین و غیر مسلمین کی مہمان نوازی و خاطرداری کیلئے مشن کو ایک زرکثیر کے اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہے۔لیکن تبلیغی نکتہ خیال سے اس قسم کا برادرانہ برتاؤ و سلوک برطانوی ..یورپین پر نیک اثر ڈالتا ہے۔جس سے اسلام کی ہمہ گیر اخوت و برادری کا انہیں عملاً نیک سبق ملتا رہتا ہے۔کیونکہ اس قسم کی اخوت یورپ میں عنقا کا حکم رکھتی ہے +

۶۔ **لنڈن مسلم پریئر ہاؤس** میں بھی ہماری تبلیغی جد و جہد رہتی ہے۔ نماز جمعہ ہمیشہ اسی مقام پر ہوتا ہے۔کیونکہ نومسلم و مسلم احباب آسانی سے وہاں شامل ہو سکتے ہیں۔اسلئے دنیا بھر کے اس مرکزی مقام پر مشن کی تحریک کو زندہ رکھنے کیلئے ان اخراجات کا بھی مشن کو متحمل ہونا پڑتا ہے +

۷۔یورپ میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ ماہواری رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی کتب کی مفت اشاعت ہے۔یہ رسالہ اور کتب ہزاروں کی تعداد میں ہر ماہ مسجد ووکنگ سے نومسلمین اور غیر مسلمین کے حلقہ میں مفت تقسیم ہوتی رہتی ہیں۔جن سے نور اسلام پھیلتا رہتا ہے۔اسوقت تک کئی ایک اسلامی کتب مسلم مشن ووکنگ نے چھاپ کر مفت تقسیم کی ہیں۔اور ان کتب کی مفت اشاعت سے بڑے حسن نتائج مترتب ہوئے ہیں۔ان سب کتب میں انگریزی کتاب The ideal Prophet یعنی اسوۂ حسنہ اور Sources of christianity یعنی ینابیع المسیحیت یورپین حلقہ میں بہت ہی مقبول عام ہوئی ہے۔انگریزی رسالہ اسلامک ریویو اور انگریزی اسلامی لٹریچر کی مفت اشاعت ایک زندۂ جاوید مبلغ کا کام کرتی ہیں۔مسجد ووکنگ سے دور دراز ممالک میں جب ایک انگریزی تصنیف اسلامی مضامین لئے ہوئے کسی متلاشی حق و صداقت

کے پاس پہنچتی ہے ۔ تو اُسے وہ اپنی فرصت کی سنسان گھڑیوں میں غور و تدبر سے مطالعہ کرتا ہے ۔ چونکہ اسلام ایک فطرتی و معقول مذہب ہے ۔ اسلئے اسکی پاک تعلیم کا اس طرح وہ والہ و شیدا ہو جاتا ہے ۔ اگرچہ ایک کوئی شکوک بھی ہوتے ہیں ۔ تو ان کی بذریعہ خط و کتابت تسلی کر کے چٹھی کے ذریعہ اعلان اسلام کر دیتا ہے +

۸ ۔ دُور دراز ممالک سے مسجد ووکنگ والے بذریعہ خطوط بھی تبلیغ کرتے ہیں ۔ اور ہماری تبلیغی تگ و دو میں یہ عنصر بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے ۔ قصہ مختصر یہ کہ تبلیغی جد و جہد کے بیشمار ذرائع ہیں چند ایک پیش نظر ہیں ۔ بہت حد تک یورپ میں تحریری ذرائع سے تبلیغ و اشاعت اسلام ہوتی رہتی ہے ۔ اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں *۔ بفضلہ تعالیٰ مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) نے تمام اسلامی دنیا میں ایک عالمگیر شہرت حاصل کر لی ہے ۔ یہ مشن تمام اسلامی دُنیا میں شہرہ آفاق ہو چکا ہے ۔ اس مشن کی عظمت و عزت اور مہتم بالشان اسلامی خدمات کو مدنظر رکھ کر کل کی کُل مسلم دُنیا کو اس کار خیر سے دلچسپی ہے ۔ اور اسکی وجہ فقط ایک ہی ہے ۔ اور وہ یہ کہ اس مشن کی بنیادیں قومی اتحاد کے زریں اصول پر محکم ہیں ۔ یہ مشن فرقہ بندی کے مناقشات سے بالاتر ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسکی عامہ مقبولیت ہے ۔ الغرض یہ کہ ہر مسلم فرد و بشر کو اس پاک کام سے دلی اُنس و محبت و ہمدردی ہے ۔ اسلئے میں آپ کی خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق قرآن شریف کے آٹھ مصارف مندرجہ آیات قرآنی کو ضرور ملحوظ رکھیں ۔ اور ان آٹھ مصارف فرمودہ قرآن شریف میں ایک حصہ کثیر دین کی اشاعت کے لئے الگ کر دیں ۔ اور اسمیں مسلم مشن ووکنگ انگلستان کو فراموش نہ فرمائیں ۔ نہ صرف اپنی زکوٰۃ کو ہی اس کار خیر میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں بلکہ اپنے دوست واحباب، خویش و اقارب کی زکوٰۃ کی ترسیل کا بھی انتظام فرمائیں +

یہ امر آپ سے پوشیدہ نہیں ۔ کہ ہندوستان کی ملکی فضا میں گذشتہ پندرہ سال میں کئی اسلامی تحریکات رُونما ہوتی رہی ہیں ۔ جو کچھ عرصہ زوروں پر رہ کر

* بفضلہ تعالےٰ اسوقت تک ایکہزار کے لگ بھگ احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں (سیکرٹری)

اور مسلمانوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ کر آخر کار مُردہ ہوگئیں لیکن اگر کوئی تحریک آج تک زندہ و سرسبز ہے ۔ تو وہ **اشاعت اسلام** کی تحریک جاوید ہے اور یہ تحریک بفضلہ تعالیٰ ابدالآباد تک زندہ و سرسبز رہیگی ۔ کیونکہ اس کی پشت پناہی کرنیوالا خود **حیّ و قیّوم** ہے ۔ اور اس کا **سنگ بنیاد** رکھنے والا خود حضرت **محمد رسول اللہ** صلعم ہیں ۔ اس لئے اس مقدس تحریک کو ہمیشہ زندہ و سرسبز رکھنے کے لئے ضرورت ہے کہ زندہ دلانِ اسلام اس کی آبیاری فرمائیں ۔ اور اس کے لئے مالی ذرائع پیدا کریں جس سے یہ اسلامی تحریک ہمیشہ کے لئے یورپ کے مرکز میں قائم رہے ۔ اور کسی وقت بھی مالی اضطراری کی وجہ سے اس نخل اسلام کو تثلیث و کفر گڑھ کے میدان سے اکھاڑنے کی نوبت نہ آئے ۔ اس کی بنیادوں کو محکم و مستحکم کرنا مسلمانانِ عالم کا فرض ہے ۔ کیونکہ یورپ کی سرزمین میں یہی ایک مشنری کردہ اسلامی مشن ہی طرف سے گذشتہ پندرہ سال سے اب تک قائم ہے ۔ جو فقط لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کی تبلیغ کر رہا ہے ضرورت حقہ کو سامنے رکھکر سال گذشتہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان نے ایک **ریزرو فنڈ** قائم کیا جسمیں اسوقت تک ایک معتدبہ رقم جمع ہو گئی ہے ۔ جو ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام میں مشتہر ہوتی رہتی ہے ۔ مینے بحیثیت سکرٹری اس ریزرو فنڈ کے قیام کے وقت سے لے کر آج تک یہ اہتمام کیا ۔ کہ جس قدر ماہواری و سالانہ امداد مشن کے علاوہ متفرق امداد شن یا خیرات ۔ صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ آئیں ۔ سب ہی اس ریزرو فنڈ میں جمع کردیں ۔ اگر برادران اسلام اس ریزرو فنڈ کو اپنی مالی امداد و وصیتوں یا صدقات خیرات و زکوٰۃ کی رقوم سے مستحکم فرمائیں ۔ تو بہت جلد مشن ووکنگ مستحکم بنیادوں پر کھڑا ہو سکتا ہے ۔ اس ریزرو فنڈ کے متعلق یہ تجویز ہے ۔ کہ اس کا سرمایہ چند لاکھ روپے تک بڑھادیا جاوے ۔ اور اس کو کسی معتبر بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھا جاوے ۔ اور پھر اسی ریزرو فنڈ کا سالانہ منافع مشن کے کثیر اخراجات

کے کچھ حصہ کا متحمل ہو جاوے - اس طرح سے مشن کو آئے دن کے مالی تفکرات سے نجات ہو جاویگی - اُمید ہے کہ قارئین کرام و مُربیان مشن اس تجویز کو پسند فرمائینگے - اور اگر اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہی خواہان اسلام خاص جد وجہد فرمائیں - تو ہم آئے دن کی دریوزہ گری سے مخلصی حاصل کر سکتے ہیں - اور مُسلم بھائیوں کے لئے یہ امر کوئی مشکل نہیں - آپ کے تمام صدقات - زکوٰۃ و خیرات کا بہترین مصرف اللہ پاک کا یہ کام ہے - اس لئے اس کو ہر وقت یاد رکھیں +

خـــــادم

خواجہ عبدُالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل
برانڈرتھ روڈ - لاھور

ضروری نوٹ:- تمام ترسیل زر بنام محاسب ریزرو فنڈ مشن ووکنگ
برانڈرتھ روڈ - لاھور (پنجاب)

برادرانِ اسلام -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دراصل میرا ارادہ تھا کہ مضمون بالا پر خود لکھوں - لیکن میری علالت طبع مانع ہو گئی - اور یہ فرض عزیزی خواجہ عبدالغنی صاحب نے ادا کیا - میں عنقریب ایک خاص سکیم میں قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں - بفضلہ تعالیٰ اب ہم مغرب میں مقام پر پہنچ گئے ہیں - کہ دشمن پسپا ہو رہا ہے اسکے قدم اکھڑ گئے ہیں - اور وہ بھاگ رہا ہے - اب وقت حملہ کا ہے - جو مسلم لٹریچر کی وسیع اشاعت سے ہو سکتا ہے - آپ خوب یاد رکھیں - کہ اسوقت ہماری نجات دو تین باتوں پر ہی آرہی ہے - **اول** - قومی اتحاد - **دوم** - اشاعت اسلام کی خصوصیت مغرب میں **سوم** باقی تحریکیں اب چھوڑ دینی چاہئیں - جو جو امیدیں مغرب میں اشاعت اسلام کے ساتھ وابستہ ہیں - ان کے پورا ہونے کے دن قریب ہو سکتے ہیں اگر مسلمان ہمت کریں اگر ایک یا دو سال کے لئے ہمارے بھائیوں کی زکوٰۃ کا زیادہ حصہ مغرب میں اشاعت اسلام پر خرچ ہوتے - تو جس طرح کہ وہاں عیسائیت ہمارے وہم و گمان سے کہیں زیادہ گذشتہ پانچ چھ سالوں میں تباہ ہو گئی ہے - ویسے ہی وہاں چند سالوں میں اسلام کی اشاعت و ترقی ہمارے وہم و گمان سے بالاتر ہو سکتی ہے - اخیر میں میری یہی عرض ہے کہ خواجہ عبدالغنی کی اپیل پر توجہ فرمائی جاوے ۔

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ ... لاہور

[illegible]

اکسیر رحمانی

یہ مجرب اکسیر ہندوستان ۔ انگلستان ۔ جنوبی افریقہ میں شہرت پا چکی ہے جسکی تصدیق ذیل کی سندات سے ہوتی ہے ۔ سرٹیفکیٹ دہندگان کی حیثیت اس بات کی ذمہ وار ہے کہ یہ دوائی اشتہاری حکیموں کی دوائی نہیں ۔ یہ اکسیر دراصل خود معدہ کو اکسیر بنا دیتی ہے اور جسم سے یورک ایسڈ یا دیگر ردی مواد کو خشک کر کے یا جلا کر نیا خون صالح پیدا کرتی ہے جس سے کُل قواء اور پٹھوں میں ایک خاص قوت پیدا ہو جاتی ہے دماغی محنت کرنے یا ضعیف قواء والوں نے اپنی کھوئی ہوئی طاقتوں کو از سر نو حاصل کیا ہے ۔ بیخوابی اس سے دور ہو جاتی ہے ۔ جسم کے اندر فالتو چربی ۔ پٹھوں اور گوشت میں مبدل ہو جاتی ہے ۔ ایک ہفتہ کے استعمال سے اشتہا کا بڑھنا اور خوراک کا ہضم ہو کر جزو بدن بنجانا نظر آجاتا ہے ۔ الغرض ہر عضو رئیسہ پر اور خصوصاً پٹھوں پر اس اکسیر کا حیرتناک اثر ہوتا ہے ۔ نوعمروں میں صرف پندرہ دن کا استعمال افزائش وزن کا موجب ہو جاتا ہے ۔ جسیم جسم ہلکا ہو جاتا ہے ۔ لیکن وزن میں کمی نہیں آتی ۔

سوء ہضم (Dyspepsia) اصلاح جگر ۔ وجع المفاصل یعنی جوڑوں اور اعصاب کی درد (Rheumaticism) کمزوری دل و دماغ ۔ نیند کا نہ آنا ۔ زردی رنگت ۔ قواء کی جس قسم کی بھی شکایت ہو اُسے یہ اکسیر دُور کرتی ہے دماغی کام کرنیوالوں کے لئے یہ اکسیر از حد مفید ہے ۔

قیمت :۔ دو روپیہ ۱۲؍ معہ محصولڈاک و پیکنگ بمعہ پیمانہ شیشہ برائے ناپ (دوائی دو ماہ کیلئے کافی ہے)
تین شیشی کے خریدار کو محصولڈاک معاف ۔
بیرون ہندوستان قیمت یک شیشی ۴ شلنگ بمعہ محصولڈاک ۔

ملنے کا پتہ :۔ عبد الغنی جلال دین کمیشن ایجنٹس .. برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور

نقول سندات

نقل سند جناب نیاز احمد صاحب مجسٹریٹ درجہ اول جمبر ریاست جموں

اکسیر رحمانی کا استعمال اسکے معرض وجود میں آنیسے کر رہا ہوں میں نے ایسی مفید لوز زود اثر دوائی آجتک نہیں دیکھی جب میں نے اسکا استعمال شروع کیا ہے اُسنے فوراً اپنا اثر دکھایا ہے خون صالح پیدا کیا ہے بھوک اور وزن بڑھایا ہے مجھے وجع المفاصل کی شکایت ہوا کرتی تھی اب دو سال سے اس شکایت کا نام و نشان باقی نہیں رہا میرا وزن پہلے کی نسبت بڑھ گیا ہے اور صحت بھی بہت اچھی ہے یہ تبدیلی صرف اکسیر رحمانی نے پیدا کی ہے میں نے اپنے حلقہ اثر میں اسکے استعمال کا پرچار کیا ہے میرے تمام دوست اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں یہ شکایت اسقدر رہتی ہے کہ آپکے پاس کافی ذخیرہ کبھی نہیں ہوا دوائی تیار ہونیکے پندرہ دن بعد آپ سٹاک ختم کر دیتے ہیں اور پھر مدت انتظار کرنا پڑتا ہے

جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی - اے - ایل - ایل - بی - امام مسجد شاہجہان ووکنگ (انگلستان)

دماغی شغلوں نے جو میرے اعصاب کا حال کر رکھا تھا اُس سے میں بالکل مایوس ہو چکا تھا اس دماغی محنت نے میرے معدے، جگر اور دل پر برا اثر کر رکھا تھا - اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی - میں کہہ سکتا ہوں - کہ میں از سر نو آجسے کچھ سال پہلے کیطرح پھر کام کرنیکے قابل ہو گیا ہوں - اعضاء رئیسہ کی طاقت دینے میں تو یہ دوائی فی الواقع اکسیر ہے + خواجہ کمال الدین مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۵ء

(سر) عباس علی بیگ صاحب سابقہ ممبر انڈیا کونسل حال مقیم لنڈن

میں نے چار ماہ تک قریباً آپکی اکسیر کا مسلسل استعمال کیا ہے - عموماً جسم کو مضبوط کرنے میں یہ بہت ہی موثر ثابت ہوئی ہے +

عالیجناب شیخ محمد صاحب رئیس ریاست منگرول (کاٹھیاواڑ)

اس دوائی کے استعمال سے میرا وزن دس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا - میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا انہیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +

جناب آر - عباسی صاحب - پرسنل اسسٹنٹ عالیجناب نواب صاحب منگرول (کاٹھیاواڑ)

نقاہت - کمزوری اور سوء ہضمی میں میں نے اس اکسیر کو بہت ہی نافع پایا +

عالیجناب فرخی صاحب استاد عالیجناب نواب صاحب رامپور

اگر شتاد سالہ اشتہاء اس دوائی کے استعمال سے دگنی ہوجائے تو اسے کرامت نہ کہا جائے۔ تو اور کیا۔

جناب منشی سعادت علی صاحب از رامپور

کولھے سے لیکر گھٹنے تک میں سخت درد میں مبتلا تھا۔ اس دوائی کے ذریعہ مجھے آرام ہوا۔

جناب محمد صدیق صاحب مالک کارخانہ صابون - محمد صدیق - محمد ابراہیم - دہلی

مجھے اس دوائی سے از حد فائدہ ہوا۔ میرے جسم میں چستی۔ چلنے میں طاقت۔ اور اشتہاء میں زیادتی پیدا ہوگئی۔

جناب عبدالاکبر خاں صاحب نائب تحصیلدار - چارسدہ۔ ضلع پشاور

یہ دوائی مجھے خواجہ کمال الدین صاحب کی معرفت ملی مجھے جسمانی اور دماغی طور سے از حد فائدہ ہوا۔ دو تین دن کے اندر جسم میں چستی پیدا ہوگئی۔ میرے ایک اور دوست نے بھی استعمال کی اور فائدہ اٹھایا۔

جناب خاں صاحب محمد دلدار خان صاحب اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ ضلع پشاور

میرے چند دوستوں نے اس دوائی کو استعمال کیا انہیں مختلف شکایات تھیں۔ ان سب کو نہایت عمدہ فائدہ ہوا۔

جناب محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ سری نگر (کشمیر)

مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے اعجازی رنگ میں خارق عادت فائدہ ہوا جسمانی اور نفسانی قوا میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی حق الامر یہ ہے کہ یہ اعجازی دوائی ایک نمونہ کرامت ہے میرے علاوہ مولوی خالق صاحب محمد اکبر و محمد اسماعیل صاحبان اور غلام نبی صاحب کو بھی فوری فائدہ ہوا۔ ایک دوست غلام رسول وجع المفاصل سے تنگ تھا اور اسکے گھٹنوں میں درد تھا۔ اسے بھی فوری فائدہ ہوا۔

جناب ملک شیر محمد صاحب سابقہ سیکرٹری محکمہ مشیر مال۔ حال مہتمم صاحب خزانہ ریاست جموں

میں نے دوا ہاضمہ کو استعمال کیا قوت ہضم بڑھانے اور اشتہاء صادق کے پیدا کرنے میں سے بہتر پایا۔ چند روزہ استعمال سے اس دوا کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ میرے علم میں کہنہ بدہضمی و امراض معدہ کے دفعیہ کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ عالم پیری میں جسمانی قوا کی تقویت کیلئے اس دوا سے بہتر نافع دوا نہ ہوگی۔ دماغی کام کرنیوالوں کے لئے یہ دوا از حد مفید ہے۔ ۷ جنوری ۱۹۲۵ء از جموں

عالیجناب حکیم سید لعل شاہ صاحب برق پشاور

پچھلے دنوں مسٹر فضل احمد خانصاحب انسپکٹر محکمہ مسکرات کو جبکہ وہ ڈیرہ میں متعین تھے "اکسیر حمانی" کا استعمال کرایا۔ ان کا بیان ہے کہ میرا وزن تین سیر بڑھ گیا ہے۔ اور عام صحت بہت ہی اچھی ہو گئی ہے +

میرے گھر کے آدمی دودھ کا استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا تو ہضمی تکلیف ہو جاتی مگر اکسیر حمانی کے استعمال سے پہلے دن آدھ پاؤ۔ اور دوسرے تیسرے دن پاؤ اور پندرہ میں دن کے بعد تین پاؤ تک بلاتکلف دودھ ہضم ہونے لگا۔ واقعی اکسیر حمانی اکسیر ہے +

بغرض اختصار اب ہم ذیل میں چند نام دے دیتے ہیں۔ اور انکے مقابل جن شکایتوں سے انہیں فائدہ ہوا۔ اس کا ذکر کر دیتے ہیں۔

جناب پروفیسر قادر حسین صاحب نظام یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔ مقیم (لندن)

ضعف دماغ۔ بیخوابی۔ پٹھوں کی کمزوری۔ دماغی محنت۔ دردسر۔ تھکان کا محسوس ہونا۔ ایک ماہ کے استعمال اکسیر سے یہ شکایات جاتی رہیں +

جناب مسٹر لوگرو۔ تاجر کارک سٹریٹ۔ لندن۔ مدت کا ضعف قلب دور ہوا۔

جناب افتخار رسول صاحب مڈل ٹیمپل۔ لندن۔

کمزوری جسم دور ہوئی۔ اور ہفتہ عشرہ میں جسم کا وزن بڑھ گیا +

جناب مسٹر او۔ موٹن۔ جونسبرگ۔ (جنوبی افریقہ)

چہرہ کی چھائیاں۔ خون کی کمی۔ جسم کی سستی و کمزوری دور ہوئی۔

جناب مسٹر مرزا اعظم صاحب نیوٹون۔ جونسبرگ (جنوبی افریقہ)

معدہ کی قدیمی شکایات اور گنٹھیا یعنے وجع المفاصل دوائی کے استعمال سے یہ شکایات دور ہوئیں اور جسم میں چستی و چالاکی پیدا ہو گئی۔

جناب سیٹھ قاسم صاحب پیٹر مارٹیز برگ۔ (جنوبی افریقہ)

مدت کی جسم کی کمزوری دور ہوئی۔ اور چہرہ پر رونق آ گئی +

عالیجناب حکیم سید ... شاہ صاحب برق پشاور

پچھلے دنوں مسٹر افضل محمد خان صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ سگرات کو جو کہ وہ ڈیرہ میں متعین تھے اکسیر حمانی کا

استعمال کرایا ان کا بیان ہے کہ میری ... بہت ہی تفاوت ہو گیا ہے اور ... صحت بہت ہی اچھی ہو گئی ہے +

مرے گھر کے آدمی .... کا استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا تو زمین تکلیف ہو

جاتی مگر اکسیر حمانی کے استعمال سے پہلے دن آدھ پاؤ اور دوسرے تیسرے دن پاؤ اور بعد روزانہ ان کے

بعد تین پاؤ تک بلا تکلف وہ ہضم ہونے لگا۔ واقعی یہ کافی اکسیر ہے +

غرض اختصاراً ہم ذیل میں چند نام درج کر دیتے ہیں اور انکے مقابل جن شکایتوں سے انہیں

فائدہ ہوا۔ اس کا ذکر کر دیتے ہیں۔

جناب پروفیسر قادر حسین صاحب نظام یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔ مقیم لندن ؛

ضعف دماغ۔ جنوبی پٹھوں کی کمزوری۔ دماغی محنت۔ ... نقصان کا محسوس ہونا۔ یکٹا کے

استعمال اکسیر سے یہ شکایات جاتی رہیں +

جناب مسٹر گوبرو تاجر ... لندن۔ مدت کا ضعف قلب دور ہوا۔

جناب افتخار رسول صاحب مڈل ٹیمپل۔ لندن۔

کمزوری جسم دور ہوئی۔ اور ہفتہ عشرہ میں جسم کا وزن بڑھ گیا +

جناب مسٹر او۔ موٹن۔ جوہانسبرگ۔ (جنوبی افریقہ)

چہرہ کی چھائیاں۔ خون کی کمی۔ جسم کی سستی و کمزوری دور ہوگی۔

جناب مسٹر مرزا اعظم صاحب ... جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ)

معدہ کی قدیمی شکایات اور گنٹھیا یعنے وجع المفاصل دوائی کے استعمال سے یہ شکایات دور ہوئیں

اور جسم میں چستی و چالاکی پیدا ہو گئی۔

جناب سیٹھ قاسم صاحب پیٹر مارٹیزبرگ۔ (جنوبی افریقہ)

مدت کی جسم کی کمزوری دور ہوئی۔ اور چہرہ پر رونق آگئی +

ملنے کا پتہ۔ عبد الغنی جلال دین کمیشن ایجنٹس .. برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ

خطباتِ غربیہ

یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایانِ اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور آنکو حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے۔ بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ مکمل سٹ بجلد ۱۲ ار مجلد [illegible]

سلکِ مروارید

یہ آٹھ دس زبردست معرکتہ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لیکر ۱۹۲۲ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات پر انگریزی میں دیئے۔ انمیں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے۔

قیمت بجلد [illegible] مجلد [illegible]

مکالماتِ ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایاں کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم احباب جنکو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے۔ اُن کے لئے مفید ہیں۔ قیمت صرف ۱۲ ار مجلد [illegible]

براہینِ نیرہ حصہ اوّل

معروف بہ زندہ و کامل الہام

اس میں یہ دکھایا گیا ہے۔ ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے

قیمت ۱۲ ار مجلد [illegible]

مقصدِ مذہب

یہ وہ معرکتہ الآرا لیکچر ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا۔ اس کانفرنس میں سناتن دھرمی، آریہ سماجی، برہمو سماجی اور بہت سے دیگر مذاہب کے نمائندوں نے اپنے لیکچر پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے۔

قیمت فی مجلد صرف [illegible]

ضرورتِ الہام

فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹفک طریق پر اور عقلی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور الہامی ہی مذہب آیا ہے۔

قیمت بلا جلد ۱۲ ار مجلد [illegible]

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ سب نام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یکجہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے۔ قیمت ۱۲ ار مجلد [illegible]

اُسوۂ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل نبی

اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو مطالعہ کرانے کے سوا چارہ نہیں۔ بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہو سکتا ہے۔ تو وہ آپ ہی کی ذات مبارک ہے۔ قیمت [illegible] مجلد [illegible]

لندن میں جلسۂ مولود النبی صلعم ۔ اس کتاب میں اُس جلسہ کی روئداد ہے۔ جو سیسل ہوٹل میں [illegible] میں آنحضرت صلعم کی مقدس تقریب ولادت پر ہوا۔ اس میں فاضل نو مسلم مسٹر محمد مارمڈیوک پکتھال کی زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم پر ہے۔ جو قابل رشک ہے۔ قیمت [illegible]

المشتہر

مینجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

رجسٹرڈ ایل ۹

۲ ۷ نمبر

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون

(قرآن کریم)

اشاعت اسلام

اردو

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواست ہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل لاہور

قیمت سالانہ

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعتِ اسلام

جلد (۱۳) | بابت ماہ فروری ۱۹۲۷ء مطابق ماہ شعبان المبارک ۱۳۴۵ھ | نمبر (۲)

تشریح تصویر ۔ اس ماہ کے رسالہ کو جناب جیو۔ٹی۔ٹائیلر صاحب نومسلم کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جب عیسائیت کے بہت سے عقاید و مسائل سے میرا اطمینان قلب نہ ہوا تو میں نے قرآن پاک کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اسمیں مجھے اسلام ایک متبرک۔ پاکیزہ اور بنی نوع انسان کیلئے ایک نافع ۔مکمل و جامع مذہب نظر آیا۔ اور یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہوگئی۔ کہ اسلام میں نجات کسی ابن اللہ کی قربانی کی منت کش نہیں۔ بلکہ ہر ایک متنفس کا نیک بن سکنا۔ اپنے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور ہر ایک شخص کی نجات اس کے اپنے ہی افعال سے وابستہ ہے +

اسلامی ادب کی ترقی کیلئے ٹرسٹ ۔ امید ہے کہ ناظرین کرام ٹرسٹ کی یکسالہ زندگی کا مختصر حال سن کر ضرور خوش ہونگے ۔ ہم اس کامیابی پر اپنے معزز معاونین کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ ٹرسٹ نے ہماری امید سے بالاتر کامیابی حاصل کی ہے +

سکرٹری صاحب ٹرسٹ ۱؎ سے ہمیں اطلاع ملی کہ دن بدن ہمارے معاونوں کی تعداد میں

۱؎ اشاعت اسلام ادبیات اسلامیہ فی الہند و الغربیہ ٹرسٹ ووکنگ سکریٹری

اضافہ ہو رہا ہے۔ اور سالگذشتہ کے تجربہ کی بنیاد پر ہمیں امید واثق ہے۔ کہ آئندہ سال انشاء اللہ تعالیٰ گذشتہ سے کہیں عظیم الشان کامرانی ٹرسٹ کی جدوجہد کا استقبال کریگی۔ اور یقین ہے۔ کہ ہمارے حامی و مددگار امداد کا دست سخا کشادہ رکھیں گے +

ٹرسٹ کا مدعا یہ ہے۔ کہ اسلامی ادبیات کی تعلیمات اسلام سے ناآشنا گوشوں کونوں میں اشاعت کی جاوے۔ اور اس زمانے میں ادب ہی اس کا زبردست ذریعہ ہے۔ اور ایک عرصہ سے اسکی اشد ضرورت ہمیں محسوس ہو رہی تھی۔ جناب لارڈ ہیڈلے۔ سر عباس علی بیگ۔ الحاج خواجہ کمال الدین صاحبان نے جو امداد کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ اس کے لئے ان کا شکریہ۔ اس ضمن میں جناب خواجہ صاحب و لارڈ صاحب کے افریقہ کے دراز سفر کا ذکر بیجا نہ ہوگا۔ ہمارے معزز مسلم بھائیوں کی جنوبی افریقہ سے امداد سزاوار ستایش ہے +

ہم اپنے مکرم ناظرین سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ٹرسٹ کی امداد میں دست سخا کشادہ کریں۔ اور اسکی تصنیفات کو خود بھی خریدیں۔ اور نئے نئے خریدار پیدا کریں +

ٹرسٹ کی غرض آپکے خوب ذہن نشین ہے۔ مگر مکرر بیان کرنا بھی نادرست نہ ہوگا۔ اشاعت اسلام اسکی غرض نہایت ہے۔ اور یورپین ممالک میں اسکی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ اسلام کا جو مجسمہ وہاں تیار کیا گیا ہے۔ وہ نہایت قبیح و بدصورت ہے۔ ٹرسٹیز نے ایک اشتہار ٹرسٹ کے متعلق بلاقیمت اشاعت کے لئے جاری کیا ہے جو صاحب سکرٹری سے ملسکتا ہے +

ٹرسٹ نے مندرجہ ذیل کتابیں چھپوائی ہیں :-

۱۔ دی آئی ڈیل پرافٹ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب

۲۔ کھلے خطوط بشپ لندن اور سالسبری کے نام۔ خواجہ کمال الدین صاحب

۳۔ حضرت مسیح کا مذہب اور عیسائیت۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔

۴۔ اسلام اور حضرت مسیح کے مذہب کا علاقہ۔ لارڈ ہیڈلے صاحب نومسلم

۵۔ اسلام کیا ہے؟ (لوگرد جیب احمد صاحب نومسلم)

یہ سب کتب انگریزی ہیں۔ اور عزیز منزل لاہور سے ملسکتی ہیں

عیسائی یورپ میں مسئلہ طلاق

امریکہ میں دوبارہ مسئلہ طلاق جو آزادی ملتی تو انہیں نے دے رکھی ہے۔ وہ قابل افسوس اور توجہ طلب ہے + وہاں کے موجودہ مصلحین کی رائے میں طلاق کے زور کا سبب وہ مخرب الاخلاق ڈرامے ہیں۔ جو اس ملک کی تماشا گاہوں میں بلا کسی روک ٹوک کے پبلک کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ یا حکام کی ان جرائم کے انسداد میں ناقابلیت جو ان ڈراموں کے برے اثرات سے پیدا ہوتے ہیں +

۱۹۲۵ء کے رسالہ شعبہ تجارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق اس کثرت سے کبھی پہلے واقع نہیں ہوئے۔ امریکہ میں اس وقت تیرہ نکاحوں میں سے دو کا انجام طلاق پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کثرت سے امریکہ والے دوسرے ممالک میں جاکر رشتۂ نکاح کو توڑ دیتے ہیں۔ تاکہ وہ ہمچشموں میں ذلیل نہ ہوں۔ اور ایسے وقوعوں کا ذکر رسالہ مذکور میں شامل نہیں ہوتا۔ ورنہ تعداد طلاق موجودہ نمبر سے کہیں زیادہ ہوتی +

یہ مسلمہ امر ہے کہ محبت کو جذبات سے نہایت گہرا علاقہ ہے۔ چنانچہ طلاق کا برا اثر یقیناً دماغ اور جسم پر پڑتا ہے۔ چنانچہ طلاق کے بعد دیوانگی۔ خودکشی اور اچانک موت عموماً واقع ہو جاتی ہے۔ پروفیسر رو برٹس (صدر اطباء رائل کالج ایڈنبرا) نے اس بارہ میں ایک قابل ستائش نکتہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ متاہل لوگ بمقابل ان کے جو اپنی روح کو کنوارا رکھتے ہیں۔ بہت کم دیوانہ ہوتے ہیں +

مذکورہ بالا نکتہ کی روشنی میں اگر ڈاکٹر بینڈلیس افسر اعلیٰ محکمۂ حفظان صحت شکاگو کے مندرجہ خیال کو مطالعہ کریں۔ تو زیادہ دلچسپ اور لائق تدبر معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ متاہل زندگی والے بمقابل اُن کے جو طلاق کی زد میں آجاتے ہیں دوگنی عمریں پاتے ہیں +

اسلام میں مسئلہ طلاق کہ آپ اہل مغرب کے طرز عمل دربارہ طلاق سے آگاہ ہوگئے اور اس کے مابعد الاثرات سے بھی خبردار ہیں۔ اب ہم آپ کی توجہ حضور رسول اکرم محمد صلعم

مذکورہ احادیث نے روشن کردیا۔ کہ حضورؐ کی نظر میں رشتۂ نکاح کی کس قدر وقعت تھی۔ اور اسے وہ کس درجہ متبرک جانتے تھے۔ رسول اکرم کے نزدیک یہ پاک رشتہ ایک اخلاقی فرض اور تمدنی پابندی کا پایہ رکھتا تھا۔ طلاق قطعاً ممنوع تو نہ قرار دیا گیا۔ لیکن خانگی مناقشہ و بگاڑ کا آخری علاج سمجھا جاتا تھا۔ یہی سبب ہے، کہ طلاق کی مثالوں کی تعداد اسلامی ممالک میں بہ نسبت غیر اسلامی ممالک کے بہت کم ہے۔

عورت کو قدرتاً مختلف مصائب جھیلنے اور قسم قسم کی آزمائشیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ تاکہ اسمیں قوت ایثار پیدا ہو جائے۔ بغیر جسکے یہ ایک محبت کرنیوالی ماں اور فرمانبردار و وفاشعار بیوی نہیں بن سکتی۔ چنانچہ عورت جسے آدمی سے کہیں زیادہ حسن معاشرت عطا ہوا ہے۔ آدمی کی کم نگاہی سے نبے پرواہی کے ساتھ طلاق کا نشانہ نہیں بننی چاہئے۔ اسلئے حضورؐ نے بارہا مردوں کو خطاب کر کے کہا۔ کہ وہ صنفِ نازک کے مقابلہ میں قانونِ قدرت کا ناجائز استعمال نہ کرے +

مذہب اسلام باوجود طلاق کو بُرا کہنے کے اسکی راہ میں کوئی سخت رکاوٹ یا ناقابل برداشت سختی پیدا نہیں کرتا۔ تاکہ اسلامی قوانین پر عمل سہل رہے۔ اور کسی کو اعتراض کی جگہ نہ ملے +

ایشیا میں طلاق کے لئے پینتیس وجوہات قائم کی گئی ہیں۔ امریکہ میں یہ بچوں کے کھیل سے کچھ کم نہیں سمجھا جاتا۔ انگلستان میں بھی شور مچ رہا ہے۔ کہ مسئلہ طلاق پر جو پابندیاں عاید کی گئی ہیں منسوخ کردی جائیں۔ اور اور نافرمانبرداری کی شق محض کو اڑا دیا جائے۔

چنانچہ دنیا کے سب سے بیدار مغز ممالک اسلامی طرز عمل کی فوقیت کو تسلیم کر رہے ہیں۔ کہ طلاق الا نافرمانبرداری کے (عورت کی جانب سے) بھی مباح قرار دیجاوے +

تیرھویں صدی کے ایک مسیحی ولی کا نمونۂ زندگی

کو ولایت و کرامت اسلام کے سوا ہر ایک مذہب میں مفقود ہے۔ لیکن آج سے پانچ چھ سو برس پہلے مسیحی تقاہیں اور صومعے ان سے خالی نہ تھے۔ آج اُن مسیحی ولیوں کے نام پر مختلف مذہبی باتیں قائم ہیں۔ لیکن جس مسیحی ولی کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں اس کو رخصت ہوئے آج سات سو برس گذر چکے ہیں۔ ان کا نام سینٹ فرینسس تھا۔ اور وہ مقام اسیسی میں رہتے تھے۔ گذشتہ چار اکتوبر کو ولی مذکور کی سات سوئیں برسی منائی گئی۔ اور اُس موقعہ کو مذہبی احتجاج کو مشتعل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا۔ یوں تو کلیسوی تاریخ بہت سے ولیوں کا ذکر کرتی ہے لیکن سینٹ فرینسس کی شان ایک خاص خوبی اپنے اندر رکھتی ہے۔ انھوں نے خاصتہً انجیلی تعلیم پر چلنے کو اپنا نصب العین قرار دے رکھا تھا۔ مسیح کی زندگی ان کا مطمع نظر تھا۔ یعنی نہ صرف وہ مسیحی زندگی کی خوبیوں سے رطب اللسان رہتے تھے۔ بلکہ وہ اس زندگی پر عمل پیرا ہونے کے مدعی بھی تھے +

یہ تو سچ ہے کہ سینٹ فرینسس نے تموّل و دولت سے الگ ہو کر نہایت ہی غربت و مسکینی کی زندگی بسر کی لیکن اس کے سوا جو ان کا مسلک تھا۔ اسے حفظان صحت کا اصول مستحسن قرار نہیں دیتا۔ ہم ان باتوں کو بشپ برمنگھم کے الفاظ ذیل میں بیان کرتے ہیں:۔

"ان معاملات میں ہمیں جذبات کا غلام نہ ہونا چاہئے۔ صداقت گو تلخ ہی ہو لیکن صحت رُوح کیلئے مقوی اور مفقود دوائی ہو جاتی ہے۔ سینٹ فرینسس کی زندگی کا طبّی نگاہ سے اگر امتحان کیا جائے تو اس سے ایک قسم کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ سینٹ فرینسس نے مجاہدۂ نفس اسی میں سمجھا تھا۔ کہ روئی کے بجائے وہ موٹی اُون کے کپڑے پہنے اور کبھی غسل نہ کرے۔ جسم پر جو غلاظت سے مختلف جانور یا جوئیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ انکو بھی وہ مارنا نہ چاہتا تھا۔ اور جب سخت خارش سے تنگ آتا تھا۔ تو اپنے دوستوں کو اپنا جسم کھجلانے کیلئے کہتا تھا۔ مرنے کے قریب وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔ اسے مسیح کی پیروی کا جنون تھا۔ اور اس کے جسم کی حالت یہ تھی۔ کہ اگر وہ ہمارے زمانہ کی کسی نرس کے ہاتھ آجاتا

تو وہ پانی پر یا جراثیم کش ... تھی +

بشپ ... غربت و مسکینی کی زندگی ہی عیسائی ... تک پہنچ جائیگی +

آج ڈاکٹر بارنس بشپ برمنگھم ... غربت و مسکینی کی زندگی ہی عیسوی زندگی کا ایک اصول ... وہی وقت تھا جب مسلمان اسپین پر حکمران تھے۔ یہاں کی صفائی اور پاکیزگی ضرب المثل تھی۔ ڈریپر نے اپنی کتاب میں صحیح لکھا ہے۔ کہ جسم اور لباس کی صفائی کا سبق ہمیں مسلمانوں ہی سے ملا ہے والا اس وقت کے یورپین مہینہ تک لباس نہ بدلتے تھے۔ بلکہ جسم سے لباس تب ہی اتارتے تھے۔ جب وہ ... ہو کر ... جاتا تھا۔ یہ خیال پاکیزگی و طہارت ممکن ہے۔ کہ انہیں میں نہ ملے۔ لیکن جس وقت غربت کی زندگی کو ڈاکٹر بارنس منجر بہ برائیت سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً مسیح کی زندگی تھی۔ مسیح نے ہر جگہ کمیونزم کا سبق دیا۔ یہی وجہ ہے کہ لارڈ جارج نے گذشتہ سال ایک گرجے میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ مسیح کے اصول زندگی ہماری سوسائٹی کو تباہ کر دینگے۔ بقول سابق وزیر اعظم انگلستان اگر آج مسیح ہم میں آئے تو ہمیں اسے پولیس کی نگرانی میں رکھنا ہوگا +

حیرت کا مقام ہے۔ کہ ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی مسیحیت کو ایک عالمگیر مذہب بتایا جاتا ہے +

لندن میں اسلامی کانفرنس

اقتباس از دی مسلم اوٹ لک لاہور مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۲۶ء

جناب احمد شاہ صاحب بی۔ اے بیرسٹر شہر پشاور، لاہور کے مشہور و معروف انگریزی روزانہ اخبار "دی مسلم اوٹ لک" کی ۱۶ دسمبر ۱۹۲۶ء کی اشاعت میں جناب مدیر اخبار کو ذیل کے الفاظ میں مخاطب کرتے ہیں :-

جناب عالی! آپ کی ۲ دسمبر ۱۹۲۶ء کی اشاعت میں لندن میں اسلامی کانفرنس کا ذکر ہے اور اسلامی اتحاد کی ضرورت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ عنوان مضمون تو بلاشبہ جاذب توجہ ہے لیکن مضمون بنفسہٖ انگلستان سے واپس شدہ کسی بھی شخص کو اپیل نہیں کرتا۔ میں سالہا سال تک انگلستان میں رہا ہوں۔ اور اس سرزمین سے حال ہی میں واپس آیا ہوں۔ مسٹر شیلڈرک۔ ڈاکٹر ذیون۔ مسز خلایٹ شارب اور ڈوگو سبھی کو میں جانتا ہوں۔ جن کا مسٹر شیلڈرک نے اپنے مضمون میں خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ میرے نزدیک قیام اتحاد کے لئے ایسے مقام پر کہ جہاں پھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ اس قسم کی مفروضہ کانفرنس کا انعقاد ایک تحصیل لاحاصل ہے۔ اس قسم کی کانفرنس کی کہیں جگہ ضرورت ہے ⁂

انگلستان میں اس وقت دو ہی اسلامی مشن کام کر رہے ہیں۔ دونوں مشنوں میں اصولی رنگ میں بعد المشرقین ہے۔ مسلم مشن ووکنگ (جو خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کے زیر نگرانی چل رہا ہے۔ مترجم) فرقہ بندی کی تمام بندشوں سے بالاتر ہے۔ یہ مشن خالصۃً خدا اور خدا کے رسول کی تعلیمات کی فقط یورپ میں نشر و اشاعت کر رہا ہے۔ اور ان حدود سے آگے اپنے تبلیغی پروگرام میں تجاوز نہیں کرتا۔ الغرض یہ کہ یہ مشن فرقہ بندی کے تمام جھمیلوں اور آلائشوں سے مبرا ہے۔ اور

تنقیح فی اسلام کا یورپ میں علمبردار ہے "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" اس کا طغرائے امتیاز رہا ہے ۔ اور مشن کا اصول عمل فرقہ وارانہ نہیں محض تعلیمات قرآن و احادیث کی اشاعت ہے تاکہ مسلمانوں میں پہلی سی ہم آہنگی و یکجہتی پیدا ہو جائے ۔ اور اس مقصد میں مشن کو اپنی جاں گداز کوشش کی بدولت نہ صرف حدود انگلستان میں ہی کامیابی نصیب ہوئی ہے ۔ بلکہ سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں کے دلوں کو بھی اس تفریق کے خیال سے پاک کر دیا گیا ہے ۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی بھی جو آج تک تفرقہ و تفریق کے پرستار ہیں ۔ اب کچھ آنکھیں کھل رہی ہیں ۔ کہ اتحاد و اتفاق شدادو بسول کو عزیز ہے ۔ اور اس کا سہرا محض "اسلامک ریویو اور الحان خواجہ کمال الدین صاحب کی تصنیفات کو جاتا ہے

انگلستان میں جو دوسرا مشن قائم ہے ۔ وہ قادیان والوں کا ہے ۔ یہ مشن اپنی امتیازی خصوصیت (یعنی یہ کہ جو کلمہ گو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہاردہم کو نہ مانے ۔ وہ کافر ہے ۔ مترجم) کو برقرار رکھنے میں مساعی ہے ۔ اور در اصل یہ ایک رنگ میں مشن ووکنگ کو کھلا چیلنج دیتا ہے ۔ گو کہ قادیان والوں کے اصل کارکن مقیمان لندن مسلم مشن ووکنگ کی ہی تبلیغی روش کی ہی تتبع کر رہے ہیں ۔

انگلستان میں بارہ سال قیام کرنے کے بعد اب قادیان والوں کو سمجھ آگئی ہے ۔ کہ انگلستان میں معاملہ تبلیغ اسلام میں فرقہ بندی کے خرخشوں و جھمیلوں میں الجھنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔

دنیا ان وجوہات کی تجسس و تلاش میں لاکھ سر دھنے اور مختلف اقسام کے ظن فاسدہ سے کام لے کہ کیوں قادیانی مشن کے احباب کو پٹنی کی مسجد کے افتتاح کے لئے مکہ کے امیر فیصل کو مدعو کرنا پڑا ۔ اور پھر امیر فیصل

کا اس دعوت کو مسترد کرنے پر جناب شیخ عبدالقادر صاحب (بیرسٹر لاہور) کے
قیام لندن سے استفادہ اٹھانا پڑا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے سالہا سال تک
لندن میں رہ کر قادیانی مشن کی نقل و حرکت کی باریک بینی سے نگرانی کی ہے
وہ فوراً تاڑ جاتے ہیں۔ کہ ان قادیانی دوستوں کا ایک غیر احمدی بزرگ کے
ہاتھوں پٹنی کی مسجد کے افتتاح کرانے کی تہ میں کیا راز مضمر ہے۔ اس
فعل کا صریح مطلب یہ ہے۔ کہ اہالیان ووکنگ و لندن پر یہ امر مبرہن کیا جاوے
کہ پٹنی کی مسجد بھی فرقہ بندی کے مناقشات سے بالاتر ہے۔ اور اسلام
کے ہمہ گیر اصولوں پر کام کرتی ہے۔ بہر حال ان کی یہ روش ایک مبارک
پیش خیمہ ہے۔ اور ایک مستحسن فعل ہے۔ جسکو ہم بنظر استحسان دیکھتے اور
اور اسکی دل سے قدر کرتے ہیں +

انگلستان میں اگر کسی اتحاد کی ضرورت ہے۔ تو وہ یہ ہے کہ پٹنی
اور ووکنگ والوںکو اصولی رنگ میں متحد کیا جاوے۔ اور یہ اصولی اتحاد اسی
صورت میں قائم ہوسکتا ہے۔ اور یہ اتحاد اسی وقت عملی جامہ پہن سکتا ہے
جبکہ پٹنی والے ووکنگ مشن والوں کی طرح اتحاد کے بنیادی پتھر فرقہ بندی
کے تمام الجھنوں سے بالاتر ہو کر یورپ میں اسلام کی نشر و اشاعت کریں۔ جناب مسٹر شیلڈریک
کی چٹھی سے مندرجہ سطور اتحاد کے قائم کرنے کی کوئی جد و جہد مترشح نہیں ہوتی۔
مسٹر شیلڈریک اپنی مطبوعہ چٹھی میں جناب لارڈ ہیڈلے یا لفٹننٹ جناب
سر عباس علی بیگ صاحب۔ مسٹر لویگرو۔ ہافیز۔ فلایٹ۔ ٹوٹو اور دیگر
احباب جیسے لوگوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو کہ ووکنگ مشن کے کام میں دلچسپی لے
رہے ہیں۔ لیکن یہ سبھی دوست فقدا مندرجہ بالا اتحاد یعنی پٹنی ووکنگ کی
ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ لیکن بظاہر کوئی ایسی نمایاں وجہ اختلاف و
پھوٹ مجھے اس وقت انگلستان میں نظر نہیں آتی۔ جسکے لئے مفرضہ کانفرنس
کا اہتمام ہو رہا ہے۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ جناب شیلڈریک ووکنگ مشن کے
دیرینہ کارکنوں میں سے ہیں۔ لیکن ان ایام میں جبکہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

(موجودہ گدی نشین صاحب قادیان) انگلستان اور فرانس تشریف لے گئے۔ تو جناب شیلڈرک ان کی داہنی موچھ کے بال تھے۔ جناب شیلڈرک اپنی مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ اپنی ان مساعی جمیلہ کا اظہار کرتے ہیں۔ جو وہ قیام اتحاد کیلئے فرما رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے پیشتر عرض کیا۔ کہ اس سرزمین میں کوئی بھی ایسا اہم اختلاف و پھوٹ نہیں۔ لہٰذا اس قسم کی کانفرنس کے اہتمام کے لئے اُن کی تمام جد و جہد محض ایک تحصیل لا حاصل ہے +

اسی ضمن میں میں بعض ان خطوط کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں جو حال ہی میں ہندوستان کے بعض اسلامی اخباروں میں شائع ہوئے ہیں۔ میں مسٹر شیلڈرک صاحب کا ذاتی طور سے واقف ہوں۔ اور ۱۱۱ اکمپسٹن روڈ۔ لنڈن مسلم پریئر ہوس میں اکثر موقعہ پر ان سے تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا ہے۔ ان کی گفتگو سے مجھے یہی مترشح ہوتا تھا۔ کہ کبھی نہ کبھی وہ ڈیڑھ اینٹ کی اپنی ایک علیحدہ مسجد ضرور قائم کرینگے +

دین کی نشر و اشاعت میں ہم تمام انفرادی جد و جہد کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ بقاء اسلام الٰہی مساعی کا نتیجہ ہے۔ لیکن سرزمین انگلستان میں اب ایک اور مشن کا قیام ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ کیونکہ ووکنگ مشن نے ادبیات اسلامی کا ایک سمندر بیکران بہا دیا ہوا ہے۔ لٹریچر کی اشاعت میں ووکنگ مشن نے ہماری توقعات سے بڑھ کر کام کیا ہے۔ لیکن اس قدر کثیر لٹریچر جو ووکنگ مشن نے شبانہ روز کی محنت شاقہ سے گذشتہ پندرہ سال میں پیدا کیا ہے۔ یورو پین احباب کی مذہبی تشنگی کو تسکین دینے کے لئے مکتفی نہیں۔ اس لئے ووکنگ مشن کے قابل ترین کارکنوں کے تبحر علمی۔ مذہبی مسائل سے کما حقہ واقفیت اور مسائل اسلامیہ میں گہرا عبور اور اسلامی صداقتوں کو خاص ڈھنگ کے ساتھ۔ اور مرنجان مرنج

طریق پر یورو پین پبلک کے سامنے پیش کرنے کی اہلیت نے مسلمانان ہندوستان کو مجبور کر دیا ہے ۔ کہ مسلم بھائی اسی مرکز و منبع علم و روشنی کیطرف نگاہیں لگائیں ۔ یورپ میں تبلیغی تگ و دو کو وسیع پیمانہ پر سر انجام دینے کے لئیے اسی موزوں مرکز اسلام کی طرف دیکھیں ۔ وہ احباب جو میری طرح مسٹر شیلڈرک صاحب سے خوب واقف ہیں ۔ وہ صاحب موصوف کی اسلامی تحریک میں سرگرمی کے اظہار سے انکار نہیں کر سکتے ۔ لیکن ہم مسٹر شیلڈرک سے درخواست کرینگے کہ جو امور انگلستان میں مغربی اقوام کے سامنے موجب پھوٹ ہوں ۔ ان سے محترز رہیں کیونکہ مسٹر شیلڈرک صاحب نے نہایت ہی ملفوف طریق پر احمدی و غیر احمدی کی بحث کو اپنی تحریر میں چھیڑا ہے ۔ جس کو ہم ایک فعل مذموم سمجھتے ہیں وہ اس قسم کی باتوں سے اپیل نہ کریں ۔ کیونکہ ایسے امور سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا ۔ ہاں لندن میں تعمیر مسجد کی جو تجویز انھوں نے پیش کی ہے ۔ اس سے میں بکلی متفق ہوں ۔ مسجد ووکنگ کو لندن سے فاصلہ پر ہے ۔ لیکن پٹنی کی تعمیر مسجد نے بھی اس تکلیف کو رفع نہیں کیا ۔ مسجد پٹنی بھی لندن کے پڑوس میں نہیں ۔ یہ بھی رستہ سے دور مقام پر واقع ہے ۔ بلا شک و شبہ مرکز لندن میں ایک مسجد کی ضرورت ہے اور یہ سکیم سر آرچی بولڈ ہملٹن صاحب ۔ سر عباس علی بیگ صاحب ۔ اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور برٹش مسلم سوسائٹی کے دیگر ممبران جیسی ہستیوں کے محفوظ ترین ہاتھوں کے ذریعہ پایۂ تکمیل تک پہنچنی چاہیئے جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالفاظ یہ تمام اسلامی دنیا میں ایک نامی گرامی اور معتبر شخصیت تسلیم کی جا چکی ہے ۔ جنوبی افریقہ اور مصر میں خواجہ کمال الدین صاحب کے رفیق سفر ہونے نے ان کی اس شہرت کو چار چاند لگا دیئے ہیں ۔ لندن میں ایک مسجد کی بنیاد گویا ہزاروں پونڈ کی مترادف

ہے۔ اور یہ عظیم الشان تحریک ایسے لوگوں کے نام سے شروع ہونی چاہئے جن کی اپیل پر تمام کی تمام اسلامی دنیا یک زبان ہو کر لبیک کہے تا کہ لندن میں تعمیر مسجد کی تکمیل ہو جاوے۔ اگر اس کام کا خوش اسلوبی اور سلیقہ سے آغاز ہوا۔ تو آپ سمجھ لیں۔ کہ یہ ضرور کامیابی کا منہ دیکھ لیگا۔

احمد شاہ بی۔ اے۔ بیرسٹر

حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کی سعید تقریب

لندن میں حضرت نبی کریم صلعم کی یوم ولادت کی سعید تقریب کے حالات ہدیہ ناظرین عظام کرنے سے پیشتر ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس امداد و خلاص بھری ہمدردی و دلچسپی کا اظہار خصوصیت سے کریں۔ جو برٹش مسلم سوسائٹی کے بعض ممبروں نے اس سعید تقریب کو ہر طرح کامیاب بنانے میں کی۔ سوسائٹی کے سرگرم سکرٹری جناب حبیب اللہ صاحب لوگرو۔ رایٹ آنریبل جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ اور عمر ولکنسن نے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ کہ خدمت اسلام کیلئے ایسے مرد سرگرم و انتھک کارکن ایسی خشک و کوہی سرزمین میں ہم کو مل گئے۔ اور کہ جو تبلیغ و اشاعت اسلام میں غایت درجہ سرگرمی سے کام کر رہے ہیں اور اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی اور دلچسپی سے سرانجام دے رہے ہیں +

برٹش مسلم سوسائٹی کی ہر سالہ تبلیغی جدوجہد میں یہ سعید تقریب ہی ہمیشہ نمایاں رہا کرتی ہے۔ اس سال یہ تقریب نہایت ہی تزک و احتشام سے جمعہ کے روز مورخہ ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء شام کو سات بجے سٹیورٹ اولڈ بانڈ سٹریٹ (کا نزہو) میں

لندن میں منائی گئی - اس سعید تقریب میں مسلمین و نو مسلمین کی ایک خاصی تعداد
جو ڈیڑھ صد متنفس پر مشتمل تھی - شامل ہوئی - اور لندن وگرد و نواح لندن کے
احباب بھی شامل ہوئے +

کرسی صدارت کو جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے مزین کیا - اور
جناب مسٹر اے سلیم صاحب ایک مصری دوست نے قرآن کریم کی تلاوت سے اس جلسہ
کا افتتاح کیا - ان کے بعد جناب مسٹر اے - ڈبلیو - اعظم صاحب جو مصری
لیگیشن سے تھے - انہوں نے ان آیات کا انگریزی میں ترجمہ فرمایا - ان کے بعد
جناب مسٹر قادر داد خان صاحب نے حضرت نبی کریم صلعم کی توصیف میں
ایک دلکش نظم نہایت ہی سُریلی و دلکش آواز میں پڑھی - اور پھر صاحب صدر
نے ایک طویل لیکچر دیا - جسمیں رسالت ماب حضرت نبی کریم صلعم کی اولوالعزم
شجاعانہ زندگی کا نقشہ پیش کیا - اور آپ کے حالات زندگی سے جو
رفق و نرم دلی کا سلوک آپ نے معترضین سے کیا - اس کا خصوصیت
تذکرہ کیا - اور ہر ممکن قیاسی و وہمی مخالفت میں سینہ سپر ہو کر جو استقلال
اور اولوالعزمی کا نمونہ عالمگیر اخوت کے اصول قائم کرنے میں آپ نے
دکھایا - اس کو پیش کر کے آپ نے بتلایا - کہ دنیا بھر کے بہادران جانبازوں
کے مقابلہ پر جو آپ سے پیشتر گذر چکے یا مابعد ہونگے - وہ استقلال
آپ کو ممتیز و ممتاز کرتا ہے - جناب لارڈ موصوف کے بعد جناب مسٹر
عمر ولکنسن برٹش مسلم سوسائٹی کے جائنٹ سکرٹری صاحب نے تقریر کی -
آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کی سب سے اول تعلیم کردہ جسم کی تندرستی اور دل کی
پاکیزگی کی اہمیت سامعین کے قلوب پر منقش کی - کیونکہ جسم اور روح
کا باہمی رشتہ ہے - قابل مقرر نے ثابت کیا - کہ جو چیز جسمانی نشو و نما
کی مانع ہے - وہی دماغی و اخلاقی ترقی و بالیدگی کی بھی سد راہ ہے - اسلام
نسل انسانی کے دونوں پہلوؤں یعنی جسمی و اخلاقی کی تسکین کرتا ہے - اسلام

اِنسانی جدوجہد میں توازن قائم کرکے ارتقائی منازل کی طرف اِنسانی کی رہنمائی کرتا ہے +

مسٹر ئہ کے بعد جناب عبد المجید صاحب عرب اُٹھے - جو مسجد ووکنگ کے مفتی ہیں - آپ نے ایک عربی قصیدہ پڑھ کر حضارِ مجلس کو مسرور و محظوظ کیا - آپ کے بعد مولوی عبد المجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) نے خاتم النبیین حضرت نبی کریم صلعم کی سیرت پر ایک عالمانہ لیکچر دیا - دورانِ لیکچر میں، خاص خاص حوالجات سے ثابت کیا - کہ حضرت نبی کریم صلعم کا مخلوق خدا کے ساتھ کیا رشتہ تھا - اس کے بعد آپؐ نے اس امر پر زور دیا - کہ جسقدر مصلحین آج تک گذرے ہیں - ان سب کے حالات زندگی قصوں اور کہانیوں میں لپٹے ہوئے ہیں - اور ان لوگوں کے صحیح و مستند حالات ہم تک محفوظ طریقہ سے نہیں پہنچے - اسلئے وہ تاریخی انسان کہلانے کے مستحق نہیں - لیکن ہمارے نبی کریم صلعم کے چھوٹے سے چھوٹے واقعات زندگی بھی آپؐ کے جانثار و جانباز دوستوں و متبعین نے محفوظ کر لئے اور یہ وہ جاں نثار متبعین تھے - جن کو آپ سے سچی محبت تھی - اور کہ جنہوں نے اپنی عزیز جانوں کو آپؐ کی خاطر قربان کر دیا - اور سچی محبت و اُنس سے ان حالات زندگی کو نسلاً در نسلاً محفوظ رکھا - اور ان واقعات کا محفوظ رہنا ہی آپ کو ایک مہتم بالشان اور سچا تاریخی انسان ثابت کرتا ہے -

اختتام اجلاس پر جناب صدر کی اقتدا میں سوز و گداز کے ساتھ نماز ادا ہوئی - نماز کے بعد سامعین کو جو طول و طویل و مفید لیکچر دنکوشن کر قریباً اُکتا چکے تھے - چاء سے ترو تازہ کیا گیا - اور اس طرح اس عظیم الشان جلسہ کا کل زبانوں کے سب سے بڑے تاریخی انسان کی یادگار میں منعقد ہوا - اختتام ہوا - اس اجتماع عظیم کی کامیابی کا سہرا سوسائٹی کے سرگرم سکرٹری جناب لوگرو حبیب اللہ صاحب کے سر ہے - جنکی بے لوث اور ان تھک کوششوں نے اس سعید تقریب کو ہر طرح کامیاب بنایا +

ہدایت و ضلالت

(بسلسلہ صفحہ ۸/۴ جلد ۱۳ نمبر ۱ - اشاعت اسلام)

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

قرآن کریم نے اسی مسئلہ آواگون یا کرموں کی تھیوری پر گفتگو کرتے ہوئے اشارہ فرمایا ہے۔ کہ اس مسئلہ کے سچے پرستار بعض نتیجوں سے محروم رہجاتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان مسائل کے ماننے والے بھی ایک ہستی کے قائل ہیں جو ہمارے اعمال پر نتائج مترتب کرتی ہے۔ ان کے نزدیک بھی خدا تعالے اگر ہمیں دوبارہ اس دنیا میں بھیجتا ہے۔ تو ہمارا نیا قالب اس کے حکم سے ہمارے گذشتہ اعمال کے مطابق تیار ہوتا ہے۔ اگر کسی غلط کاری یا گناہ کی سزا یہی ہے کہ ہم آئندہ جنم میں بھوکے ننگے اور فلاکت زدہ پیدا ہوں تو پھر اگر خداوند نے کسی کو ایسا کرکے دنیا میں بھیجا ہے تو وہ عدل خداوندی ہی کے ماتحت ہے۔ ایسے شخصوں سے اگر ہم کوئی نیک سلوک نہ کریں تو ہم غلطی نہیں کرتے۔ بلکہ ایسے لوگوں سے مروت کرنا ایک طرح گناہ ہے۔ کیونکہ اس طرح ہم منشاء خداوندی کی خلاف ورزی کرینگے اسکی مثال یوں ہے۔ کہ ایک مجرم کو حاکم وقت کوئی سزا دیتا ہے۔ اُسے جیل میں بھیج کر خاص قسم کی مشقتیں اس کے لئے تجویز کرتا ہے۔ جو شخص ازراہ ترحم ایسے سزا یافتہ مجرم کی سزا میں یا اس کے مصائب میں تخفیف کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ یا اسکی مقررہ سزا سے اس کو آزاد کرنے کی فکر میں لگجاتا ہے۔ وہ بذاتِ خود ایک جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسی طرح کسی جنم کے بعض گناہوں نے زید یا بکر کو عدلِ خداوندی کے ماتحت مفلس اور بے زر بنایا ہے۔ اگر ہم ایسے محتاجوں کی احتیاج کی پرواہ نہ کریں تو ہم غلطی نہیں کرتے۔ بلکہ اگر ان کی احتیاج کو پورا کریں۔ تو ہم ان کو روپیہ پیسہ دیتے ہیں جنہیں

خداتعالی نے محروم کر رکھا ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کی طرف قرآن کریم مسئلہ تناسخ پر
بحث کرتا ہوا ذیل میں فرماتا ہے۔

واذا قیل لھم انفقو مما رزقنھم قال الذین کفرو للذین امنو
انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ ان انتم الا فی ضلل مبین۔

مومن لوگ جب ان صداقت کے نہ ماننے والوں کو کہتے ہیں۔ کہ خدا کی دی ہوئی
چیزوں سے ان (محتاجوں) کی مدد کرو۔ انھیں کچھ دو تو وہ جواب میں کہتے ہیں
کہ تم کیا گمراہی کی باتیں کرتے ہو۔ ہم ان لوگوں کو دیں کچھ کھلائیں جنھیں خدا نے
کچھ نہیں دیا۔ نہ کچھ سکھایا ہے۔ یعنے یہ بھوکے ننگے تو فیصلۂ خداوندی کے
ماتحت اس حالت میں آ گئے ان کے گذشتہ جنم کے اعمالوں نے انھیں مفلس
اور کنگال بنایا ہے۔ انھیں امداد دینا تو فیصلۂ خداوندی کے خلاف کرنا ہے۔
پھر میں کہتا ہوں۔ کہ یہ خیالی باتیں نہیں یہ حقائق ہیں۔ اول تو
مسئلہ کرما کے ماننے والوں کے منہ سے ایسی باتیں ہمنے سنی ہیں۔ یہ مانا کہ کسی وقت
انسان کچھ کرنا نہیں چاہتا۔ کسی وجہ سے اسکی طبیعت خیرات کے کاموں کی طرف نہیں
آتی۔ پھر وہ طبعاً اپنے فعل کی جوازیت میں کوئی نہ کوئی امر سوچتا رہتا ہے۔ ایسے
وقت میں وہ کہہ اٹھتا ہے۔ کہ میاں خدا تو ان کے گذشتہ عملوں کی سزا دے رہا ہے
ہم بیچ میں کون ہیں جو ان کی مدد کریں۔ الغرض کسی کی مصیبت دیکھ کر ہم میں رحم کا
جوش مارنا تو طبعی امر ہے۔ اور لاکھ کوئی تناسخ مانے طبعی تقاضا اپنا عمل کئے بغیر
نہیں رہتا۔ لیکن بسا اوقات کرما کی تھیوری بعض طبائع میں کچھ ایسا رنگ پیدا
کر دیتی ہے۔ کہ جس سے ہمارا رحم دب جاتا ہے۔ ہم کسی کی مصیبت زدہ حالت کو اسکی
گذشتہ گناہوں کا نتیجہ سمجھ کر اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیا اس دنیا کے
مجرم جب اپنے اعمال بد کی وجہ سے شدائد صعوبت ہوتے ہیں۔ تو ان کے مصائب
علی العموم ہمارے رحم اور ہماری مروت کو کیوں جوش میں نہیں لے آتے۔ وجہ یہ ہے کہ
ہم انھیں مکافات عمل کے ماتحت ان مصائب کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ انکی تکلیفوں کو

دوسروں کی عبرت کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ کسی حاکم کے فیصلہ عدل کے ماتحت ہوتا ہے۔ اب اس شخص کی حالت اور کسی مادرزاد مفلس یا تکلیف زدہ کی حالت میں کیا فرق ہے۔ دونوں اپنے گناہ کی پاداش میں تکلیف برداشت کر رہے ہیں دونوں فیصلۂ عدل کے ماتحت ان حالوں پر پہنچے ہیں۔ بلکہ آخرالذکر تو صحیح طور پر اپنے اعمال کی پاداش کو بھگت رہا ہے۔ کیونکہ فیصلۂ خداوندی تو غلط نہیں ہو سکتا۔ فیصلۂ عدالت میں غلطی کا احتمال ہے۔ فرق اسی قدر ہے۔ کہ ایک کی بدعملی تو ہماری آنکھوں تلے ہے۔ لیکن دوسرے کی بدعملی کسی گذشتہ جنم میں تھی۔ یہ سچ ہے مگر ایک عارف کی نگاہ میں اور تناسخ کے ایک سچے پرستار کی نگاہ میں دونوں حالتیں یکساں ہیں +

اسی طرح اور بھی بہت سی اخلاقی کمزوریاں تناسخ کے صحیح پرستاروں میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اگر پیدا نہیں ہوتیں۔ تو دراصل ان لوگوں کا اس مسئلہ پر عملی ایمان نہیں۔ کیا یہ عام طور پر بعض اداکوں کے سامنے سنائے نہیں کہا کرتے کہ جو ہم سے نیکی کرتا۔ وہ دراصل اس نیکی کا عوضہ دیتا ہے۔ جو ہم نے کسی گذشتہ جنم میں اس سے کی۔ یہ بات میں نے اپنے کان سے سُنی۔ اب اگر ہر ایک شخص کی نیکی کسی دوسرے کی نیکی کا عوضہ ہے۔ تو پھر تشکر و امتنان کا جذبہ دُنیا سے مفقود ہو جاتا ہے۔ جب کوئی شخص ہم سے نیکی کر کے محض قرضہ ہی کو ادا کر رہا ہے۔ تو وہ پھر کس شکریہ کا مستحق ہے۔ یہ اس مسئلہ کے منطقیانہ نتائج ہیں۔ ان سے مفر نہیں۔ اور بالفرض اگر فہمیدہ سنجیدہ اہل تناسخ کے پابند نہیں۔ تو یہ دراصل وہ فطرتِ سلیمہ ہے جو جوہر انسان میں موجود ہے۔ جو اُسے صحیح راہ دکھلاتی رہتی ہے۔ کسی کو نیکی کرتے دیکھ کر فطرت سلیمہ اور عقیدۂ تناسخ ایکدوسرے کے مخالف تقاضے پیدا کرتے ہیں۔ فطرتِ سلیمہ جذبۂ شکریہ کو محرک کرتی ہے۔ اور عقیدۂ تناسخ اُس کے اُلٹ۔ آخر فطرت سلیمہ غالب آجاتی ہے۔ پھر ایک اور بھی مشکل ہے۔ سوسائٹی کی عامہ رائے نیکی پر اظہار شکریہ کو حسن اخلاق میں داخل کرتی ہے۔ پھر آجکل کا میل جول

صرف خاص قسم کے عقیدے والوں تک محدود نہیں۔ اس عالمگیر زمانہ میں ہندو مسلمان عیسائی یہودی الغرض ہر عقیدے اور ہر تمدن و تہذیب کے لوگ ایکدوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ایکدوسرے سے معاملات کرتے ہیں ایکدوسرے سے رشتۂ اتحاد و محبت میں وابستہ ہیں۔ اب اگر اس قسم کی سوسائٹی میں اگر عام طور پر نیکی کے مقابل اظہار شکریہ ایک امر مستحسن سمجھا جائے۔ تو پھر ایک تناسخ کا پرستار اپنے عقیدے کو دبانے پر مجبور ہو جائیگا۔ دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں جب کسی ملک مثلاً ہند میں کل کے کل تناسخ کے پرستار تھے تو اس وقت کیا حالت تھی۔ تاریخ تو اس پر خاموش ہے۔ لیکن اس زمانہ کا لٹریچر متعلقہ مسئلہ تناسخ موجود ہے۔ اسے پڑھ لو تو یہ میری باتیں جو شاید کسی کو خیالی نظر آئیں کسی حقیقت مثبتہ کا پتہ دینگی۔ وہاں تو تمام کے تمام موجودہ نیکیوں کو اور حسن عمل کو کسی گذشتہ جنم سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ ایسا ہی موجودہ بدحالیوں کی تشریح بھی انہی اصول پر کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ اگر زید سے بکر کو کوئی نقصان پہنچے تو زید نے دراصل بکر سے انتقام ہی لیا ہے۔ اسی طرح اگر بکر سے زید کو کوئی فائدہ پہنچے تو زید کو اپنی ہی دی ہوئی چیز بکر سے واپس ملی ہے۔ پھر ان نظریوں کے ماتحت کہاں جرائم کا انسداد ہو سکتا ہے۔ اور کہاں نیکی کی تحریک ہو سکتی ہے۔ اگر کسی تکلیف دہ افق کے بعد میرا ضمیر مجھے ملامت نہیں کرتا۔ بلکہ میں اپنے فعل بد کو جائز سمجھ رہا ہوں اور یہ مسئلہ تناسخ کا لازمی نتیجہ ہے۔ تو پھر میں آیندہ تکلیف رسانی کے امور سے کب رک سکتا ہوں۔ پشیمانی ہی آیندہ جرائم کو روکتی ہے۔ جسمیں پشیمانی کا جذبہ مر جاتا ہے۔ وہ ہی عادی مجرم یا خطرناک غلط کار رہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ تناسخ کے ماتحت انسان میں کوئی پشیمانی رہ سکتی ہے یا نہیں۔ مسئلہ انتقام اعلےٰ اخلاقیات میں مستحسن نہو۔ لیکن عام طور پر ابتدائی اخلاق کی رُو سے انتقام لینا ایک امر جائز ہے۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ زید نے اگر بکر سے بدی کی تو بکر کا زید سے بدی کرنا بھی برا نہیں

سمجھا جاسکتا ۔ اب اگر انتقامی معاملات میں انسان پشیمان نہیں ہوتا ۔ تو پھر مسئلہ تناسخ کے ماتحت زید اگر بکر کو تکلیف دے رہا ہے ۔ تو وہ بھی گذشتہ جنم کا انتقام لے رہا ہے ۔ اس لئے اگر بعض لوگوں میں مسئلہ تناسخ جذبہ پشیمانی کو مفقود کرے ۔ تو کوئی عجب بات نہیں +

پشیمانی کے مقابل جذبہ شکر بھی ایک عمدہ جذبہ ہے یعنے کسی سے نیکی حاصل کر کے اس کا شکر گذار ہوں ۔ یہ یاد رہے کہ تشکر و امتنان بہت سی نیکیوں کا محرک ہوتا ہے ۔ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم ہیں جو نیکی کو بطور نیکی کرکے خوش ہو جاتے ہیں ۔ ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں ۔ جو دست کرم کو پوشیدہ رکھتے ہیں ۔ اور اپنا دان پن نہایت ہی مخفی طریق سے دیتے ہیں ۔ نناوے فیصدی لوگ شہرت اور نام کے طالب ہوتے ہیں ۔ اگر یہ نہیں تو کم از کم اسقدر تو چاہتے ہیں ۔ کہ انکے احسان یافتہ اُن کے سامنے آنکھ نیچے رکھیں ۔ اُن کی شکر گذاری میں ہمیشہ رطب اللسان رہیں ۔ اب اگر ایک احسان یافتہ دوسرے کی نیکی کو اپنے کسی گذشتہ جنم کی نیکی کا نتیجہ سمجھ رہا ہے تو پھر شکر گذاری کس چیز کی ۔ خلاصہ یہ کہ جہاں جذبہ پشیمانی بدی کو روکتا ہے ۔ وہاں جذبہ شکر نیکی کا محرک ہوتا ہے ۔ لیکن یہ دونوں جذبے تناسخ کے مسئلہ پر صحیح اور عملی طور پر چلنے سے مرجاتے ہیں +

رنج و راحت

دکھ سکھ یا رنج و راحت کے سوال نے بھی مسئلہ تناسخ کو ایک طرح امداد دی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ دکھ سکھ بھی پچھلے کرموں کا ہی نتیجہ ہے ۔ رنج و راحت کی کمی بیشی بھی سابقہ اچھے برے اعمال کی کمی بیشی پر حصر رکھتے ہیں ۔ حالانکہ دکھ سکھ بذات خود ایک نسبتی امر ہے ۔ وہی باتیں جو ایک کے لئے سامان راحت پیدا کرتی ہیں ۔ وہی دوسرے کے لئے دکھ کا موجب

ہو جاتی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ایک کسان اپنی جھونپڑی میں زیادہ راحت سے رہتا ہے۔ یا ایک بادشاہ پلنگ پر، سریر سلطنت پر آرام سے سوتا ہے۔ پھر ایک کی خوشی دوسرے کی راحت سے جداگانہ ہوتی ہے۔ کوئی علمی خزانہ سے اپنے آپ کو مالامال کرنا چاہتا ہے کوئی سونا چاندی سے اپنے صندوق مقفل کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقی راحت صرف قناعت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ سونے کا ڈھیر بھی حقیقی راحت پیدا نہیں کرتا۔ اگر کسی کی صحت ہی تباہ شدہ ہو۔ اسلئے یہ کہنا کہ انسانوں کے رنج و راحت میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ یہ بذاتِ خود غلط ہے۔ چہ جائیکہ اس کمی و بیشی کو کسی سابقہ بدعمل یا نیک عمل کا ثمر قرار دیا جاوے۔ پھر رنج و راحت کی نوعیت جدا جدا ہے۔ اسیطرح سب کے سب ایک نہ ایک غم و مصیبت میں مبتلا۔ اور اپنی اپنی طرز پر راحت و خوشی کے مالک نظر آتے ہیں +

دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ مختلف اسباب رنج و راحت کہاں تک اصل مقصد زندگی میں ممد یا حارج واقع ہوتے ہیں۔ اگر اس سفرِ زندگی کا مقصد اتنا ہی ہے۔ کہ ملکۂ انسانی تکمیل پا لے۔ اور ہم میں کے ودیعت کردہ جوہر مخفیہ بلوغت تک پہنچ جائیں تو یہ عادیہ اسباب راحت، تو کلیۃً ایک امر زائد نظر آتے ہیں۔ کھانے پینے پہننے کی خوشی یا زوجیت و نکاح کی لذتیں آخر وہی تو ہیں جو حیوانوں میں اور ہم میں مشترک ہیں۔ موسم سرما میں سردی سے بچنے کیلئے شاید سمور و سنجاب ایک امر راحت افزا سمجھا جاوے لیکن اگر خدا اسکے نزدیک بھی یہ چیزیں ہمارے لئے ضروریات سے ہوتیں۔ تو جسطرح سمور سنجاب ایک جانور کی کھال ہے۔ یہ پشم ہمارے جسم پر بھی پیدا ہو سکتی تھی۔ آخر ان کو مہتانی جوہوں کے جسم کے اجزا طبعیۃ بحیثیت مجموعی تو وہی ہیں جو ہمارے جسم کے ہیں۔ صرف بعض اجزا کی مقدار ان جانوروں کے جسم میں ہمارے جسم سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اور اس فرق نے ہمارے جسم پر بال اور ان کے جسم پر خوبصورت ملائم پشم پیدا کر رکھی ہے۔ اگر خدا چاہتا تو وہ اجزا اسی مقدار میں ہمارے جسم کے اندر بھی ہوتے۔ ہمارے جسم پر

سنجاب و سمور کی کھال ہوتی - لیکن ساتھ ہی ہمارا اندر کہ یا نفس ناطقہ بھی اُن
حیوانوں کا سا ہو جاتا آج کی تہذیب نے جس قدر ریشمی سامانِ راحت و آسائش
پیدا کر رکھے تھے - یہ تو انہیں ضروریات کے لیے۔ اکرنے کی ایک خاص
صورت ہے جو ہم میں اور حیوانوں میں قریب قریب مشترک ہیں - اسلئے
ان چیزوں کو حقیقی راحت کے سامان سمجھنا ایک غلطی ہے - علاوہ ازیں
ہماری موجودہ ضروریات کا بہت سا حصہ تو خود ہمارا ساختہ پرداختہ ہے
والا یہ تو کوئی ضرورتیں نہیں - شبِ سمور گذشت و شبِ تنور گذشت -
کوئی سمور و سنجاب کے لحافوں میں رات بسر کر لیتا ہے - کوئی کمرہ کو آگ
سے گرم کر کے ضروری حرارت جسم کو پہنچا دیتا ہے - جہاں تک سردی سے
بچنے کا سوال ہے - وہ دونوں جگہ یکساں ہے +

اصل چیز تو نفس ناطقہ ہے جس کی اصلاح اور بلوغت مطلوبہ
کے لئے ہم یہاں اس دنیا میں آئے ہیں - جو جذبات ردیہ ہم میں اور
حیوانوں میں مشترک ہیں اُنھیں کی تعدیل و تہذیب ہماری زندگی کا اصل
مقصد ہے - یہی جذبات ردیہ اصلاح و اعتدال پاکر اخلاق صالحہ
اور روحانیات بن جاتے ہیں - نفسانی جذبات کے فنا ہونے پر ہی
بہت سے لطائف قلبی چمک اُٹھتے ہیں - اسی سے اندرونی حواس
جاگ پڑتے ہیں - یہ باتیں کروڑ در کروڑ انسانوں میں معدوم ہوتی ہیں - یہی
وہ چیز ہے جسے آتما گُنتی کہتے ہیں +

اب اگر زندگی کی اصل غرض آتم گُنتی ہے - تو کون کہہ سکتا ہے
کہ وہ جنہیں عامۃ الناس نے اسباب رنج و راحت سمجھ رکھا ہے - وہ واقعی
دُکھ اور سکھ پیدا کرتے ہیں + ایک ہی چیز مختلف حالات میں متضاد
نتائج پیدا کرتی ہے - پھر زر و مال کو فی نفسہٖ ذریعہ دُکھ یا سُکھ کہنا کسقدر
غلطی ہے - جو انسان جذبات شہویہ کا شکار ہو چکا ہے - اس کیلئے مال و دولت

ہی در اصل سم قاتل ہے۔ مال و دولت اس کے جذبات ردیہ کو زیادہ مشتعل کر کے انہیں اور مضبوط کرتا ہے۔ بہتر ہوتا کہ اس کے پاس شہوانی خواہشات کی آبیاری کے سامان نہ ہوتے۔ وہ ایک افلاس کی زندگی میں ہوتا۔ اور اپنے لئے ابدی موت نہ خریدتا۔ ایسے انسان کے لئے تو صاحب زر ہونا ہی موجب تکلیف اصلی ہے۔ بالمقابل وہ انسان جو اپنے نفس پر قابو پا چکا ہے۔ اس کے لئے دولت و مال روحانی ترقی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کے فائدہ کے لئے اور محتاجوں کے دفعیہ ضرورت میں اپنا مال و زر خرچتا ہے۔ اور آپ اس روپیہ میں سے بہت تھوڑا حصہ لیتا ہے۔ اس طرح یہ روپیہ اس کے اخلاق فاضلہ کی ترقی کا موجب ہو جاتا ہے۔ یہی مثال دوسری باتوں پر بھی صادق آجاتی ہے۔ بعض وقت بعض دولت کا نہ ہونا ہی انسان کے لئے اصلی مقصد زندگی کے حصول کے واسطے مفید ہوتا ہے۔ بعض اشخاص بعض حالات کے ماتحت طبعاً ظالم طبع واقع ہوتے ہیں۔ ان کے پاس اسباب کا نہ ہونا ہی انہیں ظلم سے روکے رکھتا ہے۔ اب کس چیز کو ہم اصلی سکھ اور کس کو ہم اصلی دکھ کہیں۔ اور کن حالات پر مسئلہ تناسخ کے نتائج کو حاوی کریں +

کائنات کے آئینے آئیڈیلز (اُسوۂ حسنہ)

فطرتِ انسانی ہمیشہ آئیڈیلز (اُسوۂ حسنہ) کی [illegible] رہتی ہے۔ اِن کے بغیر اِنسان اپنی فطری آرزوؤں کی تکمیل ہوتے ہوئے کبھی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اساتذۂ سلف کے حالات اور بیش بہا قرآنی تذکرے اولو العزم انبیاء کے جابجا تذکرہ کا یہ مقصد ہے کہ ان کے نمونے ہمارے پیش نظر ہوں۔ علاوہ ازیں قرآن مجید اس کائنات کے مختلف پہلوؤں کی جانب ہماری توجہ مبذول کراتا ہے۔ جو اِنسانی زندگی کے لئے ازبس اہمیت رکھتے ہیں۔ اور وہ باعثِ بیش بہا نصیحت ثابت ہوتے ہیں۔

اِنسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔ جو جو خواص مٹی میں پنہاں ہیں۔ وہ کُل کے کُل یکجائی طور پر انسان میں پائے جاتے ہیں۔ مسخر کُرّۂ زمین خود سورج سے نکلا ہے۔ اور اس کے کُل جواہر انسان میں منتقل ہوئے ہیں۔ اِس طرح یہ نظریہ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے۔ کہ نظامِ فلکی کی ہر شے اپنی کُل استعدادوں کے ساتھ دریا بشکل کوزہ انسان میں آ منتقل ہوئی ہے۔ اِس طرح جو کائنات کے کُل مظہر کرتے ہیں۔ وہی انسان کو کرتا ہے۔ ہاں انسان میں ایک مابہ الامتیاز بھی ہے۔ جس سے اس کے کاروبار میں ایک اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اِنسان میں قوّتِ مدرکہ جو وسعت رکھتی ہے۔ وہ کسی اور مخلوق میں نظر نہیں آتا۔ جو چیزیں دوسری اشیاء میں کثیف ہوتی ہیں۔ وہ منازلِ ارتقا طے کرتے کرتے یہاں تک لطیف ہو جاتی ہیں۔ کہ وہ کثیف کیفیات انسان میں جذبات تخیلات و ادراک کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ وہی چیزیں جو کائنات میں بصورت

جسمانیات ہوتی ہے۔ وہ انسان میں ذہنیات اخلاق اور روحانیات بن جاتی ہیں +

اِس نکتۂ لطیف کی تلقین انسان کو فرقان حمید کی سورۃ الشمس میں کی گئی ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝

ترجمہ - آفتاب اور اسکی روشنی پر غور کرو - ایسا ہی چاند پر غور کرو۔ جو سورج سے روشنی لیتا ہے۔ پھر دن پر غور کرو۔ جب وہ ہمارے سامنے آجاتا ہے - پھر رات پر جب وہ پردہ ڈال دیتی ہے - ایسا ہی آسمان کی بناوٹ اور زمین کے پھیلاؤ پر غور کرو - کہ کہاں تک انکی تکمیل ہو گی - اسلئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور بدی سے آگاہ کر دیا - اور اس کا علم دیدیا - کہ یہ نیکی ہے - اور یہ بدی ہے - لہٰذا وہی نفس کی تکمیل تک پہنچاویگا - جس نے اپنے نفس کی اصلاح کی - ہاں وہی ناکام ہو گا جس نے اپنے قوٰے کو دبادیا - اور وہ گھاٹے میں رہا +

اِن آیات سے مُراد یہ ہے - کہ انسان نے دُنیا میں سُورج - چاند دِن - رات - زمین - آسمان وغیرہ بنکر کام کرنا ہے - جو رُوح معراجِ پاکیزگی حاصل کر چکتی ہے - وہ آفتاب کی مثال اپنے ہمجنسوں کے لئے باعثِ فلاح و اصلاح ہوتی ہے - انہیں بیخبری و ضلالت کی تاریکی سے باہر نکالتی ہے - ان کے بیحس و شل جسموں کو گرمادیتی ہے - ان کی مُردہ رگوں میں

نئی جان ڈالتی ہے۔ اور اس دنیا سے دُوں کو کُل آلائشوں سے پاک کردیتی ہے
ہم میں بہت سے ایسے ہونگے ۔ جو اس مقام بلند پر نہ پہنچ سکیں ۔ لیکن
ایسی صورت میں ہمیں چاند کی طرح ان آفتاب ہائے ہدایت سے روشنی
مستعار لے کر دوسروں تک پہنچانی ہے ۔ رسول اللہ کی پاک ہستیاں اُن
وقتوں میں ظاہر ہوئی ہیں ۔ جبکہ یہ دنیا تاریکی ضلالت سے تاریک ہو گئی ہے
یہ ہستیاں سُورج کی طرح ایک وقت کے بعد غروب ہو جاتی ہیں اُسوقت
ہمیں چاند بن کر نور رسانی کرنی ہوتی ہے ۔ جس طرح غروب آفتاب پر چاند
اسکی نیابت میں ہمیں تاریکی سے محفوظ رکھتا ہے نیز میوں کو پکاتا اور میوہ جات
میں حلاوت پیدا کرتا ہے ۔ یُونہی ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے ساتھیوں کے
قوائے عقلیہ کو بلوغت و کمال تک پہنچانے میں کوشش کریں +

سُورج اور چاند کے بعد ان آیات میں دن کا ذکر ہے ۔ جو ہمارے
سامنے آجاتا ہے ۔ اور پھر رات کا ذکر ہے ۔ ہمارا بھی فرض ہے ۔ کہ دن کی
طرح اپنے ہمعصروں کو تن آسانی و تساہل کی غفلت سے بیدار کرکے اُنہیں
کام کاج میں لگا دیں ۔ اور اُنہیں عزم و ہمت کی رُوح پھونک دیں ۔
اور جسطرح دن مُردہ دُنیا کو زندہ کردیتا ہے ۔ اسی طرح مُردہ طبقوں میں ہمیں
پھر زندگی کی لہر پیدا کردینی چاہئے ۔ دن کی مصیبت کے بعد تو صبح
رات تھکے ماندوں کو آرام و سکون دیدیتی ہے ۔ اسی طرح ہمیں بھی اپنے تھکے
ماندے رفقا کے لئے سامانِ راحت مُہیّا کرنا چاہئیے ۔ اور جس طرح رات آکر
تھکی ماندہ طبائع کو دوسرے دن کے لئے تازہ دم کردیتی ہے ۔ اسی طرح ہماری
گفتگو اور ہمارا سلوک دنیا کے تھکے ماندوں کو شگفتہ خاطر بنا دے ۔ اور
وہ اس قابل ہو جائیں ۔ کہ مزید ذوق و شوق کے ساتھ اپنی جفاکشی کو
جاری رکھیں ۔ اور نئے نئے کاموں میں اپنی کوشش صرف کریں +
پھر اللہ تعالیٰ آیت پاک میں ہمیں آسمان و زمین کی جانب توجہ دلا کر

بیان کرتا ہے ۔ [illegible] السَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا (ترجمہ: اور آسمان اور اس کی بناوٹ کو دیکھو اور زمین اور اس کے پھیلاؤ کو دیکھو ۔ آسمان اور اس کے ستارے ہر وقت نور افشانی میں مشغول رہتے ہیں ۔ جس کے اثرات سے ہم اہل زمین خوب واقف ہیں ۔ یہ روشنی عالم لاہوت کے خزائن سے مالامال ہوتی ہے ۔ انہیں وہ زمین میں لیجاتی ہے ۔ اور زمین ان سے مستفید ہوکر اپنے اندر سے گراں بہا خزائن اگل دیتی ہے ۔ انسان کو بھی چاہئے کہ اپنے ساتھیوں کے دل میں نیک و پاکیزہ خیالات کی تخم ریزی کرے ۔ اسے زمین کی مانند بھی دوسروں کے مفاد و خیالات پیش نظر رکھنا اور حقوق العباد سے سبکدوشی حاصل کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہنا چاہئے ۔ اسمیں اسے کبھی گھاٹا نہ ہوگا ۔ زمین کو دیکھو کہ انبار در انبار دولت اگلتی ہے ۔ لیکن اس میں کبھی کمی نہیں آتی ۔ اس طرح انسان کو بھی کوئی کمی کرنی نہ چاہئے +

[illegible] مقدس الفاظ انسانی روح کا ذکر کرکے اس کے کمال کی [illegible] کرتے ہیں ۔ اگر انسان بھی پاکیزگی نفس کو حاصل کرے [illegible] قدرت کی طرح زمانہ کے لئے فیض رساں ہو جائیگا +

انسانی روح جو بلوغ و تکمیل کو پہنچ چکی ہے ۔ وہ نظم کائنات کے باقی ارکان کی مانند ہر کام کے لائق ہوتی ہے ۔ بلکہ ان سے افضل ہے کیونکہ ادراک و تمیز جو انسان کو حاصل ہیں ۔ اسمیں کسی اور کا حصہ نہیں ۔ مگر ممکن ہے کہ ادراک انسان دھوکہ کھا جائے ۔ اور ضلالت کی راہ لیلیوے ۔ [illegible] یقینی ہوگی ۔ اس سے بچنے کے لئے الہام الٰہی سے [illegible] ۔ وہ اس کا سب [illegible] رہنما ہے ۔ [illegible] راہ مستقیم پر چلا ئیگا ۔

[illegible]

[illegible] پیرو قدیا یار وگرد [illegible]

اِن آیات کے بعد اس سورہ شریف میں اللہ تعالیٰ اِنسان کا ایک اُونٹنی سے مقابلہ کرتے ہیں (ترجمہ) اس پر پیغمبر خدا (صالحؑ) نے اُن سے کہا کہ (دیکھو) خُدا کی اُونٹنی (کو ہاتھ نہ لگانا) (نہ) اُس کا پانی (بند کرنا) اس پر بھی ان لوگوں نے صالحؑ کو جھٹلایا۔ اور اونٹنی کو مار ڈالا۔ تو انکے پروردگار نے اُن کے گناہ کے بدلے ہلاکت (نازل کی۔ اور سب کو مار کر پٹڑا کر دیا) اور اس نے اُنکے اس انجام کی ذرہ بھی تو پرواہ نہ کی +

اُونٹنی ایک نہایت کارآمد جانور ہے۔ جو اپنے مالک کیلئے ذرہ برابر بوجھ کی باعث نہیں ہوتی۔ یہ اپنے مالک کو ان مقامات تک پہنچا دیتی ہے جہاں اور ذریعہ رسائی بیکار ثابت ہوتے ہیں۔ اس کا مالک اس کے دودھ پر پیٹ پالتا ہے۔ جبکہ اور کچھ سامان خوراک مُیسّر نہ ہو۔ اسکی اُون سے وہ لباس تیار کرتا ہے۔ اور اسکی کھال سے خیمہ بنانے میں مدد لیتا ہے۔ بے آب صحراؤں میں جب وہ پیاس سے بیتاب ہو جاتا ہے تو یہ اپنے پانی کے ذخیرہ میں اُسے حصہ [illegible] کر لیتی ہے۔ اور اس کی زندگی دوبارہ کر دیتی ہے۔ [illegible] مالک [illegible] بار نہیں۔ اسکی خوراک کانٹے وغیرہ ہیں۔ جو یہ خود جنگل جاکر چُن لیتی ہے انسان کو بھی لازم ہے۔ کہ اُونٹنی کے مماثل کارآمد تو بن جائے۔ اور کسی [illegible] بار نہ ہو۔ اور اپنی کوشش و جد و جہد سے رفاہ عام کا جویا ہو۔ اِنسانی رُوح کی مثال خُدا کی اُونٹنی کی ہے۔ الہام کا پانی یہ پیتی ہے۔ اور خدائی الفاظ اسکی خوراک ہیں۔ مگر ہم اپنی بے اعتدالیوں کے سبب اپنی رُوح کو بھوک سے طعمۂ موت بنا دیتے ہیں۔ اور خدائی اونٹنی پر موت لے آتے ہیں۔ اس طرح خدا کے نزدیک [illegible] گی [illegible] اور تباہی ہم پر مسلط [illegible] +

اقوام عالم کا طالع اقبال کبھی اُبھرتا اور کبھی زوال کو [illegible]

کا راز مذکورہ بالا سطور میں مضمر ہے۔ دنیاوی حکومت اُن ہی کو عطا کیجاتی ہے جنہیں اپنے زیرِ نگین لوگوں کا مفاد و آرام مدِّنظر ہوتا ہے۔ اور جو اپنی نفس پروری کے خیال کو دل میں جگہ نہیں دیتے۔ وہی قوم عروج پر ہوتی ہے۔ اور تب ہی تک وہ فلاح پاتی اور برسرِ اقتدار رہتی ہے جب تک وہ دوسروں کے کمزور کرنے اور اپنی قوم کو طاقتور بنانے کی ملزم خدا کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔ جب وہ ایسا کرتی ہے۔ تو اس کے دن گنے جاتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے کامیابی اقبالمند قوموں کو اندھا کر دیتی ہے۔ اور نفس پروری و تعیش ان کا نصب العین بن جاتا ہے بے اعتدالیوں کے سبب اپنی ضروریات کا دائرہ وہ وسیع کر لیتی ہیں۔ اور رعایا پر اپنا بار ڈالتی ہیں۔ اپنے ہمجنسوں کی جیب کاٹنا ان کا پیشہ ہو جاتا ہے۔ اور انہیں ضعیف و کمزور بناتے ہیں وہ کوشاں رہتے ہیں۔ تاکہ برداشت صعوبت بھی انہیں جواب دیدے۔ ظلم و تعدّی کا وہ بازار گرم کرتے اور زیر اثروں کو طوق غلامی پہنا دیتے ہیں۔ اس نظارۂ مہیب سے احکم الحاکمین اور رب العالمین کا غضب مشتعل ہو جاتا ہے۔ اور نافظِ عالمین ظالموں کو اُن کے اعمال بد کی عقوبت میں سزائے الیم کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور اس طرح وہ برسرِ اقتدار قوم بدبختی و زوال کی شکل دیکھتی ہے۔ صاحب اقتدار اقوام کیلئے یہ جائے سبق ہے۔ قوانین قدرت ابدی و ازلی ہیں۔ اُن میں کسی کا مقدور نہیں۔ کہ نقص پیدا کرے۔ اور ان کا نفوذ آج بھی اسی شدّ و مد کے ساتھ ہے جس طرح کہ آدم کی پیدائش کے وقت تھا +

نوعِ انسان کی ترقّی اور اسلام

(قلم سے کس ۔ دردمسلم)

آنے والے واقعات کا سایہ پہلے سے ہی نمایاں ہوجاتا ہے ۔ ادھر یورپ میں اہل مغرب مروجہ سوشل و اقتصادی نظام کی دقت آمیزیوں اور مشکل پسندیوں سے تنگ آکر پر زور بغاوتیں بپا کر رہا ہے ۔ اور ادھر مشرق سے ایشیائی اقوام کے تمرّد کا غوغا سُنائی دے رہا ہے ۔ کہ وہ آیندہ مغربی اصُول مادیات (میٹیریلزم) کے جُوئے تلے گردن نہ جُھکائینگے ۔ ایک جنگ ختم نہیں ہونے پاتی ۔ کہ دوسری تیار اور مزید کیلئے مواد اکٹھا ہوجاتا ہے ۔ ہلاکت و تباہی کی لہریں چارسو دوڑ رہی ہیں بلاکش اشیا سے لے کر اخیر مغرب کے غیر متمدّن اقوام تک اور تفرقہ گرفتار یورپ سے لے کر اخیر مشرق کے نو آموز ان تمدّن تک ہر جگہ مزید مہیب و خوفناک زلزلوں کے آثار نظر آرہے ہیں ۔ جو یقیناً مغربی تہذیب و تمدّن کے موجُودہ نظام کو ملیا میٹ کر دینگے +

اِن شورشوں کے ساتھ بنی نوعِ انسان کی مستقبل کی ساری اُمیدیں وابستہ ہیں ۔ اور جن بغاوتوں کی ہمیں اس وقت خاص دلچسپی ہے وہ اقتصادی اور سوشل ہیں ۔ اُن کی تعداد و طاقت دن بہ دن روبہ ترقی ہے ۔ اور انکا نصب العین جدید مادی تمدّن کی بنیاد اصُول ملکیّت ذاتی کی بیخکنی ہے ۔ علاوہ ازیں اور بہت سی نشانیاں ظاہر ہورہی ہیں ۔ جو ایک جدید اور زبردست انقلاب کی خبر دیتی ہیں ۔ یہ انقلاب رُوحانی ہوگا ۔ اس کے اثرات سے دُنیا کے موجُودہ حالات میں ایسی اہم تبدیلیاں پیدا ہونگی ۔ اور اس درجہ فلاح و بہبُودی دُنیا کو حاصل ہوگی ۔ کہ مقابلے میں تمام سابق شورشیں مات پڑ جائینگی +

یہ بات محتاج تشریح نہیں ۔ کہ مذہب کا خیال جو انسان سے

دل میں تقرب الٰہی کی آرزو پیدا کرتا ہے۔ اسمیں اور موجوداتِ غیرہ میں
مابہ الامتیاز ہے۔ مگر افسوس کہ اب تک ایسے مذاہب کا وجود باقی ہے
جو انسان کو تاریکی میں چھوڑ دیتے ہیں۔ کہ وہ اپنا رستہ ٹٹولا کرے۔
انسان کی باقی موجودات عالم سے افضلیت محض اسبات پر مبنی ہے۔ کہ وہ
اعلےٰ درجہ کا صاحب شعور ہے۔ شعور و تمیز زندگی کا اصول اساسی ہے۔ نباتات
کو ادنےٰ درجہ کا شعور عطا ہُوا ہے۔ یہ مختلف طریقوں سے ارتقا کے
مراحل طے کرتا فلم و حیوانات سے نکلکر شعورِ نفس کی صورت اختیار کرلیتا ہے،
ادنےٰ طبقہ کے موجودات کو شعور میں لبکہ استغراق ہے۔ جیسے پھولوں کو
خوشبودار ہوائیں اور مچھلیوں کو سمندر۔ مگر انسان بیشی ترقی کے
سبب تفکر و تعقل کے لائق ہو جاتا ہے۔ بلکہ اسے بات چیت کرنیکی
بھی دسترس ہو جاتی ہے۔ اسمیں شعور نفس ارتقا کے بلند ترین مدارج
کو پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ اعلےٰ درجہ کا صائب الرّاے بلکہ صاحب الروح
ذی جان بن جاتا ہے۔ اسکی روحانی استعداد اگرچہ ابھی ادنےٰ درجہ کی ہے
سواے چند برگزیدہ ہستیوں کے (انبیاءؑ) اور اسے مزید مراحل ارتقا
کو طے کرنا ہے۔ جن کو عبور کئے بغیر یہ شعور کونی کی تجلی و تاب کا
متحمل نہیں ہو سکتا +

ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ۰ ثم خلقنا
النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا
المضغۃ عظماً فکسونا العظم لحماً ق ثم انشانہ
خلقاً اخر ط فتبارک اللہ احسن الخالقین (ترجمہ) پھر ہم
ہی نے اس کو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا۔
پھر ہم ہی نے نطفہ کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی۔
پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر

گوشت مڑھا پھر (آخرکار) ہم ہی نے اس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے۔ جو (سب بنانے والوں میں بہترین بنانیوالا ہے + (پ۱۸ آیت ۱۲-۱۴)

ان آیات شریفہ میں صاحب تدبّر انسان کے لئے سب کچھ موجود ہے وہ خود ان پر غور و فکر کرسکتا ہے۔ اور ہم قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ ایک وہ وقت انسان پہ تھا۔ جبکہ تنومند تو یہ تھا۔ مگر جوہر شعور سے بہرہ ور نہ ہوا تھا۔ اُس وقت یہ شعور و تمیز کے ادنٰے درجہ میں تھا۔ لیکن دُنیا کے ساتھ علاقے نے اس کے احساسات کو تیز اور نازک بنا دیا۔ اور جوہر شعور اسمیں پیدا ہوگیا۔ اور اس نے چیزوں کا استعمال اور اپنے مقاصد کے پُورا کرنے میں اُن کا مصرف شروع کردیا۔ وجُود انسان میں شعور نفس کے طلوع کا یہ پہلا دن تھا۔ ہزاروں سال تک نسلاً بعد نسلٍ یہ آئین قوانین کی دولت جمع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صلاحیت قبول کی منزل پر پہنچگیا۔ پھر رنج و خوشی میں امتیاز بھی کرنے لگا۔ اور ان تاثرات کو وسعت دیتا۔ قبول تعقل کا نکتہ منتہی اس نے حاصل کرلیا۔ اب تو یہ تصورات قائم کرنے لگا۔ اور اُن کے اظہار کے لئے اشارات مستعمل کرنا لیکن ابھی اسمیں احساس اخلاق ناپید تھا۔ اگرچہ ذہنی قابلیت تخیل کے لئے اور جسمانی استعداد محنت کے لئے اس سے ارزاں ہوگئی تھی۔ اس تصورپذیر ذہن سے وہ صرف اپنی ذات کو باقی موجودات سے ممیز کرسکتا تھا۔ بلکہ اپنی دلی کیفیتوں سے بھی خبردار و واقف تھا +

اپنے ہمجنسوں کے ساتھ دین لیں اس نے شروع کردیا۔ اور نُطق کی بدولت بات چیت بھی کرنے لگا۔ مگر ابھی تک اس کا زاویہ نگاہ محض اپنی ذات کی حفاظت تک کُشادہ تھا۔ اور اپنی خوشی و فائدے کا وہ جویا تھا۔ اس مقصد کیلئے نچلے طبقوں کی موجودات کو حلقہ بگوش بنانے میں وہ مشغول ہوا۔

آگ بنانا - حیوانات کا شکار اُن کیلئے جال بچھانا - انہیں رام کرنا نیز اپنے کمزور و ناتوان ساتھیوں کو مطیع کرنا - اور اپنے مقصدوں میں کامرانی حاصل کرنے کیلئے انہیں اپنا ہتھیار بنانا شروع کر دیا - غصہ اور خوف اسمیں زور و مشتعل تھے - محبت اور نفرت کو بھی اس کے دل میں جگہ تھی چنانچہ وہ عہد و پیمان باندھنے لگا - جب اپنے ہمجنسوں میں وہ شیر و شکر ہوگیا - تو مشترکہ خوبیوں اور خصوصیتوں میں مقابلہ کرنے کا خیال اسکے دل میں پیدا ہوا - بعض کے لئے وہ زبان ستایش کھولتا - اور بعض اُسکی ہجو کا نشانہ بنتے - ترس محبت و تعصب سے بھی وہ خالی نہ تھا - چنانچہ کئیں احساسات درد و فرحت پیچیدہ ہو گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ دُنیا کی نئی نئی خصوصیتیں اس پر منکشف ہونے لگیں - اور اسکی قوی اخلاق رُو بہ ترقی ہوئی + (باقی آیندہ)

آنحضرت صلعم کی زندگی کا مختصر حال

آنحضرتؐ کا عالمِ طفولیّت

آپ قبیلہ قریش کے ایک معزز ترین خاندان سے تھے - کعبہ کی تولیت اِس خاندان میں برسوں سے چلی آتی تھی - کعبہ کے جنوب مشرقی کونے میں حجر اسود نصب ہے - جو اسلام کا بہت مقدس اثر ہے - آپ کے والد عبد اللہ عبد المطلب بنو ہاشم کے چہیتے بیٹے تھے - اور اُن کی شادی آمنہ خاتون سے ہوئی تھی جو قریش خاندان سے تھیں - لیکن شادی کی زندگی بہت تھوڑے عرصہ تک رہی - کیونکہ جب عبد اللہ سالانہ سفر تجارت سے واپس آ رہے تھے - راہ میں بیمار ہو گئے اور وفات پا گئے - اور اپنی نوجوان بیوہ کو

حالتِ عسرت میں چھوڑ گئے۔ آنحضرتؐ کی پیدائش ۵۷۰ء میں ہوئی۔ اپنے والد کی وفات کے کچھ دنوں بعد۔ اہل قریش کا دستور تھا۔ کہ اپنے نوزائیدہ بچوں کو مکہ کے گرد و نواح کے قبائل کے سپرد کر دیتے تھے۔ تا کہ وہ پہاڑی آب و ہوا میں پرورش پائیں۔ اور شروع ہی سے خالص عربی زبان سیکھ سکیں جو اُن اضلاع میں مستعمل تھی۔ اس رسم کے مطابق آپؐ کو ایک شریف عورت حلیمہ نامی کے سپرد کیا گیا۔ جس نے دو سال تک آپؐ کو دودھ پلایا۔ اسکے بعد آپؐ واپس آئے۔ لیکن اس زمانہ میں مکہ میں وبائی امراض کا زور تھا۔ لہٰذا آپؐ کی والدہ نے اس لحاظ سے کہ آپؐ کسی وبائی مرض کا شکار نہ ہوں، اور تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔ آپؐ کو واپس کر دیا۔ چنانچہ دائی حلیمہ آپؐ کو اپنے ہمراہ لے گئی۔ اور جب آپؐ کی عمر ۴ سال کی ہوئی تو دائی سمیت پہاڑ سے واپس آگئے۔ اسی سال آپؐ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپؐ بالکل یتیم ہو گئے۔ آپؐ کی پرورش آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے کی۔ اور دو سال تک آپؐ بڑی خوشی کے ساتھ ان کے پاس رہے۔ لیکن ۸ سال کی عمر میں آپؐ کے دادا کا سایہ بھی آپؐ کے سر سے اُٹھ گیا۔ آپؐ کی کفالت کا بار آپکے چچا ابُوطالب کے ذمہ ہوا +

بچپن ہی سے آپؐ کے اندر خوبیاں اور رُوحانی قابلیتیں جمع تھیں اور اُن اخلاقِ حسنہ کا نشان موجود تھا۔ جو آپؐ کے عظیم الشان مشن کے لئے ضروری تھے۔ اگرچہ ہمارے پاس وہ تاریخی ذرائع نہیں جن کی بنا پر ہم یہ معلوم کرسکیں کہ کن واقعات کی وجہ سے لوگوں نے آپؐ کو اس عمر میں نیکو کار گردانا لیکن اس قدر یقین کیا جاسکتا ہے۔ کہ آپؐ کے دادا اور چچا دونو آپؐ سے بیحد الفت کرتے تھے۔ اور آپؐ پر بڑا اعتماد رکھتے تھے۔ جس زمانہ میں آپؐ اپنے چچا کی کفالت میں تھے۔ آپؐ کو چچا کی صحبت میں رہکر ان لوگوں سے ملنے کا موقعہ ملا۔ جو آئندہ زندگی میں آپؐ کے ساتھ رہے۔ کیونکہ آپؐ کے چچا تجارت کرتے تھے۔ اور تجارت کے سلسلہ

میں اکثر دُور دراز مقامات کا سفر در پیش رہتا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ نے اپنے چچا سے فرمایا۔ اے چچا مجھے بھی اپنے ساتھ سفر پر لے چلئے۔ آپؐ کے چچا نے آپ کی درخواست منظور کرلی۔ کیونکہ وہ آپؐ سے بیحد محبت کرتے تھے۔ اور نہیں چاہتے تھے۔ کہ ان کا یتیم بھتیجا اُن سے جُدا رہے۔ پس دونوں سفر کو گئے۔ اور آپؐ کو اوائل عمر میں اس طرح مسیحی مذہب سے واقفیت ہونے کا موقع ملا۔ خدیجہؓ نے بھی کئی بار آپؐ کو تجارتی مقاصد کے ماتحت شام کی طرف بھیجا۔ آپؐ کی زندگی کے متعلق یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے۔ اور واقعات کی بناء پر ہم یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ آپ میں شروع ہی سے اخلاق حسنہ جمع تھے۔ کیونکہ آپؐ نے بوجہ اطوار پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ بڑی ہردلعزیزی حاصل کرلی تھی۔ اور جب آپؐ بچے ہی تھے۔ اسوقت بھی جن لوگوں سے آپؐ کا سابقہ رہا۔ وہ آپؐ کے اخلاق کے گرویدہ ہوگئے۔ ان محاسن میں دن بدن ترقی ہوتی رہی۔ اور جب کوئی شخص آپؐ کی پاکیزہ زندگی کو دیکھتا ہے۔ تو وہ آپ کی معصوم روش اور بیگناہ معاشرت، بیداغ اور بے لاگ زندگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے دل میں آپ کی عظمت اور عزت کا نقش جم جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اپنی عنایتوں کے لئے چن لیا تھا۔ اور اس کی حفاظت میں آپؐ نے تمام اقوام عالم کو عمدہ نصائح دیں۔ اور عذاب سے ڈرایا اور خدا تعالیٰ کی توفیق سے آپؐ نے انبیاء سابق کی تعلیمات کو تازہ کیا اور خدا کی توحید کو ازسرنو زندہ کیا۔ اور اس کام کو اس شدومد کے ساتھ انجام دیا کہ کسی شخص کی زندگی میں اسکی نظیر نہیں ملسکتی۔ بُت پرستی سے آپؐ کو شروع سے نفرت تھی۔ [illegible] ابوطالب کے ہمراہ بصرہ تشریف لے گئے تو وہاں ایک [illegible] خانقاہ تھی۔ جو ایک بڑے پادری بحیرہ نامی کے زیر انتظام تھی

آپ مع چچا کے اُسی شخص کے یہاں مہمان ہُوئے۔ ایک موقعہ پر ابُوطالب اپنے بُتوں، لات و ہُبل کی تعریف کرنے لگے۔ اور مسیحی خُدا پر اُن کی فوقیت کا خیال پیش کرنے لگے۔ آنحضرتؐ چُپ چاپ سُنتے رہے۔ لیکن آپ کے چہرہ سے غُصہ ظاہر ہوتا تھا۔ آخر کار آپ آبدیدہ ہو کر کہنے لگے۔ کہ مجھے اس نفرت کا اظہار کرنے کے واسطے الفاظ نہیں ملتے۔ جو اُن بُتوں سے ہے جنہیں میرے ہموطن پُوجتے ہیں۔ اب غور کا مقام ہے۔ کہ اُس شخص کی زبان سے ایسے الفاظ کا نکلنا، جس کی پرورش بُت پرست خاندان میں ہوئی۔ کس قدر حیرت انگیز ہے! اور اگر آپ اس عظیم الشان کام کا جو آپ کے سامنے در پیش تھا، پُورا احساس نہ رکھتے ہوتے۔ تو یقیناً یہ الفاظ آپ کی زبان سے نہ نکل سکتے تھے +

بعض مسیحی حضرات نے اس امر کا ادّعا کیا ہے۔ کہ آنحضرت نے اوائل عُمر میں بُت پرستی کی ہے۔ لیکن یہ قول سراسر باطل ہے۔ اور محض دعویٰ ہے جس پر دلیل نہیں ہے۔ برخلاف اس کے جو واقعہ اُوپر بیان ہوا۔ وہ اس عمر میں پیش آیا جب آپ ۱۲ سال سے زیادہ کے نہ تھے۔ اور علاوہ بریں خُود ابُوطالب نے بہت سے شواہد اس امر پر پیش کیئے ہیں۔ کہ بُت پرستی سے آپ کو قطعی نفرت تھی۔ اور ابُوطالب نے اپنے بھائی عباسؓ سے ایکدفعہ کہا۔ کہ میں نے محمدؐ کو نہ کبھی جھوٹ بولتے دیکھا۔ نہ اُس کے اندر خوشامد اور کاہلی کا شائبہ پایا۔ تمام احادیث مُتفق ہیں۔ کہ آپ بچپن ہی سے سلیم الطبع واقع ہوئے تھے۔ اور جو اشغال نوجوانوں کی دلچسپی کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ ان سے آپ کو قطعی نفرت تھی۔ آپ کو ایامِ طفولیت ہی سے صفائی پسند تھی۔ ابوطالب کے بچے میلے کچیلے لباس میں باہر آتے مگر آپ ہمیشہ اپنا لباس ستھرا ہی رکھتے۔ آپ امن پسند اور صلح جو تھے۔ لڑائی جھگڑے سے دُور رہا کرتے۔ اور ہمیشہ سنجیدہ اور خاموش نظر آتے۔ اپنی پاکیزہ ذات کے سبب آپ بزرگوں کی صحبت میں اپنا وقت صرف کرتے۔ اور

بچوں کے ساتھ کبھی نشست و برخاست نہ کرتے۔ آپ مطلق حریص و طامع نہ تھے اور کبھی روٹی کا سوال کرتے نہ دیکھے گئے (اگرچہ بچے گھر میں اکثر کھانے کے لئے وقت بیوقت ضد کیا کرتے ہیں) ایک واقعہ جو بروقت تعمیر کعبہ پیش آیا قابل تذکرہ ہے۔ جبکہ اہل قریش کعبہ کی مرمت کرتے تھے تو بچوں کا برہنہ ادرگرد پھرنا اسجگہ کچھ معیوب نہ تھا۔ لیکن صغیرسن محمدؐ ہمیشہ چھوٹا سا تہ بند باندھے رہتے تھے۔ آپ کے چچا عباس نے اس خیال سے کہ مبادا پتھروں کے اُٹھانے سے آپ کو خراش پہنچے آپ سے کہا " اے بیٹے اگر تم اپنا تہ بند کھولدو تو میں اُسے تمہارے کندھے پر رکھدوں تاکہ پہاڑی پتھروں سے تمہارے جسم کو صدمہ نہ پہنچے" ۔ اور یہ کہکر تہ بند کھول دیا۔ لیکن بھتیجے (محمدؐ) کو اس حرکت سے اسقدر صدمہ ہوا کہ غش آگیا۔ اس کے بعد پھر کبھی کسی نے آپ کو برہنہ نہ دیکھا +

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے۔ کہ شروع زندگی ہی سے آپ کی صداقت راستبازی ایمانداری کی وجہ سے لوگ آپؐ کو الامین کے لقب سے پکارتے تھے۔ اور یہ لقب زندگی بھر آپ کے ساتھ رہا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کی صداقت اور دانائی دونوں اس قدر غیر معمولی تھیں۔ کہ لوگ معاملات میں متنازعہ میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حالانکہ عرب بحیثیت قوم تمام دُنیا میں تُند مزاج اور غصہ ور مشہور تھے۔ اور بارہا ایسا ہوا ہے۔ کہ آپؐ کی دانشمندی سے کشت و خون ہونے ہوتے رہگیا ہے۔ چنانچہ اسکی تشریح کے لئے ایک واقعہ کا بیان کافی ہوگا جب کعبہ آگ سے برباد ہو گیا تو اس امر پر تنازعہ پیدا ہوا۔ کہ کون شخص حجر اسود کو اسکی پُرانی جگہ رکھنے کا فخر حاصل کرے؟ اس پتھر کی قدامت نے اور مخصوص تقدس نے جو اسلام سے اُسے حاصل تھا صورت حال بڑی پیچیدہ کردی تھی۔ چنانچہ اس فخر کو حاصل کرنے کے واسطے مختلف قبائل اور خاندان برسر پیکار ہونے کے لئے طیار تھے۔ آخرالامر اسبات پر تصفیہ ہوا۔ کہ کل صبح جو شخص پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو۔ وہ پنچ مقرر ہو۔ اور اس قضیہ کا فیصلہ کرے۔ حسن اتفاق سے جو

شخص پہلے داخل ہؤا وہ آپ تھے۔ اور لوگوں نے آپ سے اس مسئلہ کے تصفیہ کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فیصلہ کرنے میں تاخیر نہ کی۔ اور یہ واقعہ آپ کی آیندہ زندگی کیلئے جو ایک قانون ساز کی ہونیوالی تھی بہت اچھی بسم اللہ تھی۔ آپ نے اپنی چادر پھیلائی اور پتھر کو اسمیں رکھا۔ قبائل کے سرداروں سے درخواست کی۔ کہ ہر ایک چادر کا کونہ تھام لے اور اِس طرح پتھر اس کی جگہ رکھدیا گیا۔ اور آپ نے ہر ایک کو خوش کر دیا۔ اور زبردست جنگ وجدال کو اپنی دانشمندی سے ٹال دیا۔ جو ممکن تھا کہ خوفناک صورت اختیار کر لیتی +

اپنی عمر کے بیسویں سال میں آپ اپنے چچاؤں کے ساتھ اُن جنگوں میں شریک ہوئے۔ جو اس زمانے میں اور اس کے بعد واقع ہوئیں۔ بعدازاں مکہ کی گرد و نواح کی پہاڑیوں پر آپ بھیڑ بکریاں چراتے رہے۔ اور بہت ممکن ہے۔ کہ اس خاموشی کے زمانہ میں آپ کی غور و فکر کی عادت میں نمایاں ترقی ہو گئی۔ اور آیندہ زندگی کیلئے تیار ہوتے رہے۔ ۲۵ سال کی عمر میں آپ کی صداقت اور نیک عادات کی شہرت دُور و نزدیک پھیل گئی تھی۔ چنانچہ خدیجہؓ نے جو ایک مالدار خاتون اور آپ کی دُور کی رشتہ دار بھی تھیں آپ کو اپنا گماشتہ مقرر کیا۔ یہ تقرر ابُوطالب کے ایماء سے عمل میں آیا۔ کیونکہ وہ آپ کی قابلیت سے جو آپ کو تجارتی معاملات میں حاصل تھی۔ بخوبی واقف تھے۔ اس خاتُون کی طرف سے آپ نے تجارت کا سرانجام کیا۔ اور دو دفعہ شام کو تشریف لے گئے۔ آپ نے بڑی کامیابی سے کام کیا۔ اور تجارتی معاملات کو بڑی خوُبی سے انجام دیا۔ اور اس کامیابی سے ان باتوں کی کامل تصدیق ہو گئی جو قبل از وقت آپ کی نسبت کہی گئی تھیں۔ آپ کی خوُبی طبع اور ذاتی قابلیت کی وجہ سے خدیجہؓ آپ سے بیحد مانوس ہو گئیں۔ اور تجارت کی کامیابی نے انھیں آپ کا بیحد گرویدہ بنا دیا۔ چنانچہ جانبین کی اُلفت باہمی کا لازمی نتیجہ یہ ہؤا کہ دونوں کی شادی ہو گئی۔ اگرچہ خدیجہؓ آپ سے عمر میں بڑی تھیں۔ اس

شادی کی وجہ سے جو بڑی خوش آیند تھی۔ آپؐ کی مالی حالت بہت اچھی ہوگئی۔ بہت سے مالدار آدمیوں نے خدیجہ سے شادی کی درخواست کی تھی۔ لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ اور اس شخص کو پسند کیا۔ جس نے اپنی ذاتی لیاقت اور عمدہ چال چلن کے باعث ان کے دل میں گھر کرلیا تھا +

اس شادی کے سبب آپؐ نے مکّہ کے تجارتی لوگوں میں ایک ممتاز درجہ حاصل کیا۔ اور اب تک آپؐ کی زندگی بڑی گہری غور و فکر میں گذری تھی۔ لیکن آپؐ نے گہری نگاہ سے صحیفۂ قدرت کا مطالعہ کیا تھا۔ لیکن شادی کے بعد آپؐ کو اس قسم کی سوچ بچار والی زندگی بسر کرنے کا بہت زیادہ موقعہ ملا۔ اور آپؐ کی طبیعت کو اس زندگی سے ایک قدرتی لگاؤ تھا۔ یہ سچ ہے کہ آپؐ تجارت میں بھی مشغول رہے۔ لیکن آپ کو ان عظیم الشان فرائض کے متعلق غور و فکر کرنے کا بھی موقع ملا۔ جو اس زندگی کے اختتام سے قبل آپؐ کے ذمہ ہونیوالے تھے۔ آپؐ نے اپنے دماغ میں مکّہ کی بُت پرستی اور مُشرکانہ زندگی کو یہود اور نصاریٰ کے مذہب کے پہلو بہ پہلو رکھا۔ اور آپ کو اصلاح عظیمہ کی ضرورت کا احساس پیدا ہوگیا۔ تمام مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپؐ ایک بینظیر شوہر تھے۔ اور آپؐ کی بیوی آپؐ سے بیحد الفت کرتی تھیں۔ اور آپؐ کی خانگی زندگی بید اغ تھی۔ یہ شادی جو آپؐ کی عمر کے پچیسویں سال میں ہوئی ایسی نہ تھی کہ رُوح اور جسم دونوں کا اِتّحاد ہوگیا تھا۔ اور ۲۷ سال تک متاہل زندگی میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔ آپؐ اپنی سے بیوی سے بیحد محبّت کرتے تھے اور وفادار تھے۔ جب تک خدیجہؓ زندہ رہیں آپؐ نے دوسری شادی نہیں کی۔ اور بعد ان کی وفات کے انکی وفاداری کا نقش آپؐ کے دل پر تا دم مرگ قائم رہا۔ خدیجہؓ کے بعد جو آنحضرت صلعم نے دیگر مستورات سے شادیاں کیں اُن کی نسبت بڑی بھاری غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے ان کے بعد آپؐ نے ایک جمیلہ خاتون عائشہؓ سے شادی کی۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ

وہ خدیجہؓ مرحومہ پر رشک کھاتی تھیں۔ اور ایک دفعہ انھوں نے آنحضرتؐ سے پُوچھا۔ کیا آپؐ مجھے خدیجہؓ سے زیادہ پیار کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا اور یہ جواب قابل غور ہے۔ "خدیجہ سے اچھی بیوی ہو نہیں سکتی۔ جب لوگ مجھ سے نفرت کرتے تھے۔ اس وقت وہ مجھ پر ایمان لائی۔ اور جب میں غریب اور مفلس تھا۔ اور لوگ مجھے ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔ اس وقت اُنھوں نے میری ضروریات کا لحاظ کیا۔" عائشہؓ سے بھی آپؐ کو بہت محبت تھی۔ اور دیگر ازواج اُن دوستوں کی بیوائیں تھیں جو آپ کے ساتھ [illegible] جنگوں میں شریک ہو کر شہید ہو گئے تھے۔ مشرقی ممالک میں بیوہ کی زندگی بڑی افسوسناک ہوتی ہے۔ اور آپ کا رحم دل ان بیکس عورتوں کے لئے کڑھتا ہوگا۔ جن کے خاوندوں نے اسلام کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دی تھیں۔ اور اس لئے آپؐ نے انھیں اپنے گھر میں پناہ دی۔ یہ سچ ہے کہ بحیثیت ازواج آپؐ کو اُن کی ضرورت و احتیاج نہ تھی۔ لیکن بحیثیت ایک بیکس کے مددگار اور پناہ دہندہ کے آپؐ نے بہت اچھا کیا جو انھیں اپنے گھر میں رکھ لیا۔ اور اِس طرح اُن عورتوں کی دعا لی جن کی زندگی بغیر اس کے المناک اور پُر از آلام ہوتی۔ خانگی معاملات میں آپؐ بڑے نفاست پسند تھے۔ اور روزمرّہ کی زندگی میں بڑی شدومد کے ساتھ [illegible] اوقات کو ملحوظ خاطر فرماتے تھے۔ اور اس منصفانہ مزاج کے باعث اہل عرب آپؐ کی بڑی عزّت کرتے تھے +

مذہب محبّت

اسمیں فاضل مصنف نے براہین قاطعہ کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے۔ کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو زمین پر صلح امن۔ آشتی۔ محبّت۔ پیار۔ یکجہتی کامیابی کے ساتھ قائم کرسکتا ہے قیمت صرف ۲/

مینیجر مسلم بُک سوسائٹی۔ عزیز منزل لاھور (پنجاب)

کتبخانہ اسکندریہ کو پادریوں نے جلا دیا

مروجہ عیسائی مذہب کس طرح بنا

اسکندریہ قبل از بعثت مسیح علم و فضل کا مرکز تھا علم ہندسہ ریاضی فلسفہ کیلئے مختلف مدارس اس شہر میں تھے۔ جہاں فضلاء زمانہ بذریعہ لکچر علم و فلسفہ کے لکچر دیا کرتے تھے معلومہ مغربی دنیا کے چارگوشوں سے طلباء وہاں آکر استفادہ کرتے تھے۔ حکیم افلاطون نے جہاں نشأۃ عالم پر بحث کرتے ہوئے عقل کل کا نظریہ تجویز کیا۔ وہی نظریہ مختلف شکلیں بدلتا ہوا ظہور مسیح سے کچھ برس پہلے حکیم فائیلو موسٹ گافی کے ماتحت نظریہ لوگس میں منتشکل ہو گیا" لوگس" کے لفظی معنی" کلام کے ہیں حکیم فائیلو نے نشاء عالم کو اس طرح بیان کیا۔ کہ خالق کائنات کا کلام جو اسکے سینہ میں تھا۔ اور اسکے ساتھ ازل سے قائم تھا۔ وہ جب الفاظ کی شکل میں ظاہر ہوا تو اس نے کائنات کی شکل اختیار کر لی۔ اس لوگس یا کلام کو حکیم موصوف خالق کائنات کا اکلوتا بیٹا قرار دیتا ہے۔ اسی اکلوتے بیٹے کو ابدی ازلی قرار دے کر اسے باپ کے ساتھ تخت پر متمکن قرار دیتا ہے۔ اس مسئلہ پر ایک لاطائل بحث حکیم فائیلو نے سوفسطائی رنگ میں کی ہے۔ جو آج کی عقل کے معیار پر نہیں ٹک سکتی۔ لیکن جناب مسیح کی بعثت سے پہلے یہ مسئلہ لوگس اسکندریہ کے مدارس میں نہایت شد و مد کے ساتھ تعلیم کیا جاتا تھا جناب مسیح کے بعد جب معماران کلیسیا نے دیکھا۔ کہ عیسائی مذہب یورپ میں توجہ عامہ کو منعطف نہیں کر سکتا۔ تو انھوں نے حقیقی تعلیم مسیحیت کو پس پشت کر کے رسمی عیسائیت کی بنیاد اُن امور پر رکھی جو ظہور مسیح پر دنیا میں دائر و سائر تھے۔ مغربی مشرقی دنیا اس وقت تین عقائد کی پرستار تھی۔ پیدائش کائنات کے متعلق تو حکیم فائیلو نظریہ لوگس مقبول عام تھا۔ اور گناہوں سے نجات کے متعلق بجین ازم نے (مذہب کفریات) ہر جگہ یہ تعلیم کر دی تھی۔ کہ انسانی نجات کیلئے کوئی خدا زادہ کسی باکرہ کے پیٹ سے پیدا ہو کر دنیا کو اپنے خون کے ذریعہ نجات دیتا۔ یہ عقیدہ نجات ایران سے لے کر انگلستان تک ہر جگہ دائر و سائر تھا۔ تیسرا عقیدہ جھود ثت ...

تعلق رکھتا تھا۔ یہودی لوگ ہمیشہ سے ایک مسیح کی پیدائش کے منتظر تھے جس نے
انہیں غیر اقوام کی غلامی سے نکال کے بادشاہت عطا کرنی تھی۔ جب پولوس
اور اس کے متبعین نے دیکھا۔ کہ یہودی جناب عیسیٰ کی تعلیم کو قبول
نہیں کرتا۔ تو انہوں نے آہستہ آہستہ ایک ایسے مذہب کی بنیاد رکھی۔
جسمیں یہ مندرجہ بالا تینوں عقاید آ شامل ہوں۔ لہذا یہ تعلیم دیگئی کہ ابن مریم
یہودیوں کا انتظار کردہ مسیح موعود ہے۔ تو وہ فلسفی مزاجوں کے لئے
حکیم فائیلو کا لوگس ہے۔ پیگن دنیا کو یہ بتلایا گیا۔ کہ ابن مریم اسی قسم
کا باکرہ زادہ ابن اللہ ہے۔ جس طرح کہ مسیح سے صدیوں پہلے ہر جگہ
ابن اللہ آتے رہے۔ اور جس طرح یہ خدا کے بیٹے مصلوب یا مذبوح
ہو کر دنیا کی نجات کا موجب ہوئے۔ اسی طرح اب ابن مریم آیا ہے۔
اس نئے مذہب کی ترویج کے لئے یہ انتظام بھی کیا گیا۔ کہ جہاں جہاں
پیگن ازم یا حکیم فائیلو کا فلسفہ تعلیم دیا جاتا تھا۔ اسے تلوار کے ذریعہ
نیست و نابود کر دیا۔ تاکہ دنیا یہ نہ سمجھے۔ کہ تعلیم مسیحیت کے ماخذ
فلسفہ فائیلو یا تعلیم پیگن ازم تھی ٭

ظہور مسیح کے وقت جیسے کہ اوپر ذکر آیا ہے۔ اسکندریہ فائیلو کے
فلسفہ کا تعلیم گاہ بنا۔ وہاں ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا۔ آغاز مسیحیت
میں عیسوی مذہب کا اسکندریہ میں پرانے مذہب سے تصادم ہوا۔ اس وقت
پرانے مذہب اور فلسفہ کی ایک مشہور معلمہ ہائی پیشیا نامی تھی۔ اسے اپنے
علم و فضل کے باعث شہرت عامہ حاصل تھی۔ صدہا طالب اس کے لیکچر
سننے آتے۔ اور بڑے بڑے شاگرد ہی اس کے آگے سر جھکاتے۔ ہر مروجہ علم
میں اسے ید طولیٰ حاصل تھا۔ آخر وہ پادریوں کے [illegible] تعصب سے
شہید ہوئی۔ اور اس وقت کے حکام [illegible] نہایت بیدردی [illegible] سے قتل کی گئی
اس کا نازک جسم بازاروں میں گھسیٹا گیا۔ اس واقعہ [illegible] سے بعد [illegible]

کا کتب خانہ بھی اُن پادریوں نے جلادیا +

یوں تو یہ باتیں پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہیں - لیکن پادریوں کا یہ طریق عمل اسلام کے خلاف ہمیشہ سے چلا آیا ہے - کہ پادریوں یا مسیحیوں کی جن جن باتوں کو یا معتقدات کو زمانہ نے ترقی پاکر مذموم ٹھیرایا - اور انہیں عام خلائق کی رائے کے مقابل اُن امور کو چھوڑ دینا پڑا - کچھ عرصہ کے بعد انہیں امور کو انھوں نے اسلام کے سر تھوپ دیا - آج جو جو باتیں وہ اسلام کے خلاف کہتے ہیں - وہ تو اسلام میں نہیں - ہاں وہی قبیح باتیں ایک وقت ان کا سرمایہ ناز تھیں - چنانچہ کتب خانۂ اسکندریہ کو جلا کر اسی فعل کو ایک مدت تک کلیسیہ نے ایک فعل مستحسن سمجھا - لیکن جب زمانہ نے نئی روشنی میں اس فعل پر نفرت ظاہر کی - تو کہ دیا گیا کہ اُس کتب خانہ کو خلیفۂ ثانی جناب عمرؓ کے حکم سے جلایا گیا - گو یہ امر بالکل کذب و افترا ہے - لیکن پھر بھی پادری یا اُن کے چیلے چانٹے اس کذب کے دُہرانے میں نہیں تھکتے - چنانچہ حال ہی میں لندن کے ایک جریدہ (آکلٹ ریویو) کے جون نمبر میں فقرات ذیل ہمیں نظر آتے ہیں :-

ایک شخص تاسف اور رنج کیئے بغیر نہیں رہ سکتا جب وہ دیکھتا ہے - کہ مسلمانوں نے کُتب خانۂ اسکندریہ کو جلادیا" +

اس کا جواب امام بدرو دکنگ نے فی الفور اسی رسالہ میں دیا جسمیں ہم صرف ذیل کے اقتباسات لکھتے ہیں :-

فاضل ہمبلڈٹ اپنی کتاب کرسموس کے صفحہ ۲۱۵ میں ذیل کے الفاظ لکھتا ہے :-

یہ جو کہا جاتا ہے - کہ اسکندریہ کا کتب خانہ عمر (خلیفہ ثانی کے جرنیل) نے جلایا - اور اُس سے چالیس ہزار حمام چھ ماہ تک گرم ہوتے رہے -

اس کے ذمہ وار صرف وہ مصنف ہیں جو کتب خانہ کے جلنے سے پانصد اسی برس بعد پیدا ہوئے +

گبن اپنی تاریخ زوال روما میں بصفحہ ۲۴۶ لکھتا ہے :-

میں اس واقع کو اور اس امر کو (یعنے کتبخانہ کا زمانۂ خلیفۂ ثانی میں جلنا) صحیح نہیں مانتا +

رینان اپنے مضمون اسلام میں لکھتا ہے :-

عمر نے اس کتب خانہ کو ہرگز نہیں جلایا - اس کتب خانہ کا خود اس کے وقت میں نام و نشان بھی نہ تھا +

اسلام تو ہمیشہ علم و فضل کا محافظ رہا - یونانی علوم کا دنیا میں قائم رہنا - اسلام کا ہی مرہون احسان ہے + ہاں یہ بات صحیح ہے کہ کلیسیا ہمیشہ علم و فضل کا دشمن رہا - انجیل تورات میں بہت سی باتیں لکھی پڑی ہیں جو موجودہ علوم کی روشنی میں ایک احمق کے ہذیان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں - جب کبھی کوئی علمی انکشاف ان تعلیمات بائبل کے خلاف ہوا - تو کلیسیا نے اس کی بیخکنی کی - اور علما کو طرح طرح کا عذاب دیا - جو ان انکشافات کے موجب ہوئے - یہ اگلا زمانہ تو کنار رہا لیکن آج بھی وہی حال ہے - گذشتہ اگست ۱۹۲۶ء میں بمقام ہارلن لنٹکی (صوبجات متحدہ امریکہ) ریورنڈ مسٹر بیک نے مسٹر ویلز کی مشہور کتاب ڈی اوٹ لائن آف ہسٹری (The Outline of History) کو شارع عام میں جلایا - اور جلاتے کے وقت یہ فرمایا ہے - کہ یہ ایک زہریلی کتاب ہے - اور اس قابل نہیں کہ کوئی اسے پڑھے " اس کتاب کا زہریلا پن اسی قدر ہے - کہ اس کتاب میں کتاب پیدائش و توریت سے اختلاف کیا گیا ہے -

کلیسیا کے بزرگ ہمیشہ کتب علمیہ کو جلانے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب احمد سعید صاحب چپراسی دفتر مسلم مشن ووکنگ لاہور	۹	۳	
جناب خلیفہ عبداللہ صاحب محرر رسالہ اشاعت اسلام لاہور	۳	۹	۲
" محمد شفیع صاحب کلرک سوسائٹی	-	۱۵	
" سید محمود صاحب میسور	-	-	۱
" عبدالرحیم صاحب میسور	-	-	۱
" منہاج الدین صاحب شیخوپورہ	-	-	۵
جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مسلم مشن لاہور	-	۹	۶
" امانت محمد صاحب کلرک " " "	-	۳	
حکیم محمد اسحاق صاحب کلرک ریویو " "	-	۱۰	
جناب صفدر حسین صاحب حیدرآباد دکن	-	-	۶
" معلوم الاسم	-	-	۷
" تاج الدین صاحب وردھا چلم	-	-	۵
" فضل کریم صاحب فیروزپور	-	-	۳
" مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	-	-	۵
" ڈاکٹر ایم ای صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰
جناب بنت محمد علی احمد خان صاحب علی گڑھ	-	-	۲
جناب سمیع الدین صاحب رہتک	-	-	۱

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب منشی محمد الدین صاحب بہاولپور	-	-	۶
" سید محی الدین صاحب سکندرآباد دکن	-	-	۱
" محمد نور غنی صاحب ڈیرہ الہ . .	-	۱۰	۵
" صاحبزادہ عبدالواحد خان صاحب اجمیر		-	۱۲
" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	-	-	۱
" ٹی۔ کے مرزا غلام محمود صاحب بمبئی	-	-	۵
" بدر الحسن صاحب وکیل مظفرپور	-	-	۵
" معجل خان صاحب ہیلاکنڈی کچھار	-	-	۵
" فضل الدین صاحب بھوپال	-	-	۵
" سید محمود صاحب میسور سٹیٹ	-	-	۱
نامعلوم الاسم	-	-	۶
جناب محمد عثمان صاحب بریلی	-	-	۳
جناب مسٹر ایم۔ اے۔ خان صاحب اوکاڑہ	-	-	۲۰
جیب خاص قاضی مظہر الحق صاحب ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء	-	۳	۱
سالانہ عطیہ حضور اعلیٰ حضرت نواب صاحب بہادر دام اقبالہ بہاولپور	-	-	۶۰۰۰
میزان	-	۱	۶۱۴۶

نقشہ ۲ آمد اسلامک ریویو شیئر فنڈ بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
حضور اعلیٰ حضرت نواب صاحب بہادر بھوپال دام اقبالہ مفت تقسیم ریویو	-	۸	۴۹
جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	-	۱۰	۵۶۷
میزان	-	۱	۶۲۷

نقشہ ۳ آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱ مشتاق احمد صاحب بھوپال	-	-	۳۵
۲ حضور نواب صاحب بہادر والئے ریاست رامپور دام اقبالہ	-	-	۱۲۰۰
۳ حضور " " " کروائی	-	-	۵۲۰
۴ حضرت سیدنا مولانا طاہر سیف الدین صاحب الداعی الاجل	-	۹	۶۷۲
۵ جناب [illegible] صاحب [illegible] ریاست منگرول	-	-	۱۹۸
۶ لالہ [illegible] ہال	-	-	۲۰
میزان	-	۹	۲۶۴۹

نوٹ - رقم نمبر ۱ - ۲ - ۴ - ۵ بذریعہ ڈرافٹ ۔ ۹ - ۶ - ۹۶ - ۲ روپیہ کا ووکنگ بھیجا گیا - ملاحظہ ہو نقشہ نمبر ۵ بابت اخراجات سکرٹری ووکنگ مسلم مشن لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی مبلغ اسلام امام شاہجہان مسجد ووکنگ

خطباتِ غربیہ

یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایانِ اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور اسکی حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے۔ بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ مکمل سٹ بجلد ۱۲ر مجلد عہ ر۔

سلکِ مروارید

یہ ان دس زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لیکر ۱۹۲۳ء تک دس مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات پر بلیں انگریزی میں دیئے۔ نیز دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے۔
قیمت بجلد عہ ر مجلد عہ ر

مکالماتِ ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایاں کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم احباب جنکو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے۔ اُن کے لئے مفید ہیں۔ قیمت۔ صرف ۱۲ر مجلد عہ

براہینِ نیرہ حصہ اوّل
معروف بہ زندہ و کامل الہام

اس میں یہ دکھایا گیا ہے۔ ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منصفانہ بحث کی ہے
قیمت ۱۲ر مجلد عہ ر

مقصدِ مذہب

یہ وہ معرکۃ الآرا لیکچر ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا تھا۔ اس کانفرنس میں عیسائی۔ سناتن دھرم۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی اور بہت سے دیگر مذاہب کے نمائندوں نے اپنے لیکچر پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے۔
قیمت مجلد صرف ۱۲ر

ضرورتِ الہام

فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب نے ہی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر عقلی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور الہامی ہی مذہب آیا ہے۔
قیمت بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ ر

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں سب نام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یکجہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے۔ قیمت ۱۲ر مجلد عہ ر

اُسوۂ حسنہ
معروف بہ زندہ و کامل نبی

اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہو سکتا ہے۔ تو وہ آپ ہی کی ذات مبارک ہے۔ قیمت ۱۲ر مجلد ۱۲ر

لندن میں جلسۂ مولود النبی صلعم

اس کتاب میں اُس جلسہ کی رُوداد ہے جو سیسل ہوٹل ۱۹۱۱ء میں آنحضرت صلعم کی مقدس تقریب ولادت پر ہوا۔ اس میں فاضل نو مسلم مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال کی زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم پر ہے۔ جو قابل رشک ہے۔ قیمت ۲ر

المشتہر

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

رجسٹرڈ ایل

نمبر

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(قرآن مجید)

اشاعت اسلام

اردو

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلّغ اسلام

درخواست ہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل لاہور

قیمت سالانہ

"Islam means peace with the Creator as well as with His creatures. Obeying divine commandments as shown in doing good to fellow men is a noble ideal, and appeals to the intellect and heart."

CHARLES ABDULLAH GARNER.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد (۱۳) | بابت ماہ جنوری سنہ ۲۷ء مطابق رجب سنہ ۴۵ھ | نمبر (۱)

تشریح تصویر | اس ماہ کے رسالہ کو جناب چارلس عبداللہ گارنر صاحب نومسلم کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ کہ

"اسلام خالق و مخلوق کے درمیان رشتۂ امن و اتحاد کو قائم کرتا ہے۔ اسلام میں ربانی احکام کی کامل انقیاد ہے۔ اور ان ربانی احکام پر بندگان خدا سے نیک سلوک کرنے سے عمل پیرا ہونا۔ ایک افضلترین نصب العین ہے۔ جو کہ عقل۔ فہم۔ ادراک۔ دل و دماغ کو اپیل کرتا ہے"۔

چارلس عبداللہ گارنر

زکوٰۃ

ہر ایک مسلم پر لازم ہے۔ کہ وہ سال میں ایکدفعہ اپنے اندوختہ کا حساب کرے اور اس پر اڑھائی فیصدی زکوٰۃ دے۔ اسلام میں سخاوت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اختیاری اور ایک لازمی مؤخر الذکر زکوٰۃ کہلاتی ہے۔ جس کا مصرف ادا کرنے والے کی رائے پر منحصر نہیں ہوتا۔ بلکہ زکوٰۃ ایک بیت المال میں جس کا انتظام ایک مجلس کے ہاتھوں میں رہتا ہے۔ ادا کی جاتی ہے۔ اور وہ مجلس

حسب ذیل آٹھ مقاصد کیلئے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں خرچ کرسکتی ہے :-

انما الصدقٰت للفقراء و المسٰکین و العٰملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین و فی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله و الله علیم حکیم۔ **ترجمہ** - خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے۔ اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو مال خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں۔ اور اُن لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہے۔ ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے۔ اور نیز قیدِ غلامی سے غلاموں کی گردنوں کے چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے میں اور نیز خُدا کی راہ میں اور نیز مسافروں کے زادِ راہ میں۔ یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا اور صاحب تدبیر ہے +

الفاظ "خدا کی راہ میں" جو فی سبیل اللہ کا ترجمہ ہے۔ اسلامی صدقتوں کا غیر مسلموں کے لئے بھی مفید ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ کی چوتھی مد بھی اسلام کی تعلیم کا ایک اور پہلو واضح کرتی ہے۔ والمؤلفة القلوبهم سے مُراد وہ لوگ ہیں۔ جو اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اُن کا قبول اسلام اُن کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے کا موجب بن رہا ہے۔ یہانتک کہ وہ اپنی روزمرّہ کی آسائشوں سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ پس اُن نومسلموں کی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کے آرام و آسائش کو برقرار رکھنے کے لئے زکوٰۃ کا ایک حصّہ خرچ کیا جانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اِس طرح سے ہر ایک مسلم کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی زکوٰۃ کا ایک حصّہ تبلیغ اسلام کیلئے صرف کرے۔ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر فیاضیوں اور سخاوتوں کی خاص تصریح نہیں کی گئی۔ "ایک مُبتلائے آلام سے خندہ پیشانی کے ساتھ سلوک کرنے سے لے کر خدمت انسانی کے لئے عزیز سے عزیز چیز کی قُربانی تک اختیاری سخاوت" کہلاتی ہے +

عالمِ پیری میں پنشنوں کا تعین - گرجوں سے امداد کی مختلف صورتیں اور سوسائٹی کے مفلس افراد کو افلاس کی صعوبتوں سے بچانے کی تدابیر تمام اسلام کے **قانون افلاس** زدگان ہی کی مختلف صورتیں ہیں +

دُنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے سخاوت اور صدقہ کو ایک قاعدہ میں منتظم کیا - سخاوت کو ایک باقاعدہ انسٹیٹیوشن میں تبدیل کر دیا - حضرت نبی کریم صلعم سے کسی نے پُوچھا - زکوٰۃ کا مقصد کیا ہے - آپ نے فرمایا - کہ یہ ایک طریقہ ہے - جس سے اہل ثروت اپنے لاچار اور مفلس ابنائے جنس کی اعانت کر سکتے ہیں پس ایک مسلم - روزہ اور زکوٰۃ کے ذریعہ اپنے اندر قربانی کی رُوح پیدا کرتا ہے - اور دوسروں کی امداد اور خدمت کی عادت سیکھتا ہے - اس لحاظ سے ماننا پڑتا ہے - کہ اسلام بیشک ایک عظیم الشان مذہب ہے +

گوشوارۂ آمد و خرچ مُسلم مشن ووکنگ دفتر انگلستان

از جنوری سنہ ۱۹۲۶ء لغایت اخیر جون سنہ ۱۹۲۶ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد: پنس	شلنگ	پونڈ	رقم خرچ	نمبر	رقم خرچ: پنس	شلنگ	پونڈ
امداد مشن	۱	۱۰	۱۸	۵۴۷	عملہ اعلیٰ و ادنیٰ	۵	۶	۲	۵۳۲
آمد اسلامک ریویو	۲	۴½	۹	۲۲۴	سائر اخراجات اسلامک ریویو مشن ووکنگ اشاعت ادبیات ٹرسٹ و کتب خانہ و میموریل ہوس لندن	۶	۴½	۴	۱۸۰۲
اشاعت ادبیات (کتب خانہ)	۳	۴½	۶	۱۲۵۹					
متفرق آمد	۴	۸	۱۳	۲۹۸					
کل میزان آمد	۰	۳	۸	۲۳۴۰	کل میزان خرچ		۱۰½	۶	۲۳۳۴

جو کاغذات حساب جناب مولوی عبد المجید صاحب بی اے قائممقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) نے میرے پاس بھیجے - انکی بنا پر یہ حسابات ترتیب دئے گئے ہیں

دستخط خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور

تفصیل نقشہ نمبر ۱ امداد مشن جنوری سنہ ۱۹۲۶ء لغایت آخیر جون سنہ ۱۹۲۶ء

	پنس	شلنگ	پونڈ
از عالیجناب نواب صاحب منگرول (کاٹھیا واڑ)	۸	۱۸	۵۵
جناب سید امیر علی صاحب برائے مسجد ووکنگ	-	-	۱۵
معرفت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب در سفر جنوبی افریقہ	-	-	۲۳۲
از ریاست بھوپال بابت آخری ششماہی سنہ ۱۹۲۵ء بذریعہ معرفت سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل - لاہور	-	۱۴	۲۲۰
متفرق امداد مشن در انگلستان	۲	۶	۲۴
میزان کل	۱۰	۱۸	۵۴۷

تفصیل نقشہ نمبر ۲ آمد رسالہ اسلامک ریویو از جنوری ۱۹۲۶ء تا نہایت ماہ جون سنہ ۱۹۲۶ء

	پنس	شلنگ	پونڈ
فروخت اسلامک ریویو در انگلستان	۱۱½	۲	۲۱۴
متفرق امداد رسالہ اسلامک ریویو	۵	۶	۲۰
میزان	۴½	۹	۲۳۴

تفصیل نقشہ نمبر ۳ آمد اشاعت ادبیات اسلامیہ (کتب خانہ) از جنوری سنہ ۱۹۲۶ء لغایت آخیر جون سنہ ۱۹۲۶ء

	پنس	شلنگ	پونڈ	پنس	شلنگ	پونڈ
جناب سیٹھ احمد مدنی صاحب رنگون				۹	۱۹	۲۵
" شمس الدین ایم قاسم صاحب پینانگ				۳	۱۱	۱۲
حضور نواب صاحب ہلاول				-	-	۱۰
" عمر طوسن پاشا صاحب اسکندریہ				-	-	۵۰
" ایس۔ اے حق دادا صاحب قاہرہ (مصر)				-	-	۱۰
جناب میاں غلام رسول صاحب لدھیانہ				-	-	۵
" کمال الدین حسین صاحب قاہرہ (مصر)				-	-	۱۰۰
" حافظ ہدایت ہاشم صاحب کان پور				-	-	۱
" ڈاکٹر عبد الصمد صاحب کان پور				-	-	۱
" محمد سید ہادی علی صاحب حیدر آباد دکن				-	-	۳۸
" نواب حیدر جنگ بہادر حیدر آباد دکن				-	-	۳
حضور والئے شاہ عراق				-	-	۲۰
" نواب سالار جنگ بہادر معرفت لارڈ ہیڈلے بالقابہ				-	-	۳۸
معرفت جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب در سفر جنوبی افریقہ				۷	-	۶۴۱
معرفت خواجہ عبد الغنی - سکرٹری مسلم مشن ووکنگ بذریعہ ڈرافٹ ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء	۲	۱۷	۱۷			
" " " " جنوری سنہ ۱۹۲۶ء	۱	۱۶	۸			
" " " " فروری سنہ ۱۹۲۶ء	۵	۱۹	۶۱	۸	۳	۲۲۶
" " " " مارچ سنہ ۱۹۲۶ء	۱۱	۴	۲۰			
" " " " اپریل سنہ ۱۹۲۶ء	۲	۱۵	۹۴			
" " " " مئی سنہ ۱۹۲۶ء	۱۱	۹	۲۲			
متفرق امداد اشاعت دینیات اسلامیہ در انگلستان				۱½	۱۱	۷۷
کل میزان				۴½	۹	۱۲۵۹

نقشہ نمبر ۴ متفرق آمد

	پنس	شلنگ	پونڈ
قرآن شریف انگریزی	۵	۹	۸۴
کتب	۳	۷	۱۴۷
Deposit Refundable	۸	۱۲	۲۷
Items Transferred	۰	۷	۰
Advance Recovered	۴	۱۷	۶۰
میزان	۶	۱۳	۲۹۸

نقشہ نمبر ۵ تفصیل عملہ اسلامک ریویو و مشن از جنوری سنہ ۱۹۲۶ء لغایت اخیر جون سنہ ۱۹۲۶ء

	پنس	شلنگ	پونڈ
عملہ اعلیٰ[۱] اسلامک ریویو و مشن	۷½	۲	۴۵۸
عملہ ادنیٰ[۲]	۱۰½	۱۹	۷۳
میزان کل	۶	۲	۵۳۲

نقشہ نمبر ۶ تفصیل خرچ سائر اسلامک ریویو مشن و مسجد و میموریل ہوس لندن مسلم ہوس از جنوری تا اخیر جون سنہ ۱۹۲۶ء

		پونڈ شلنگ پنس	پنس	شلنگ	پونڈ
اخراجات مسجد			۶	۱۷	۱۴
ستہ خرچ مبلغین			۵	۱۴	۳۹
مسلم لٹریچر	اجرت طبع وکاغذ آئی ڈیل پرافٹ	۸۹ ۱۲ ۰	۵	۱۵	۱۰۰
	محصول ڈاک " "	۸-۱۳-۵			
	متفرق	۲-۱۰-۰			
کتابیں برائے فروخت از دیگر کتب فروشاں			۱½	۳	۱۶
اسلامک ریویو	اجرت طبع	۲۵۱-۷-۹	۳½	۱۲	۳۶۸
	نامہ نگار	۰-۱۰-۰			
	بلاک تصویر	۷-۷-۴			
	فوٹوگراف	۶-۰-۰			
	جلد بندی	۰-۱۳-۶			
	محصول ڈاک	۴۸-۴-۱۱½			
	کاغذ	۵۲-۵-۹			
	متفرق	۰-۳-۰			
اخراجات سفر	کرایہ جہاز حضرت خواجہ صاحب در سفر جنوبی افریقہ	۶۶-۰-۰	۰	۰	۱۳۲
	" جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ "	۶۶-۰-۰			
متفرق	مرمت میموریل ہوس وغیرہ	۵-۱۳-۰	۷½	۴	۹۰
	کھوکر برائے کول	۰-۴-۹			
	تالیف قلوب	۱-۱۲-۶			
	مرمت کمبل	۰-۶-۰			
	بیج برائے باغ	۰-۱۰-۰			
	سولیسٹر	۹-۹-۰			
	فوٹوگرافر	۵-۸-۰			
	خرچ پارٹی بر مراجعت جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ از سفر جنوبی افریقہ	۱-۱۷-۶			
	اخراجات عید الفطر	۵۶-۱۰-۳½			
	حسن خدمت ملازمین	۶-۱۵-۶			
	متفرق	۲-۱۶-۲			

فٹ نوٹ نمبر ۱ عملہ اعلیٰ قائم مقام امام مسجد ووکنگ ۱۵ پونڈ ماہوار — بوہرہ مشنری ۱۱ پونڈ ماہوار — منگرول مشنری ۱۱ پونڈ ماہوار — ٹائپسٹ ۸ پونڈ ماہوار — پروف ریڈر ۱۰ پونڈ ماہوار — مفتی ۸ پونڈ ماہوار — محرر پر مشتمل ہے +

نمبر ۲ عملہ ادنیٰ میں باغبان — خادمہ اور باورچی شامل ہیں +

نقشہ تفصیل خرچ ٹرسٹ اسلامک ریویو مشن مسجد میموریل ہوس لنڈن مسلم ہوس از جنوری لغایت آخر جون سنہ ۱۹۲۶ء

مد	پنس	شلنگ	پونڈ
اورینٹل پروڈیوس Oriental Produce (انتقال رقم)	۰	۹	۲
ٹیلیفون	۶	۶	۷
سٹیشنری	۵	۱۱	۱۴
پوسٹیج مشن و ریویو متفرق	۸	۹	۵۵
تاریں	۲	۸	۴
قرضہ	۶	۲	۶۰
واپس رقوم	۹	۱۲	۴۵
تالیف قلوب	۱۱½	۱۳	۲
روشنی و اخراجات۔ پانی و گیس	۸	۱۱	۱۷
اخراجات ٹرسٹ (تفصیل ذیل)	۱½	۲	۲۲۰
خرید کتب	۷½	۱۲	۸
مرمت مسجد و میموریل ہوس	۱	۱۴	۲۷
اخراجات لنڈن مسلم ہوس گیس۔ روشنی۔ کوئلہ وغیرہ	۶	۱۹	۱۳
پیشگی برائے اخراجات ماہ آیندہ؎	۸	۱۷	۱۵۹
فرنیچر و دیگر سامان	۶	۱۷	۴
Transferred from fixed deposit	۳½	۱۱	۳۰۱
موسمی اخراجات	۰	۷	۵
کتب لشیر لائبریری	۱½	۱۵	۹
Items with drawn	۶	۴	۱۱
اخراجات عید الضحیٰ	۶	۱۴	۵۵
میزان کل	۳½	۴	۱۸۰۲

تفصیل اخراجات ٹرسٹ:

مد	پنس	شلنگ	پونڈ
محصول ڈاک پارسل آئی ڈیل پراڈکٹ	۱۰	۲	۱۹
متفرق محصول خط و کتابت " "	۳	۰	۲
Shipment and Freight	۰	۱۴	۱۵
اخراجات عملہ	۰	۰	۱۵
طبع لیٹر فارم	۰	۶	۳
سٹیشنری	۲	۷	۲
اشتہار آئیڈیل پراڈکٹ	۰	۱۰	۳
اجرت طبع اسلام اینڈ سلیوری	۳	۳	۲۶
" " سب سے بڑا نبی	۰	۴	۳
" " ریلیجن آف جیسس	۱۱½	۲	۵۸
کسٹم ڈیوٹی اشیاء جو ہندوستان آئیں	۳	۰	۲
جلد بندی آئی ڈیل پراڈکٹ	۸	۱۱	۳۹
" ریپیر "	۹½	۱۴	۰
ریک و صندوق برائے کتب	۶	۰	۱۱
کاغذ	۴	۷	۲۱

؎ ان چھ ماہ میں کارگذاران مشن یہ رقوم بطور امپرسٹ لیتے رہے جو واپسی پیشگی آمد میں آتی ہی ہیں۔ سکرٹری

ناظرین کرام کی قابل توجہ

اِس ماہ کے ساتھ رسالہ اشاعت اسلام لاہور تیرھویں سال میں قدم رکھتا ہے! اچھی یا بری خدمت اسلامی جو بھی اس نے گذشتہ بارہ سالوں میں سرانجام دی ہے۔ وہ ناظرین عظام سے پوشیدہ نہیں۔ سال رواں کے لئے اس کا کوئی جدید پروگرام نہیں وہی اللہ اور اللہ کے رسول کی تعلیمات کی نشر و اشاعت۔ اندفاع اسلام۔ عیسائیت و دیگر مذاہب پر نہایت ہی متانت اور سنجیدگی سے تنقید محاسن اسلام کو مرنجاں مرنج طریق پر پبلک کے سامنے پیش کرنا ہے +

کارکنان رسالہ اسکی معنوی وصوری دلربائی کی افزائش کی فکر میں ہمیشہ ہی رہتے ہیں اور انکی دلی خواہش ہے۔ کہ رسالہ بہتر سے بہتر مضامین لئے ہوئے۔ صاف و ستھرا پیراہن زیب تن کئے ہوئے اپنے ناظرین کی خدمت میں حاضر ہو۔ اگر ایکطرف کارکنوں کی مندرجہ بالا سطور کی دلی تڑپ ہے۔ تو اسکے مقابل قارئین کرام کے ذمہ بھی کچھ فرائض ہیں! اور وہ یہ کہ کارکنوں کی اس معاملہ میں ہمت افزائی کی جاوے۔ کچھ وسائل و ذرائع ایسے پیدا کئے جاویں جن سے رسالہ کی مالی حالت سدھر کر اسکی مادی تقویت کا موجب ہو۔ ایسے قابلقدر علمی و مذہبی رسالہ کی توسیع اشاعت کرنی ہر مسلم درد لبشر کا فرض ہے۔ اسلئے قارئین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے۔ کہ سال ۱۹۲۷ء کیلئے اپنے اپنے حلقۂ اثر میں سے دو دو جدید خریدار مہیا فرما کر ممنون فرمائیں۔ جو احباب دو خریداران کی قیمت مبلغ لعہ بذریعہ منی آڈر بنام منیجر رسالہ اشاعتِ اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور ارسال فرمائینگے ان کی خدمت میں "پیام اسلام" کی ایک کاپی مفت نذر ہو گی +

خادم

منیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ لاہور

قرآن کریم کا ترجمہ چینی زبان میں

اسلامی دنیا اس وقت ایک تغیر کی حالت میں ہے۔ اور یہ تغیر بہتر حالات کا موجب ہو رہا ہے۔ مدت مدید تک حالت جمود میں رہنے کے بعد بعض واقعات نے لوگوں کے دلوں میں ایک خاص ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ اور وہ اب حقیقتاً ترقی کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ جو چیز آج سے چند سال پیشتر ناممکنات میں سے تھی، آج تھوڑی سی محنت اور کوشش سے تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔ اور بلا روک ٹوک آگے قدم بڑھانے کے لئے دروازے اب چوپٹ کھل گئے ہیں +

اسلامی تہذیب لازماً قرآن کریم کی فطرتی اور عملی تعلیمات کا نتیجہ ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ ان اقوام کو علم حاصل ہو جو دنیا سے، اسلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ تاکہ وہ اپنی اس غفلت و سستی کو ترک کر دیں۔ جن کو اسلام نے سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور ان حدود و قیود کو توڑ دیں جو اسوقت عام ترقی کی راہ میں ایک ناقابل تسخیر رکاوٹ پیدا کر رہی ہیں +

یہ خبر نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائیگی کہ مسٹر لو ایل اے محی الدین نے جو ہانگ کانگ چین کے ایک مشہور و معروف مسلمان ہیں۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کو چینی زبان میں ترجمہ کرنے کی ذمہ واری اپنے اوپر لی ہے۔ وہ اس وقت تک ووکنگ مشن کی بہت سی کتابوں کے چینی تراجم شائع کر چکے ہیں۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا فاضلانہ دیباچہ (مع عربی متن) اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی . . . تصنیف "دی آئیڈیل پرافٹ" چینی زبان میں شائع ہو چکی ہے۔ اور ان لوگوں میں جو اسلام سے دلچسپی رکھتے ہوں مفت تقسیم

کی جاتی ہے۔ خدمت اسلام کے اس مبارک کام پر مسٹر محی الدین کو تہ دل سے مُبارکباد دیتے ہیں ✦

مذہبی معتقدات کے متعلق سوالات

لندن کے اخبار "ڈیلی نیوز" نے اخبار "نیشن" کی طرح اکثر برطانوی اصحاب کے مذہبی معتقدات کو معلوم کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ اور اس غرض سے سوالات کی ایک فہرست تیار کی ہے۔ جو چودہ باتوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سوالات مسٹر ایچ جی ویلز ڈاکٹر کرکنر اور مسٹر براوڈ بروک سٹلمنٹ کے مصنف "یونگ ایتھوزان ریلیجس تھاٹ" مسٹر جے ایم رابرٹسن (جو موجودہ معقولین میں ایک قابل ترین انسان ہیں) مسٹر آگسٹائن بریل (جو بطور ایک مضمون نگار کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اور اس سے پیشتر وزیر تعلیم اور آئرلینڈ کے چیف سکرٹری بھی رہ چکے ہیں) اور مسٹر برنارڈ شا کے مشورہ سے مرتب کئے گئے ہیں۔ اخبار مذکور کی رائے ہے۔ کہ ان سوالات کے جوابات جس وقت مکمل ہو جائینگے تو اس کے شمار و اعداد ملک کے مذہبی اور تمدنی لیڈروں کیلئے نہایت دلچسپی اور فائدہ کا موجب ہونگے۔ ہمیں اسبات پر شبہ ہے۔ اس مُہم کے تیار کرنیوالوں کی اُمیدیں آیا بر بھی آئینگی یا نہیں کیونکہ سوالات کے جوابات بغیر کسی تفصیل یا وجوہات و دلائل محض "ہاں" یا "نہیں" پر مشتمل ہونگے۔

ہم ذیل میں اپنے قارئین کے فائدہ کے لئے اصل سوالات نقل کئے دیتے ہیں :-

۱۔ کیا آپ کسی شخصی خدا کے قائل ہیں ✦

۲۔ کیا آپ کسی غیر شخصی اور مُدبّر بالارادہ اور پیدا کرنے والی طاقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ جس کے لئے زندہ اشیاء بطور آلۂ کار ہیں۔ اور جو

"لائف فورس" (زندگی کی طاقت اور ایوولیوشنری اپیی ٹائیٹ (خواہش ارتقا) کے قائم مقام ہے"؟
۳۔ کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ حقائق کی بنیاد مادہ کے اوپر ہے ؟
۴۔ کیا آپ کسی خاص شخصیت سے نا قابل فنا ہونے کے قائل ہیں ؟
۵۔ کیا آپ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ جناب مسیحؑ کو الوہیت تک پہنچنے کا شرف اِن معنوں میں حاصل تھا۔ جو کسی اور شخص کے متعلق مراد نہیں لئے جا سکتے ؟
۶۔ کیا آپ مسیحیت کی کسی شکل وصورت کے قائل ہیں ؟
۷۔ کیا آپ حواریوں کے مذہب پر ایمان رکھتے ہیں ؟
۸۔ کیا آپ کسی کلیسیا کے اختراعی معتقدات کو مانتے ہیں ؟
۹۔ کیا آپ کلیسیا کے عملاً کام کرنے والے ممبروں میں سے ہیں ؟
۱۰۔ کیا آپ کسی مذہبی عبادت میں برضا ورغبت با قاعدہ طور پر حاضر ہوتے ہیں ؟
۱۱۔ کیا آپ کتاب پیدائش کے پہلے باب کو تاریخی چیز مانتے ہیں ؟
۱۲۔ کیا آپ بائبل کو ان معنوں میں الہامی سمجھتے ہیں جن معنوں میں آپ کے اپنے ملک کا لٹریچر الہامی نہیں مانا جا سکتا ؟
۱۳۔ کیا آپ قلب ماہیت کے قائل ہیں ؟
۱۴۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے۔ کہ قدرت ہمارے بلند نصب العین اور مطامح نظر سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں رکھتی ؟

ان سوالات میں سے بعض تو بالکل سادہ ہیں۔ اور بعض گہری علمیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک معمولی عقل وسمجھ کے آدمی کا دماغ ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

اس سوال کا جواب کہ کیا آپ کلیسیا کے کام کرنیوالے ممبروں میں سے

ہیں۔ اگر دلائل کے ساتھ دیا جاسکتا۔ تو یہ حضرات پلوا در کے لئے سخت پیچیدگی کا موجب ہوتا۔ اور پادریانہ منصب کے لئے مہلک ثابت ہوتا۔ بہت سے تکلیف دہ سوالات اس سے پیدا ہوتے۔ اور پولوسی مسیحیت کی تعلیمات و معتقدات تختۂ صلیب پر لٹکا دیئے جاتے۔ اور اس کے ساتھ ان اسباب سے واقفیت حاصل ہوجاتی جو کلیسیا کی نشستوں اور بنچوں کے خالی ہونے کا باعث ہیں +

مذہبی اور قومی اخبارات نے اپنے حلقۂ اثر سے اس دست اندازی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا لیکن اس طریق تفتیش کو جسکا اس اشتہار "دیلی نیوز" میں اس طریق پر دیا گیا ہے۔ جیسے کسی مال و اسباب کی فروخت کا اشتہار ہوتا ہے وہ جتنا جی چاہے حقارت کی نظروں سے دیکھیں۔ اور اسے "ایک مہلک اخباری کرکاوٹ" قرار دیں یا "لوگوں کے خفیہ حالات کو جھانکنا" تصور کریں یا اسے "آزاد خیالی کی ترقی کی ایک اور مثال سمجھ کر خوشی کے نعرے لگائیں" مگر ایک بات یقینی ہے۔ کہ ان سوالات کا جواب حاصل کرنا بہت سے اصحاب بالخصوص برطانوی لوگوں کے لئے جو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اشتہاروں پر بہت یقین رکھتے ہیں۔ اپنے معتقدات پر غور کرنے کا موجب ہوگا۔ اور وہ دیکھیں گے کہ آیا وہ فی الحقیقت عیسائی ہیں؟ یا ان کے اعتقادات بدل چکے ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ اس ذریعہ سے انہیں اپنے مذہبی خیالات کو درست کرنے میں مدد مل جائے +

اِن سوالات پر جو مقدس اخبارات کے اضطراب کا موجب ہوئے ہیں صرف اس وجہ سے انھوں نے لعنت و ملامت شروع کردی ہے۔ کہ وہ دیکھتے ہیں۔ کہ اس سے ان کے اثر و رسوخ کا گنبد اس سے گر جائیگا اور ان کے مقاصد کو اس سے سخت نقصان پہنچیگا"۔ چرچ ٹائمز" لکھتا ہے کہ اس قسم کے سوالات کو کسی حقیقی فائدہ کا موجب ہرگز نہیں سمجھا جاسکتا"۔

اور یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ لوگوں کی مذہبی حالت کو جانچنے کی غرض کو پورا کرنے میں یہ تمام چیز بے خاصہ ثابت ہوگی" ہمیں اس کو بُرا ماننے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ تعجب انگیز امر ہے۔ کہ اس نے اپنے قارئین پر یہ کہہ کر ایک خاص اثر ڈالنا چاہا ہے۔ کہ کیتھولک مذہب والوں کو کلیسائے انگلستان کے معتقدین اور نان کانفرسٹ جماعتوں کے سرگرم ممبروں کی طرف سے بہت تھوڑے جوابات موصول ہونگے"۔ غالباً اخبار مذکور کے تو نظر یہ خیال ہے۔ کہ پہلے سے خبر کر دینا انسان کو پہلے سے کمربستہ اور تیار کر دیتا ہے +

دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت

۱۸۔ اگست ۱۹۲۶ء کے "ڈیلی ایکسپرس" نے "برطانوی ایک مشرک قوم" کے عنوان سے پر ینبڈری میکی کا حسب ذیل بیان شائع کیا ہے۔ جو انہوں نے ۱۷۔ اگست ۱۹۲۶ء کو "آل سینٹس" کے جلسہ منعقدہ مارگریٹ سٹریٹ لندن میں کیا:۔

"بہت سے انگریزوں نے عیسوئیت کو ترک کر دیا ہے لیکن ابھی تک اور کسی قسم کا مذہب انہوں نے اختیار نہیں کیا"+

مسٹر میکی کے ان الفاظ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ تعجب ہوتا ہے کہ چرچ آف انگلینڈ اسمبلی مسیحیت کا پیغام مشرق بالخصوص اسلامی ممالک میں جہاں کی حدود اور قیود کو وہ غلط طور پر طوٹا ہوا سمجھ رہے ہیں لیجانے کے اسقدر شائق کیوں ہیں۔ جبکہ گھر میں لوگ اس کو چھوڑتے جا رہے ہیں +

دوسروں کو راہ ہدایت دکھانا جبکہ اپنے گھر میں تاریکی کا تسلط ہو غالباً ایک آسان کام ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ایثار و قربانی کی اس سپرٹ اور اس محبت آمیز خصلت کو جو ایک عیسائی مشنری کا خاصہ ہے۔ اس غرض سے نشو و نما دینا

ضروری ہے کہ وہ کام اس سے انجام دیا جاسکے جو اسکے اپنے مفاد کے قطعاً منافی ہے +

بائبل اور ایمانیت

کیا تین منازل کی دنیا ہم مان سکتے ہیں؟

ڈاکٹر گور بشپ آف آکسفورڈ کی ایک معرکتہ الآرا تصنیف

ڈاکٹر گور بشپ آف آکسفورڈ نے ایک معرکتہ الآرا کتاب حال ہی میں لکھی ہے۔ جس کا عنوان ہے "کیا ہم پھر ایمان لا سکتے ہیں"؟ اِس کتاب میں انہوں نے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ آدم اور حوا تاریخ عالم میں کبھی بھی پیدا نہیں ہوئے۔ اور مسیح کے دوزخ میں جانے پر بھی شک کا اظہار کیا ہے۔ چند سال ہوئے ڈاکٹر بارنس بشپ آف برمنگھم نے جو اس وقت ویسٹ منسٹر کے کینن کے عہدہ پر فائز تھے۔ یہی بات کہی تھی اگرچہ ان کے الفاظ مختلف اور طرز بیان زیادہ زوردار تھا۔ اُنہوں نے یہ بیان کیا تھا۔ کہ اگر کتاب پیدائش کی کہانیوں کو ہمارے مدارس کے نصاب میں ہٹنے دیا گیا۔ تو آنیوالی نسلیں یہ خیال کرینگی کہ ان کے آباؤ اجداد کا معیار صداقت بہت ہی ادنےٰ تھا۔ ڈاکٹر گور اور ڈاکٹر بارنس کلیسیائے انگلستان میں سب سے بڑھ کر غور و فکر رکھنے والی ہستیاں ہیں۔ اور وہ ان اُلجھنوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ جن کا اِظہار اپنے اعلانات کے اندر اُنہوں نے کیا ہے۔ آدم اور حوّا کی کہانی جس طرح سے کتاب پیدائش میں دی گئی ہے۔ وہ ایک مفروضہ داستان کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس سے کلیسیائی مسیحیّت کا تمام تانا بانا بگڑ جاتا ہے۔ عہدنامہ جدید جیسا کہ کلیسیا کا ایمان ہے صرف اس لئے آیا کہ نسل آدم کو اس ابدی لعنت سے نجات دلائے۔ جس نے باغ عدن

[۱] ملاحظہ ہو اخبار "سٹار" جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) مورخہ ۹ جولائی ۱۹۲۶ء

میں اس پر تسلط حاصل کیا تھا۔ آدم کی کہانی جو بائیبل میں مذکور ہے وہ بنیادی مسئلہ ہے۔ جس کے اوپر اس عقیدہ کا کہ مسیح کے خون سے گناہ دھوئے گئے دارومدار ہے۔ اگر یہ کہانی ہی باطل ثابت ہو۔ تو وہ تمام تعلیم جس پر پولوس نے اپنی تحریرات میں رسمی مسیحیت کو قائم کرنے کے لئے زور دیا ہے خود بخود باطل ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہم ڈاکٹر گور سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا ایسی حالت میں ہم کلیسیا کے اس سب سے ضروری عقیدہ کو جو مسیح کے خون سے متعلق ہے۔ اور جس کو انہوں نے اپنے ایمانیات میں داخل کر رکھا ہے۔ ایمان لا سکتے ہیں؟

ڈاکٹر گور فرماتے ہیں۔ کہ "اس پوزیشن کے بدلنے سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب پر ہم نے غور کرنا ہے۔ اور اپنی عام مروجہ تعلیم کو اسکے مطابق کر دینا ہے۔ اور جب ہم اس پوزیشن کی طرف لوٹتے ہیں جو کلیسیا کے قرون اولے میں بعض وقت ظاہر کی جاتی تھی۔ تو یہ کوئی بدعت نظر نہیں آتی" فاضل بشپ نے صحیح طور پر نکتہ کی بات کہی ہے۔ اس پوزیشن کے بدلنے کا سب سے پہلا نتیجہ یہ ہے کہ کلیسیائی عقائد پر ہاتھ صاف کیئے جائیں ہمیں کوئی ضرورت اسبات کی نہیں رہتی۔ کہ فطری گناہ یا گنہگار پیدا ہونے پر ایمان لایا جائے۔ نہ ہی ہمیں اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے کسی مصلوب دیوتا کے خون کی ضرورت ہے۔ "دیوتا" کا لفظ ہم نے عمداً استعمال کیا ہے۔ کیونکہ بہت سے مقتول دیوتا مسیح سے پیشتر گذر چکے ہیں۔ جن کے خون کو انسانی گناہوں کو صاف کرنیوالا یقین کیا جاتا تھا۔ ہم ڈاکٹر گور سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اس تبدیلی پوزیشن کے تمام نتائج ذرا زیادہ وضاحت اور صفائی کے ساتھ بیان کر دیں +

ڈاکٹر گور نے یہ بالکل سچ کہا ہے۔ کہ یہ تبدیلی دراصل ابتدائی کلیسیا کی مسیحیت کی طرف مراجعت کے مترادف ہے۔ یہی بات قرآن کریم نے کہی جب

اس نے فرمایا ۔ کہ مسیح نے اپنے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا ان معنوں میں ہرگز نہیں کہا جو کلیسیا کے اندر رائج ہیں ۔ نہ ہی اس نے کفارہ کی تعلیم دی ۔ وہ ایک نبی اللہ تھا جو دنیا کے لئے نور اور روشنی لے کر آیا ۔ اور اپنے پیروؤں کے نجات کی بنیاد اس نے شریعت کی پیروی اور احکام الٰہی کی فرمانبرداری پر رکھی اور یہی اسلام ہے لیکن یہ کہاں تک قرین قیاس بات ہے ۔ کہ انیس صدیوں تک خدا تعالے نے ڈاکٹر گور اور تحریک جدید کے ساتھ اسکے تعلق کا انتظار کیا ۔ تاکہ وہ اس خطرناک غلطی کو جس نے کلیسیائی معتقدات کی شکل میں پیدا ہو کر جناب مسیح کے تمام مذہب کو تباہ کر دیا معلوم کریں کیا ضرورت وقت اس بات کی متقاضی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی شکل میں ابتدا ہی میں ایک اور الہام بھیجدیتا جو اس برائی کو جڑ سے پکڑ لیتا ۔ کیا محض یہی ایک بات ایسی بات نہیں جو منجملہ اور باتوں کے قرآنی الہام کو حق بجانب قرار دیتی اور اسکی ضرورت کو آشکارا کرتی ہے +

ڈاکٹر گور کو ڈین انجی کے ساتھ اس بات میں اتفاق ہے کہ دنیا کی تین منازل (اوپر آسمان نیچے دوزخ اور وسط میں زمین) کا عقیدہ غلط ثابت ہو چکا ہے ۔ اگرچہ ان کے نزدیک مسیح کے صعود الی السما کے عقیدہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا جو ڈین انجی کے نزدیک تین منازل کے عقیدہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ۔ ڈاکٹر گور کا خیال ہے کہ مسیح کے دوزخ میں جانے کی کوئی شہادت نہیں ملتی لیکن صعود کو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔ اور اس لئے یہ ایک مسلمہ واقعہ ہے ۔ منطق اور سادگی کا التباس اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے ۔ اگر دنیا کی بناوٹ ایسی نہیں کہ وہ تین منازل پر مشتمل ہو ۔ تو صعود اور نزول دونوں کا امکان کہاں رہتا ہے ۔ کیا ڈاکٹر گور کسی ایسے آسمان کا پتہ دے سکتے ہیں ۔ جس کی طرف مسیح کا صعود تصور کیا جاتا ہے ؟ اگر وہ ایسا کوئی آسمان مقرر نہیں کر سکتے جیسا کہ تین منازل کے عقیدہ کی غلطی سے ظاہر ہے تو صعود کا عقیدہ بھی ویسا ہی غلط ثابت ہوتا ہے جیسا کہ نزول کا +

ڈاکٹر گور بیان کرتے ہیں۔ کہ مسیح کا دوزخ میں اُترنا استعارتاً تھا۔ یہی بات صعود والے اسماء کے متعلق بھی صحیح ہوسکتی ہے۔ قرآن کریم نے تمام انبیا اور ایمان صالحہ کرنے والے ایمانداروں کے روحانی صعود کا ذکر کیا ہے صعود والے اسماء کی شہادت جو بائیبل میں درج ہے قابل اعتماد نہیں۔ جناب مسیح کے ارد گرد جو لوگ جمع تھے وہ بہت تھوڑی عقل کے مالک اور حقائق کو سمجھنے کے ناقابل تھے مختلف باتوں کے متعلق وہ اپنے خاص خیالات رکھتے تھے جو ضروری نہیں کہ صحیح ہوں۔ اور آئیندہ نسلیں ضرور ان پر کاربند ہوں۔ وہ لیتے ہیں۔ کہ جناب مسیح پہاڑ پر بادلوں میں گم ہوگئے۔ اس سے انھوں نے یہ سمجھا ہے۔ کہ وہ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ لیکن یہ واقعہ پہاڑی مقامات کا ایک عام نظارہ ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں عموماً بادلوں سے ڈھکی ہوتی ہیں اور جو لوگ ان پر رہتے ہیں۔ وہ بادلوں میں پھرتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں وہ بعض وقت ان لوگوں کی نظروں سے غائب ہوجاتے ہیں جو پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوں +

ڈاکٹر گور ان معجزات پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ جن کا بائیبل میں ذکر ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اس ایمان کے بغیر مسیحی مذہب پر یقین پختہ نہیں ہوسکتا۔" ممکن ہے۔ یہ صحیح ہو۔ لیکن آیا ہمیں ایسے معجزات پر صرف اسلئے ایمان لے آنا چاہئے کہ ایک خاص ایمان کے قائم کرنے میں وہ امداد کا موجب ہے؟ یہ ایسی ہی بات ہے۔ کہ نتائج کو حق بجانب قرار دینے کے لئے ذرائع کو صحیح سمجھا جائے معجزات کی صحت کا انحصار ان کی اپنی خوبیوں پر ہونا چاہئے۔ اور ایسی شہادت پر ان کا دارو مدار ہونا ضروری ہے جو قابل وثوق ہو۔ ہکسلے نے کہا ہے کہ "معجزات ایک امکانی بات ہے۔ لیکن نہایت قابل اعتماد شہادت ان کے ثبوت میں ہونی ضروری ہے"۔ ڈاکٹر گور کو اناجیل کے معجزات کے متعلق پہلے شہادتوں کو دیکھنا۔ اور ان کا قابل اعتبار ہونا ثابت کرنا چاہئے۔ اسکے

بعد وہ ان پر ایمان لانے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ کوئی قابل وثوق بات نہیں کہ ان پر صرف اس لئے ایمان لایا جائے۔ کہ ان کے بغیر مسیحی مذہب پر یقین پختہ نہیں ہوسکتا +

خواجہ کمال الدین

۲۳ کرک سٹریٹ جوہانسبرگ۔ جنوبی افریقہ ۱۴ جولائی ۱۹۲۶ء

بائبل کا آدم اور قرآن کا آدم

افراط و تفریط کے دو پہلو

(حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے)

آدم علیہ السلام کا قصہ اسلامی اور عیسوی مذاہب میں خاص اہمیت رکھتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئیے۔ کہ دونوں مذاہب کے لئے یہ محور کے طور پر ہے۔ آدم گناہ کرتا ہے۔ اور جنت ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ اسی جنت کے حصول کیلئے یہ دونوں مذاہب سروقت جدوجہد ہیں +

آدم کا قصہ جو قرآن میں مذکور ہے نہایت سبق آموز ہے۔ اس میں انسانی فطرت کے دو انتہائی پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ایک طرف اس کے بلند مقام کو پیش کرتا ہے۔ اور دوسری طرف اسکی پستی اور انحطاط کو قرآن کریم میں آدم سے تمام نسل انسانی مُراد لی گئی ہے۔ جیسا کہ اس قصہ میں بیان کیا گیا ہے اس کو زمین پر اللہ تعالیٰ کی نیابت یا خلافت کے منصب پر بھیجا گیا ہے۔ اس کو ان تمام اشیا کا علم دیا گیا ہے جو اس کے نشو و نما کے لئے ممد و معاون ہے۔ اس علم کے ذریعہ سے وہ فرشتوں پر بھی فوقیت و بلندی حاصل کرلیتا ہے۔ اور وہ

اسکی فرمانبرداری اور اطاعت کرتے ہیں - ہر ایک چیز جو اسکی خوشنودی اور آرام کا موجب ہو سکتی ہے - وہ اس کے قبضۂ تصرف میں ہے برکت اور رفع الحالی اس کے زیر نگین ہیں - لیکن آرام اور خوشحالی کی حالت میں وہ اس انتباہ کو بھول جاتا ہے[1] جو اسے شروع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تھا - اور برے خیالات اور مشوروں پر کان لگا دیتا ہے[2] جس سے ایک غلطی اس سے صادر ہوتی ہے - اور وہ اپنی رائے کا غلط استعمال کرتا ہے - یہ اس کے لئے تکلیف کا موجب ہو جاتا ہے - اور اسکی تمام خوشیاں خاک میں ملجاتی ہیں - اور راحت و آرام کی تمام چیزیں جو غم و اندوہ سے اسے بچا سکتی تھیں - وہ کھو بیٹھتا ہے - اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی اور رحم نازل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے کلام ہدایت[3] سے آدم کی رہنمائی کرتا ہے - تاکہ وہ اپنے قویٰ کو صحیح طور پر استعمال کرے - اور اسی طرح سے اسکی اولاد پر بھی ہدایت نازل[4] کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور انہیں یقین دلاتا ہے - کہ اگر وہ اسکی پیروی کریں - تو وہ خوشحالی

---

[1] ولقد عهدنا الی آدم من قبل فنسی و لم نجد له عزماً - ترجمہ - اور ہم نے (اگلے زمانہ میں) آدم کو (درخت گندم کے نہ کھانے کا) ایک عہد (و پیمان) لیا تھا - تو آدم (اس کو) بھول گئے - اور ہم نے ان (کے ارادے) میں استقلال نہ پایا - سورہ طٰہٰ - آیت ۱۱۵ +

[2] فازلهما الشیطن عنها فاخرجهما مما کانا فیه - وقلنا اهبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین - ترجمہ - پس شیطان نے ان دونوں کو وہاں سے (بہلا پھسلا کر) اکھاڑ دیا - اور [illegible] - اور ہم نے حکم دیا - کہ تم (سب) اتر جاؤ [illegible] دشمن [illegible] تمہارے لئے ایک وقت (خاص) تک ٹھکانا اور (زندگی بسر کرنے کا) ساز و سامان ہے +

[3-4] فتلقی آدم من ربه کلمٰت فتاب علیه انه هو التواب الرحیم - قلنا اهبطوا منها جمیعا فاما یاتینکم منی هدًی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون - ترجمہ - پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکھ لئے اور ان الفاظ کی برکت سے خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی - بیشک وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا مہربان ہے (جب) ہم نے حکم دیا کہ تم سب (کے سب) یہاں سے اتر جاؤ - تو ہم نے یہ بھی سمجھا دیا تھا کہ اگر ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس کوئی ہدایت پہنچے - تو اس پر چلنا - کیونکہ جو ہماری ہدایت کی پیروی کرینگے (آخرت میں) ان پر تو (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا - اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہونگے -

کی زندگی بسر کریں گے۔ فطرت انسانی کا یہ ایک نہایت صحیح نقشہ ہے۔ اسکے ذریعہ سے ہمیں ان تمام اشیاء کا پورے طور پر علم حاصل ہو جاتا ہے۔ جو ہماری کامیابی یا ناکامی کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی سے ہمیں مذہب کے معقولی پہلو کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اور اس طرح ہمیں زمین پر خدا تعالیٰ کی نیابت کے قوئے عنایت ہوتے ہیں۔ کائنات اور اس کے بہت سے اجزا ہماری تحویل میں کر دیئے گئے ہیں ہمیں اُن چیزوں کا علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ جو ہمارے اردگرد موجود ہیں یہ علم اگر ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم کل کائنات کے بادشاہ ہو جاتے ہیں ہمیں اپنی رائے سے کام لینے کا بھی اختیار حاصل ہے۔ رائے کی غلطی تکلیف کا موجب ہوتی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ہدایت کی ضرورت ہے، جو رائے کے استعمال میں ہماری رہنمائی کا موجب ہو۔ ایسا ہی ہمیں اس علم کی ضرورت ہے جو ہمارے قوئے کو ترقی کے بلند ترین مقام پر پہنچا دے۔ اور ان گڑھوں سے بچائے جنمیں بہت سے لوگ گر کر اسفل السافلین تک جا پہنچتے ہیں۔ ان تمام ضروریات کو قرآن کریم نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے:۔

و اذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفة ، قالوآ اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك ط قال انى اعلم ما لا تعلمون ٥ وعلم ادم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة فقال انبئونى باسماء هؤلاء ان كنتم صدقين ٥ قالو سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم ٥ قال يا ادم انبئهم باسمائهم فلما انبا هم باسمائهم قال الم اقل لكم انى اعلم غيب السموات والارض واعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون ٥ واذ قلنا للملئكة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابليس ط ابى واستكبر وكان من الكفرين ٥ وقلنا يا ادم اسكن انت وزوجك الجنة وكلا منها رغدا حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين ٥ فازلهما الشيطن عنها فاخرجهما مما كانا فيه ، وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو

ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین ۰ فتلقی اٰدم من ربہ کلمٰت فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم ۰ قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۰ والذین کفروا وکذبوا باٰیتنا اولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خٰلدون ۰ (سورہ البقرہ آیت ۳۰ تا آیت ۳۹) **ترجمہ** ۔ اور (اے پیغمبر لوگوں سے اس وقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر (اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہوں (تو فرشتے) بولے ۔ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے ۔ جو اسمیں فساد پھیلائے ۔ اور خونریزیاں کرے ۔ اور (بناتا ہے تو ہمکو بنا کر) ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں (خدا نے) فرمایا ۔ میں (وہ مصلحتیں) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔ اور آدم کو سب چیزوں کے نام بتا دیئے ۔ پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کر کے فرمایا ۔ کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو ہمکو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ ۔ بولے تو پاک (ذات) ہے ۔ جو تو نے ہمکو بتا دیا ہے ۔ اسکے سوا ہمکو کچھ معلوم نہیں تحقیق تو ہی جاننے والا (مصلحت کا) پہچاننے والا ہے (تب خدا نے آدم کو) حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتوں کو ان (چیزوں) کے نام بتا دو ۔ جب آدم نے فرشتوں کو ان (چیزوں) کے نام بتا دیئے تو (خدا نے فرشتوں کی طرف مخاطب ہو کر) فرمایا ۔ کیوں ہم نے تم سے نہیں کہا تھا ۔ کہ آسمانوں کی اور زمین کی سب مخفی چیزیں ہم کو معلوم ہیں اور جو کچھ تم (اب ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو کچھ تم ہم سے چھپاتے تھے (وہ) ہمکو (سب) معلوم ہے ۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا ۔ کہ آدم کے آگے جھکو تو شیطان کے سوا (سب کے سب) جھک پڑے ۔ اس نے نہ مانا ۔ اور شیخی میں آگیا ۔ اور نا فرمان بن بیٹھا ۔ اور ہم نے (آدم سے) کہا ۔ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت میں بسو ۔ اور اسمیں جہاں کہیں سے تمہارا جی چاہے بافراغت کھاؤ (پیو) مگر اس درخت (گندم) کے پاس مت پھٹکنا ۔ ایسا کرو گے تو تم (آپ اپنا) نقصان

کروگے۔ پس شیطان نے ان کو وہاں سے (بہلا پھسلا کر) اکھاڑ دیا۔ اور (آخر کار) جس مزے میں تھے۔ اُس سے اُن کو نکلوا چھوڑا۔ اور ہم نے حکم دیا۔ کہ تم (سب) اُتر جاؤ۔ تم ایک کے دشمن ایک اور زمین میں تمہارے لئے ایک وقت (خاص) تک ٹھکانا اور زندگی بسر کرنے کا ساز و سامان ہے۔ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکھ لئے۔ اور (ان الفاظ کی برکت سے) خدا نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔ بیشک وہ بڑا ہی درگذر نیوالا مہربان ہے۔ (جب) ہم نے حکمدیا۔ کہ تم سب (کے سب) یہاں سے اُتر جاؤ (تو ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا تھا۔ کہ) اگر ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس کوئی ہدایت پہنچے تو اس پر چلنا۔ کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کرینگے (آخرت میں) ان پر نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہونگے۔ اور جو لوگ نافرمانی کریں گے۔ اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے۔ وہی دوزخی ہونگے (اور) وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہینگے +

اشیاء کی ماہیت کو جاننے سے ہم بیشک فرشتوں پر بھی حکمرانی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن سہو و خطا ہمیں تنزّل کی طرف لیجاتی ہے۔ تہذیب حاضرہ کی تاریخ اس کو ثابت کرتی ہے۔ علوم جدیدہ سے ہم نے نچلے فرشتوں کو جو عالم جسمانیات کے محرک ہیں۔ اس حد تک اپنے زیر نگین کر لیا ہے جہانتک ہمارا علم پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتب اور الہامات وہ طریق ہمیں بتاتے ہیں۔ جو اخلاقی اور روحانی طاقتوں کے حصول کا موجب ہوں۔ اسوقت ہم اللہ تعالیٰ کے سچے خلیفہ اور نائب ہو جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے۔ اعلےٰ اوراد نے تمام فرشتے خدمتگار بن جاتے ہیں۔

اگر یہ اللہ تعالیٰ کا سچا پیغام نہیں تو انسان الہام الٰہی کی ضرورت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ انسان صحیفۂ فطرت کی دوسری اشیاء کی طرح بہت سے قویٰ کا مجموعہ ہے۔ جنہیں مقصد تخلیق کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے ضروری کام ہیں

لانا چاہئے۔ ہر چیز ایک ارتقائی رجحان اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایسا ہی حال انسان کا ہے لیکن اسے ایک ایسی چیز میسر ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔ وہ اختیار ہے۔ جو آزادی رائے کے متعلق اسے حاصل ہے۔ یہ اسے دوسروں پر ایک فوقیت دیتا ہے۔ لیکن اگر اسے ٹھیک طور پر استعمال نہ کیا جائے۔ تو یہ اس کے نقصان کا موجب ہے۔ اسلئے اُسے ہدایت و رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اور خالق سے بڑھ کر بہترین ہدایت دینے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ وہی مخلوق چیزوں کا صحیح استعمال جانتا ہے۔ اور ان کو استعمال کرنے کے صحیح طریق سے واقف ہے +

کتاب پیدائش میں آدم کا جو قصہ بیان ہوا ہے وہ کم و بیش بچپن کی کہانیوں کی طرز پر ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ انسانی خیالات کو اپیل کرتا ہے۔ لیکن انہی خیالات کے لئے وہ اپیل کا موجب ہے جو بچپن کا مذاق رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں کہ موجودہ کلیسیا اس کو ایک فرضی قصہ قرار دیکر مسترد کر رہا ہے۔ یہ آدم کی پوزیشن کو کس قدر نیچے گرانے والی بات ہے۔ آدم کامل آرام اور خوشی سے متمتع ہو کر علم کے درخت سے پھل کھاتا ہے۔ اور قعر مذلت میں جا گرتا ہے، علم یعنے وہ چیز جو انسان کو عروج و بلندی کے انتہائی مقام پر پہنچانیوالی ہے۔ یہانتک فرشتے بھی بقول قرآن کریم اس کے مطیع و منقاد ہو جاتے ہیں۔ اس کے لئے ابدی ہلاکت کا موجب ہو جاتا ہے۔ انسان کو سزا دیجاتی ہے۔ کہ اس نے کیوں دانا بننے کے لئے اس درخت کا پھل کھایا۔ کیا ہم یہ سمجھیں کہ ہمارا خدا ہمیں بیوقوف اور جاہل رکھنا پسند کرتا ہے۔؟ کیا اللہ تعالےٰ ہمارے سب سے پہلے باپ کو اس چھوٹی سی خطا پر معاف نہ کر سکتا تھا؟ لیکن اللہ تعالیٰ کو ایک اور بات کا خوف تھا۔ کتاب پیدائش باب ۳ آیت ۲۲ لغایت ۲۴ اور خُداوند خدا نے کہا۔ دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی

مانند ہوگیا۔ اور اب ایسا نہ ہو کہ اپنا ہاتھ بڑھائے۔ اور حیات کے درخت سے بھی کچھ لے۔ اور کھائے اور ہمیشہ جیتا رہے۔ اسلئے خداوند نے اسکو باغ عدن سے باہر کردیا۔ تاکہ زمین کی جس میں سے وہ لیا گیا تھا کھیتی کرے۔ چنانچہ اُس نے آدم کو نکال دیا"+

اگر بغض و حسد انسانی رائے میں ایک شخص کی ذلت اور رسوائی کا موجب ہے۔ تو اس خدا کو ہم کیا سمجھیں جو ایسی کمینہ صفات سے متّصف ہو"؟ خدا تعالیٰ غصّہ میں آجاتا ہے۔ اور آدم اور اسکی نسل ہمیشہ کی سزا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ انسانی ترقی کے لئے جناب موسیٰ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام نازل ہوئے۔ لیکن یہ وہی عہدنامہ تھا جو اس سے پیشتر باغ عدن میں بھیج کر آزمایا جا چکا تھا۔ اور وہ بے نتیجہ ثابت ہوا تھا۔ کلیسیا کے اعتقاد کے مطابق انسانی فطرت زنگ آلود ہوگئی۔ اور گناہ اسکی خاصیت بنگیا۔ اس لئے وہ ان احکام کی پیروی نہ کرسکی۔ خدا تعالیٰ کو جو عالم الغیب ہے۔ یہ جاننا چاہئے تھا۔ کہ عہد نامہ مذکور ایک بے فائدہ چیز ہے اور چار ہزار سال تک جسکے بعد مسیح کے ذریعہ سے اس کا فضل نازل ہوا۔ اسکی آزمائش کیا معنے رکھتی ہے؟ اگر واقعۂ صلیب اور اس پر ایمان انسانی نجات کے لئے ایک ضروری چیز تھا۔ تو اسے پہلے گناہ کے بعد ہی فوراً واقعہ ہو جانا چاہئے تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس معاملہ کو اس قدر التوا میں کیوں ڈالا؟

کہا جاتا ہے۔ کہ جناب مسیح وقت کے پورا ہونے پر ظاہر ہوئے تاریخ سے جناب مسیح کے زمانہ کی کوئی خصوصیت نظر نہیں آتی کہ یہ سمجھا جائے کہ اُس وقت ان کے ذریعہ سے خاص بشارت کا آنا ضروری تھا۔ اگر جیسا کہ پولوس نے بتایا ہے گناہ اللہ تعالےٰ کے فضل کو لے کر آتا ہے تو جس وقت جناب مسیح مبعوث ہوئے۔ اس وقت گناہ تکمیل کی حد تک نہ پہنچا تھا ہمارہ میں تاریخ کے اندر جناب مسیح سے پیشتر اور انکے بعد بدترین زمانے ملتے ہیں۔

یہ ایک راز ہے۔ کہ کیوں خدا کا فضل مسیح کے خون کی صورت میں آج سے دو ہزار سال پہلے نازل ہوا۔ لیکن اگر اس کا تعلق گناہ سے ہی ہے تو گناہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ جبکہ بدترین فواحش کا ارتکاب ہر مذہب کے اندر خدا کے گھروں میں کیا جاتا تھا اور اس کو خدا کے نزدیک ایک نیکی اور پاکیزگی کا کام سمجھا جاتا تھا۔

لیکن مسیحیت کے اندر ایک اور چیز بھی پائی جاتی ہے جو تمام معاملہ کو ملتبس کر دیتی ہے۔ پولوس کہتا ہے۔ کہ "موت آدم کے ذریعہ سے گناہ کی سزا کے طور پر آئی۔ جناب مسیح نے اس سزا کو اٹھایا۔ اور ہمیں ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوگی"۔ دوسری طرف کتاب پیدائش کا بیان ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہ خوف تھا۔ کہ آدم ہمیشہ کی زندگی کے درخت کا پھل کھا لیگا اور اسکے برابر ہو جائیگا اس لئے اس کو باز رکھنے کے لئے اسے باغ عدن سے نکال دیا گیا۔ اگر آدم کو اسلئے نکال دیا گیا کہ وہ ابدی زندگی کے درخت کا پھل نہ کھائے اور ہمیشہ کے لئے زندہ نہ رہے۔ تو صلیب کے ذریعہ سے اسے ابدی زندگی کا تحفہ نامہ کیوں دیا گیا۔ [illegible] کے طور پر ہمیں منہ کے پسینہ سے روٹی کمانا ہے۔ سانپ ہماری ایڑیوں کو کاٹینگے۔ اور حوا کی بیٹیاں دردزہ کے ساتھ بچے جنینگی۔ اگر مسیح کا خون گناہ کی قیمت ادا کرنے کیلئے بہایا گیا۔ تو یہ ناکام سکیم معلوم ہوتی ہے۔ مسیحی اور [illegible] سے تمام لوگ روٹی منہ کے پسینہ اور محنت سے ہی کماتے ہیں۔ [illegible] اور دوسرے ازیں قبیل ہزارہا جانور ہماری ایڑیوں کو اب بھی ڈستے ہیں۔ اور عورتیں اب بھی دردزہ اور دکھ سے ہی بچے جنتی ہیں۔ مسیح کے خون پر ایمان کسی فائدہ کا موجب نہیں ہوا۔ موت جو پہلے گناہ کے [illegible] دنیا میں داخل ہوئی ابھی تک اس پر مسلط ہے۔ جب مسیح کا خون [illegible] رکھنے والوں کو ابھی تک سزا سے بچا نہیں سکا۔ تو [illegible]

ملہ میری کتاب آئی ڈیل پرافٹ کا باب [illegible] ملاحظہ ہو

جتنا کوئی شخص مسیحیت کی داستان نجات پر غور کرتا ہے۔ اتنی ہی نامعقولیت واضح ہوتی ہے۔ اور مغرب میں مسیحی قلوب پر صداقت اب واضح ہوتی جارہی ہے۔ وہ تمام معتقدات کو چھوڑتے جا رہے ہیں۔ وہ مسیح کو اب انسان اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معلم ماننے لگے ہیں۔ جو ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے جو ان کے وقت میں تربیت موسوی کے اندر پیدا ہوگئی تھیں۔ اور انسانیت کی ترقی کیلئے بعض نئے اصول لے کر آئے۔ لیکن بدقسمتی سے آپ کا زمانہ حیات اس قدر مختصر تھا کہ آپ وہ پوری سچائی کو بیان نہ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے خود اس کا اعتراف کیا۔[1] سچائی کو تکمیل تک پہنچانے کا کام آنے والے پیغمبر پر چھوڑ دیا گیا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس موعود ہونے کا دعوے کیا۔ لیکن مسیحی کلیسیا آپ کے دعوے کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اس کے نزدیک ”تسلی دہندہ“ روح القدس تھا جو عید پنتکست کے دن نازل ہوا اور تمام کلیسیا کو بھر دیا۔ اس طرح کلیسیا کا روح القدس سے بھر جانا۔ اس ”تسلی دہندہ“ یقین کیا جاتا ہے۔ لیکن کیا کلیسیا نے ان شرائط کو پورا کر دیا ہے۔ جو مسیح نے اپنے وعدہ میں بیان کی ہیں جناب مسیح فرماتے ہیں:

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں۔ تو وہ مددگار (تسلی دہندہ) تمہارے پاس نہ آئیگا۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں لیکن اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئیگا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا ✝

(یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ لغایت ۱۴)

کیا کلیسیا نے وہ بہت سی باتیں بتا دی ہیں جو جناب مسیح نے نہ بتائی تھیں؟ کیا اس نے جناب مسیح کی تعلیم میں کچھ اضافہ کیا ہے۔ اور کوئی ایسی تعلیم دی ہے جو آپ نے نہ دی تھی؟ کیا اس نے ہمارے اور ہمارے نصب العین کی درمیانی کڑی کو پورا کر دیا ہے۔ اور خدا اور انسان کے درمیان جو خلیج حائل تھی اسکو بھر دیا ہے؟ مسیحی کلیسیا کی

[1] یوحنا ۱۶: ۱۴

ہر شارع تسلی دہندہ ہونے کی مدعی ہے۔ مجھے اُنکے فوائد اور خوبیوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں ان کی تعلیم کو لیتا ہوں جو سب کے لئے مشترک ہے یعنی خون کے ذریعہ نجات کا مسئلہ صرف یہی ایک چیز ہے۔ جسکے ذریعہ سے مسیحی کلیسا فسل انسانی کو تمام صد افسوں میں رہنمائی کرنے کا دعویٰ کر سکتا ہے لیکن اس بارہ میں کوئی نئی بات ہمارے سامنے نہیں۔ یہ وہی صداقت ہے جو قدیم مُنتشر کافرانہ مذاہب میں پائی جاتی تھی۔ اور جو مذہب راز کی ایک نمایاں خاصیت ہے۔ مذہب راز کے دیوتا لازماً نجات دہندہ سمجھے جاتے تھے۔ جن کا یہ کام تھا کہ اپنے متبعین کو گناہ کے اثر سے بچائیں۔ مذاہب راز اور پولوس اور کلیسائے انگلستان کے عقائد میں بھی گناہ [illegible] صداقت [illegible] سمجھی گئی ہے زرتوانی سپنتاب کرشنا [illegible] راز [illegible] لوگوں کو بپتسمہ دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس بپتسمہ کا نتیجہ نئی پیدائش اور اپنے گناہوں کی سزاؤں کا دور ہونا سمجھتے ہیں اور ڈاکٹر انگس نے ہمیں بتایا ہے۔ کہ گناہ کی ابتدا ایک موت ہے جس سے ایماندار لوگ دوبارہ پیدا ہوتے ہیں۔

اس لحاظ سے اعتقاد ربانی کا مذہب قدیم مذاہب کا گویا عکس ہے۔ اسکے علاوہ کلیسا کی تعلیم ہمیشہ متواتر ترمیم و اصلاح کے پیچھے رہی ہے۔ ہر وہ چیز جسکی تعلیم روح القدس کے زیر اثر دی جائے۔ ایک مستقل صداقت ہونی چاہئے۔ یہ ایک چیز جسکو ایک مسیحی کونسل منظور کرتی ہے۔ دوسری کونسل نے رد کر دیتی ہے کل جو بات سچی تھی۔ آج جھوٹی ہو جاتی ہے۔ قدیم ایام سے اب تک بہت سی باتیں تعلیم کی گئیں۔ اور پھر رد کر دی گئی ہیں۔ ان صفحات میں اس مضمون پر تفصیل کے ساتھ لکھنے کی گنجائش نہیں۔ اس پر میں دوسری فرصت میں ایک کتاب کے اندر بحث کروں گا جو تسلی دہندہ کے نام سے شائع ہوگی۔ تاہم میں ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ مسیح کے خون پر ایمان اٹھارہ صدیوں تک قائم رہا۔ ممکن ہے اس کو ابدی صداقت سمجھا جاتا ہو لیکن ہمارے زمانہ میں

ماڈرن چرچ مین اپریل ۱۹۲۶ء

جدید کلیسیا نے ان کی بطالت کو قبول کر رکھا ہے۔ اور مشرکانہ خیالات کا اسے نتیجہ قرار دیا ہے۔ اسلئے کلیسیا [illegible] دہندہ نہیں ہو سکتا +

کلیسیا کے اس عقیدے میں ایک اور بھی نقص ہے۔ ایک برائی کی بات بھی اس میں پائی جاتی ہے [illegible] ایک طرح سے وہ مسیح کے کیرکٹر پر دھبہ لگاتا ہے۔ "تسلی دہندہ" کو مسیح کے بعد آسمان سے اترنا تھا۔ وہ جیسا کہ مسیح کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس دنیا میں موجود نہ تھا +

اگر روح القدس [illegible] تسلی دہندہ ہے تو کیا ہم خیال کریں۔ کہ مسیح اپنے تمام زمانہ نبوت میں [illegible] اس سے محروم رہے۔ یہ کس قدر خطرناک بات ہے لیکن کلیسیا کے [illegible] کو ملحوظ رکھتے ہوئے عقلاً یہی نتیجہ ہونا چاہئے

کہا جاتا ہے [illegible] نے کبوتر کی شکل اختیار کی تھی۔ کیا جناب مسیح کے بپتسمہ [illegible] کے چند روز غائب ہو گئی تھی؟ یہ منطقیانہ نتائج غالباً اراکین کلیسیا کو بھی نہیں سوجھے لیکن کلیسیا سے ایسی امید ایک بہت بڑی بات ہے۔ نقص اور عقل ایسے غلط معتقدات کے کبھی نزدیک بھی نہیں پھٹکتی +

ہدایت اور ضلالت

(از قلم حضرت خواجہ جمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

اس مسئلہ کے عدم فہم نے بھی دنیا کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ قرآن کریم کی بعض آیتیں کہ ہدایت و ضلالت خدا کی طرف سے ہے۔ لوگوں کو اس نتیجہ پر لے آئی ہیں۔ کہ خدا ہی لوگوں کی گمراہی کا موجب ہے۔ اس لئے جو شر بھی دنیا میں ہوتا ہے۔ اس کا فاعل بھی خدا ہی ہے۔ جب مسئلہ تناسخ کو صورت بالا میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور آریہ دوستوں کو دکھلایا جاتا ہے۔ کہ مسئلہ تناسخ نتیجۃً

نیٹشل ازم کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بدی کو انسانی ورثہ بنا دیتا ہے۔ تو اس کے
مقابل میں الزاماً وہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے ہاں بھی مسئلہ ضلالت
اسی قسم کا ہے۔ میں نے ابھی آفتاب کی اور کھڑکی کی مثال دیکر یہ ظاہر کرنا چاہا
تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کے قوانین خیر و شر اٹل ہیں۔ جس قانون کے ماتحت کوئی شخص
اپنے آپ کو لائیگا۔ اس کے نتائج سے وہ نہ بچ سکیگا۔ اور چونکہ یہ نتائج
بھی خدا کے مقرر کردہ قوانین کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اسلئے بطور فاعل حقیقی
یہ باتیں خدا کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ صحیفۂ قدرت کی کونسی چیز ہے جو ہمیں
نیک و بد کی تحریک نہیں کرتی۔ ساون کی گھٹائیں اور بادلوں کا آجانا ٹھنڈی
ہواؤں کا چلنا اگر ہمیں نیک اور مفید باتوں کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ تو
ایک میخوار کی خواہش بد کو پورا کرنے کے لئے خطرناک تحریک بھی وہ پیدا
کر دیتا ہے۔ اگر رات کا اندھیرا اور رات کی خاموشی ایک زاہد عابد کو اسلئے
گیان دھیان میں لگا دیتی ہے کہ یکسوئی یا قوت ارادی کی مشق کرنے کا وہ بہترین
وقت ہے۔ اور اس کے راہ میں کسی نکتہ پر خیال جمانے کیلئے کسی ایسے وقت
کوئی چیز مخل نہیں ہوتی۔ تو پھر بھی تو وہ وقت ہے۔ جو سیاہ کاروں کو اپنی
سیاہکاری پر آمادہ کرتا ہے۔ الغرض صحیفۂ قدرت کا کونسا منظر ہے۔ جو ہماری
ہدایت یا گمراہی کا موجب نہیں ہو جاتا۔ البتہ یہ گمراہی اور یہ ہدایت و ضلالت
جسکے محرک یہ کائنات کے منظر ہوتے ہیں۔ در اصل انسان کی سابقہ استعدادوں سے
واقع ہوتی ہیں۔ جیسا کسی کا دل دماغ یا اس کے اکتساب ایسے ہوتے ہیں
ویسے ہی قدرتی منظروں کا اثر اس پر ہوتا ہے۔ انسانی اپنی مکسوبہ باتیں ہی
در اصل اسکی ضلالت اور گمراہی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ قدرت کے منظر تو بذاتِ خود
قابل الزام نہیں۔ کیونکہ ان کا اثر ایک پر نیک اور ایک پر بد ہوتا ہے۔ یہ اثرِ
مختلف اس اختلافِ طبیعت کا نتیجہ ہیں۔ جو اثر یافتہ انسان میں پہلے سے
موجود ہے۔ ساون کی گھٹائیں اگر ایک رند کو میخواری کی طرف اور ایک عابد کو عبادت

کی طرف لیجاتی ہیں۔ تو اس میں شک نہیں کہ ساون کی گھٹائیں ہی بعض کی ہدایت اور بعض کی ضلالت کا موجب ہوئی ہیں۔ لیکن اس شخص کی ضلالت کا موجب ہوئی ہیں۔ جو پہلے ہی خوراک اور صحت کے قانون توڑ چکا ہے۔ اور شراب کا عادی بن بیٹھا ہے۔ صحیفۂ قدرت خدا تعالیٰ کی ایک فعلی کتاب ہے۔ اسکی ہدایت اور ضلالت کے فعل کو خدا کی قولی کتاب یعنے قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔ یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً و ما یضل بہ الا الفاسقین۔ یعنے خدا کی باتیں بعضوں کی ضلالت اور بعضوں کی ہدایت کا موجب ہوجاتی ہے لیکن ضلالت اُنہی کے لئے لاتی ہے۔ جو پہلے ہی سے فاسق ہیں۔ اب کوئی انسان اس آیت پر کیا اعتراض کرسکتا ہے۔ یہ تو وہی نقشہ ہے۔ جو خدا کی فعلی کتاب یعنے صحیفۂ قدرت میں موجود ہے۔ جس کی ہر ایک کیفیت انسان کی ہدایت اور ضلالت کا موجب ہوجاتی ہیں۔ لیکن یہ دونو باتیں انسان کی اپنی استعداد کے مطابق ہوتی ہیں۔ ٹھنڈی ہوائیں کسی کی موت اور کسی کی زندگی کا موجب ہوجاتی ہیں۔ اگر ایک تو انا طبیعت ٹھنڈی ہوا سے میں راحت پاتا ہے۔ تو ایک مسلول و مدقوق انہی ٹھنڈی ہواؤں سے موت خرید لیتا ہے۔ اب کیا یہ ٹھنڈی ہوائیں بذاتِ خود قابل اعتراض ہیں یہ تو دو شخصوں کی اپنی اپنی استعداد کے مطابق نتائج پیدا ہوئے ہیں +

قرآن نے بعض آیات میں بیشک یہ کہا ہے۔ کہ ہم ہدایت دیتے اور گمراہ کرتے ہیں۔ اسکی حقیقت ایک تو وہی ہے جو میں نے اوپر بیان کی ہے۔ اسکی دوسری حقیقت یہ ہے۔ کہ انسان بعض باتیں پیدا کرکے خدا تعالیٰ کے فتوئے ضلالت کے نیچے آجاتا ہے۔ وہ خود اپنے افعال کے باعث اپنے اندر گمراہی کی باتیں پیدا کرچکا ہے۔ اُسے یا دُنیا کو علم نہیں کہ وہ گمراہ ہے یا صحیح۔ اسنے پیدا اور حکم خدا وندی سے ان باتوں پر گمراہ قرار دیتا ہے۔ اس طرح سے خدا اسے گویا گمراہ کردیتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے۔ کہ ایک شخص پر کسی جرم کا الزام

دیا گیا ہے۔ اور وہ عدالت میں لایا گیا ہے۔ آخری فیصلہ عدالت تک کسی کا حق نہیں کہ اُسے کوئی مجرم کہے۔ عدالت کے سامنے اسکے خلاف شہادت پیش ہوتی ہے جس پر عدالت اگر مطمئن ہو جائے تو اس پر فرد جرم لگا دیتی ہے حکم سنانے کے وقت ہر ایک جج یہی کہتا ہے۔ کہ میں تمہیں مجرم قرار دیتا ہوں اس فیصلہ کے بعد ملزم مجرم بن جاتا ہے۔ گو اس کا مجرم بننا اُس کے اپنے فعل کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہاں عدالت کے فعل نے اُسے مجرم بنایا ہے۔ گویا عدالت اُس شخص کے مجرم بنانے کا باعث ہے۔ انہی معنوں میں قرآن نے بعض جگہ یہ کہا۔ کہ خدا تعالیٰ بعض لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ یعنے اُن کے گمراہ ہو جانے کا فتوےٰ اُن پر دیتا ہے۔ یہ کوئی خیالی بات نہیں۔ قرآن نے خدا کے لئے لفظ مضل استعمال کیا ہے۔ لیکن اُس لفظ کا مصدر جو ضلال ہے۔ اس کے معنے گمراہ ٹھیرانا بھی ہے۔ یعنے کسی کے حالات کو اہی پر محاکمہ کر کے اس پر فتوےٰ ضلالت دینا۔ چنانچہ ذیل کا ایک شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے ؎

ھاذال شربی لراح حتی اضلنی
صدیقی ۔ ساقی جد قد کم

یہاں اضلنی صدیقی کے معنے یہ نہیں کہ میرے صدیق نے مجھے گمراہ کیا۔ بلکہ مجھے گمراہ ٹھیرایا۔ یعنے میرے بعض حالات اس کے محاکمہ کے مطابق ضلالت ٹھیرے +

اسمیں شک نہیں کہ قرآن کریم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بعض لوگ گونگے ہیں اور بہرے ہیں۔ اور وہ ہدایت یاب نہیں ہوتے۔ بعض کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔ اور وہ ہدایت کی طرف نہیں آتے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ وہ اس دنیا میں داخل ہوتے ہی ضلالت زدہ تھے۔ وہ ایسے ہی پیدا ہوئے تھے۔ لہذا وہ نیکی کی طرف آ نہیں سکتے تھے۔ یہ باتیں بھی عدم علم کا نتیجہ ہیں۔ قرآن نے ان مسائل کو نہایت خوبصورتی سے بیان کر دیا ہے

چنانچہ ایک جگہ فرمایا۔ لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها۔ اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغفلون -- یہ لوگ آنکھ ہوتے ہوئے نہیں دیکھتے۔کان ہوتے ہوئے نہیں سنتے۔ دل ہوتے ہوئے غور نہیں کرتے۔ یہ لوگ حیوانوں کی طرح ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ یہ غافل ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو آخر کار گونگے۔ بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں جس نے آنکھ ہوتے ہوئے ارادۃً نہ دیکھا۔ اور کان ہوتے ہوئے بات کو نہ سنا۔ اُس کا دل آہستہ آہستہ ایسا سخت ہو جاتا ہے۔ کہ گویا وہ عملاً اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا۔ کہ وہ ہدایت پانے کے معاملہ میں پیدائشی بہرے اور اندھے ہوتے ہیں بلکہ انہیں اپنے عمل اور ان کی اپنی کارروائیاں لاپرواہیاں اور غفلتیں انہیں عملاً اور حالاً ایسا کر دیتی ہیں۔ ہاں قرآن کریم نے انسان کو متنبہ کرنے کے لئے ان حالتوں کا بھی ذکر کر دیا ہے کہ جس سے انسان میں یہ ذہنی اور روحانی بہرہ پن اور نابینائی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی مقام پر کھڑا ہو کر کوئی بات بہ آواز بلند اسلئے کر رہا ہے کہ اور لوگ سنیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ یا ایک شخص حاکم وقت کیطرف سے ایک منادی پہنچا رہا ہے۔ لیکن دوسرا شخص اسی آواز کو ایک شور یا بھینی آواز سمجھ کر اس پر بلا توجہ کئے گذر جاتا ہے۔ تو پھر وہ بہرہ ہو رہا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن اشارہ کر رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ومثل الذين كفروا كمثل الذى ينعق بما لا يسمع الا دعاء ونداء صم بكم عمى فهم لا يعقلون (البقرہ - ۲۲)

اُن لوگوں کی مثال جو نہیں مانتے ایک شخص کی مثال کی طرح ہے۔ کہ ایک شخص کسی کو آواز دے (اور کچھ کہنا ہو لیکن) وہ صرف ایک پکار اور آواز ہی سمجھے۔ اور کچھ نہ سمجھے یہی بہرے گونگے اندھے ہیں جنھیں سمجھ نہیں ہے۔ جنھیں سنے اپنے

طرز عمل نے انہیں ایسا کر دیا۔ ایسا ہی وہ لوگ جو شروع سے ہی کسی صداقت سے انکار کر بیٹھے۔ اور پھر اپنی طبیعت اِس طرح بنالے کہ کسی قسم کا خوف و خطر ان پر اثر نہ کرے۔ لاکھ انہیں ڈرایا جائے۔ وہ نہ ڈریں۔ آخر کار وہ روحانی طور سے اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ خود تو گمراہ ہیں۔ لیکن دوسروں کو بھی گمراہی سے نہیں روکتے۔ اس لئے وہ روحانی گونگے بھی ہو جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو تخویف کے لئے قرآن کریم نے بیان کیا۔ انّ الذین کفروا سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یعلمون ۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلی سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذابٌ عظیم۔ جو کافر ایسے ہوں۔ کہ انہیں خواہ ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ مانتے ہی نہیں۔ ایسوں کے دلوں پر۔ کانوں پر مُہر خداوندی لگجاتی ہے۔ آنکھوں پر پردہ پڑجاتا ہے۔ اُن کیلئے عذاب عظیم ہے۔ اب اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے منکرین صداقت میں سے بدترین گروہ وہی ہے۔ جو اپنے آپ کو نصیحت پانے سے مستغنی سمجھتا ہے۔ یہ نہایت ہی خطرناک حالت ہے۔ ایسے لوگوں کو کوئی ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ ماننے ہی میں نہیں آتے۔ نصیحت تو اُسے ہی مفید ہوگی۔ جو کسی کی بات پر کان دھرے۔ عبرت وہی پکڑیگا جس کے دل میں کوئی خشیت ہو۔ لیکن جو ان حالتوں سے گذر چکا وہ آنکھ ہوتے پر اندھا ہے اور کان رکھتے پر بہرا ہے اس آیت قرآنی نے تو ایسے لوگوں کا آخری نقشہ کھینچا ہے۔ اور انسان کو ڈرایا ہے کہ تم نصیحت سے یا تخویف سے لاپرواہ نہ ہوا کرو۔ ورنہ تم بہرے اور اندھے ہو جاؤ گے۔ اور پھر کسی قسم کی نصیحت تمہیں کارگر نہ ہوگی۔ قرآن کریم نے کیا یہ غلط کہا ہے۔ فی قلوبھم مرضٌ فزادھم اللہ مرضاً۔ ان کے دلوں میں مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مرض کو بڑھا دیا۔ جسمانیات میں یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جب کوئی مرض پیدا ہولی۔ اگر اس کا صحیح علاج نہ ہوا۔ تو مرض کم نہیں زیادہ ہو گا۔ ایک مریض نے اگر علاج سے روگردانی کی تو خدا تعالیٰ کے مقررہ قوانین کے ماتحت وہ مرض

دن بدن بڑھیگا - گویا اُن کی لاپرواہی اور علاج سے بے اعتنائی پر خدا یا اُس کا قانون مرض کو بڑھائیگا - جو امر جسمانیات میں ہم روز دیکھتے ہیں وہی روحانی امراض کا نقشہ ہے رُوحانی مرض بھی کسی حکیم رُوحانی کی نصیحت پر چلنے سے ہی دُور ہوتی ہے جو نہیں چلیگا - اسکی مرض دن بدن بڑھتی جائیگی +

اِنسان کی ہدایت - اِنسان کے اپنے قدم عمل کے پیچھے پیچھے آتی ہے - جو کوئی شخص ہدایت کی رہنموئی کے مطابق قدم اُٹھاتا ہے - اُس کا اپنا قدم ہی اس کے لئے ہزاروں مشعلیں ہو جاتا ہے - مثال کے طور پر اگر کہیں روشنی ہو - اور ہم اس مقام پر کھڑے ہوں تو ہماری آنکھیں دو چند طاقت سے کسی چیز کو دیکھ سکتی ہیں - لیکن جوں جوں ہم مقام نور سے دُور ہوتے جائیں - ہماری قوت بصارت بھی کم ہوتی جاتی ہے - آنکھیں بھی وہی ہیں - قوت بصارت بھی وہی ہے - لیکن ہم اپنے قدموں سے اپنے آپ کو کسی اندھیرے مقام پر لے آئے ہیں - اسلئے ہماری بصارت بھی کم ہوگئی ہے - اب اگر یہ کہا جائے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے انسانوں سے اپنی روشنی کو الگ کر لینا ہے - تو یہ کہنا صحیح ہے کیونکہ خدا نے یہ قانون بنا رکھا ہے - کہ جو روشنی سے دُور چلا جائے اُس سے خُدا نور لے لیگا - لیکن درصل اس طرح نور سے جدا ہونا تو انسان کے اپنے ہی فعل کا نتیجہ ہے - ہادی یا نبی جب دُنیا میں آتے ہیں - تو اُن کا وجود ایک قسم کی روشنی ہوتا ہے - وہ جس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں وہاں ایک قسم کی آگ جلاتے ہیں - مخالفان ہدایت اس نور ہدایت سے بھاگتے ہیں - جُوں جُوں اُدھر آگ روشن ہوتی ہے - تُوں تُوں وہ روشنی سے دُور بھاگتے ہیں - حتّٰی کہ وہ اسقدر دُور ہو جاتے ہیں - کہ اب اُن کے اِردگرد اندھیرا ہی اندھیرا ہے - انھیں کچھ نظر نہیں آتا - اُن کا اِس طرح اندھیرے میں چلا جانا بھی اُنہی قواعد خداوندی کے ماتحت ہے - اسلئے یہ کہنا صحیح ہے - کہ جُوں جُوں وہ نور سے بھاگتے ہیں - تُوں تُوں خدا انہیں اندھیرے میں ڈالتا ہے - اور

وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں ۔ کہ پھر وہ نور میں نہیں آ سکتے ۔ کیونکہ مقام نور میں اور اُن میں گھٹا ٹوپ اندھیرا حائل ہو گیا ہے ۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن نے ذیل میں اشارہ کیا ہے ۔ مثلھم کمثل الذی استوقد نارا ج فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمت لا یبصرون ۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون ۰ ہدایت سے بھاگنے والے لوگوں کی مثال یہ ہے ۔ کہ کسی نے اُن کے لئے آگ جلائی ۔ جب آگ جلانیوالے کے اردگرد کافی روشنی ہو گئی تو ان سے خدا روشنی لے گیا ۔ انہیں اندھیرے میں چھوڑ گیا ۔ جہاں یہ کچھ نہیں دیکھ سکتے ۔ یہ لوگ گونگے بہرے اور اندھے ہو گئے ۔ اور اب یہ واپس نہیں آ سکتے ۔ یعنے یہ لوگ اتنی دور چلے گئے ہیں ۔ کہ اب انہیں ہدایت نظر نہیں آتی ۔ نہ یہ کسی کی بات سُنتے ہیں ۔ نہ یہ کچھ دیکھتے ہیں ۔ نہ غور کرتے ہیں ۔ نہ خود کسی کو نیک راہ بتانے کے قابل ہوتے ہیں ۔ الغرض یہ رُوحانی بہرہ پن یا نابینائی خدا کی طرف سے نہیں ہوتی ۔ البتہ خدا تعالیٰ کے قوانین کے ماتحت پیدا ہوتی ہے ۔ جسمانیات اور رُوحانیات میں ایک ہی قانون ہے جس طرح وہاں عام حالت میں قانون کی خلاف ورزی کر کے لوگ اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں ۔ یہاں بھی یہی حال ہے ۔ اگر قرآن کریم نے کہیں کہیں یہ لکھا کہ خدا تعالیٰ دلوں پر یا کانوں پر مُہر لگا دیتا ہے ۔ تو اس سے وہ مُراد نہیں جیسے معترضین نے سمجھ لیا ہے ۔ بلکہ جہاں جہاں ان مواہیر خداوندی کا ذکر ہے ۔ وہاں ساتھ ہی ان حالات کا بھی ذکر ہے ۔ جنہیں لوگ اپنے اندر خود پیدا کر کے اپنے آپ کو مواہیر خداوندی کے ماتحت لے آتے ہیں ۔ میں ذیل میں چند آیتیں قرآن کریم سے نقل کر دیتا ہوں جو نہ کسی تشریح و تفسیر کی محتاج ہیں اُن کا سادہ ترجمہ کر دیتا ہوں ۔ جس سے صاف ظاہر ہو گا ۔ کہ جن لوگوں کے دلوں پر یا دوسرے اعضا پر مُہر خداوندی لگجاتی ہے یعنے اُن کے قوٰے صحیح کام دینے سے رہجاتے

ہیں - اور اُن کی اخلاقی و رُوحانی قوتیں مسلوب ہوجاتی ہیں - یہ دراصل قوانینِ طبعیّہ کے ماتحت اُن کے اپنے فعل کا ہی نتیجہ ہوتا ہے - وہ اُن قویٰ سے صحیح کام لینا چھوڑ دیتے ہیں - بلکہ اُنہیں اُلٹ راہ پر چلاتے ہیں جس سے اُن کی قوتیں لازمًا ضائع ہوجاتی ہیں - اسی کا نام مُہرِ خداوندی ہے - یہ جو بعض ہندو فقیر ہاتھ کو کھڑا رکھتے ہیں - اور ایک مُدّت مدید کے بعد اُنکے ہاتھ نہ صرف ہمیشہ کے لئے ہی اس حالت میں رہجاتے ہیں - بلکہ ہاتھ کے تمام حرکات سکنات جاتی رہتی ہیں - بلکہ ہاتھ اور بازو بھی خشک ہوجاتا ہے وہ تو اسے کمال سمجھتے ہیں - لیکن دراصل ان کا ہاتھ مر چکا ہے - یہ موت قویٰ طبعیّہ کے ماتحت واقعہ ہُوئی ہیں - ہاتھ ایک مُدّت تک ضروری حرکات و سکنات سے روکا جاکر ضائع ہو جاتا ہے - یہی وہ بات ہے کہ جب ان ہندو فقیروں نے اپنے قوتے سے صحیح کام لینا چھوڑ دیا تو قوانینِ خداوندی یا بہ محاورہ قرآن فعلِ خداوندی نے اُن کے بازو اور ہاتھ پر مُہر لگادی یہ ایک روزانہ مشاہدہ ہے - جو ذیل کی آیات کو آسانی سے قابلِ فہم کردیتا ہے

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله انهم ساء ما كانوا يعملون - ذالك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون - اولم يهد للذين يرثون الارض من بعد اهلها ان لو نشاء اصبنٰهم بذنوبهم ونطبع على قلوبهم فهم لا يسمعون ۰ ثم بعثنا من بعده رسلا الى قومهم فجاءوهم بالبينٰت فما كانوا ليؤمنوا بما كذبوا به من قبل كذالك نطبع على قلوب المعتدين - واذا انزلت سورة ان امنوا بالله وجاهدوا مع رسوله استاذنك اولوا الطول منهم وقالوا ذرنا نكن مع القٰعدين - رضوا بان يكونوا

مع الخوالف وطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون۔ جب منافق تیرے پاس آتے ہیں۔ اور تیری رسالت پر شہادت دیتے ہیں۔ خدا بھی جانتا ہے۔ کہ تو رسُول ہے۔ لیکن خدا یہ بھی شہادت دیتا ہے۔ کہ یہ منافق جھوٹے ہیں وہ اپنی قسموں کو اپنی سپر بناتے ہیں۔ خدا کی راہ سے دُور چلے جاتے ہیں جو کرتے ہیں یقیناً بُرا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی وہ ایمان لے آتے ہیں کبھی وہ چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر اس کے باعث ان کے دلوں پر مُہر لگجاتی ہے۔ اور ان کی سمجھ ماری جاتی ہے۔ یہ جو دوسری نسل کے لوگ پہلی نسل کے بعد ان کے وارث ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ نہیں سمجھتے کہ ہم ان کو (بھی) ان ہی غلطیوں کے باعث اگر چاہیں تو تکلیف دیں۔ اور انکے دلوں پر مُہر کردیں۔ پھر یہ سُننے کے قابل نہیں رہینگے۔ نوح کے بعد ہمنے اور رسول اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے۔ انھوں نے کھلے دلائل سے باتیں سمجھائیں لیکن چونکہ وہ پہلے ہی جھٹلا چکے تھے۔ اسلئے اُنھوں نے اوّل رسُولوں کو نہ مانا۔ یہی وہ مہر ہے۔ جو ہم حدود سے متجاوز ہونیوالوں کے دلوں پر لگادیا کرتے ہیں۔ جب کبھی کسی سُورت نے نازل ہو کر اُنہیں حکمدیا کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور رسول کے ساتھ کھڑے ہو کر سعی تمام کرو۔ تو ان میں کے صاحب استطاعت لوگ تجھ سے اجازت مانگتے ہیں۔ کہ ہمیں یہاں ہی چھوڑ جاؤ۔ ہم تیچھے رہینگے۔ اب انھوں نے یہ پسند کیا ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہیں۔ تو خدا بھی اُن کے دلوں پر مُہر کردیتا ہے۔ وہ سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہتے +

ازیں قبیل اور بہت سی آیتیں ہیں جن سب کا خلاصۃ یہی ہے۔ کہ جو لوگ دیدہ و دانستہ صداقتوں کے سُننے یا ان پر غور کرنے سے اعراض کرتے ہیں یا بلا سوچے سمجھے مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یا کسی بات کے سننے کے بغیر پہلے ہی سے مخالفت پر تلے ہوئے ہوتے ہیں یا لاپرواہی کی

وجہ سے کسی امر کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے یا منافقانہ راہیں اختیار کر لیتے ہیں - یہ لوگ صحیح محاکمے کے قابل نہیں رہتے - اُن کے قوائے عقلیہ صحیح کام دینا چھوڑ دیتے ہیں - اور پھر آہستہ آہستہ ان کا تمرد اُنہیں ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے - کہ وہ ہدایت کے رستوں کو دیکھ سکتے ہی نہیں - نہ ہدایت کی باتوں کو سُننے پر سمجھنے کے قابل ہوتے ہیں - بلکہ سُنتے ہی نہیں - یہ حقائق کوئی پیچیدہ نہیں - بلکہ بدیہات سے ہیں - یہی وہ خدا کی مُہر ہے - جو آنکھ - کان - اور دل کو باوجُود اُن کے ہونے کے بیکار کر دیتی ہے +

گوشوارہ آمد و خرچ

مُسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو پبلشر فنڈ و اشاعت ادبیات

دفتر ہندوستان ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء

تفصیل آمد	نمبر تفصیل	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر تفصیل	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	۱	۶	۱۲	۲۶۰	اسلامک ریویو و مشن و اشاعت ادبیات	۵	۰	۱۴	۱۷۱۴
آمد اسلامک ریویو	۲	۰	۱۲	۵۹۴					
ریزرو فنڈ	۳	۰	۰	۶۰					
اشاعت ادبیات	۴	۰	۴	۱۱۰۳					
میزان آمد		۶	۱۲	۲۰۱۸	میزان خرچ	۰	۰	۱۴	۱۷۱۴

دستخط

ڈاکٹر غلام محمد صاحب آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۶ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
قیمت کتب آمدادو وکنگ بذریعہ پوسٹل آرڈر	۰	۰	۱
جناب منہاج الدین صاحب لائلپور	۰	۰	۵
جناب اہلیہ میاں محمد خان صاحب اوکاڑہ	۰	۰	۲۰
جناب نواب الدین صاحب تعلوگڈر ضلع منٹگمری	۰	۰	۱۴
ر محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۴
ر خواجہ عبد الغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مسلم مشن	۰	۹	۶
ر منشی محمد امانت صاحب محرر	۰	۳	۱
ر حکیم محمد اسحاق صاحب محرر ریویو	۶	۱۲	۰
ر احمد سعید چپڑاسی	۹	۳	۰
ر منشی محمد شفیع صاحب محرر مسلم بک سوسائٹی	۰	۱۵	۰
ر خلیفہ محمد عبداللہ صاحب محرر رسالہ اشاعت اسلام	۳	۹	۲
جناب کپتان جعفری صاحب الہ آباد	۰	۰	۱۰
رقم واپسی پیشگی جو کہ مورخہ ۱۰۔ اگست ۱۹۲۶ء کو بذریعہ بل ۳۶ برآمد کرا کر برائے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بمبئی روانہ کی گئی تھی	۰	۰	۱۰۰
جناب تاج الدین صاحب وردھا چلم	۰	۰	۵
معلوم الاسم	۰	۰	۲

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب صبیح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱
جناب مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
ر خوندکار انور علی صاحب نگر کنڈا	۰	۱۴	۴
ر سید محی الدین صاحب سکندر آباد	۰	۰	۱
ر فضل کریم صاحب فیروزپور	۰	۰	۳
ر ڈاکٹر ایم۔ اے صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
ر فضل الدین صاحب بھوپال	۰	۰	۵
جناب بنت محل احمد خان صاحب علیگڈھ	۰	۰	۱۴
جناب محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	۰	۱۰	۵
ر محمد محمود صاحب دہلی	۰	۰	۲
ر خان صاحب علی خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۸
ر امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
ر تجمل علی خان بہادر رہیلا کنڈی	۰	۰	۵
ر محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۲
ر بدر الحسن صاحب مظفر پور	۰	۰	۱۰
میزان کل	۶	۱۲	۲۶۰

نقشہ ۲ آمد اسلامک ریویو لٹریچر فنڈ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۶ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
حضور نواب حاجی حمید اللہ خان صاحب والیٔ ریاست بھوپال دام اقبالہٗ	۰	۸	۴۹
جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
ر آر سید سرمست حسین ٹمکور میسور	۰	۸	۱
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۱۲	۵۳۳
میزان	۰	۱۲	۵۹۴

نقشہ ۳ آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۶ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
حضور چھوٹانی صاحب سوانور	۰	۰	۱۰
جناب عبد الحافظ صاحب بامکط کاٹھیاواڑ	۰	۰	۵۰
میزان	۰	۰	۶۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

زکوٰۃ صدقات و خیرات کا بہترین مصرف اشاعت اسلام ہے

انما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضة من اللہ واللہ علیم حکیم۔ **ترجمہ** ۔ خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے ۔ اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو مال خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں۔ اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کو پرچانا منظور ہے ۔ ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جاوے ۔ اور نیز قید غلامی سے غلاموں کی گردنوں کے چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے میں اور نیز خدا کی راہ میں اور نیز مسافروں کے زاد راہ میں ۔ یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں ۔ اور اللہ جاننے والا اور صاحب تدبیر ہے ۔ (الفرقان)

ذیل کی چند سطور میں میں آپ کی گرامی توجہ ایک اہم مسئلہ کیطرف مبذول کرتا ہوں ۔ جو مسلمانوں کی بہبود کیلئے نہایت اہم اور مفید ہے ۔ اور وہ مسئلہ مسئلہ **زکوٰۃ** ہے ۔

زکوٰۃ اسلام کے اساسی اصولوں میں سے ایک رکن عظیم ہے جسکو خداوند تعالیٰ کی پاک کلام نے انفرادی خیرات کی بجائے ایک قومی خیرات قرار دیا ہے ۔ زکوٰۃ ہر مسلم صاحب نصاب سے سال بھر کے اندوختہ کا چالیسواں حصہ ہے حضرت نبی کریم صلعم اور آپکے جانشین اسکی وصولی میں خاص اہتمام کیا کرتے تھے ۔ اور فراہم شدہ زکوٰۃ کو بیت المال یعنی قومی خزانہ میں جمع کیا کرتے تھے ۔ اور اسطرح سے فراہم کردہ زکوٰۃ کو مسلمانوں کی بہبود میں صرف کیا کرتے تھے لیکن شومئے قسمت سے ہماری ثروت و طاقت کا یہ سرچشمہ عظیم آجکل بالکل خشک پڑا ہے ۔ اور وہ بھاری لہر جو اس منبع عظیم سے نکلکر ہماری قوم کو سرسبز و شاداب کرتی ۔ اس لہر عظیم کے چند ہی قطرات ہم تک پہنچے ہیں ۔ اور وہ بھی ریت

یوں تو زکوٰۃ کا کوئی مہینہ مقرر نہیں ۔ ہر صاحب نصاب مسلم کے مال جب اس کے اندوختہ مال پر ایک سال گذر جاوے تو زکوٰۃ کی ادائیگی اسپر واجب ہو جاتی ہے چونکہ مسلم بھائی ماہ رجب میں اکثر زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس ماہ میں اپنی کار مشن کی طرف بھی متوجہ کیا جاوے ۔ (سکرٹری)

اگر کل کے کل صاحب نصاب مسلم اس فریضہ پاک پر عمل پیرا ہوں۔ اور حسب تعلیم قرآن کریم اس مفید و محمود مند اسلامی فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ کریں۔ تو شادابی و سرسبزی کی ایک نہر بہہ سکتی ہے۔ جو بہت سی خشک بنجر اور غیر آباد زمینوں کو سرسبز و لالہ زار کھیتوں میں متبدل کر سکتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری قومی دولت و طاقت لایعنی کاموں میں صرف ہو رہی ہے۔ اور ان نیک کاموں میں صرف نہیں ہوتی۔ جو ہماری نکبت افلاس و غربت کو دور کرنے کیلئے کلام پاک نے بطور علاج تجویز کئے ہیں +

ان حالات کے ماتحت میں آپ کی گرامی توجہ اس امر حقہ کیطرف مبذول کرونگا جسکی ذمہ داری ہر مسلم صاحب نصاب پر عاید ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے فرمودہ احکام متعلقہ زکوٰۃ کا پورا پورا احترام کیا جائے۔ اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں ان تمام احکامات پر عمل کیا جاوے۔ ایک صاحب نصاب کو چاہئے کہ وہ بنظر تعمق غور کرے۔ کہ آیا اسکی زکوٰۃ واقعی فرقان حمید کے ارشاد کردہ مصارف میں ہی صرف ہو رہی ہے یا اس کے خود ساختہ مصارف میں +

عام طور پر زکوٰۃ دو حصص میں منقسم ہے۔ اول وہ امداد جو کہ مستحق مسلمانوں کی کیجاتی ہے۔ یعنی غرباء مساکین مقروض ابن السبیل۔ دوم۔ وہ اعانت جو اسلام کی اشاعت کی کی جاتی ہے جسکو قرآن شریف تالیف قلوب کی ضمن میں لاتا ہے۔ اور اسمیں عاملین بھی شامل ہیں۔ جو زکوٰۃ کو فراہم کرتے اور دفتر زکوٰۃ کی تنظیم کرتے ہیں اور فی سبیل اللہ میں مذہب اسلام کی حفاظت اور اشاعت مراد ہے +

دنیا میں مصائب کی بہت سی انفرادی مثالیں ہمارے رحم کو محرک کر سکتی ہیں۔ اور ہمکو ان بھائیوں سے ہمدردی بھی ضرور کرنی چاہئے۔ جو مصیبت میں مبتلا ہوں۔ لیکن یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ ہماری زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ نااہل و غیر مستحق ہاتھوں میں جا کر ضائع ہو جاتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے گداگری اپنا پیشہ بنا یا ہوا ہے۔ اور کہ جو زہد و تقویٰ کی آڑ میں لوگونکو دکھ دیتے ہیں۔ لیکن قطع نظر ان سب باتوں کے قرآن کریم نے جو آٹھ مصارف مندرجہ بالا آیت میں تجویز کئے ہیں۔ ان سب میں اہم عنوان زکوٰۃ فی زمانا فی سبیل اللہ یعنی اشاعت اسلام ہے اسلام اس وقت کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ ایک بیکسی اور مفلسی کی حالت میں ہے کشتی اسلام بھنور میں ہے۔ باد مخالف چاروں طرف سے اسے تھپیڑے لگا رہی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ اسلام کے مصائب و آلام مسلمانوں کی انفرادی تکالیف و مصائب سے بہت زیادہ اہم ہیں۔

اور ہماری قومی تکالیف ہی ہماری انفرادی مشکلات کو بڑھا رہی ہیں۔ ان حالات کے ماتحت اسلام کی اشاعت میں کسی قسم کی اعانت اس امداد سے زیادہ اہمیت و وقعت رکھتی ہے جو انفرادی طور پر کسی مسلمان بھائی کی جاوے +

قرآن کریم کے ارشاد کردہ مصارف زکوٰۃ سے ہر مسلم صاحب نصاب پر فرض ہے۔ کہ اپنی اور اپنے خویش و اقارب و دوست و احباب کی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ حفاظت و اشاعت اسلام اور ازیں قبیل اشاعت اسلام کے متعلقہ کاموں میں صرف کرے۔

اسلام کو آج بہت سے دشمنوں سے مقابلہ در پیش ہے۔ ان میں سب سے بڑا دشمن عیسائیت ہے جو خصوصیت سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مسلمانوں کو اپنے اندر شامل کر رہا ہے۔ جس کا اندفاع ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور اس ضرورت حقہ کو ہر تعلیمیافتہ مسلم بھائی جانتا ہے۔ اسلئے مجھے زیادہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ ان پر واضح کروں کہ کیوں ان کی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ حفاظت و اشاعت اسلام پر صرف ہونا چاہیئے۔ زکوٰۃ کی اہمیت اور اسی ضرورت حقہ کو قائم کرنے کے بعد میں آپ کی گرامی توجہ ایک حقیقت نفس الامری کی طرف منبذول کرنی چاہتا ہوں۔ اور وہ اشاعت اسلام کا وہ مہتم بالشان کام ہے۔ جو گذشتہ پندرہ سال سے انگلستان کی سرزمین میں شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) کے ذریعہ یورپ میں ہو رہا ہے۔ یہ مشن نہ صرف غیر مسلموں کو ہی دائرہ اسلام میں لانے میں کامیاب ہوا ہے جن کی تعداد یورپ کے مختلف حصص میں ایک ہزار سے متجاوز کر گئی ہے۔ بلکہ مذہب اسلام کے متعلق اس مشن کے ذریعہ سے ہزارہا لوگوں کے خیالات میں تبدیلی رونما ہو گئی ہے۔ اور غلط فہمیوں۔ غلط بیانیوں کو رفع کرنے میں اس مشن نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں اس مشن کے ذریعہ یورپ میں اسلام کے متعلق ایک رواداری فضا پیدا ہو گئی ہے۔ لوگ اسلام کی تعلیم کو بخوشی سنتے اور پڑھتے ہیں لیکن اس سے پیشتر یورپین نگاہ میں اسلام ایک بھیانک شکل میں تھا۔ اسلام محض ایک اجنبی مذہب خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اب وہ اسلام جو پوپ اور صاحبان کی چالاکیوں سے بدنما اور بدنام ہو چکا تھا۔ اس کے دلربا چہرہ کو دیکھ کر بہت سی یورپین سعید روحیں تسکین قلب حاصل کر رہی ہیں۔ اس

مشن کے بہت سے تبلیغ کے ذرائع ہیں۔ انہیں سے ذیل میں چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے +

۱۔ رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی تحریک کا روح رواں اور ترجمان ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں مختلف ممالک میں انگریزی دان غیر مسلم طبقہ میں مفت برائے اشاعت دین اسلام تقسیم کیجاتی ہیں۔ جن کو دور دراز ممالک کے غیر مسلم احباب اپنی فرصت کی سنسان گھڑیوں میں مطالعہ کرتے اور عیسائیت اور اسلام کی تعلیم کا متقابلہ مطالعہ کرنے کے بعد بذریعہ خط اعلان اسلام کر دیتے ہیں +

۲۔ مشن کے مبلغین ہفتہ میں ایک بار مسجد ووکنگ (انگلستان) میں اور لنڈن میموریل ہوس میں محاسن اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ جنہیں غیر مسلم سامعین کی کافی تعداد ہوتی ہے۔ یہ لوگ لیکچر سننے کے بعد اسلام کے متعلق نیک تاثرات لے کر جاتے ہیں۔ اور اس طرح سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں اور دروغبافیوں کا ازالہ ہوتا رہتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ اسی طرح سے مقامی احباب اسلامی برادری میں شامل ہوتے رہتے ہیں +

۳۔ جو نو مسلمین مسجد ووکنگ یا لنڈن کے گردونواح میں رہتے ہیں۔ انکو عربی تعلیم دینے کا مشن ووکنگ نے معقول انتظام کیا ہوا ہے۔ ان کے لئے ایک معلم رکھا گیا ہوا ہے۔ جو عربی سے اچھی طرح واقف ہے۔ جو ان کو عربی کی ابتدائی تعلیم اور قرآن شریف کا درس دیتا ہے +

۴۔ نومسلمین میں جو لوگ مالی امداد کے مستحق ہوتے ہیں۔ ان کی تالیف قلوب کی مد سے امداد کی جاتی ہے۔ جس سے اُن پر اسلامی اخوت و ہمدردی کا عملاً نیک اثر پڑتا رہتا ہے +

۵۔ مسجد ووکنگ میں اکثر مستفسرین بھی آتے رہتے ہیں۔ جو اسلام کے متعلق مختلف قسم کے استفسارات کرتے ہیں۔ ان کی خاطر و مدارات چاء وغیرہ سے کیجاتی ہے۔ پھر جو جلسے آئے دن مسجد ووکنگ یا لنڈن میموریل ہوس میں مشن کی طرف سے ہوتے

ہیں۔ ان میں شامل ہونے والے احباب کی خاطر و تواضع چاء سے کی جاتی ہے۔
اس کے علاوہ ہر دو عیدین پر جس قدر مسلم و غیر مسلم احباب ان دو سعید تقریبوں پر مسجد ووکنگ میں آتے ہیں۔ ان سب کو ایک وقت کے کھانے پر شامل کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض احباب شام کے کھانے کے لئے ٹھیر جاتے ہیں اور اکثر انہیں سے چلے جاتے ہیں + اِس طرح سے نومسلمین و غیر مسلمین کی مہمان نوازی و خاطر داری کیلئے مشن کو ایک زر کثیر کے اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہے لیکن تبلیغی نکتہ خیال سے اس قسم کا برادرانہ برتاؤ و سلوک برطانوی .. یورپین پر نیک اثر ڈالتا ہے۔ جس سے اسلام کی ہمہ گیر اخوت و برادری کا انہیں عملاً نیک سبق ملتا رہتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی اخوت یورپ میں عنقا کا حکم رکھتی ہے +

۶۔ **لندن مسلم پریئر ہاؤس** میں بھی ہماری تبلیغی جد و جہد رہتی ہے۔ نماز جمعہ ہمیشہ اسی مقام پر ہوتا ہے۔ کیونکہ نومسلم و مسلم احباب آسانی سے وہاں شامل ہو سکتے ہیں۔ اسلئے دنیا بھر کے اس مرکزی مقام پر مشن کی تحریک کو زندہ رکھنے کیلئے ان اخراجات کا بھی مشن کو متحمل ہونا پڑتا ہے +

۷۔ یورپ میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ ماہواری رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی کتب کی مفت اشاعت ہے۔ یہ رسالہ اور کتب ہزاروں کی تعداد میں ہر ماہ مسجد ووکنگ سے نومسلمین اور غیر مسلمین کے حلقہ میں مفت تقسیم ہوتی رہتی ہیں۔ جن سے نور اسلام پھیلتا رہتا ہے۔ اسوقت تک کئی ایک اسلامی کتب مسلم مشن ووکنگ نے چھاپ کر مفت تقسیم کی ہیں۔ اور ان کتب کی مفت اشاعت سے بڑے حسن نتائج مترتب ہوئے ہیں۔ ان سب کتب میں انگریزی کتاب The ideal Prophet یعنی اسوۂ حسنہ اور Sources of christianity یعنی ینابیع المسیحیت یوروپین حلقہ میں بہت ہی مقبول عام ہوئی ہے۔ انگریزی رسالہ اسلامک ریویو اور انگریزی اسلامی لٹریچر کی مفت اشاعت ایک زندہ جاوید مبلغ کا کام کرتی ہیں۔ مسجد ووکنگ سے دور دراز ممالک میں جب ایک انگریزی تصنیف اسلامی مضامین لئے ہوئے کسی متلاشئ حق و صداقت

کے پاس پہنچتی ہے۔ تو اُسے وہ اپنی فرصت کی سنسان گھڑیوں میں غور و تدبر سے مطالعہ کرتا ہے۔ چونکہ اسلام ایک فطرتی و معقول مذہب ہے۔ اسلئے اسکی پاک تعلیم کا اس طرح وہ والہ و شیدا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ایک کوئی شکوک بھی ہوتے ہیں۔ تو ان کی بذریعہ خط و کتابت تسلی کر کے چٹھی کے ذریعہ اعلان اسلام کر دیتا ہے +

۸۔ دُور دراز ممالک سے مسجد ووکنگ والے بذریعہ خطوط بھی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ہماری تبلیغی تگ و دو میں یہ عنصر بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ تبلیغی جد و جہد کے بیشمار ذرائع میں سے چند ایک پیش نظر ہیں۔ بہت حد تک یورپ میں تحریری ذرائع سے تبلیغ و اشاعت اسلام ہوتی رہتی ہے۔ اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں*۔ بفضلہ تعالیٰ مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) نے تمام اسلامی دنیا میں ایک عالمگیر شہرت حاصل کر لی ہے۔ یہ مشن تمام اسلامی دُنیا میں شہرہ آفاق ہو چکا ہے۔ اس مشن کی عظمت و عزت اور مہتم بالشان اسلامی خدمات کو مدنظر رکھ کر کل کی کُل مسلم دُنیا کو اس کارخیر سے دلچسپی ہے۔ اور اسکی وجہ فقط ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس مشن کی بنیادیں قومی اتحاد کے زریں اصول پر محکم ہیں۔ یہ مشن فرقہ بندی کے مناقشات سے بالاتر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسکی عامہ مقبولیت ہے۔ الغرض یہ کہ ہر مسلم فرد بشر کو اس پاک کام سے دلی اُنس و محبت و ہمدردی ہے۔ اسلئے میں آپ کی خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق قرآن شریف کے آٹھ مصارف مندرجہ آیات قرآنی کو ضرور ملحوظ رکھیں۔ اور ان آٹھ مصارف فرمودہ قرآن شریف میں ایک حصہ کثیر دین کی اشاعت کے لئے الگ کر دیں۔ اور اسمیں مسلم مشن ووکنگ انگلستان کو فراموش نہ فرمائیں۔ نہ صرف اپنی زکوٰۃ کو ہی اس کارخیر میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں بلکہ اپنے دوست واحباب، خویش و اقارب کی زکوٰۃ کی ترسیل کا بھی انتظام فرمائیں +

یہ امر آپ سے پوشیدہ نہیں۔ کہ ہندوستان کی ملکی فضا میں گذشتہ پندرہ سال میں کئی اسلامی تحریکات رونما ہوتی رہی ہیں۔ جو کچھ عرصہ زوروں پر رہ کر

* بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک ایک ہزار کے لگ بھگ احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں (سیکرٹری)

اور مسلمانوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ کر آخر کار مُردہ ہوگئیں۔ لیکن اگر کوئی تحریک آج تک زندہ و سرسبز ہے۔ تو وہ **اشاعت اسلام** کی تحریک جاوید ہے اور یہ تحریک بفضلہ تعالیٰ ابدالآباد تک زندہ و سرسبز رہیگی۔ کیونکہ اس کی پشت پناہی کرنیوالا خود **حیّ و قیّوم** ہے۔ اور اس کا **سنگ بنیاد** رکھنے والا خود حضرت **محمد رسول اللہ** صلعم ہیں۔ اس لئے اس مقدس تحریک کو ہمیشہ زندہ و سرسبز رکھنے کے لئے ضرورت ہے کہ زندہ دلان اسلام اس کی آبیاری فرمائیں۔ اور اس کے لئے مالی نور افع پیدا کریں۔ جس سے یہ اسلامی تحریک ہمیشہ کے لئے یورپ کے مرکز میں قائم رہے۔ اور کسی وقت بھی مالی اضطراری کی وجہ سے اس نخل اسلام کو تثلیث و کفر گڑھ کے میدان سے اکھاڑنے کی نوبت نہ آئے۔ اس کی بنیادوں کو محکم و مستحکم کرنا مسلمانان عالم کا فرض ہے۔ کیونکہ یورپ کی سرزمین میں یہی ایک مشترکہ اسلامی مشن ہے جو گذشتہ پندرہ سال سے اب تک قائم ہے۔ جو فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تبلیغ کر رہا ہے ضرورت حقہ کو سامنے رکھ کر سال گذشتہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان نے ایک **ریزرو فنڈ** قائم کیا۔ جسمیں اسوقت تک ایک معتدبہ رقم جمع ہوگئی ہے۔ جو ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام میں مشتہر ہوتی رہتی ہے۔ مینے بحیثیت سکرٹری اس ریزرو فنڈ کے قیام کے وقت سے لے کر آج تک یہ اہتمام کیا۔ کہ جس قدر ماہواری و سالانہ امداد مشن کے علاوہ متفرق امداد مشن یا خیرات۔ صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ آئیں۔ سب ہی اس ریزرو فنڈ میں جمع کردیں۔ اگر برادران اسلام اس ریزرو فنڈ کو اپنی مالی امداد و دیگر عطیات یا صدقات و زکوٰۃ کی رقوم سے مستحکم فرمائیں۔ تو بہت جلد مشن ووکنگ مستحکم بنیادوں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ اس ریزرو فنڈ کے متعلق یہ تجویز ہے۔ کہ اس کا سرمایہ چند لاکھ روپے تک بڑھا دیا جاوے۔ اور اس کو کسی معتبر بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھا جاوے۔ اور پھر اسی ریزرو فنڈ کا سالانہ منافع مشن کے کثیر اخراجات

کے کچھ حصہ کا متحمل ہو جاوے۔ اس طرح سے مشن کو آئے دن کے مالی تفکرات سے نجات ہو جاویگی۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام و مُحبّان مشن اس تجویز کو پسند فرمائینگے اور اگر اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہی خواہان اسلام خاص جد و جہد فرمائیں۔ تو ہم آئے دن کی دریوزہ گری سے مخلصی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور مُسلم بھائیوں کے لئے یہ امر کوئی مشکل نہیں۔ آپ کے تمام صدقات۔ زکوٰۃ و خیرات کا بہترین مصرف اللہ پاک کا یہ کام ہے۔ اس لئے اس کو ہر وقت یاد رکھیں +

خادم

خواجہ عبدُالغنی سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

ضروری نوٹ:۔ تمام ترسیل زر بنام [illegible] بذریعہ [illegible] مشن ووکنگ برانڈرتھ روڈ [illegible] لاہور [illegible]

برادرانِ اسلام۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دراصل میرا ارادہ تھا کہ مضمون [illegible] خود لکھوں۔ لیکن میری علالت طبع مانع ہو گئی۔ اور یہ فرض عزیزی خواجہ عبدالغنی صاحب نے ادا کیا۔ میں عنقریب ایک خاص سکیم میں قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ اب ہم مغرب میں مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ کہ دشمن پسپا ہو رہا ہے اسکے قدم اکھڑ گئے ہیں۔ اور وہ بھاگ رہا ہے۔ اب وقت حملہ کا ہے۔ جو مسلم لٹریچر کی وسیع اشاعت سے ہو سکتا ہے۔ آپ خوب یاد رکھیں۔ کہ اسوقت ہماری نجات دو تین باتوں پر ہی آ رہی ہے۔ اول۔ قومی اتحاد۔ دوم۔ اشاعت اسلام کی خصوصیت مغرب میں سوم۔ باقی تحریکیں اب چھوڑ دینی چاہئیں۔ جو جو امیدیں مغرب میں اشاعت اسلام کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ان کے پورا ہونے کے دن قریب ہو سکتے ہیں علی الخصوص ہمت کریں اگر ایک یا نچھ سال کے لئے ہمارے بھائیوں کی زکوٰۃ کا زیادہ حصہ مغرب میں اشاعت اسلام پر خرچ ہوتے۔ تو جس طرح کو ورپ جیسا بیت ہمارے وہم و گمان سے کہیں زیادہ گذشتہ پانچ چھ سالوں میں تباہ ہو گئی ہے۔ ویسے ہی چند سالوں میں اسلام کی اشاعت تمہارے وہم و گمان سے بالاتر ہو سکتی ہے۔ اخیر میں میری یہی عرض ہے کہ خواجہ عبدالغنی کی اپیل پر توجہ فرمائی جاوے +

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

اکسیر رحمانی

یہ مجرب اکسیر ہندوستان۔انگلستان۔جنوبی افریقہ میں شہرت پا چکی ہے جسکی تصدیق ذیل کی سندات سے ہوتی ہے۔سرٹفکیٹ دہندگان کی حیثیت اس بات کی ذمہ وار ہے کہ یہ دوائی اشتہاری حکیموں کی دوائی نہیں۔یہ اکسیر دراصل خود معدہ کو اکسیر بنا دیتی ہے اور جسم سے یورک ایسڈ یا دیگر ردی مواد کو خشک کر کے یا جلا کر نیا خون صالح پیدا کرتی ہے جس سے کل قوا۔اور پٹھوں میں ایک خاص قوت پیدا ہو جاتی ہے دماغی محنت کرنے یا ضعیف قوا ر والوں نے اپنی کھوئی ہوئی طاقتوں کو از سر نو حاصل کیا ہے۔بیخوابی اس سے دور ہو جاتی ہے جسم کے اندر فالتو چربی۔پٹھوں اور گوشت میں مبدل ہو جاتی ہے۔ایک ہفتہ کے استعمال سے اشتہا کا بڑھنا اور خوراک کا ہضم ہو کر جزو بدن بنجانا نظر آجاتا ہے۔الغرض ہر عضو رئیسہ پر اور خصوصاً پٹھوں پر اس اکسیر کا حیرتناک اثر ہوتا ہے۔نوعمروں میں صرف پندرہ دن کا استعمال افزائش وزن کا موجب ہو جاتا ہے۔جسیم جسم ہلکا ہو جاتا ہے۔لیکن وزن میں کمی نہیں آتی ۔

سوء ہضم (Dyspepsia) اصلاح جگر۔وجع المفاصل یعنی جوڑوں اور اعصاب کی درد (Rheumaticism) کمزوری دل و دماغ۔نیند کا نہ آنا۔زردی رنگت۔قوا رکی جس قسم کی بھی شکایت ہو نے سے یہ اکسیر دور کرتی ہے دماغی کام کرنیوالوں کے لئے یہ اکسیر از حد مفید ہے ۔

قیمت :- دو روپیہ ۲/ معہ محصولڈاک وپیکنگ فی بمعہ پیمانہ شیشہ برائے ناپنے (دوائی دو ماہ کیلئے کافی ہے)

تین شیشی کے خریدار کو محصولڈاک معاف .

بیرون ہندوستان قیمت ایک شیشی ۴ شلنگ بمعہ محصولڈاک ۔

ملنے کا پتہ عبدالغنی جلال دین کمشن ایجنٹس .. برانڈرتھ روڈ۔لاہور

نقول سندات

نقل سند جناب نیاز احمد صاحب مجسٹریٹ درجہ اول بھمبر ریاست جموں

اکسیر رحمانی کا استعمال اسکے معرض وجود میں آنیسے کر رہا ہوں میں نے ایسی مفید لوزند و دا ثر دوائی آجتک نہیں دیکھی جب میں نے اسکا استعمال شروع کیا ہے اُسنے فوراً اپنا اثر دکھایا ہے خون صالح پیدا کیا ہی بھوک اور وزن بڑھایا ہے مجھے وجع المفاصل کی شکایت ہوا کرتی تھی اب دو سال سے اس شکایت کا نام و نشان باقی نہیں رہا میرا وزن پہلے کی نسبت بڑھ گیا ہی اور صحت بھی بہت اچھی ہی تبدیلی صرف اکسیر رحمانی نے پیدا کی ہی میں نے اپنے حلقہ اثر میں اسکے استعمال کا پرچار کیا ہی میرے تمام دوست اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں یہ شکایت اسقدر رہتی ہے کہ آپکے پاس کافی ذخیرہ کبھی نہیں ہوا دوائی تیار ہونیکے پندرہ دن بعد آپ سٹاک ختم کر دیتے ہیں اور پھر مدت انتظار کرنا پڑتا ہی۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ امام مسجد شاہجہان ووکنگ (انگلستان)

دماغی شغلوں نے جو میرے اعصاب کا حال کر رکھا تھا اُس سے میں بالکل مایوس ہو چکا تھا اس دماغی محنت نے میرے معدے۔ جگر اور دل پر برا اثر کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی ہیں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں از سر نو جیسے کچھ سال پہلے کیطرح پھر کام کرنیکے قابل ہو گیا ہوں اعضاء رئیسہ کو طاقت دینے میں تو یہ دوائی فی الواقع اکسیر ہے + خواجہ کمال الدین مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۵ء۔

(سر) عباس علی بیگ صاحب سابقہ ممبر انڈیا کونسل حال مقیم لنڈن

میں نے چار ماہ تک قریباً آپکی اکسیر کا مسلسل استعمال کیا ہے۔ عموماً جسم کو مضبوط کرنے میں یہ بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی ہے +

عالیجناب ولیعہد صاحب ریاست منگرول (کاٹھیاواڑ)

اس دوائی کے استعمال سے میرا وزن دس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا۔ میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا۔ انہیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +

جناب آر عباسی صاحب۔ پرسنل اسسٹنٹ عالیجناب نواب صاحب منگرول (کاٹھیاواڑ)

نقاہت۔ کمزوری اور سوء ہضمی میں میں نے اس اکسیر کو بہت ہی نافع پایا +

عالیجناب فرخی صاحب استاد عالیجناب نواب صاحب رامپور

اگر ہشتاد سالہ اشتہا اس دوائی کے استعمال سے دگنی ہوجائے تو اسے کرامت نہ کہا جائے۔ نوادر کیا

جناب منشی سعادت علی صاحب از رامپور

کولھے سے لیکر گھٹنے تک میں سخت درد میں مبتلا تھا اس دوائی کے ذریعہ مجھے آرام ہوا۔

جناب محمد صدیق صاحب مالک کارخانہ صابون۔ محمد صدیق۔ محمد ابراہیم۔ دہلی

مجھے اس دوائی سے ازحد فائدہ ہوا۔ میرے جسم میں چستی۔ چلنے میں طاقت اور اشتہا میں زیادتی پیدا ہوگئی۔

جناب عبد الاکبر خاں صاحب نائب تحصیلدار۔ چارسدہ۔ ضلع پشاور

یہ دوائی مجھے خواجہ کمال الدین صاحب کی معرفت ملی مجھے جسمانی اور دماغی طور سے ازحد فائدہ ہوا۔ دو تین دن کے اندر جسم میں چستی پیدا ہوگئی۔ میرے ایک اور دوست نے بھی استعمال کی اور فائدہ اٹھایا۔

جناب خاں صاحب محمد دلدار خان صاحب اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ ضلع پشاور

میرے چند دوستوں نے اس دوائی کو استعمال کیا انہیں مختلف شکایات تھیں ان سب کو نہایت عمدہ فائدہ ہوا۔

جناب محمد عبد اللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ سری نگر (کشمیر)

مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے اعجازی رنگ میں خارق عادت فائدہ ہوا جسمانی اور نفسانی قوا میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی حق الامر یہ ہے کہ یہ اعجازی دوائی ایک نمونہ کرامت ہے میرے علاوہ مولوی خان اللہ صاحب محمد اکبر و محمد اسماعیل صاحبان اور غلام نبی صاحب کو بھی فوری فائدہ ہوا۔ ایک دوست غلام رسول وجع المفاصل سے تنگ تھا اور اسکے گھٹنوں میں درد تھا۔ اُسے بھی فوری فائدہ ہوا۔

جناب ملک شیر محمد صاحب سابقہ سیکرٹری محکمہ منشیر مال۔ حال مہتمم صاحب خزانہ ریاست جموں

میں نے دوا ہاضمہ کو استعمال کیا قوت ہضم بڑھانے اور اشتہا صادق کے پیدا کرنے میں سب سے بہتر پایا۔ چند روزہ استعمال سے اس دوا کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ میرے علم میں کہنہ بدہضمی و امراض معدہ کے دفعیہ کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ عالم پیری میں جسمانی قوا کی تقویت کیلئے اس دوا سے بہتر نافع دوا نہ ہوگی۔ دماغی کام کرنیوالوں کے لئے یہ دوا ازحد مفید ہے۔ ۷ جنوری ۱۹۲۵ء از جموں

عالیجناب حکیم سید لعل شاہ صاحب برق پلیڈر

پچھلے دنوں مسٹر فضل احمد خان صاحب انسپکٹر محکمہ مسکرات کو جبکہ وہ ڈیرہ میں متعین تھے "اکسیر رحمانی" کا استعمال کرایا۔ ان کا بیان ہے کہ میرا وزن تین سیر بڑھ گیا ہے۔ اور عام صحت بہت ہی اچھی ہو گئی ہے +

میرے گھر کے آدمی دودھ کا استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا تو ہضمی تکلیف ہو جاتی۔ مگر اکسیر رحمانی کے استعمال سے پہلے دن آدھ پاؤ۔ اور دوسرے تیسرے دن پاؤ اور پندرہ بیس دن کے بعد تین پاؤ تک بلا تکلف دودھ ہضم ہونے لگا۔ واقعی اکسیر رحمانی اکسیر ہے +

بغرض اختصار اب ہم ذیل میں چند نام دے دیتے ہیں۔ اور انکے مقابل جن شکایتوں سے انہیں فائدہ ہوا۔ اس کا ذکر کر دیتے ہیں۔

جناب پروفیسر قادر حسین صاحب نظام یونیورسٹی حیدرآباد دکن۔ مقیم (لندن)

ضعف دماغ۔ بےخوابی۔ پٹھوں کی کمزوری۔ دماغی محنت۔ درد سر۔ نقصان کا محسوس ہونا۔ ایک ماہ کے استعمال اکسیر سے یہ شکایات جاتی رہیں +

جناب مسٹر گوگرو۔ تاجر کارک سٹریٹ۔ لندن۔ مدت کا ضعف قلب دور ہوا۔

جناب افتخار رسول صاحب مڈل ٹیمپل۔ لندن۔

کمزوری جسم دور ہوئی۔ اور ہفتہ عشرہ میں جسم کا وزن بڑھ گیا +

جناب مسٹر او۔ موٹن۔ جونسبرگ۔ (جنوبی افریقہ)

چہرہ کی چھائیاں۔ خون کی کمی۔ جسم کی سستی و کمزوری دور ہوئی۔

جناب مسٹر مرزا اعظم صاحب نیوٹون۔ جونسبرگ (جنوبی افریقہ)

معدہ کی قدیمی شکایات اور گنٹھیا یعنے وجع المفاصل دوائی کے استعمال سے یہ شکایات دور ہوئیں اور جسم میں چستی و چالاکی پیدا ہو گئی۔

جناب سیٹھ قاسم صاحب پیٹر مارٹیز برگ۔ (جنوبی افریقہ)

مدت کی جسم کی کمزوری دور ہوئی۔ اور چہرہ پر رونق آ گئی +

رجسٹرڈ ایل نمبر [illegible]

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت :- للعہ سالانہ

قیمت :- صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور (پنجاب)

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں باہتمام منشی منظور الزمان پرنٹر چھپکر خواجہ عبدالغنی مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل سے شائع ہوا
لاہور سے سنہ [illegible] کو

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ چودہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ (انگلستان) سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یوروپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکی ہیں ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیش بہا ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے اسکی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقوں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں اس میں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ و فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اسمیں مضامین درج ہوتے ہیں، مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں سالانہ چندہ صہ ہندوستان میں ہے۔

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ (نومسلم) جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت تک یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں، اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو منجذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض ہے آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کی زیر طباعت ہے۔ اسکے علاوہ شہرہ آفاق کتاب آسمانی بادشاہت اور اسکا چارٹر مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی زبان میں ترتیب پا رہی ہے اسکا پتہ انچارج آفس عزیز منزل لاہور ہے۔

فہرست مضامین

رسالۂ

اشاعت اسلام

جلد (۱۳) | بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء مطابق ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ | نمبر (۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۳ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء نمبر ۳

شذرات

تشریح تصویر

یوں تو اشاعت اسلام کا ہر ایک نمبر کسی نومسلم کی تصویر پیش کرتا ہے۔ لیکن اس نمبر کو جس تصویر سے زینت دی ہے۔ وہ ایک اطالوی خاندان مقیم ڈربن ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پر مقام افریقہ میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس خاندان کے گیارہ ممبر ہیں۔ مسٹر (غلام محمد) پیٹر اور ان کا بیٹا ابراہیم پیٹر۔ باقی انکی اہلیہ صاحبہ اور انکی لڑکیاں۔ تصویر کے نیچے ہمیشہ ایک لفظی تصویر بھی ہوتی ہے۔ اس سے ہماری مراد تصویر کے تحت کا جملہ ہے۔ جسمیں صاحب تصویر اُن امور کا مختصراً ذکر کر دیتا ہے۔ جن سے اسے قبولیت اسلام کی تحریک ہوئی۔ لیکن اس تصویر کے نیچے جو تین سطریں ہیں وہ نہایت معنی خیز اور مسلم توجہ کی محتاج ہیں۔ ان سطور کا کھلا کھلا ترجمہ یوں ہو سکتا ہے۔ بائبل کے ماننے والے آج اندھیرے میں ٹانک ٹوئیاں لگا رہے ہیں۔ کیونکہ صحت بائبل تو مشکوک ہو گئی ہے۔ اور وہ اس قابل نہیں ہے۔ کہ طلب صداقت میں اس کے ورقے گردانے جائیں۔ اب طالب حق کی تشفی اسلام میں ہی ہو سکتی ہے +

یہ مختصر سا جملہ ایک عظیم الشان حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے یوں تو

انجیل توریت کی صحت مدت سے مشکوک ہو چکی تھی۔ لیکن خواجہ صاحب کی تحقیق جدید نے جو ینابیع المسیحیت کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ ہر مسیحی طالب حق کے سامنے نہایت ہی نہایت مشکل سوال پیش کیا۔ تحقیق مذکورہ بالا پر ان چار سالوں میں ایک بھی اعتراض نہیں ہوا۔ اسکی صحت کو تسلیم کر لیا گیا۔ یہ امر مانا گیا۔ کہ صلیبی مذہب کی ہر ایک بات کا چشمہ الہام مسیح نہیں بلکہ کفریات پیشینہ ہے اسلئے انجیل مذہب حقہ کی حامل ہو نہیں سکتی۔ اگر ایک طالب حق اسلام کی طرف نہ آئے تو اور کہاں جائے۔ یہ کتاب مغرب میں نہایت ہی مصیبت افزا واقع ہوئی۔ اس نے مسیحیت کے تار پود کو الگ الگ کر کے ہر فہیم مسیحی کو مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ وہ اب کرے تو کیا کرے۔ عقل سلیم تو پہلے ہی مسیحی معتقدات سے بیزار تھی۔ خوش اعتقادی ہی اس کے چہرہ کو خوشنما کر رہی تھی۔ آج جو کشف غطا ہوا۔ اور تحقیق اور روشنی نے اس کے اصلی خط و خال اور مسروقہ غازہ کو ظاہر کر دیا۔ تو ایک متدین انسان اس مذہب سے بدظن ہو جائے تو اور کیا کرے +

ہمارا مسلم فرض ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں جہانتک ہو کوشش کریں +

رسالۂ اشاعت اسلام کے مضامین میں تبدیلی

اول خویش بعد درویش گزشتہ تیرہ سال سے ان صفحات کا قریب قریب ایک ہی نمبر رہا۔ ان کا زیادہ حصہ اسلامک ریویو کے ترجمہ کیلئے وقف تھا۔ اس لئے ان صفحات میں یہاں کے ملّیہ امور حاضرہ ملاحظات مدیر میں نہ آسکے۔ لیکن چند دنوں سے اس ملک کی مذہبی فضا نے کچھ ایسا پلٹا کھایا ہے۔ کہ جس سے زیادہ بے اعتنائی نہیں ہو سکتی۔ اس وقت مخالفان اسلام کی غیر منصفانہ نہیں ظالمانہ تحریریں ایک حساس دل کو چیرنے کے لئے کافی ہیں پھر مستزاد برآں جو لکھا جاتا ہے۔ وہ سب کا سب کذب افترا دروغ بافی چارونطرف

سے مجھ پر یہ تقاضہ ہو رہا ہے۔ کہ میں یہاں کیلئے بھی کچھ وقت نکالوں +

میں اس وقت تک فیصلہ نہیں کرسکا۔ کہ میں کہاں تک اس فرمائش کو کما حقہٗ پورا کرسکوں گا۔ چاروں طرف سے زبانی یا تحریری جو کہانی سُنائی جارہی ہے۔ اس کا خلاصہ دو لفظوں میں آجاتا ہے۔ اوّل خویش بعد درویش بعض اپیلیں تو اس قسم کی درد انگیز ہوتی ہیں۔ کہ دل پسیجے بغیر نہیں رہتا۔ اگر تو یہ کام تھوڑے وقت کا ہوتا تو کسی دوست کے پہلے ارشاد پر میں لبیک کہدیتا۔ مگر ہند وکمپ کے انداز ایک مستقل اور عمر بھر کی جدوجہد کو چاہتا ہے۔ اور یہ معاملہ اس قابل بھی ہے۔ کہ انسان اپنی زندگی اس کام کے نذر کردے۔ لیکن دوسری طرف ووکنگ نے جو مساعد حالات اسلام کیلئے مغربی دُنیا میں پیدا کردیئے ہیں۔ ان سے بے اعتنائی بھی میرے نزدیک بمنزلہ کفرانِ نعمت ہے +

بہرحال میں اس وقت تک کوئی قطعی رائے قائم نہیں کرسکا۔ سردست ان اوراق کے ایک معقول حصہ کو میں یہاں کے اُمور ملّیہ کے وقف کرتا ہوں۔ اور ہر ماہ اس موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھا کروں گا +

اس وقت تک یہ رسالہ علے العموم مترجمین کے ہاتھ رہا ہے۔ اور اُس سٹاف رسالہ میں علے العموم آئے دن تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ اس کا اثر ان اوراق کی صحافت پر بھی پڑا ہے۔ آیندہ اس کا انتظام بھی خاطرخواہ کیا جاویگا +

آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر اس نام کی مجوزہ تصنیف سے ہمارے احباب واقف ہوچکے ہیں۔ میرا تو یہ ارادہ تھا کہ ہندوستان آتے ہی اس تصنیف کو شروع کردوں۔ لیکن افریقہ کے سفر اور وہاں کی محنت شاقہ نے میرے اعصاب پر بہت ہی بُرا اثر کیا۔ بحمد اللہ اب کسیقدر میری حالت بہتر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر ماہ اس کتاب کے بعض مضامین ان اوراق میں دیتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔ اور خصوصاً قرآن کریم کے اُس حصہ کو پیش کروں جس نے ختمیت مآب علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت آسمانی بادشاہت کو زمین پر قائم کردیا۔ اگر آج ہم میں انحطاط پیدا ہوچکا ہے، اور نیابت الٰہی کے آثار مفقود ہوتے جاتے ہیں۔ تو اس کا موجب یہ ہے۔ کہ ہم میں وہ اخلاق

قوانینیہ نہیں۔ جنہوں نے ہمارے آباو اجداد کو خدا کے خلفاء علی الارض بنادیا +

ایمان بالآخرۃ یہ وقت نہ تو گئی گذری شوکت پر مرثیہ خوانی کا ہے نہ عظمت اسلاف پر قصیدے پڑھنے کا۔ یہ وقت تو میدان عمل میں نکلنے کا ہے۔ یہ وقت داستان ماضی کا نہیں۔ بلکہ فکر مستقبل کا ہے۔ قرآن نے بعض جگہ ہمارے ایمانیات کا خلاصہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخر کے دو جملوں میں کردیا ہے۔ یوم آخرت صرف یوم محشر کا ہی نام نہیں۔ یوم آخر تو لفظاً اور معناً ہر آنیوالی ساعت ہے۔ لہذا ہمارے ایمانیات میں "یوم آخر" اسلئے رکھا گیا۔ کہ ہم ہر آن آنیوالی گھڑی کے فکر میں رہیں۔ ہر وقت اس سوچ میں ہوں۔ اور ایسے کام کریں جو آنیوالی گھڑی کو ہمارے لئے راحت بخش کردیں۔ ایمان بالآخرۃ میں یہی اشارہ ہے۔ کہ حیاتِ طیبہ اُسی کو نصیب ہوگی۔ جو کل کا فکر آج کرے گا +

ہماری ناکامی کی وجہ اسلامی عمارت کے انہدام و تخریب کی تو کوئی حد نہیں رہی۔ نہ معلوم تعمیر کا وقت اب کب آئیگا خلافت سوراج۔ آزادی جزیرۃ العرب تنظیم وغیرہ۔ یہ سب کے سب دلکش تخیل اور اور نصب العین تھے۔ لیکن پورے نہ ہوئے۔ اور نہ ہوتے نظر آئے۔ اس کا باعث ایک ہی ہے۔ ہم اپنے باغ کو سبز تو دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن نہ ہم زمین کی درستگی کی فکر میں ہیں۔ نہ آلات کشاورزی کو استعمال میں لانا چاہتے ہیں۔ ہمارا کُل کا کُل زور احتجاجی تقریروں اور جوش افزا تحریروں پر آرہا ہے۔ صرف ان باتوں سے کسی قوم کی بنیاد مضبوط نہیں ہوتی۔ قوم اخلاق فاضلہ سے بنتی ہے جو ہم میں نہیں۔ قوم صالح ہی اس زمین میں تمکن عزت اور حکومت حاصل کرتی ہے۔ صالح زندگی رسمی عبادات کا نام نہیں۔ یہ تو اسکے ابتدائی آثار ہیں۔ صلاحیت سے مراد صلاحیت نفس۔ صلاحیت اخلاق صلاحیت اعمال ہے۔ جو ہم سے جدا ہو کر کہیں اور چلی گئی ہے۔ یہی تقوے کی جان اور یہی ایمان باللہ کا حقیقی نشان تھا جو ہم میں موجود نہیں +

تعمیر اخلاق کی ہماری عمارت کی تعمیر اب ان ریزولیوشنوں سے تو نہیں ہو سکتی جن کا اثر ہمارے جلسوں کی چار دیواری سے باہر نہیں جاتا - ہماری تعمیر قوم تو اب تعمیر اخلاق اور تہمیم ہمت پر آ رہی ہے - اگر ہم اخلاق قرآنیہ کو پیدا نہیں کر سکتے - تو ہمیں ہمیشہ کی ذلت اور مسکنت کیلئے طیار ہو جانا چاہیئے لیکن اگر ہم میں کچھ بھی تحفظ نفس اور خودداری کا خیال ہے - اور میرے نزدیک جسمیں یہ نہیں وہ ایک رسمی مسلمان ہے - تو پھر یہ باتیں خالصاً اخلاق قرآنیہ کے پیدا کرنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں +

ایک ضروری درخواست کی میں چاہتا ہوں کہ ان اوراق میں اپنی مجوزہ کتاب کے اس حصہ کو وقتاً فوقتاً دیتا رہوں جنمیں ان اخلاق و اعمال کا ذکر ہو - لیکن اس کا اصلی فائدہ تو جبھی ہو گا - جب یہ اوراق کثرت سے مسلم ہاتھوں میں جائیں - اور ان اخلاق کی روشنی میں احتساب نفس کریں - وہ دیکھیں کہ ہم کہاں تک اخلاق قرآنیہ کے پیمانہ میں صحیح اُتر سکتے ہیں - وہ کوشش کر کے اپنی کمیوں کو پورا کریں - اگر یہ ہو گیا تو سب کچھ ہو گا - میری سمجھ میں تو یہی ایک راہ آتی ہے - دوسروں کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے ہمیں اصلاح نفس کی ضرورت ہے - اس کے ہونے سے سب عقدے حل ہو جائیں گے - اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرے احباب اس رسالہ کے دائرہ اشاعت کو وسیع کریں - تاکہ یہ باتیں بہت سارے مسلمانوں کے علم میں آ جائیں +

میں نے ستاف رسالہ کو ہدایت دیدی ہے کہ وہ اس نمبر کو ان مسلم احباب کی خدمتمیں بھی بھیجیں جنکی خدمتمیں یہ اوراق اس وقت نہیں جاتے - میں نے بہت سے نام خود بھی تجویز کر دیئے ہیں - ایسے اصحاب اس صلائے عام کو قبول فرمائیں - اُنکے چند پیسے انشاء اللہ کسی ذاتی غرض پر خرچ نہ ہونگے - بلکہ سب سے اوّل یا تو اس رسالہ کی قیمت کم کر دیجائیگی - یا اسکے صفحات بڑھا دیئے جائیں گے - ایسا ہی جو کچھ

برنگ منافع بچیگا۔ اس کا ایک معقول حصہ ایسے پمفلٹوں کی اشاعت میں خرچ ہوگا۔ جس کی ضرورت اس وقت یہاں پیدا ہوگئی ہے +

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

اِتّحادِ اسلام بین المسلمین

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

وما کان الناس الا امة واحدة . ولو شاء الله لجعلکم امة واحدة ولکن ما اتکم فاستبقوا الخیرات (۸۔۵) یا اهل الکتب تعالوا الی کلمة سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله (۶۴۔۳) قل امنا بالله وما انزل علی ابراهیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی والنبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون (۸۴۔۳) وکذالك جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس (۲۔ع) یا ایها الذین امنوا اتقوا الله حق تقته ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا ...... ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئك هم المفلحون (۸۳۔۳) +

یہ کُل کے کُل انسان کوئی ایکدوسرے سے جُدا نہیں ۔ یہ تو ایک ہی جماعت اور ایک ہی کنبہ ہے ۔ اگر خدا اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ۔ تو انہیں ایک ہی جماعت بنا دیتا ۔ لیکن اُس نے ان میں مختلف استعدادیں رکھدی ہیں ۔ جنہیں انہوں نے روبراہ کرنا ہے ۔ اسلئے اختلاف مضرات سے بچنے کا اصول یہ ہے ۔ کہ نیکی میں ایکدوسرے سے سبقت لے جاؤ ۔ اے مختلف قوموں

ہیں اختلاف کی راہ مٹانے کے لئے اول رستہ یہ ہے۔ کہ جو کتاب والے ہوں۔
ان سب میں خدا کی ذات مشترک ہے۔ اُسکی عبادت میں یہ سب جمع
ہو جائیں۔ اسلئے اے پیغمبر ان کو اطلاع دیدو کہ ہم جو کچھ بھی کسی نبی کی معرفت
نازل ہُوا۔ اُسے قبول کرتے ہیں۔ ہر نبی کو مانتے ہیں اور مسلمان تو ایک نبی اور
دوسرے میں فرق بھی نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ اتفاق و اتحاد ہوگا۔ اور
اس سے قومی ترقیاں ہونگی۔ اسی اصُول کی شہادت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے
مسلمانوں کو ایک بہترین گروہ بنا دیا۔ اسلئے مسلمانو! تم تقوے کو کامل رنگ
میں ظاہر کرو۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ خُدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ فرقہ بندیوں کو
چھوڑ دو۔ اور اِس خبر کو دنیا تک پہنچا دو۔ اس کا نتیجہ لازمی فلاح
ہوگا +

بالفرض یہ کلام خدا نہ سہی۔ کسی انسان کی باتیں ہی سہی۔ لیکن جس نے
کہیں اور خصوصاً جس وقت کہیں وہ اِس قابل ہو۔ کہ دُنیا اسکی پرستش کرے
دُنیا کی خطرناک اور ناقابل التیام حالت۔ افتراق و شقاق۔ اور یہ
محیّر العقول تخئیل۔ جہانگیر نصب العین۔ اور اس نصب العین کے حصُول
کی وہ کامل سی کامل اور قطعی راہ جو اس سے پہلے کسی کو نہ سُوجھی۔ اور
اُس کے بعد قیامت تک اگر دُنیا کبھی متحد ہوئی۔ تو اس کا مرکز و محور یہی ملی
رواداری ہوگی +

ربّ العالمین کی یہ اتفاق انگیز آواز وید یا توریت کی طرح ایک
قوم کو اُبھار کر دوسری قوم کو پامال کرنے کیلئے نہیں آئی۔ یہ آواز کُل دُنیا کو
مُتحد و متفق کرنے آئی۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ کہ ایک ایسی جاہل اور
مفسد قوم کہ جس کا فرد فرد اور قبیلہ قبیلہ ایکدوسرے کی ہلاکت میں مصروف تھا
صرف انہیں کیلئے نہیں۔ بلکہ کُل کی کُل دنیا کے لئے **پیغام امن** اور
نوید صلح لائے۔ اس **بشارت عظمے** کا مقصد خدا کی ایک سے ایک جُدا

ہوئی ہوئی مخلوق کو بھائی بھائی بناتا تھا۔ توریت مختو لی اور غیر مختو لی اقوام میں خلیج نفاق پیدا کر کے ایک کو خدا کی قوم اور دوسرونکو دشمن خدا کہے تو کہے۔ انجیل انہونکو خدا کے بچے اور دوسروں کو سُور اور کتے کہے تو کہے۔ وید۔ حاملان وید سے ہند کے اصلی باشندوں پر جو آجکل کی اچھوت قومیں ہیں حملہ کرائے۔ اُنہیں ملیچھ ڈشٹ انسانیت سے خارج ٹھیرائے۔ ان کی ہلاکت کیلئے دُعائیں تجویز کرے۔ اسی طرح اسلام ہی پہلے کُل کی کُل کتابیں مختلف اقوام عالم میں من وجہ نفرت اور فساد کی موجب ہو جاتی ہیں۔ لیکن کان الناس امّۃ واحدۃ (۳-۲-۲) کی نوید قومی ملکی۔ نسلی۔ لسانی اور لونی امتیازات کی دیوارونکو گرا کر کُل دُنیا کو ایک قوم ایک قبیلہ اور ایک کنبہ بناتا ہے +

آج آریہ بھی ایک مذہب کے پیرو ہیں۔ اور وہ اپنے ہی ہموطنوں سے برسرپیکار ہیں۔ کبھی سناتنیوں کبھی دوسروں سے اور اب تو ان کی نظر عنایت صرف ہم پر آ رہی ہے۔ لیکن اس شرارت کی تہ میں کوئی جذبہ مذہب نہیں۔ اسکی تہ میں تو سوراج نہیں بلکہ ہندو راج کا تصوّر ہے۔ اور اگر اس موجودہ حرکت کا موجب مذہب ہی قرار دیا جاوے۔ تو میرے نزدیک یہ بھی صحیح ہے۔ یہ تو اسی وید کے پیرو ہیں۔ جو دھرم کے مخالف کو خشک لکڑی کی طرح آگ میں جلانے جو وید سے پھرنے والے کے بالوں کو اُکھاڑنے۔ اُن کی کھال اُتارنے۔ اُن کے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اُنکی ہڈیاں پیش دینے۔ ہڈیوں سے مغز نکالنے۔ اور آخر کار اُن کے بند بند کو جدا کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اگر تو یہ باتیں شام وید میں ہوتیں۔ گو کسی قسم کی توجیہ اس تعلیم کی بربریت پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ تو تو بھی ایک وجہ تھی۔ کہتے ہیں۔ کہ شام وید کی تدوین ایام جنگ میں ہوئی۔ لیکن یہ تو زیادہ تر یجر اور اتھرون وید کی منتریں ہیں۔ اور یہ زمانہ تو آریہ تمدن و تہذیب اور ملکی اور مجلسی اخلاق کا زمانہ ہے۔ لیکن یہی اخلاق دشمن کو شیر یا درندوں کے منہ میں ڈالنے اُسے تڑپا تڑپا کر مارتے بلکہ اسکی ہلاکت کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کیا ان اخلاق والے دھرم کی طرف ہمیں بلایا جاتا ہے

کیا بقول ڈاکٹر کالی بہرن یہ تعلیمیں مٹ گئی ہیں ؟ یا اس پر آیندہ عمل ہوگا
جو اچھوتوں کو ویدک دھرم تلے لایا جارہا ہے۔ لیکن سوامی دیانند تو ابھی تک ان کا شیدا
نظر آتا ہے۔ اور مہاتما گاندھی بتلائیں۔ کہ ان اخلاق والوں کو آج کی تہذیب اور اُن کا
کانشنس شدہ کہے گا یا اُشدّہ۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات بیچ میں آگئی۔ مجھے
یہاں اس قدر کہنا تھا۔ کہ ایسی ذلّت میں جب ہر مذہب نے غیروں پر بیرحمانہ
تشدّد کر کے ربانی کُنبہ یعنی نسل انسانی کے ارکین کو ایکدوسرے سے جُدا کر رکھا
تھا۔ اس وقت ربُ العالمین نے صلائے عام دی۔ وما کان النّاس الا امۃً
واحدۃ (۱۰-۱۹) کہ کرنسل انسانی کے کُل افراد کو خواہ وہ کہاں کے رہنے والے ہوں
ایک کنبہ کے ممبر قرار دیا۔ اسلئے اُنہیں ایک ہونا چاہیئے +

مذہب اگر نعماء آلہیہ کی راہیں بتلانے آیا ہے۔ تو پھر یاد رہے۔
کہ خدا کی بڑی ہی بڑی نعمت انسانی اخوت و اتحاد ہے۔ یہی عالمگیر تمدّن کی اساس
ہے۔ ہر مذہب حقہ نے اپنے نزول کے وقت یہی تعلیم کی۔ اس کا دائرہ عمل
بیشک محدود تھا۔ اور اسکی وجہ یہ تھی۔ کہ اس زمانے کی قومیں طبعی رُکاوٹوں کے
باعث ایکدوسرے سے جُدا جُدا تھیں۔ اسلام کا ظہور ایسے وقت ہوا۔ جب
قضا و قدر کے علم میں اقوام عالم کا باہمی اتحاد قریب تر ہو چکا تھا۔ چنانچہ آج ہمارے زمانہ نے کُل
طبعی مزاحمتوں کو دُور کر کے کُل اقوام عالم کو ایک جگہ جمع کر رکھا ہے۔ لہٰذا اس زمانہ کا مذہب وہی
ہو سکتا۔ جو اقوام میں اتّحاد و اخوت کی شکل پیدا کر دے۔ یا کم از کم باہمی منافرت وکشیدگی
کی راہوں کو مسدُود کر دے۔ اور میں بصیرت سے کہتا ہوں کہ اسلام کے سوا
باقی کُل مذاہب اس طُغرائے امتیاز سے معرّا ہیں۔ ہمارے آریہ بھائیوں کا موجودہ
طریق عمل اور یجرو وید کی تعلیم ہی ان کے دعوے میں عالمگیر کے بطلان کے لئے
کافی ہے۔ اس اتحاد ملل کے لئے قرآن نے ہر مذہب سابقہ کا سرچشمہ الہام الٰہی ٹھیرایا
ہر قوم کے نبی کو مسلمانوں کا مطاع قرار دیا۔ حتےٰ کہ اپنے نبی اور دوسرے انبیاء
میں تفریق کو کُفر ٹھیرایا۔ ہر ایک مذہب طریق عبادت کو من اللہ تسلیم کیا۔ ہاں نزول اسلام

پر اسکی تعلیم میں اور دوسری تعلیموں میں اختلاف عظیم بھی تھا۔ انہیں اسلام نے تعلیم اصلی کی طرف نہیں بلکہ انسان کی طرف منسوب کر کے علم عقل مشاہدہ۔ تجربہ کے حوالہ پر مٹانا چاہا۔ یہ چھوٹے چھوٹے اختلاف بننے جو اُن کو نظر انداز کر کے اہل کتاب سے اتفاق کی اور راہ نکالیں انہیں کہا کہ آؤ ہم اور تم ایک امر واحد پر متفق ہو جائیں۔ جو ہم تم میں پہلے سے موجود ہے یعنی ایک خُدا سے واحد کی پرستش کریں۔ اس تعلیم اتحاد کی غرض کوئی ذاتی تعزز یا حکومت نہ تھی۔ بلکہ آپ کے سامنے وہ انسانی فلاح و کمال تھا۔ جو نفاق و شقاق کے ہوتے ہوئے دُنیا حاصل نہ کر سکتی تھی۔ اس بلند نظریہ کو حقیقت متحققہ بنانے کے لئے مصلحت ربی نے نزولِ قرآن پر اسی ملک کو چنا جو اپنے باہمی فساد و نفاق میں کُل دُنیا سے آگے تھا۔ عرب جس آتش نفاق کے گڑھے پر اُس وقت کھڑے تھے۔ اسکی نظیر دُنیا میں وہی ہے۔ اسلئے جہالت بدعملی ظلم۔ بے ماتیگی اور کس مپرسی کا عالم جو وہاں تھا اسکی مثال بھی کہیں اور نہ تھی۔ ان امراض کا پہلا علاج جو انہیں بتلایا گیا۔ وہ یہ تھا۔ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ تم ملکر اعتصام باللہ کرو۔ فرقہ فرقہ مت بنو۔ نعمت اخوت سے متمتع ہو کر اہل دُنیا میں اس خبر کو لیجاؤ۔ اس سے تم یقیناً فلاح پاؤ گے۔ اس پیغام کے چند ہی سال بعد اس پیغام پر کان دھرنے والوں نے جو فلاح و تہذیب حاصل کی۔ وہ ایک مُسلّمہ تاریخی حقیقت ہے۔ یہ متحد جماعت تاریخ عالم میں دُنیا کی کُل قوموں اور ملّتوں کے سامنے اُمت وسطیٰ یعنی بہتر بن جماعت ہو کر اُٹھی انہوں نے اپنے اکتسابات بستے کمال اپنے تمدن کے ذریعہ دُنیا کی قوموں کے سامنے (لتکونوا شہداء علی الناس) کی شہادت دی۔ کہ اتفاق و اتحاد ہی اس اتحاد عمل کو پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے قومیں معراج ترقی پر پہنچ جاتی ہیں +

آہ۔ لتکونوا شہداء علی الناس کا الہام ایک اور رنگ میں بھی ہم پر صادق آیا۔ ہمنے ایام سلف میں جس طرح اس حکم اتحاد پر چلکر اور ہر قسم کے تفرقوں اور فرقہ بندیوں کو چھوڑکر اسکے ذریعہ ترقی کے معراج پر پہنچکر کُل دُنیا کو شہادت دی۔ کہ کامیابی

نُصرت و دولت حشمت حکومت فی الجملہ تمکن فی الارض اور خلافت علی الارض
اتحاد و اتفاق کے ہی ثمرات ہوتے ہیں۔ اسی طرح آج بھی ہم ایک اور رنگ میں دیکھو تو
شہداء علی الناس ہو رہے ہیں۔ ہماری بیکسی۔ ہماری فلاکت۔ مصیبت بربادی
اور بے رعبی یہ آواز بلند دُنیا کو بتلا رہی ہے۔ کہ جو لوگ حکم خداوند واعتصموا بحبل اللہ
جمیعاً ولا تفرقوا سے مُنہ موڑ کر نعمت اُخوت کو برباد کر دیتے ہیں وہی دُنیا
میں بے حقیقت اور بے وقار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے اگر اتحادِ عمل۔
وحدۃ فی الارادہ اور ہم آہنگی سے دنیا کو یہ بتلایا۔ کہ جو ایکدوسرے سے جُدا نہیں ہُوا کرتے
وہ ایک ہو کر کس طرح دنیا پر غالب آجاتے ہیں۔ تو آج ہم نے مختلف فرقے مختلف
گدیاں بنا کر اور ایکدوسرے سے جُدا ہو کر وحدت قومی کو توڑا۔ اور اپنی ذِلّت کے ذریعہ
اس امر کی شہادت دیدی۔ کہ تفرقہ والے یُوں زبوں حال اور یوں سب کے زیر ہو جاتے
ہیں۔ کیا قسمت کا اُلٹ پھیر ہے۔ کہ وہی قوم جو دنیا کی اقوام مختلفہ کو ایک قوم
بنانے آئی تھی۔ اور جس نے عملی مثال سے چند سالوں میں کالے گورے کی تمیز مٹا کر
عناصر متضادہ کو معجون مرکب کر دیا۔ وہ آج منتشر و متفرق ہو رہی ہیں +

یاد رکھو اور خُوب یاد رکھو۔ کہ قرآن یہ آواز بلند کہہ رہا ہے۔ کہ اللہ کی جناب میں
اگر عزت ہے۔ تو متفقہ جماعت کی۔ اگر فلاح کسی کے شامل حال ہوتی ہے۔ تو وہ ایک دو
کے نہیں۔ بلکہ متحدہ جماعت کو ہی ملتی ہے۔ قرآن کریم نے کامیابی کی ایک زبردست راہ
نماز بھی ٹھیرائی ہے۔ نماز تو ہم پڑھتے ہیں۔ لیکن ہم کبھی غور نہیں کرتے۔ کہ ہمارے منہ سے کیا
نکلتا ہے۔ سورۂ فاتحہ کو عین صلوٰۃ یا جان نماز کہا گیا ہے۔ لیکن کیا اس کے الفاظ
کسی فرد واحد کی صدا ہیں یا ایک متفقہ جماعت کی ندا ہیں۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین
اھدنا الصراط المستقیم۔ ایک نمازی یہ تو نہیں کہتا۔ کہ میں تیری عبادت کو آیا ہوں
میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ میں دینی دُنیوی نعمتوں کی تجھ سے ہدایت چاہتا ہوں۔
سُورہ فاتحہ کے الفاظ نے ہم کو یہ سبق دیدیا ہے کہ کسی خُود غرض اکیلے دُکیلے دوسروں سے
الگ تھلگ بانفاق رہنے والے کی شنوائی خدا کی جناب میں نہیں۔ اگر ہم تنہا بھی خدا

کی جناب میں حاضر ہوں۔ اور ہم اکثر ہوتے ہیں۔ فرضوں کے علاوہ ہماری کُل کی کُل نمازیں اور خصوصاً تہجد ایک نماز تنہائی ہے۔ لیکن دُعا سے تنہائی میں بھی ایک مسلم خود غرض نہیں ہو سکتا۔ وہ قوم کا وکیل ہے۔ وہ قوم کے لئے دُعا کرتا ہے۔ وہ مدد مانگتا ہے تو جماعت کے لئے۔ وہ روتا ہے تو قوم کے لئے۔ وہ کُل دینی دُنیوی نعمتوں کے پانے کے لئے کسی سیدھے اور صحیح راستے کی تلاش میں ہے۔ تو سب کے لئے۔ پھر اس سُورۂ فاتحہ کو چھوڑ دو۔ معدودے چند انبیاء علیہ السلام کے ادعیۂ مخصوصہ کے سوا قرآن نے جسقدر بھی دُعائیں تعلیم کیں۔ وہ جماعت کی طرف سے ہیں۔ کیا ان میں یہ صریح اشارہ نہیں۔ کہ خدا کی جناب میں اگر عزت ہے۔ تو جماعت کی۔ اگر توقیر ہے۔ تو ان کی جنمیں اتفاق و اتحاد ہو +

کہتے ہیں۔ کہ تفرقہ اور نفاق ہی آخر کار منافقت کا موجب ہو جاتا ہے۔ بیشک ہماری حالت اسی حقیقت پر صاد کرتی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم کہہ کر ہم سب کے حصول نعمت کی سیدھی راہ دیکھنا چاہتے ہیں لیکن اگر ایسی راہ ہم پر کھلجاوے۔ تو ہم دوسروں کو نہیں بتلاتے۔ اسلئے کہ دوسرے کسی دوسری جماعت یا فرقہ سے تعلق رکھتا ہے +

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ اکثر ہمارے لبوں پر ہوتا ہے۔ ان الفاظ میں دُنیوی حسنات تو سب مسلمانوں کیلئے مانگتے ہیں۔ لیکن فرقی تخالف و تحاسد سے دن رات ہم اسی فکر میں رہتے ہیں۔ کہ دوسرے کلمہ گو کب دُنیوی حسنات سے محروم ہوں۔ وہ کب ذلیل و خوار ہو کر ہمارے فرقہ کی صداقت پر مُہر لگائیں۔ جب ہمارے قول و فعل میں اور قول بھی وہ جو برنگ دُعا ہو۔ اس قدر فرق ہو۔ تو پھر ہم خدا سے کس فلاح کی توقع رکھتے ہیں +

قرآنی دُعاؤں کا یہ انداز نہایت ہی عبرت افزا اور سبق آموز ہے سلاطین عامہ کو ظلّ خداوندی قرار دیا گیا ہے۔ اور حق تو یہ ہے۔ کہ سلاطین زمانہ منشاء ایزدی کے ہی پُورا کرنے کا آلہ ہوتے ہیں۔ ظالم قوموں کی سزا کے لئے ہی بھیجوا سے قرآن کریم ظالم

حاکم آتے ہیں۔ اب اگر خدا کی جناب میں اتفاق و اتحاد والوں کی ہی شنوائی ہے۔ تو اس دُنیا کے حکام پر بھی رعایا کے اُسی حصّہ کا اثر ہوگا۔ جنمیں اتفاق و اتحاد ہوگا آج اس گورنمنٹ کے بعض کاموں پر مسلم صحائف نگار ہند و نوازی کا طعنہ دیتے ہیں۔ اس الزام کی صحت یا غیر صحت پر اس جگہ کہنا میرا مقصود نہیں لیکن اگر یہ الزام صحیح ہے۔ تو میں حکّام وقت کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔ وہ خدا کے سایہ میں ہیں ان کا فعل فعل خداوندی کا عکس ہے۔ جب ہمارا خدا تفرقہ زدوں اور نفاق پسند افراد کی دُعائیں نہیں سُنتا۔ جب گوش خداوندی اسی اجتماعی آواز پر ہی سُنتے ہیں۔ تو پھر یہ حکام اگر ہمارے نفاق ہمارے فرقہ بندیوں کے باعث ہماری آواز پر توجہ نہ کریں۔ تو اس معاملہ میں وہ ہم سے بڑھ کر مسلم ہیں۔ وہ تو سنّت الٰہیہ پر کاربند ہو رہے ہیں +

یاد رکھو! اور خوب یاد رکھو! ہمارے احتجاج ہمارے جوش و خروش کی رزولیوشنیں ہماری صحافت نگاری سب بیکار اور سب بانگ دہل آج تم اکٹھے ہو جاؤ۔ آج تم ایک ہو جاؤ۔ آج قومی معاملات میں فرقی خصائص کو الگ کردو آج تم زمانہ پر اپنے عمل اتحاد سے ظاہر کردو۔ کہ سُنّی شیعی تخالف۔ یہ نجدی غیر نجدی تنازعے۔ یہ مُقلّد غیر مُقلّد چشمکیں سب عُرفی خصائص ہیں سب اعتباری امتیازات ہیں۔ یہ وہ اختلاف اُمّت ہے جو باعثِ رحمت ہے یہ ترقی درجات کا محرک ہے۔ لیکن سب ایک ہیں۔ جس طرح ایک کثیر الاولاد باپ کے بیٹے شغل و وظیفہ کی طلب میں مختلف راہیں اختیار کرلیتے ہیں۔ لیکن وہ ایک ہیں۔ ہمارے فرقی اختلافات کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں۔ تو آج تم سب کے سب رعایا چھوڑ حُکّام پر بھاری ہو سکتے ہو +

الغرض خدا کے ہاں بھی عزّت و شنوائی جماعت کی ہے۔ سورۂ مزمل میں مشکلات کا حل اگر تہجّد ٹھیرائی۔ تو آنحضرتؐ جیسے مستجاب الدعوات کو بھی وطائفۃ من الذین معك کا ارشاد کیا۔ اور جماعت کے ساتھ ملکر دُعا کرنے کا

ارشاد کیا۔ اگر تو تمہیں راہب اور درویشوں کی جماعت بنانا ہوتا۔ تو قرآن کا خطاب بھی انجیل کی طرح فرد واحد کو ہوتا۔ دیکھ لو۔ پادری اپنے مذہب کے عالمگیر ہونے کا لاکھ دعویٰ کریں۔ وہ دل کو خوش کر رہے ہیں۔ لیکن تعلیم مسیح میں بین الاقوامی امور چھوڑ کوئی مجلسی، اقتصادی، سیاسی ہدایات تک نہیں۔ لیکن قرآن نے تو ہمارا نصب العین کچھ اَور کہا ہے۔ انتم الاعلون۔ لیکن یہ خطاب بھی تو جماعت کو ہے۔ نہ فرقہ بندی کے جاندادوں کو۔ تمہارا دوسرا نصب العین لیظہرہ علی الدین کلہ یعنے تمہارے دین نے سب پر غالب آنا ہے۔ لیکن یہ غلبہ اگر حاصل ہو گا تو کیسے؟ الا ان حزب اللہ ھم الغالبون۔ اسی طرح اگر خلافت کا وعدہ ہے تو یہ بھی جماعت سے۔ الغرض جہاں قرآن نے غلبہ وشوکت کا ذکر کیا۔ یہ خوشخبری جماعت کو دی۔ اگر فلاح پانے کے طریق بتلائے۔ تو پھر بھی جماعت کو صبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ اگر نصرت کے وعدہ کو کسی اطاعت و عبادت سے مشروط کیا۔ تو اس وقت بھی وہ اطاعت و عبادت کافۃ المسلمین سے چاہی۔ وارکعوا۔ واسجدوا۔ واعبدوا +

مصائب سے تو زمانہ خالی نہیں۔ لیکن ان مصائب کے بعد نجات کی خوشخبری دی تو جماعت کو وبشر الصابرین۔ جہاں ہمیں مخاطب کیا بحیثیت جماعت کیا (یا ایھا الذین اٰمنوا) ہمارا نام رکھا تو اجتماعی حالت میں رکھا۔ (سماکم المسلمین) اور سو بات کی میں ایک بات کہتا ہوں۔ جہاں قرآن نے من کل الوجوہ ہمارے غلبہ اور فلاح کی خبر دی۔ وہاں فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ یعنی جب تک ہم میں رشتۂ اخوت قائم نہ ہو گا ہم کسی طرح بھی فلاح یاب نہ ہونگے ہم میں سے ہر ایک تقویٰ کو لئے پھرتا ہے لیکن جانتے ہو کہ بہترین تقویٰ کیا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

کمال تقوی کیا ہے؟ اعتصام باللہ۔ فرقہ بندی نہ کرنا۔ تمہیں معمولی اخلاق ملنے جلنے کا سکھلایا تو بحیثیت جماعت سکھلایا۔ حتٰے کہ ایکدوسرے کو جب ملتے ہو تو السلام علیک نہیں السلام علیکم کہتے ہو۔ تم جماعت پر ہی سلام بھیجتے ہو۔ خدا کو جماعت ایسی پسند آئی ہے۔ کہ بعض عظیم الشان انسانوں کا نام جماعت رکھا مثلاً جناب ابراہیم کو اُمۃ کہا گیا +

میں ابھی حزب اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ اب مشکل تو یہ آبنی ہے کہ ہم میں کا ہر ایک فرقہ حزب اللہ ہی کہلاتا ہے۔ اسی طرح انتم الا علون ان کنتم مومنین میں شیعہ سُنی۔ احمدی۔ اہلِ ہر ایک اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے۔ ہاں ایک طرح انھیں بھی قرآن نے حزب کا نام تو دیا ہے۔ کل حزب بما لدیہم فرحون۔ ہر ایک اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر خوش ہو رہا ہے۔ لیکن اگر ہم خدا کی نگاہ میں اس فرقہ وارانہ طریق پر حزب اللہ ہوتے تو اس وقت ہم اعلون اور غالب ہوتے۔ اور تو اور شدھی کی مہم اور اسلام کے خلاف کامیاب؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم کسی فرقہ کے ہوں۔ ہم حزب اللہ نہیں۔ فرداً فرداً ہم میں ایمان کامل ہو تو ہو۔ اور حق الامر تو یہ ہے کہ مجھے ایسے فرد کم و بیش ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ ہاں انتم الا علون کی مصداق وہ حزب اللہ ہے۔ جس کی اجتماعی قوت کا دائرہ فرقی دوائر پر محیط ہے۔ جسکی مساحت میں کُل اسلامی فرقے آجاتے ہیں۔ ہماری ترقی کا راز اس ایک وحدت پر ہے۔ اس اتحاد بین المسلمین پر ہے +

میں فرقی خصائص کا مخالف نہیں۔ میں تو انکو قرآن کے ارشاد ولو شاء اللہ جعلکم امۃً واحدۃً ولکن لیبلوکم فی ما آتکم فاستبقوا الخیرات کے ماتحت دیکھتا ہوں۔ اگر خدا چاہتا تو تمہیں اُمتِ واحد ہی کر دیتا۔ لیکن اس نے تمہیں مختلف قوتیں اور استعداد یں دیں۔ تاکہ تم اپنے اپنے دائرہ میں ان قوتوں سے نیک ثمرات پیدا کرو۔ اور ایکدوسرے

سے خیرات میں سبقت لے جاؤ +

قرآن کریم کے ان حکیمانہ الفاظ نے اس اختلاف کی تشریح بھی کردی جو اجتماعی اتحاد و اتفاق کے منافی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اختلاف و اتفاق و اتحاد کے مقاصد کیلئے مقصد ہو جاتا ہے۔ یہ وہ اختلاف ہے۔ جسے صاحب الصلوٰۃ والسلام نے رحمت سے تعبیر کیا۔ یہ وہ اختلاف ہے۔ جس پر تقسیم عمل جیسا بابرکت اصول قائم کیا گیا ہے۔ یہ وہ اختلاف ہے۔ جس کا ہر قدم قدم ترقی ہے۔ کیا درخت کو نہیں دیکھتے وہ اپنی جڑ اور تخم میں تو مجسمۂ اتحاد ہے۔ لیکن کونپل کے نکلنے کے بعد شاخیں پتے پھول۔ پھل گویا ہر قدم ارتقا قدم اختلاف ہے۔ تم اپنے جسم کو دیکھ لو۔ پہلے ایک مضغۂ گوشت اور پھر ریڑھ کی ہڈی لئے ہوئے ہوتا ہے۔ پھر بازوؤں اور ٹانگوں کے جدا ہونا۔ پھر انگلیوں کا پیدا ہونا۔ یہ سب کے سب اختلاف کی شکلیں ترقی کی ہی شکلیں ہیں۔ لیکن یہ ترقی اس لئے ہے۔ کہ یہ سب اعضاء و جوارح ایک تنہ ایک جسم سے جدا نہیں۔ ایک دوسرے کے تحفظ و بقا میں کوشاں ہیں۔ تم بھی ایک ہی درخت کی شاخ پتے اور پھل پھول ہو۔ لیکن درخت کی جو شاخ۔ جو پتہ یا پھل پھول تنے سے جدا ہو وہ نابود ہؤا۔ یہ ہمارے فرقے دراصل ایک کنبہ کے اندر مختلف طائفے مختلف جماعتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے سے جدا جدا ہو کر مختلف کام کرتی ہیں۔ لیکن ان سب اشغال مختلفہ کا حاصل کل قوم کی نصرت ہوتی ہے۔ اس حقیقت کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے: لو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فی ما اتاکم فاستبقوا الخیرات + ہم تو تمہیں ایک ہی دیکھنا چاہتے ہیں لیکن ہم نے تم میں مختلف قابلیتیں اور طرح طرح کی استعداد رکھی ہوئی ہیں۔ جن کا نشوونما مختلف ماحول مختلف تحریکات مختلف اعمال و افعال چاہتا ہے یہی وہ اختلاف ہے جس کا نتیجہ رحمت ہے۔ اس لئے بعض وقت تم ایک دوسرے سے جدا کئے جاتے ہو۔ لیکن اس اختلاف کے مضرات سے بچنے کیلئے ہم تم کو ایک راہ

بتلاتے ہیں۔ فاستبقوا الخیرات۔ تم نیک کاموں میں خیرات و حسنات میں ایک دوسرے سے
آگے بڑھو۔ مسلمانو! تمہارے فرشتے حزب اللہ یا فوج خداوندی کے مختلف گروہ ہیں
کوئی رسالہ ہے۔ کوئی پیادہ۔ کوئی ہراول ہے۔ کوئی اہل توپخانہ۔ کوئی
کمسریٹ والے۔ الغرض ایک فوج کی کامیابی صدہا امور کو چاہتی ہے جس کے انجام
کے لئے مختلف جماعتیں درکار ہوتی ہیں۔ لیکن فوج کی کامیابی ایک ہی بات پر
منحصر ہوتی ہے۔ کہ اس میں کا ہر گروہ فاستبقوا الخیرات پر عمل کرے۔ ان میں کا
ہر ایک اس کوشش میں ہو کہ دوسرے سے بڑھ جائے۔ میں نے احمدیت کی غرض و غایت صرف
یہی سمجھی ہے کہ قرآن کریم کے مبارک اصول کے ماتحت اشاعت اسلام کیلئے ہم میں
ایک خاص جماعت ہونی چاہئے۔ جو تبلیغ مذہب اور تفقہ فی الدین کو اپنا مشغل و
پیشہ قرار دے۔ جو صبح و شام تبلیغ میں لگے رہیں یہی اس کا کاروبار ہو۔ قرآن نے
یہی کافۃ الاسلام میں سے ایک ایسی جماعت کے بننے کا حکم دیا ہے۔ ولتکن منکم
امۃ یدعون الی الخیر۔ تم میں ایک جماعت اشاعت اسلام کیلئے مخصوص
ہو جانی چاہئے۔ بعثت مجددین کی بھی غرض ہے۔ مجدد ایک مبلغ دین یا جماعت پیدا
کرنے آتے ہیں۔ وہ نہ نیا مذہب لاتے ہیں۔ نہ نئی شریعت۔ وہ مناسب زمانہ
نیا علم کلام پیدا کرتے ہیں۔ لیکن اس کی بنیاد قرآن و حدیث ہوتی ہے۔ وہ نبی نہیں
بلکہ امتی ہوتے ہیں۔ نبوت کا دروازہ تیرہ سو برس سے زیادہ عرصہ ہوا بند ہو چکا ہے
وہ اشاعت دین کیلئے ایک جماعت بنا کر انہیں فاستبقوا الخیرات پر عمل
کراتے آتے ہیں + موجودہ اسلامی فرقوں میں سے اکثر اسی اصول پر پیدا ہوئے۔ وہ
فاستبقوا الخیرات کے لئے آئے۔ لیکن آج ہم سب کے سب فساد و شر کرنے کے
سوا کوئی اور کام نہیں جانتے۔ ایک دوسرے کی وہ طاقتیں جو اشاعت و تبلیغ
اسلام میں خرچ ہونی تھیں۔ وہ ایک دوسرے کی تکفیر تکذیب اور تفسیق میں صرف
ہو رہی ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ ہم اپنی قوت اعدادی بڑھانے سے
تو رہے۔ ہم اوروں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے سے تو رہے لیکن کفر بازی سے دائرہ اسلام

کو اپنے خیال میں دن بدن تنگ کرتے جا رہے ہیں۔ اور اگر ہمارا یہی چلن رہا تو ہم ایکدوسرے کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں فرق نہ کریں۔ جاؤ سرحد میں جا کر دیکھ لو۔ آج کیا ہو رہا ہے بعض سُنّی علماء نے شیعوں کے خلاف فتوئے جہاد دیدیا۔ اور عنقریب خبر آجائیگی کہ کلمہ گوؤں میں خون کی نہریں جاری ہو گئی ہیں۔ کیا یہ جہاد سیفی جائز ہے؟ اور کن کے خلاف؟ جو اسلام کے ارکان پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو اہل قبلہ ہیں جو آنحضرتؐ کو خاتم النبیین اور قرآن کریم کو خاتم الکتب تسلیم کرتے ہیں۔ جو ہمارا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ جو ہماری نماز پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ کیا کسی کے مسلمان ہونے کے لئے یہ کافی نہیں۔ کیا حدیث میں یہ نہیں آیا؟ کہ جس نے ہمارا کلمہ پڑھا۔ ہمارا ذبیحہ کھایا۔ اور زکوٰۃ دی۔ جس نے ہمارے قبلہ کو قبلہ بنایا۔ وہ مسلمان ہے۔ ہندوستان اور سرحد کے لوگ اکثر حنفی المذہب ہیں۔ میں بھی حنفی المذہب ہوں۔ کیا ہمارے امام نے نہیں فرمایا۔ لا نکفر اھل القبلۃ۔ یعنی ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے۔ پھر مسلمانوں میں کونسا فرقہ ہے۔ جو اہل قبلہ نہیں۔ جس میں یہ صفاتِ اسلامی نہ پائے جاتے ہوں۔

اگر ہندوؤں۔ عیسائی۔ بدھ مذہب والوں میں تشتت اور فرقہ بندی ہو تو وہ حق بجانب ہیں۔ اگر اُن کے فرقہ ہائے مختلفہ ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کریں۔ تو صحیح ہیں۔ اُن کے ہاتھ میں جو کتاب ہے۔ وہ مسلمۃً تحریف شدہ یا ناقابلِ فہم ہے۔ لیکن وید کے ماننے والے اس کے معنی کرنے میں ایکدوسرے سے اختلاف عظیم رکھتے ہیں۔ ان میں اگر اختلاف عظیم نہ ہو تو اور کن میں ہو۔ لیکن ہماری حالت تو یہ نہیں۔ ہم میں قرآن پاک موجود ہے۔ خاتم النبیین کا اُسوۂ حسنہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اور اسی کی برکت ہے۔ کہ از روئے قرآن و حدیث جن باتوں کے ماننے سے کوئی شخص مسلمان بن جاتا ہے۔ ان میں سب متفق ہیں۔ تکمیل ایمان اور تہذیب نفس کے لئے۔ جن اخلاق اور اعمال کی ضرورت ہے۔ وہ سب کے نزدیک ایک ہی ہیں۔ کیونکہ ان سب کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔ میرے پاس یہاں

کافی وقت نہیں۔ ورنہ میں اسلام کے مختلف فرقوں پر بحث کرتا اور یہ دکھلاتا کہ ایمانیات میں یہ سب کے سب متفق ہیں۔ میں نے اپنی ایک تصنیف (اسلام میں کوئی فرقہ نہیں) میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔ لیکن میں یہاں آپ کے سامنے ایک آیت پیش کرتا ہوں۔ وما انزلنا علیک الکتٰب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدیً ورحمۃً لقوم یؤمنون۔ اے محمدؐ تجھ پر یہ کتاب ہم نے اسی لئے نازل فرمائی ہے۔ کہ ملل مختلفہ کے اختلافات مٹ جائیں۔ اور یہ کتاب ہدایت اور رحمت کا موجب بن جائے۔ کیا یہ آیت مسلمانوں میں اختلاف کا سد باب نہیں کرتی؟ قرآن کے نزول کی ایک اہم غرض اساسی اختلافات ملیہ کو مٹانا ہے۔ اگر اس کے ہوتے ہوئے پیروان قرآن میں بھی اختلاف فیصل موجود ہی۔ تو پھر یہ خاتم الکتب نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ خاتم الکتب ہے۔ تو ہمارے باہمی اختلاف ایسے نہیں ہو سکتے۔ جو تکفیر تفسیق کا موجب ہو جائیں۔ تم سب کے سب ان باتوں سے خوب آشنا ہو۔ جن کے ماننے سے کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی میں یہاں ان کو گن جاتا ہوں۔ اور بہتر یہ ہے۔ کہ میں اپنا ہی عقیدہ بیان کروں اور میں یہ جانتا ہوں۔ کہ میں اپنا ہی نہیں بلکہ ہر سنی شیعہ نجدی۔ حجازی مقلد غیر مقلد۔ احمدی۔ غیر احمدی بھائی سب کا عقیدہ بیان کر رہا ہوں۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ اٰمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ۔ والبعث بعد الموت۔ میں قرآن کو خاتم الکتب اور محمد عربیؐ کو خاتم النبیین مانتا ہوں۔ میں اپنی ہدایت کیلئے اپنے اخلاق و اعمال و مناسک کیلئے قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ارکان اسلام کو صحیح مانتا ہوں۔ اہل قبلہ ہوں۔ ذبیحہ کھاتا ہوں۔ زکوٰۃ دیتا ہوں۔ کیا کسی کے اسلام و ایمان کیلئے یہ کافی نہیں۔ یہ ہے اور ضرور ہے۔ اور تم سب کا یہی ایمان ہے تم سب مسلمان ہو۔ تم توحید کے فرشتے ہو۔ وحدت کا ثبوت ہو۔ اسی میں ہمیشہ ترقی انتہا تک کو بھی بیان کر دیتا ہوں۔ مجدد کی حدیث سے تم واقف ہو۔ میں نے اس صدی کا مجدد حضرت مرزا صاحب کو

تسلیم کرلیا۔ نہ میں انہیں نبی مانتا ہوں نہ شریعت کا لانے والا۔ نہ اُن کے قبول نہ کرنے والے کو خود اُن کے قول کے بموجب کافر کہتا ہوں۔ انکی بعثت کی غرض اور مجددین کی طرح صرف اشاعت اور متبعوں کی تطہیر اخلاق ہے۔ میں نے اُن کی اطاعت میں ہی اشاعت اسلام اپنا فریضہ قرار دیا۔ میری تبلیغ قرآن و حدیث ہے۔ اسی کا نام میں نے احمدیت سمجھا ہے۔ یہی لاہوری احمدیوں کا مسلک ہے۔ ہاں شرکت نماز کا سوال ضرور بیچ میں آجاتا ہے اس کی بنا صرف یہی ہے۔ کہ ہم کسی اہل قبلہ کے مکفر کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہم بعض کے پیچھے اس لئے نہیں نماز پڑھتے۔ کہ وہ احمدی نہیں۔ بلکہ اسلئے کہ وہ مکفر اہل قبلہ ہے۔ ہم قادیان کے احمدیوں کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے۔ کیونکہ وہ اہل قبلہ کے مکفر ہیں +

اب میں ایک آخری بات عرض کرتا ہوں۔ یا تو ہم تفرقوں کو چھوڑ کر متحد و متفق ہو جائیں۔ یا اپنی قومی ہستی کا جنازہ پڑھیں۔ ہماری ذلت آخری حد تک پہنچ چکی ہے۔ اس سے آگے مجھے کوئی اور مقام ذلت نظر نہیں آتا خوب غور کرکے دیکھ لو۔ سب سے پہلے تو ہم آج بحیثیت ووٹ اس فتوے پر نفرت کا اظہار کریں۔ جو آج شیعوں بھائیوں کے خلاف ہمارا دکھ حکم دینا ہے اسکے بعد تکفیر کا علاج کریں۔ اس نفاق و شقاق کا موجب صرف کفر و تکفیر ہے۔ جب تک اس مرض کا سدباب نہ ہوگا۔ نہ ہم حزب اللہ بن سکتے ہیں۔ نہ ہم میں قوت و شوکت پیدا ہو سکتی ہے۔ ہستئی قوم اور اتحاد ملت کا اس وقت یہ تقاضا ہے۔ کہ تکفیر کے خلاف ایک زبردست تحریک شروع ہو۔ خدا کا احسان ہے۔ کہ ندوۃ العلماء نے اسی ضرورت حقہ کو محسوس کیا۔ اور اپنے گذشتہ سالانہ جلسہ میں اہل قبلہ کی تکفیر کے خلاف آواز احتجاج بلند کی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ندوۃ العلماء کے ہمنوا ہوں۔ اس کے لئے میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہم ایک انجمن اتحاد بنائیں۔ جس کے اغراض کی تدوین تو بعد میں ہو سکتی ہے۔ لیکن

اِس انجمن کے ممبر وہی ہوں - جو تکفیر کے خلاف بیڑا لیں - یعنی وعدہ کریں - کہ وہ کسی کلمہ گو کی تکفیر نہ کریں گے - ہاں میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ ان لوگوں کے خلاف ایک مہم شروع کر دیں - جو تکفیر کے شائق ہوں - اُن کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے - سر دست وہ لوگ میری صدا پر لبیک کہیں - جو اہل قبلہ کی تکفیر کو صحیح نہیں جانتے - اور یاد رہے - کہ جب تک تکفیر کا سد باب نہ ہوگا - ہم میں اتحاد و اتفاق پیدا ہونا ناممکن ہے - وہ رحمۃ للعالمین جو دُنیا میں سب اختلافوں کو مٹانے آیا - جس نے اہل کتاب کے ساتھ ملکر کام کرنا چاہا - جس نے کُل دُنیا کے مذاہب کو خدا کی طرف سے تسلیم کر لیا - اور یہ اسلئے کہ دُنیا سے نفاق دُور ہو - اُس رحمۃ للعالمین کو یہی تکفیر ایسی بُری معلوم ہوئی - کہ آپ نے فرما دیا - کہ جو مسلم کو کافر کہے - وہ خود کافر ہے -

یا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم - اے اہل کتاب - اے اہل قرآن! قرآن بھی آخر ایک کتاب ہی ہے - آؤ آج ہم اسی بات پر متفق ہو جائیں جو ہم میں اور تم میں یعنی ایک گروہ اسلام اور دوسری جماعتہائے اسلام میں متحد ہے اور وہ یہ کہ اسلام برحق ہے - محمدؐ خدا کے آخری نبی ہیں - قرآن آخری کتاب ہے - کعبہ ہمارا قبلہ ہے - اشاعت قرآن و تبلیغ اسلام ہمارا فرض ہے و تحفظ قوم اور بقائے ملت ہمارا نصب العین ہے - آؤ ہم صرف اِن باتوں پر ایک ہو جائیں - انہیں باتوں کو سامنے رکھیں - انہیں پر اپنی ہمتوں کو خرچ کریں -

انہیں امور کو رشتۂ اخوت و اتحاد
قرار دیں - الا ان حزب اللہ
ھم الغالبون - ولا
تھنوا ولا تحزنوا انتم
الاعلون ان کنتم
مومنین +

مشکوٰۃ نور

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۙ فِیْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ (پارہ اٹھارہ سورہ نور)

ترجمہ۔ اس کے نور کی مثال (ایسی ہے) جیسے ایک طاق جسمیں ایک چراغ ہے۔ چراغ ایک شیشہ میں ہے شیشہ گویا کہ ایک چمکتا ہوا تارا ہے (چراغ) ایک بابرکت زیتون کے درخت سے روشن ہو رہا ہے۔ جو نہ شرقی ہی اور نہ غربی۔ قریب ہے۔ کہ اس کا تیل روشنی دے۔ گو اسے آگ بھی نہ چھوئے۔ روشنی پر روشنی ہی۔ اللہ اپنے نور کے لئے جسے چاہتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہی۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (یہ نور) ان گھروں میں ہی۔ جن کے متعلق اللہ نے اذن دیدیا ہے۔ کہ وہ بلند کئے جائیں۔ اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے۔ ان میں اسکی تسبیح صبح و شام کے وقتوں میں کرتے رہتے ہیں +

اِس آیت پاک میں ایک نہایت ہی لطیف حقیقت پوشیدہ ہی۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ خدا کا نور زمین و آسمان میں دائر و سائر ہے۔ اور جو مثال اس آیت میں بیان کی گئی وہ لائٹ ہوس کے دیکھنے سی با سانی سمجھ میں آسکتی ہی۔ ایک بلند منارہ میں جو روشنی ہوتی ہے ہوا کے جھونکوں سی محفوظ کرنے کیلئے وہ شیشہ میں رکھی جاتی ہی۔ وہ چاروں طرف

ایک چمکتا ستارہ نظر آتی ہے کسی خاص جہت مشرق یا مغرب سے اسکی روشنی وابستہ نہیں۔ وہ ہر جگہ پہنچتی ہے +

اس آیت پاک کا ایک ٹکڑہ یہ ہے۔ یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیۡٓءُ وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ اس کا تیل (یعنی اسباب روشنی) کا بغیر آگ کے روشن ہو جاتا ہے۔ یہ الفاظ بھی اب برقی روشنی کے ظہور میں آجانے سے کسی خاص وضاحت کے محتاج نہیں رہے۔ بجلی کے لمپ۔ وہ لائیٹ ہوس میں ہوں۔ یا گھروں میں بغیر آگ دکھائے روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ باتیں دراصل کسی حقیقت کی مثال ہے۔ جیسے کہ یضرب اللّٰہ الامثال للناس کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس نور سے نور اسلام مراد لیا ہے۔ یہ بات بھی صحیح ہے۔ یہ نور ایک بلند مقام کے نور کی طرح بہت جلد ہر سمت کو نظر آنے لگا یہ نور مختص مقام نہ تھا۔ اسکی روشنی مشرق مغرب شمال جنوب ہر جگہ پہنچی اسنے ہر نگاہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ باد مخالف کے جھونکوں سے یہ نور اسیطرح محفوظ رہا جس طرح شیشہ میں روشنی محفوظ ہوتی ہے۔ لیکن آج ہمارے اس دور نکبت میں بظاہر یہ حقیقت زمانے کے اثر بد سے نہیں بچی۔ یوں تو وعدہ ربی ہے کہ خدا کا نور مخالفین کی منہ کی پھونکوں سے نہ بجھیگا۔ لیکن اس زمانے کے زلازل اور مخالفین کی مجتمع کوششیں خطرناک منظر پیش کر رہی ہیں۔ مسلمانوں کے گھر اگرچہ ظہور اسلام کے وقت غربت و مسکنت کے منظر تھے۔ لیکن وہ عنقریب علو و رفعت کی جگہ بننے والے تھے۔ فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع۔ لیکن آج تو یہ رفعت والے گھر منہدم ہوتے نظر آتے ہیں۔ گذشتہ شوکت و عزت۔ ذلت و مسکنت کیطرف جا رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدے تو سچے ہیں۔ اور اسلام کی بنیاد گو ایک مضبوط چٹان پر ہے۔ اور اس کا نور گو لا زوال ہے۔ کیونکہ نور تو بجھنے والی چیز ہی نہیں۔ نور ہمیشہ قائم رہتا ہے لیکن بعض وقت غلاف میں محجوب ہو جاتا ہے۔ حجاب کے اترنے پر نور چمکتا ہے۔ اسی طرح ذرات برقی ہر ماحول میں موجود ہوتے ہیں البتہ

جاذب برق ہی مخفی بجلی کو روشنی میں لے آتے ہیں - یہی حقیقت ہمیں اُن مقدس الفاظ پر ایک اور گہری نگاہ ڈالنے کی طرف متوجہ کرتی ہے +

جدید علمی انکشافات نے اِن مقدس الفاظ کو آج اور بھی واضح کر دیا ہے - کُل ارض وسماء کی چیزیں مسلمۂ ایک نُور ہی سے پیدا ہوئی ہیں آج سے ایک صدی پہلے کائنات کے مولد عناصر مانے جاتے تھے - آج سالمات کے نظریہ نے عناصر کے مولد سالمات قرار دیئے ہیں تحقیق اس سے بھی ایک قدم اور بڑھی - اور سالمات کا ماخذ ذرّات برقی کو ٹھیرایا - جو خود عالم نیبیولا (ذرّاتِ نُوری) کی گود میں پرورش پاتی ہیں - یہ نُوری ذرّے (ایتھر سے نکلتے ہیں - اور ایتھر ایک سیاہ سے سیاہ نُور ہے جسکی تہ تک کھوج ایک امر محال سمجھا گیا ہے - اس ایتھری پردے میں سے آٹھوں پہر ذرّاتِ نور نکل کر کائنات کی چیزوں کو بناتے رہتے ہیں +

الغرض جو کچھ زمین و آسمان میں ہے - وہ سب کا سب ان ہی نُوری ذرّات کی مختلف ترکیبیں ہیں - اس باریک حقیقت کو جسے آج زمانہ نے سمجھا - کتاب حمید کے دو سادہ لفظوں نے ادا کر دیا - فرمایا - اللہ نور السموات والارض - یہ مسئلہ اب علمی دنیا میں مُسلّمہ ہو چکا ہے - کہ کائنات کی ہر ایک چیز دراصل نُور کا ہی ایک کثیف ہیولیٰ ہوتی ہے - کوئلے جیسی سیاہ چیز ایک بچے تک کے مشاہدے میں سیاہ جامے میں خدا کا نُور ہی ہے - الغرض کنکر - پتھر - مٹی - لوہا سب کے سب نُور ہی کی مختلف شکلیں ہیں - یہ حقیقت اس نظریہ سے اور بھی روشن ہو جاتی ہیں - کہ آفتاب سے ایک ناری کُرّہ جُدا ہو کر ٹھنڈا ہونا شروع ہوا - اور وہی کُرّہ ہماری زمین بن گیا - زمین اسی طرح نظام شمسی کی کُل کیفیتیں اپنے ساتھ لے آئی - انسان مسلمۂ خلاصۂ موجودات ہے - یہ حقیقت بھی سب سے پہلے خدا نے قرآن میں ہی ظاہر فرمائی -

خلقنا الانسان من سُللة من طین +

انسان ان وسائط کے ذریعہ خدا کے نور سے بنا۔ جیسے کہ اور چیزیں بھی بنیں۔ لیکن انسان میں اور دیگر اشیاء موجودات میں یہ فرق ہے۔ کہ دوسری چیزوں کا مخفی نور انسان کی تدبیر و عقل کے ماتحت ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن انسان کا مخفی نور انسان ہی کی کوششوں سے ظہور میں آتا ہے۔ جس مشکوٰۃ (طاق نور) کیطرف آیات زیر بحث اشارہ کر رہی ہیں۔ اس کا بہترین نمونہ خود انسان ہے انسان ہی وہ مشکوٰۃ ہے جسکے شیشہ جسم میں خدا کا نور محفوظ ہے۔ اور وہ نور کسی قوم و ملک کے لئے مخصوص نہیں۔ وہ نور نہ مغرب سے تعلق رکھتا ہے نہ مشرق سے جب اسکی چمک اپنے کمال میں ظاہر ہوگی۔ وہ ہر مقام پر ہر چیز پر غالب آجائیگی اور یہی وہ نور ہے۔ جو ایک وقت بغیر آگ دکھائے چمکنے لگتا ہے انسان جب تکمیل نفس کرلے۔ تو آیات بالا کی ایک مجسم تصویر ہوجاتا ہے۔ جسمانیات میں یہ حقیقت بالبدیہ نظر آتی ہے۔ نور کی اقرب شکل برقی ذرات ہیں۔ کل فضا میں برقی ذرات بھرے ہوئے ہیں۔ ہر ایک چیز کے اندر برقی ذرات ہیں۔ لیکن کسی موصل برق آلہ کی ضرورت ہے۔ جو مخفی ذرات برق کو ظہور میں لے آئے۔ مجھے ایک مرتبہ ان ذرات کا دلچسپ تماشہ دیکھنے کا موقع ملا۔ سنہ ۱۹۱۸ء میں میرے ایک عارضہ کا دفعیہ برقی علاج میں سمجھا گیا۔ میرے ایک دوست اس فن کے طبیب تھے۔ وہ مجھے اپنے دارالعمل میں لے گئے۔ میرے ماحول میں ایک برقی کیفیت پیدا کردیا گیا۔ پھر کیا تھا۔ میرے رُونگٹیں رُوئیں اور بال بال سے بجلی کے شرارے کسی موصل آلہ کی تحریک سے نکلتے گئے کچھ دیر بعد یہ حالت ہوگئی۔ کہ موصل برق کی بھی ضرورت نہ رہی۔ طبیب مذکور جس وقت میرے جسم کے کسی حصہ کیطرف اپنی انگلی کو لاتا۔ میرے جسم پر برقی نور ظاہر ہوجاتا۔ یہ نور کوئی خارجی چیز نہ تھی۔ بلکہ یہ میرے جسم ہی میں تھی یا یہ کہو۔ کہ میرا جسم ایک کثیف شکل میں انہیں ذرات کا مجموعہ تھا۔ اور میرا ماحول انہیں حقیقی شکل میں لے آیا۔ میں نے ان مقدس الفاظ کی ایک عملی تفسیر اپنے

جسم میں دیکھی ہیں خود ایک مشکوٰۃ نور تھا۔ میرا جسم ایک کوکب دری تھا۔ وہ ہر سمت کیلئے منبع نور تھا۔ جو بغیر آگ دکھائے۔ روشن ہو جاتا تھا ایک نور اندر تھا۔ اور ایک باہر تھا۔ نور علی نور کا نقشہ میری آنکھوں میں پھر گیا +

سائنس نے پیدا ہو کر جو مذہب کی خدمت کی وہ بیعدیل ہے۔ آج سائنس کی روشنی میں بیسیوں قرآنی باتیں بدیہی حقیقت ہوگئی ہیں چنانچہ یہ کُل کی کُل مذکورہ بالا آیت جو آج سے پہلے بعض کوتاہ نظروں کی نگاہ میں عجائبات کا مجموعہ تھی۔ حقیقت واقعی ہوگئی۔ لیکن یہ تو ایک جسمانیات کا مشاہدہ تھا۔ یہ مخفی نور کائنات کی اور چیزوں کے نور کی طرح نہیں ہوتا۔ یہ نور ایک بالارادہ ادراک کے ماتحت ہے۔ اس نور کے چمکنے سے انسان اس حقیقت کو پالیتا ہے جسکے لئے وہ بنایا گیا ہو۔ ہم میں مدرکہ اعظم کا نور ہے۔ جو ظہور میں آکر ہمیں ان چیزوں پر حکمران بناتا ہے۔ جو ہمارے ماحول میں ہوتی ہیں۔ یہ نور بفحوائے کلام ربانی امیروں کے محلوں میں نہیں بلکہ اُن غریبوں کی جھونپڑیوں میں ہوتا ہے۔ جو راتوں رات اُٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور اندھیروں میں نور قلب کو روشن کر دیتے ہیں۔ اور اپنی روحانی طاقت سے دنیا کے مالک ہو جاتے ہیں۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیہا اسمہ۔ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال۔

یورپ نے اگر جسمانیات میں جسم انسانی کو مشکوٰۃ نور ثابت کیا تو قرآن نے انسان کو نور روحانی کا مشکوٰۃ بتلایا۔ اور ان راہوں سے بھی آشنا کیا۔ جن سے اس کا مخفی نور بلا آگ دکھائے روشن ہو کر نورٌ علیٰ نور کا مصداق بن جائے۔ ایک الٰہی نور آسمان سے اُتر کر انسان کے مخفی نور کو اپنی طرف کھینچ کر جس شرارہ انوار کو پیدا کرتا ہے۔ وہ تمام نفسانی جذبات کو نابود کر کے انسان کو مقام رفعت پر پہنچا دیتا ہے۔ وہی جھونپڑیاں جنمیں ذکر الٰہی جاذب انوار آسمان ہوتا ہے۔ رفیع الشان محل ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی استعارہ نہیں ہے۔ عرب کی جھونپڑی میں رہنے والے آخر کار اس مجاہدہ نفس کے طفیل رفیع الشان قصور کے مالک ہوگئے۔

خدا کا نور یعنی اسلام مُنہ کی پھونکوں سے تو نہیں بجھ سکتا۔ جیسا کہ اُوپر بیان ہوا۔ لیکن آج خود حاملانِ نور اسلام حالت جمود میں آ گئے۔ وہ اُن راہوں کو بھول گئے جو اُن کے اندرونی نور کو نورٌ علیٰ نور بنا دیتے۔ ہماری آجکل کی کوششیں سب بیسود ہیں۔ اگر ہم تمام مغربی راہوں کو علیٰ وجہ الکمال اختیار بھی کر لیں تو اِسکی وہی مثال ہو گی۔ جو ایک برقی طبیب کے عمل سے میرے جسم کی ہو گئی۔ یورپ کی طرح ہم ارضی چیزوں میں صاحب کمال ہو جائیں گے۔ اور ان مکر وہات کو بھی اختیار کر لینگے۔ جو مغرب کی تہذیب کا نتیجہ ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ ابناء مغرب ہمیں اس حالت تک پہنچنے ہی نہ دیں گے۔ اُن کی قوت کا راز مشرق کی کمزوری میں مُضمر ہے۔ لیکن جس نور کے چمک اُٹھنے پر ارضی چیزیں بھی ماتحت ہو جایا کرتی ہیں۔ اس کے اصُول کی راہیں ہی جداگانہ ہیں اور کوئی ستیا یا سطوت اس کے حصُول کی مانع نہیں۔ ہماری مشکلات ان مصائب کا عُشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ جو ماحول نبوی میں پیدا ہو گئی تھیں۔ نبوّت کے اعلان ہی نے مصیبتوں کے پہاڑ پیدا کر دیئے۔ لیکن پہلے ہی دن موجودہ مصائب اور آنیوالے مصائب کا علاج جو مشکوٰۃ نور نبوّت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتلایا گیا۔ وہ سُورۂ مُزمل میں نظر آتا ہے۔ قم الیل الا قلیلاً لا نصفہ او انقص منہ قلیلا ۝ ورتل القرآن ترتیلا {ترجمہ رات کے وقت نماز میں کھڑے رہا کرو (سو بھی ساری رات نہیں بلکہ) ساری رات سے کم یعنی آدھی رات یا اس میں سے (بھی) تھوڑا سا کم کر لیا کرو} مصائب کے مقابل میں تو یہ کہ دیا کہ واھجرھم ھجراً جمیلاً {ترجمہ اور وضعداری کے ساتھ اُن سے الگ تھلگ رہو} اور اس کا انجام۔ انّ لدینا انکالاً وجحیماً ۝ وطعاماً ذا غُصۃٍ وعذاباً الیماً ۝ {ترجمہ بیشک ہمارے ہاں (انکے پکڑنے کو) بیڑیاں اور (ان کے جھونک دینے کو) دوزخ اور (ان کے کھانے کو ایسا کھانا جو گلے سے نہ اُترے۔ اور اور بہت قسموں کے) دردناک عذاب} پھر یہ بات

بھی تسلیم کر لی گئی۔ کہ آنحضرتؐ کے دن مصائب کے دن تھے جیسا کہ فرمایا۔ ان لك فی النھار سبحاً طویلا (ترجمہ اور دن کے وقت تو تم کو (وعظ و نصیحت میں) بڑا مشغلہ رہا کریگا) اور ان سب کا علاج یہ بتلایا۔ واذکر اسم ربك وتبتل الیہ تبتیلا ۵ رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو فاتخذہ وکیلا ۔ رات کو اٹھو ۔ ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاؤ ۔ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے ۔ دنیا سے قطع تعلق کرو ۔ اور تبتل نام کے ساتھ ایک خدا کو پناہ کیل ٹھیراؤ ۔ پھر آنحضرتؐ کو ہی یہ کام صرف خود ہی نہ کرنا تھا بلکہ آپکے ساتھ کی جماعت بھی راتوں کو اٹھی ۔ ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفة من الذین معك ترجمہ (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار جانتا ہے ۔ کہ تم اور چند لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات (نماز میں) کھڑے رہتے ہو) اور اس مخفی نور الٰہی کو روشن کرے ۔ جس کی تیز شعاعیں ظلمت کو پارہ پارہ کرتے اور نور اسلام کی سلطنت کو ایک مضبوط چٹان پر متمکن کر دیتیں ۔ یہ کوئی نظریہ نہیں ۔ واقعات عالم نے اُسے حقیقت کر دیا +

ہمارے موجودہ مصائب زمانہ نبوی کے مصائب کے مقابلے میں ہیچ ہیں پھر اگر قرآن کریم پر ہمارا ایمان ہے ۔ تو کیوں ہمنے اس حقیقی علاج کو چھوڑ دیا ۔ گذشتہ دس بارہ سال کے تجربہ نے ہماری ان سب کوششوں کو جو مغربی طریق پر ہوئیں بیہودہ کر دکھایا ۔ کیوں ہم راتوں کو نہ اٹھیں ۔ اور اپنی جھونپڑیوں میں تزکیہ و تطہیر کے ذریعہ انوار الٰہی کو اپنی طرف جذب کریں ہمارے دل و دماغ نفسانی ظلمتوں سے پاک صاف ہو جائیں ۔ اور اپنے مخفی نور کو ظہور میں لا کر ظلماتی چیزوں پر غلبہ پالیں ۔ گو کائنات کی ساری چیزیں نور ہی سے بنی ہیں ۔ لیکن ان کی ظلماتی کثافتیں انہی چیزوں کے ماتحت

لے آتی ہیں۔ جو مقابلتہً ان سے زیادہ لطیف اور مُنوّر ہوتی ہیں ۔ نُور ہی ہر جگہ حکومت کرتا ہے ۔ لیکن یہ حکومت نُور کے اس ہیولے کے ذریعہ ہوتی ہے ۔ جس کا نُور روشن ہو جاتا ہے ۔ جن اجسام میں سے بجلی اُبھر آتی ہے ۔ وہ دوسری چیزوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں ۔ گو یہ چیزیں بھی بجلی کے ذرّات کی کثیف ترکیب ہیں ۔ میں ان واقعات کو کسی قدر عملی رنگ میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں ۔ جس بات کی ہم میں کمی ہے ۔ اور جسکے ہونے سے ایک چیز دوسروں پر غالب آجاتی ہے ۔ وہ سیرت اور کیریکٹر ہے حقیقی سیرت اخلاق آلٰہیہ سے متصف ہونے کا نام ہے ۔ اور یہ باتیں اسی کو حاصل ہوتی ہیں ۔ جس کا باطن نفسانی کدورتوں سے پاک ہو جاتا ہے ۔ اس طہارت کا بہترین راستہ ایک ہی ہے ۔ اور وہ رات کو جاگنا اور ذکر آلٰہی میں مصروف ہو جانا اسماء آلٰہیہ پر غور و فکر کرنا ۔ اور قرآن مجید میں سے ان راہوں کو تلاش کرنا ہے ۔ جن سے ایک سالک اسماء آلٰہیہ میں رنگین ہو کر صبغۃ اللہ ہو جائے ۔ اور صبح کو ان راہوں پر قدم زن ہونا ۔ ذکر و فکر سے یہی مُراد ہے ۔ اسی لئے تہجد میں قرآن کو آہستہ آہستہ پڑھنے کی ترغیب دی ۔ ان آیات پر غور کرنا ۔ انہیں وکالت آلٰہی کی راہوں کو دیکھنا ان پر چلنے کا تہیہ کرنا ۔ اور انہیں اپنا مسلک بنانا ۔ ہم نور سے نکلے ہیں ۔ اور یہ وہ نُور ہے جسکی حکومت زمین و آسمان پر ہے (اللہ نور السمٰوات والارض) ہم بھی اس کے ظل میں کائنات کے حاکم ہو سکتے ہیں ۔ یہی خلافت آلٰہیہ ہے ۔ لیکن یہ اسی کو حاصل ہوگی ۔ جس کا نُور اپنی مثل شکل و صورت میں ظاہر ہو جائے ۔ وہ خدا کا خلیفہ علی الارض ہے +

ماہ رمضان

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون - **ترجمہ** مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں یعنے اہلکتاب پر روزہ رکھنا فرض تھا تم پر بھی فرض کیا گیا - تا کہ تم گناہوں سے بچو اور یہ گنتی کے چند روزے ہیں - اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کر دے - اور جن بیماروں اور مسافروں کو کھانا دینے کا مقدور ہو - ان پر ایک روزہ کا بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے - اس پر بھی جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے - اور سمجھو تو روزہ رکھنا بہر حال تمہارے حق میں بہتر ہے - روزوں کا مہینہ رمضان کا ہے - جسمیں قرآن شریف نازل ہؤا ہے - اور قرآن لوگوں کا رہنما ہے - اور اسمیں ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کے کھلے کھلے حکم موجود ہیں - تو مسلمانو! تم میں سے جو شخص اس مہینے میں زندہ موجود ہو تو چاہیئے کہ اس مہینے کے روزے رکھے - اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلے - اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے - اور تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا - اور یہ حکم اس لئے اس لئے دیئے ہیں تا کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرلو - اور تا کہ اللہ نے جو تم کو راہ راست دکھادی ہے - اس نعمت پر اس کی بڑائی کرو - اور تا کہ تم اس کا احسان مانو - اور اے پیغمبر جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارہ میں دریافت کریں تو ان کو سمجھا دو - کہ ہم ان کے پاس ہیں - جب کبھی کوئی ہم سے دُعا کرے - تو ہم ہر ایک دُعا کرنے والے کی دُعا کو سنتے اور مناسب ہوتے

توقبول بھی کر لیتے ہیں۔ تو ان کو چاہئیے کہ ہمارا حکم بھی مانیں۔ اور ہم پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ سیدھے رستے لگ جائیں۔ مسلمانو! روزہ کی راتوں میں اپنی بیبیوں پاس جانا تمہارے لئے جائز کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے دامن کی جگہ۔ اور تم ان کی چولی کی جگہ۔ اللہ نے دیکھا۔ کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے۔ پس وہ تم پر لوٹ آیا۔ اور اس نے وہ رکاوٹیں تم سے دور کر دی ہیں۔ پس اب روزوں میں رات کے وقت ان سے ہمبستر ہو۔ اور ہمبستری کا جو نتیجہ خدا نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔ یعنے اولاد اس کے حاصل کرنے کی خواہش کرو۔ نہ محض شہوت رانی کی۔ اور کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ رات کی کالی دھاری سے صبح کی سفید دھاری تمہیں صاف دکھائی دینے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اور ہاں تم مسجد میں اعتکاف[۵۱] بیٹھے ہو۔ تو رات کو بھی ان سے ہمبستر نہ ہونا۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں۔ تو انکے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ وہ خلاف حکم کرنے سے بچیں۔ اور آپس میں ناحق ناروا ایک دوسرے کے مال کو خورد برد نہ کرو۔ اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ گردانو۔ کہ لوگوں کے مال میں سے تھوڑا بہت جو کچھ ہاتھ لگے اس کو جان بوجھ کر ناحق ہضم[۵۲] کر جاؤ +

---

۵۱ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام تعلقات دنیوی کو منقطع کر کے ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں ہی بود و باش اختیار کر لیتے ہیں۔ اس عبادت کو اعتکاف کہتے ہیں۔ مگر یہ اختیاری ہے لازمی نہیں +

۵۲ دوسروں کے مال کو بیجا طور پر غصب سے احتراز کا حکم احکام روزہ کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔ کیونکہ جب روزہ رکھ کر ہم اپنی جائز اور حلال چیزوں سے محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر مجتنب رہینگے۔ تو دوسروں کا مال کیونکر غصب کریں گے۔ روزہ سے غرض جذبات پر قابض ہونا ہے اور جب ہم ایکدفعہ جذبات پر غالب آگئے تو تمام قسم کے احکام خداوندی کی خلاف ورزی سے ہمیں نفرت ہو جائیگی +

شُدھی اور اُس کا اِنسداد

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

جدید تحریک شُدھی نہ کوئی مذہبی تحریک ہے - نہ اُس کی تہ میں وہ مُقدّس جذبہ کام کر رہا ہے - جسے جذبۂ مذہب کہتے ہیں - یُوں تو اہل بصیرت کی نگاہ میں آریہ سماج کی بُنیاد ہی قومیّت و سیاست پر رکھی گئی تھی جیسا کہ ستیارتھ پرکاش مصنّفہ سوامی دیانند کے صفحات میں صاف نظر آتا ہے - تاہم وہ غرض ایک حد تک مذہبی لباس میں ملبُوس تھی - دیانند جی اور اُن کے پیروان اوّلین کا بُت پرستی کے خلاف جہاد اور توحید الٰہی کو ایک رنگ میں قائم کرنے کی لگاتار کوشش بیشک مذہبی نقطۂ نگاہ سے ہر طرح سزاوار ستائش تھی - لیکن یہ تحریک شُدھی اس خصوصیّت سے خالی ہے - مہاتما گاندھی شدھی اور سنگھٹن فنڈ کی تحریک کے ساتھ اپنے نام کو وابستہ کرنے میں شدھی کی لاکھ توجیہیں کریں - مگر ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ کوئی لفظ اپنے لُغوی معنی میں خواہ کیسے ہی اعلےٰ سے اعلےٰ مفہوم اپنے اندر رکھتا ہو وہی ایک دن لوگوں کے طرز عمل سے اپنے معنی میں متبدل بھی ہو جاتا ہے - لہٰذا کسی لفظ کے معنی وہی لینے چاہئیں - جو محاورۂ عام نے اسکے لئے خاص کر دیئے ہوں - موجودہ شدھی کی غرض کسی اشُدھ چیز کو شدھ کرنا نہیں ہے - بلکہ اس لفظ کے موجودہ معنی سوامی شردھانند جی کے دماغ میں اس جیل میں آئے - جہاں اُنہیں سیاسی اغراض میں مہاتما جی کی شرکت لیگئی تھی - اور ان کے میعاد قید پُورا کرنے سے بہت پہلے رہائی پانے پر دنیا نے شدھی کے نئے معنی سمجھے - اور وہ یہ ہیں - کہ ہندوستان میں

ہندوؤں کی اعدادی قوت بڑھاکر ہندو راج کو کسی شکل میں نزدیکتر کرلیا جائے ۔ چنانچہ جیل سے نکلتے ہی انہوں نے شدھی اسی رنگ میں شروع کردی ۔ میں اس نظریہ کے ثبوت میں مہاتما جی کو امورذیل کی طرف توجہ دلاتا ہوں ۔ اس شدھی کی مہم میں سناتن دھرمیونکو شریک کرنے کیلئے یہ طریق عمل اختیار کیا گیا ۔ کہ جب کوئی مسلمان یا اچھوت شدھ کیا جائے ۔ تو اگر اُسے سناتن دھرمی لینا چاہیں ۔ تو وہ بخوشی لے سکتے ہیں ۔ یا شدھ کیا ہؤا شخص ہندو مذہب کی جس شاخ میں چاہے چلا جائے ۔ کیا سناتن دھرمی بُتوں کے پجاری نہیں؟ اور آریہ سماجی بُت شکن نہیں ؟ کیا آج سے کچھ برس پہلے آریوں نے سناتن دھرمیوں کے خلاف مذہبی تنازعات نہیں برپا کئے ؟ اگر وہ کشمکش کسی جذبۂ صادق کی تحریک تھی ۔ تو کیا اہلِ شدھی کا موجودہ طرزِ عمل اس کے بالکل خلاف نہیں ؟ پھر عین اُسی وقت ہندو مہا سبھا میں پنڈت مالوی جی کی اس تعریف پر غور کیا جائے ۔ جو وہ ہندو مذہب کی کرتے ہیں ۔ اُن کے نزدیک ہندو مذہب اُن تمام مذاہب پر حاوی ہے ۔ جو ہندوستان میں پیدا ہوئے ہوں ۔ اب اگر ہر ایک مذہب چند عقائد پر مشتمل ہوتا ہے ۔ اور اس مذہب کا نام اُن ہی لوگوں پر حاوی ہوسکتا ہے ۔ جو ان عقائد کے پابند ہوں ۔ تو شدھی کی یہ جدید تحریک اور مالوی جی کی یہ تعریف ایک گربہ کو زیادہ دیر تک تھیلے میں چھپائے ہوئے نہیں رکھ سکتی ۔ الغرض یہ تحریک شدھی ایک پولیٹیکل تحریک ہے ۔ اور اس کا مقصد عیسائیوں اور مسلمانوں کو ہندوستان سے نکالنا یا اُنہیں کالعدم کردینا ہے ۔ مہاتما جی کو سمجھ لینا چاہئے ۔ کہ اُن کے اُس بڑے مقصد کو جو ہندو مسلم اتحاد سے وابستہ تھا اگر تباہ کیا تو سب سے پہلے اس تحریک شدھی نے کیا ۔ گو یہ اتحاد میری سمجھ میں

آج تک نہیں آیا۔ بہرحال مجھے یہاں نہ تو پولیٹیکل اغراض سے بحث ہے۔ اور نہ مجھے ہندو لیڈروں کی نیتوں اور دلی ارادوں پر بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ جو باتیں میں نے اوپر لکھی ہیں۔ وہ صاف و صریح ہیں +

میں مذہب کا ایک خادم ہوں۔ اور مجھے سیاسیات سے بھی کچھ تعلق نہیں۔ نہ میں ایسے خیالی پلاؤ پکایا کرتا ہوں۔ کہ ہندوستان میں فلاں قسم کا راج ہو۔ میرے نزدیک جو گورنمنٹ نصفت شعار ہو۔ اور رعایا کے مذہبی امور میں دخل نہ دیتی ہو۔ اس کا کوئی مذہب ہو۔ اسکے ماتحت ایک مسلمان رہ سکتا ہے۔ مجھے اسمیں بھی کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا اگر برادران وطن ہندو راج قائم کرنے کی فکر میں ہوں۔ مجھے تو اپنے مذہب کی حفاظت کرنا۔ اور ان راہوں کی تلاش کرنا ہے۔ جن سے اسلام ایک عالمگیر مذہب ہو جائے۔ میرا دائرہ عمل کسی خاص ملک یا قوم تک محدود نہیں۔ لیکن میں اپنے اندر اہلیت بھی نہیں دیکھتا۔ کہ یہاں کسی مذہبی دنگل میں کود پڑوں۔ اور وہ باتیں کروں۔ جو آریہ بھائی کر رہے ہیں۔ ترکی بہ ترکی جواب دینے والے ہمارے ہاں کم نہیں ہیں۔ البتہ اسلامی علو ہمت کسی اور چیز کو بھی چاہتی ہے +

یہ مسلمانوں کی شرافت طبع اور ان کے فطری اخلاق حسنہ ہیں۔ جن کا ظہور شردھانندجی کی موت پر مسلمانوں کی طرف سے ہوا۔ انہوں نے اتحاد ہندو مسلم کے معاملہ میں بھی اپنے گذشتہ چند سال کے طرز عمل سے ثابت کر دیا۔ کہ ان میں کہاں تک ایفائے عہد اور قول کا پاس اور اسکے احترام کا احساس ہے۔ چنانچہ شدھی کے آغاز ہی سے علی برادران اور انکے ہمخیال اتحاد ہندو مسلم کی عزت میں شدھی کی عملی مخالفت سے علیحدہ رہے۔ حتٰے کہ خلافت کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ وہ بحیثیت کمیٹی ان باتوں سے الگ رہیگی۔ گو انفرادی طور پر شرکت کی اجازت دے دی گئی تھی۔ لیکن مسلمان سیاسی لیڈروں نے بہت بڑی حد تک اس فیصلہ کا احترام کیا۔ اگر اس وقت کے ان ہندو مسلمان لیڈروں کے حالات پر

غور کیا جائے۔ جو میدان سیاسیات میں سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے۔ تو زیادہ تر مسلمان ہی ایسے نظر آئینگے۔ جو ہندو بھائیوں کے مقابلہ میں ہندو مسلم اتحاد کے عہد پر قائم رہے +

بدقسمتی سے ہمارے مخالفین ہمکو ہمیشہ بدنام کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں ہم نے اپنے مخالفوں کو یہی کہتے سُنا۔ کہ ہم بہت بدزبان ہیں۔ لڑائی جھگڑے میں مشتاق ہیں حتےٰ کہ مہاتما گاندھی جی بھی اپنے حزم و احتیاط کو شردھانند جی کے واقعہ پر خیرباد کہ کر دل کی بات زبان پر لے آئے۔ کہ مسلم تلوار آٹھ پہر نیام سے نکلنے کو تیار رہتی ہے۔ مہاتما جی کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ تلوار پستول نکالنا ایک مردانہ فعل ہے۔ جس کا اپنے محل و موقعہ پر استعمال ایک اعلےٰ اخلاق کا مترادف ہوتا ہے۔ جسے شجاعت کہتے ہیں۔ لیکن گذشتہ چند سال میں مسلمانوں نے یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ ان میں کس قدر ضبط و تحمل ہے۔ مولانا شوکت علی صاحب نے جب اعلان کیا۔ کہ ہندوؤں کی گالیوں پر۔ انکی بدزبانی پر مسجدوں کے سامنے ان کے شور و شر پر خاموش رہیں۔ تو مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ مولانا نے تو قرآنی حکم۔ ادفع بالتی ھی احسن۔ (بدی کے بدلے بہتر سلوک کرو۔ دشمن بھی دوست ہو جائیگا) پر عمل کرایا۔ لیکن قرآن کریم تو حکیمانہ کتاب ہے۔ وہ موقعہ و محل کے شناخت کی بھی تعلیم کرتا ہے۔ حسن سلوک اچھی چیز ہے۔ لیکن بعض وقت فریق ثانی اسے دوسرے کی کمزوری پر محمول کر لیا کرتا ہے۔ بدقسمتی سے ہندو بھائیوں نے بھی ایسا ہی کیا +

اِس وقت بھی شردھانند جی کے قتل پر مسلمانوں کے شریفانہ طرز عمل نے یہی نتیجہ پیدا کیا۔ انسان ہونے کی حیثیت سے شردھانند جی اور مرحوم محبوب علی میں کیا فرق تھا۔ اگر درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ تو جو کچھ ان دو جانوں کے اتلاف پر ہندو و مسلم بھائیوں سے ظہور میں آیا۔ وہ دونوں کے اخلاق و تربیت کا ایک عمدہ معیار ہے۔ اور اس پر طرفہ یہ ہے۔ کہ ہندو بھائی اس اخلاق اسلامی کو مسلمانوں کی کمزوری پر محمول کر کے ایسی زباندرازی و دریدہ دہنی پر اُتر آئے۔ کہ مجبوراً گورنمنٹ کو لاہور میں انہیں متنبہ کرنا پڑا +

میں اس موقعہ پر جیسا کہ میں نے اُوپر عرض کیا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کا کوئی خاص مشیر بننا نہیں چاہتا۔ مجھ سے بہتر دل و دماغ والے اس مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔ اور یہ اُن کا فرض اولین ہے۔ کہ وہ حل کریں۔ سیاسیات کے مسلم پیرو کار بھی سمجھ لیں۔ کہ وہ آج سے تین سال پہلے کی طرح شُدھی کو کوئی مذہبی تحریک سمجھ کر نظر انداز نہ کریں۔ اگر سیاسی انہماک و شغف سے انہوں نے امور مذہبی دوسروں کے لئے چھوڑ دیئے ہیں۔ تو اب وہ شدھی کے سوال کو ایک سیاسی مسئلہ یقین کریں۔ اور اسکی طرف کامل توجہ مبذول کریں +

شُدھی کا ایک علاج بعض کی نگاہ میں تو وہی ہے۔ جو آج سے پہلے آگرہ اور اس کے گرد و نواح میں کیا گیا۔ اگر وہ صحیح ہے۔ تو اس کو جاری رکھنا چاہیئے لیکن سب سے پہلے ہم جذبات ردّیہ یا انتقام کے خیال سے پاک ہو جائیں۔ اور ہمیں ٹھنڈے دل سے ان تدابیر حسنہ سے کام لینا چاہیئے۔ جن کے ساتھ شرافت نفس مخالفت سے حسن سلوک فیاضی۔ علو ہمت۔ اور موعظت حسنہ ہو۔ ہمیں ہندو مسلم اتحاد کے خیال کو ترک کر کے سب سے اوّل اتحاد قومی کی فکر کرنا چاہیئے لیکن اس اتحاد کی غرض غیر اقوام کی مخالفت یا اُن کی نقصان رسانی نہ ہو۔ کوشش کا مقصد صرف اپنے بکھرے ہُوئے شیرازے کا استحکام ہو۔ اگر ہم یہ مقصد حاصل کر لیں۔ تو اس پر دوسری لاکھوں تجویزیں قربان کیجا سکتی ہیں

میں جب تک ہندوستان میں ہوں بعض تجاویز پیش کرتا رہونگا۔ وہ زیادہ تر اپنی ہی اصلاح و تزکیہ اعمال کے متعلق ہونگی۔ میں نے انگلستان میں اپنی کامیابی کا راز زیادہ تر محاسن اِسلام بیان کرنے میں دیکھا۔ سردست میں مسلمان اہل الرّائے کیخدمت میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ جسکو جلد سے جلد عملی جامہ پہنا دینا چاہیئے +

جیسا کہ میں نے لکھا ہے۔ مجھے آریہ شدھی کی تحریک کسی مذہبی صداقت پر مبنی نظر نہیں آتی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو کارکنان شدھی پڑھے لکھے مسلمانوں کو بھی

اپنا مخاطب کرتے۔ ان کا محض جاہل اور اسلام سے قطعی بیگانہ مسلم طبقہ کی طرف توجہ کرنا ہی اُن کی مذہبی کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ جاہل راجپوتوں اور اچھوتوں کے علاوہ آج اُن کی نگاہ مسلمان بیبیوں پر بھی ہے جس کی تازہ مثال اصغری بیگم ہے۔ ہمیں اصغری بیگم کی حالت کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا اور ان اسباب پر غور کرنا چاہئے۔ جس سے یہ ارتداد کا دروازہ جلد سے جلد بند ہو۔

یہاں اصغری بیگم یا شانتی دیوی کی داستان دُہرانا میرا مقصود نہیں۔ اس ہندوستان میں ایک مُبصر کی نگاہ میں ہزاروں اصغری بیگم موجود ہیں۔ جو ایک دن مس جین یا شانتی دیوی بننے والی ہیں۔ اور افسوس تو یہ ہے۔ کہ وہ قومی جوش جو کسی کے ارتداد پر ہمارے دلوں میں پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ بھی آج ٹھنڈا ہوتا جاتا ہے اخباری دُنیا کی جیسی اور خبریں پڑھتے وقت عارضی اثر ہم پر کرتی ہیں وہی حیثیت ان واقعاتِ ارتداد کی ہو گئی ہے۔

ارتداد کا معاملہ کوئی ادنےٰ سا معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ایک طرح قوم کی موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ کسی مسلم یا مسلمہ کے مرتد ہو جانے پر شور و شر یا تگ و دو کر لینا بیشک قابل تعریف بات ہے۔ لیکن اس سے ہوتا کیا ہے۔ آخر ہماری کوششیں۔ ہماری چیخ و پکار۔ ہمارا واویلا۔ ہماری قانونی چارہ جوئی۔ اصغری بیگم کے معاملہ میں کہانتک کارگر ہوئی۔ سب سے مقدم یہ مسئلہ قابل غور ہے۔ کہ اس ارتداد کا سبب کیا ہے۔ اور اس سبب کا اندفاع بھی کسی طرح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

کوئی صاحب تمیز شخص یہ تو خیال ہی نہیں کر سکتا۔ کہ ہندو یا آریہ مذہب کی کوئی خوبی اصغری بیگم کو آریا کیمپ میں لیگئی۔ بلکہ جن حالات نے سوامی شردھانندجی کے گھر تک اُسے پہنچایا۔ اور اُسے شانتی دیوی بنایا۔ وہ اُسے کسی گرجا میں بھی لیجا سکتے تھے۔ یہ امر بالکل اتفاقی تھا۔ کہ اصغری بیگم کی تاک میں کوئی پادری نہ تھا بلکہ سماجی تھا مُدت ہوئی امرتسر کے ایک تاجر نوروز علی نام نے کسی بازاری عورت سے نکاح کر لیا تھا ایسی عورت کیونکر خانگی قیود میں رہ سکتی تھی۔ دوسری طرف نکاح کی زنجیر نے اسے ہمیشہ کیلئے

منقسم کر دیا تھا۔ اس نے ایسے لوگوں میں زندگی بسر کی تھی جنہیں کسی مذہب و ملّت سے تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے متعلقین سے کوئی پادری آ ملا۔ جو جانتا تھا۔ کہ ارتداد ایک مسلمہ کو حبالۂ نکاح سے آزاد کرا دیتا ہے۔ چنانچہ وہ عورت عیسائی بنا دی گئی۔ نور وز علی نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ مقدمہ ہائیکورٹ سے بھی آگے پریوی کونسل تک پہنچا لیکن فیصلہ یہی ہوا۔ کہ ارتداد سے ایک عورت اپنے سابقہ نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے۔ اس مقدمہ پر ایک مدّت گذر گئی۔ اس کے بعد فیروزپور کی ایک مسلمان بی بی اسی اصول پر عیسائی زمرہ میں شامل ہو گئی۔ یہاں بھی تبدیلی مذہب کی غرض میرے نزدیک قید زوجیت سے آزادی حاصل کرنی تھی۔ یہ مقدمہ بھی ہائیکورٹ تک پہنچا۔ اور وہاں سے فیصلے ہی بحال رہے بہر حال یہ اس وقت اور ہر ایک شخص کے علم میں آ چکا ہے۔ اور اسکی تشریح و تفصیل کی ضرورت نہیں +

امرتسر والا مقدمہ تو چنداں قابلِ لحاظ نہ تھا۔ لیکن فیروزپور والا مقدمہ ہمارے لئے ہر اعتبار سے عبرت بخش تھا۔ اس بی بی کو بھی مسیحی خوبیوں نے عیسائی نہیں کیا تھا۔ پہلی بی بی اور صغریٰ بیگم کو ملنے جلنے اسباب نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا۔ ایک عیسائی ہوئی تو دوسری آریہ۔ ہمارے علماء ہی مذہب کے نگہبان ہیں۔ ان کا فرض تھا۔ کہ فیروزپور والے مقدمہ اور اس کے نتائج پر غور کر کے اس نئے ارتداد کا سدّباب کرتے۔ ان دونوں واقعات کی بنا، وہ شوہر کے مظالم ہیں جن کی تختۂ مشق بعض بیبیاں بن جاتی ہیں۔ اسلام کا قانون طلاق رحمت تھا۔ وہ اس رشتہ زناشوئی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ جس کے باعث ایک مرد عورت اُلفت و محبّت کے ساتھ باہم زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ عیسائی دُنیا اسلامی اصُول طلاق کی طرف آ رہی ہے۔ اس معاملہ میں سب سے زیادہ تکلیف دہ قانون ہندوؤں کا ہے۔ جو ایک عورت کو کسی حالت میں خاوند سے جدا نہیں ہونے دیتا +

یہ تو ظاہر ہے۔ کہ ہر گھر میں حسنِ معاشرت نظر نہیں آتی۔ نہ ہر جگہ میاں بیوی محبت کامل کا نمونہ ہوتے ہیں۔ خانگی ناچاکیوں سے ہندو۔ عیسائی۔ مسلم کوئی گھر خالی نہیں۔ عیسائی دنیا میں تو ازدواجی راحت اسقدر عنقا ہے۔ کہ وہ لاٹری سے تعبیر کیجاتی ہے۔ غرضکہ ہر جگہ اور

ہر قوم و ملت میں سینکڑوں گھر ایسے نظر آتے ہیں جہاں میاں بیوی کی زندگی کتے اور بلی کی زندگی سے بدتر ہے۔ اس گھر کی راحت اور فریقین کی مدت العمر کی خوشی اسی بات پر منحصر ہے۔ کہ قانون اُن کے رشتۂ زوجیت کو توڑ دے۔ اس معاملہ میں کُل مذاہب کے مقابل اسلام ہی نسل انسانی کے لئے موجب رحمت ہے۔ مثلاً دنیائے عیسائیت نے صرف زنا اور فواحش کبیرہ کو وجہ طلاق تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ اختلاف مزاج زندگی تلخ کرتے اور میاں بیوی کو ایکدوسرے سے جدا کردینے کیلئے کافی سبب ہوسکتا ہے انگلستان میں میری نظر سے بہت سے ایسے واقعات گزرے ہیں۔ کہ عورت و مرد دونوں نیک چلن تھے۔ لیکن اختلافِ طبیعت یا دونوں میں سے ایک کی بدمزاجی نے ان کو اس قابل نہ رکھا۔ کہ وہ باہم صلح و آشتی سے رہ سکیں۔ آخر دونوں میں سے ایک نے قانون انگلستان کی نگاہ میں طلاق کی وجہ کامل پیدا کرنے کیلئے مصنوعی اخلاق کو تباہ کیا۔ مجھے یاد ہے کہ میرے ایک دوست کو اسکی بہو نے ایک چٹھی لکھی کہ اب ہم (وہ بیوی اور میرے دوست کا بیٹا) زیادہ عرصہ تک رشتہ زوجیت قائم نہیں رکھ سکتے۔ اگر تمہارا بیٹا طلاق کی وجہ نہ پیدا کریگا۔ تو میں پیدا کرونگی۔ آخر اس بی بی نے جو بہت نیک چلن تھی ایک علیحدہ مکان لیا۔ اور کسی سے آشنائی اسلئے پیدا کی۔ کہ وہ انگلستان کی عدالت میں طلاق کی وجہ کامل بن جائے۔ خیر وہاں تو یہ حالت ہے لیکن ہندو دھرم شاستر کی رو سے تو کسی حالت میں بھی شادی کے بعد عورت خاوند سے کسی طرح جدا ہی نہیں ہوسکتی۔ اس سختی سے جو صنفی نتائج بد پیدا ہوتے ہیں اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسلام ہی دنیا میں اسی امر میں رحمت ہے۔ اس نے مسئلہ طلاق بھی مرد عورت کیلئے رحمت بنایا لیکن ہمارے رسم و رواج نے اور بعض وقت فقہی غلط فہمیوں نے اس رحمت کو زحمت کر دیا ہے +

کیا ایک مسلمان اپنے اہل و عیال کے لئے درشت مزاج اور ظالم نہیں ہوسکتا ؟ کیا بعض مسلم بھائی عورتوں کو طرح طرح کی تکلیفیں نہیں دیتے ؟ کیا مسلمان بیبیاں بعض گھروں میں اُن حقوق سے محروم نہیں۔ جو شریعت نے انہیں دیئے ہیں ؟ اب

اگر اسلام نے اِن مظلوموں کا کوئی علاج نہیں کیا۔ تو پھر اسلام مذہب حق نہیں کہا جاسکتا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اور یہ کہاں کی شریعت ہے؟ کہ ایک مرد تو ضرورتِ حقّہ پر اپنی زوجہ سے جُدا ہو سکے۔ بلکہ بعض وقت ایک ناوان زوجیت جیسے مقدس رشتہ کو اپنی تلون مزاجی پر بھینٹ چڑھا دے لیکن ایک عورت اپنی گردن سے شوہر کے ناقابلِ برداشت مظالم کے باوجود زوجیت کی زنجیر نہ اُتار سکے۔ اِن مظلوم خواتین کا علاج اگر اسلام میں نہیں اور ارتداد ان کی نجات کا موجب ہو جائے۔ تو کیوں وہ اسلام کو خیرباد نہ کہ دیں۔ ترک اسلام سے جس دوزخ میں وہ جائیگی۔ وہ تو بعد از موت کا قصہ ہے۔ لیکن ارتداد اسکو موجودہ جہنم سے تو آزاد کر دیتا ہے۔ ان حالات سے مسئلہ ارتداد نے اب ایک دوسری صورت اختیار کر لی ہے مسلمانوں میں جہاں کہیں مظلوم عورتیں ہونگی۔ یا جو نان و نفقہ یا دیگر حقوقِ شرعی سے محروم ہوں۔ اور بالفرض قانونِ اسلام ان کو ان مظالم سے نجات نہ دلائے۔ تو وہ اس آزادی کے زمانے میں لامحالہ ارتداد کی پناہ میں آجائیگی۔ خصوصاً جبکہ کارپردازانِ شدھی ایسے شکار کی تاک میں رہتے ہوں۔

سب سے پہلے مسلم اہل الرائے مسئلہ شدھی کی اس نوعیت پر غور فرمائیں +

اِس موجودہ شکل کے ارتداد کا علاج اس سوال کے جواب میں مضمر ہے کہ کیا ایسی مظلوم مسلمان عورتیں عدالت میں جاکر یا کسی دوسرے طریق پر طلاق حاصل کر سکتی ہیں؟ اس کا جواب قرآن و حدیث تو اثبات میں دیتے ہیں۔ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیهما فیما افتدت بہٖ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا۔ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون ۝ اِس بات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی باندھی ہوئی حدوں پر قائم نہیں رہ سکینگے۔ اور عورت اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض کچھ دے نکلے تو اسمیں دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی باندھی

(حدوداللہ) حدیں ہیں۔ تو ان سے (آگے) مت بڑھو۔ اور جو اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے بڑھ جائیں تو یہی لوگ بے انصاف ہیں + اس آیت شریفہ کی رُو سے ایک عورت اپنا مہر بخش کر یا کچھ دے دلا کر خاوند سے طلاق لے سکتی ہے۔ آیت مسطور اگرچہ قانون خلع کی اساس ہے۔ لیکن یہ تو مرد عورت دونوں پر حاوی ہے۔ دونوں میں سے کوئی زوج جب حدود الٰہی کی نگہداشت اور حقوق زناشوئی کو پورا نہ کر سکے۔ تو وہ ایکدوسرے سے جدا ہونے چاہئیں۔ اس آیت کی تفسیر میں ثابت بن قیس کی بیوی جمیلہ کا ذکر اکثر آتا ہے۔ امام بخاری صاحب نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے نہ تو حضرت ثابت اور جمیلہ بی بی میں کوئی فساد تھا۔ نہ سوء معاشرت کی شکایت تھی۔ لیکن کسی وجہ سے بی بی جمیلہ اس رشتہ کو قائم رکھنا پسند نہیں کرتی تھیں آنحضرت نے جمیلہ سے ثابت کا دیا ہوا باغ واپس دلا کر انہیں حبالۂ نکاح سے آزاد کر دیا جب اس وجہ پر بھی طلاق ہو سکتی ہے۔ تو جس گھر میں ظلم، اتلاف حقوق اور رات دن کے جھگڑے اور فسادات ہوں وہاں کیونکر قانون ان دونوں کو جدا نہ کرے؟ شافعی فقہ میں یہ حالات عورت کو خاوند سے جدا کرنے کے لئے کافی ہیں (ملاحظہ ہو محلی و منہاج شافعی) کہا یہ جاتا ہے۔ کہ یہ ملک حنفی المذہب ہے۔ اور اس فقہ میں اس مصیبت کا کوئی علاج نہیں۔ میں خود حنفی المذہب ہوں۔ لیکن میرا یہ عقیدہ نہیں۔ کہ آئندہ ایسے واقعات پر عالم الغیب کے سوا کوئی فقہ حاوی ہو سکتا ہے۔ نہ اور کوئی حنفی المذہب یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ دنیا میں ایسے حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہوتے رہینگے۔ جن پر یہ چاروں فقہے حاوی نہ ہونگے۔ اس صورت میں ہمیں بموجب فردوا الی اللہ والرسول۔ خدا اور رسول کی طرف رجوع کر کے قرآن و حدیث سے حاضر الوقت مسئلہ کے متعلق استنفتاء کرنا ہوگا۔ لیکن پیش آمدہ مصیبت کا ایک اور علاج بھی ہے۔ فقہ حنفی کا یہ ایک پرانا اصول چلا آتا ہے۔ کہ جب کسی مسئلہ میں حنفی فقہ خاموش ہو۔ تو باقی تین اماموں میں سے کسی کی فقہ کی پیروی کی جائے۔ مثلاً مفقود الخبر شوہر کی بیوی کا مسئلہ اسی طرح طے ہوا۔ کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کے چلا جاتا ہے۔ برسوں اسکی خبر نہیں

آنی بیوی کے حقوق کی نگہداشت کا بھی کوئی انتظام نہیں ہوتا - اب ایسی بی بی کا کیا حشر ہو؟ آیا وہ ساری عمر کیلئے بیٹھی رہے ؟ یا ایک مدّت معینہ کے بعد وہ نکاح کرے - بعض فقیہہ اسے نوّے سال تک منتظر رہنے کا حکم دیتے ہیں - لیکن ان بزرگوں کو یہ میعاد تجویز کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی یہی کہہ دیا جاتا - کہ وہ مدّت العمر معلق رہے - کیونکہ نوّے سال تک اول تو زندگی کی ہی امید نہیں - پھر ایک نوّے یا صد سالہ بی بی کو کون اپنے حبالۂ عقد میں لائیگا - کوئی پندرہ بیس برس ہوئے دہلی کی عدالت میں یہ مقدمہ دائر ہوا تھا - جہاں ایک شوہر صاحب نے تیس سال تک مفقود الخبر رہنے کے بعد اپنی بیوی کو آکر سلام کیا - وہ بی بی اسے مردہ سمجھ کر دوسرا نکاح کر چکی تھی - اس کے بال بچے بھی ہو گئے تھے - ان بیچاروں کی ولادت اس بھلے مانس کے بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہو جانے سے قابل اعتراض ہوئی - ان میاں صاحب نے آتے ہی زیر دفعہ ۴۹۴ ازدواج ثانی کے جرم میں دوسرے شوہر کو قید خانے بھجوا دیا چیف کورٹ نے فقہی شرط نوّے سال کو فوجداری معدلت گستری میں ناقابل لحاظ سمجھ کر ایکٹ شہادت کی سات سالہ میعاد ایک مفقود الخبر کو مردہ سمجھنے کیلئے کافی سمجھی - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد اس سے بھی زیادہ قابل احترام ہے - وہ ایسے حالات میں صرف چار سال کافی سمجھتے ہیں - امام مالک نے بھی یہی مدت تجویز فرمائی ہے - چند سال ہوئے ریاست بھوپال میں یہ مسئلہ پیش ہوا - علیا حضرت بیگم صاحبہ دام اقبالہا نو خود علم دین اور فقہی دقائق سے واقف ہیں آپنے ریاست کے قاضی صاحب اور دیگر علماء سے اس معاملہ میں استفتا فرمایا - کہ اگر فقہ حنفی اس مسئلہ میں خاموش ہو - تو کسی دوسرے امام کی پیروی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ بہت کچھ تحقیق و تدقیق ہوئی بعض علمائے ہند کی بھی رائے لی گئی - آخر اس ریاست اسلامی نے اپنی مسلمان رعایا کے لئے یہ ہدایت جاری فرما دی - کہ اگر کوئی شوہر چار سال تک مفقود الخبر رہے - یا حقوق شوہری سے اپنی بیوی کو محروم رکھے - تو اس کی بیوی محکمۂ قضاء میں ثبوت پیش کر کے خاوند سے آزاد ہو سکتی ہے +

مسئلہ زیر بحث کی صورت بھی ہو بہو یہی ہے - اگر فقہ حنفی ایسی عورت کی پہلے خاوند سے تفریق کر دینے کا چارہ کار بتلانے سے خاموش ہے - جو مظالم شوہر کا تختۂ مشق بنی ہوئی ہے

تو کیا کسی دوسرے امام کی پیروی نہیں ہو سکتی ؟ میرے خیال میں شافعی فقہ ایسی مظلوم کی دادرسی کرتا ہے ۔ اور اسے ظالم شوہر سے نجات دلا کر نکاح ثانی کی اجازت دیتا ہے خصوصاً قرآن و حدیث اس معاملہ میں صاف ہیں ۔ معاملہ کی صورت یہ ہے ۔ کہ مسلمانوں کے گھروں میں بدقسمتی سے کہیں کہیں ظلم ہوتا ہے ۔ کہیں کہیں حقوق زوجیت تلف کئے جاتے ہیں ۔ مسلمان بیبیوں کی جان عذاب میں ہے ۔ اگرچہ یہ حالت ہمارے ہی گھروں کی نہیں ۔ بلکہ ہم سے بدتر حالت غیر مسلم گھروں کی بھی ہے ۔ لیکن ہمیں دوسرے سے کیا غرض ہمیں تو اپنی مصیبت کا علاج کرنا ہے ۔ یہ مظلوم عورتیں گھروں کے چھوڑنے پر مجبور ہیں ۔ شدھی بازوں نے سیاسی اغراض کو نصب العین بنا کر اس امر میں ساز باز شروع کر دی ہے ۔ دروازۂ ارتداد کھل گیا ہے ۔ شوہر کے مظالم اس دروازہ سے نکلنے پر ان خواتین کو مجبور کر رہے ہیں ۔ وہ آریہ مذہب کو جو سمجھتی ہیں ۔ وہ ظاہر ہے ۔ لیکن ارتداد جیسا بدترین فعل ہی ان کے لئے نجات کا ایک دروازہ کھولتا ہے ۔ دوسری طرف قانون نافذ الوقت میں اس ارتداد کا کوئی علاج نہیں ۔ بلکہ عدالتیں ان مظالم کی بھاگنے والی عورتوں کی حمایت میں ہیں ۔ اگر ان خرابیوں کا علاج اسلام میں نہیں ۔ تو پھر اسلام کن معنی میں رحمۃ اللعالمین ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا میں بزرگ علمائے ہندوستان سے اس مسئلہ کے حل کیلئے اپیل کرتا ہوں ۔ کہ اگر فقہ حنفی اس مسئلہ میں خاموش ہے ۔ تو قرآن و حدیث کے ماتحت فقہ شافعی کا مسئلہ اختیار کر لیا جائے ۔ اور شدھی کے اس حملہ سے ہماری بہنوں اور بیبیوں کو بچائیں ۔ جس کی وہ ہدف ہو رہی ہیں ۔ اسلامی ریاستیں اس قسم کا قانون نافذ کریں ۔ اور لیجسلیٹو اسمبلی کے مسلمان ممبر بھی توجہ فرمائیں ۔ اگر یہ قانون بن جائے تو شریعت اسلام کے خلاف نہیں ۔ بلکہ مطابق ہو گا +

عزیز منزل ۔ لاہور
مورخہ یکم فروری ۱۹۲۷ء

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

یہ کوئی شاعرانہ تخیل نہیں - بلکہ ایک تاریخی اور اسلامی حقیقت ہے۔ احیاء مجددیت یا اسکی بعثت اسی مصرع کی ایک تشریح ہے۔ کام کو آرگنیزیشن یا تنظیم کے ماتحت کرنا تو احسن بات ہے لیکن تجربہ اور تاریخ یہی شہادت دیتے ہیں۔ کہ ملی معاملات منت کش تنظیم کبھی نہیں۔ تجارتی معاملات یا اور دنیوی باتیں تنظیم سے آکر مفید ثابت ہو جاتی ہیں - لیکن جو بات ایثار و قربانی اور ایک حد تک جانفروشی چاہتی ہو۔ وہ نظام نہیں - دل و گردہ کو چاہتی ہے۔ اشاعت مذہب یا قومی خدمت جب ہوئی۔ وہ فرد واحد سے ہوئی - ہاں اس کا تقدس اسکی روحانیت اس کا جوش اور اسکی جانباز خدمت خود بخود دوسروں کو اسکی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ وہ اس کے ہمکار و ہم نوا ہو جاتے ہیں - اسلام پر بہت آڑے وقت آئے۔ کئی دفعہ اس کے مطلع پر گھٹا ٹوپ بادل چھائے لیکن اگر ہوا تو کسی مرد ہمت انگیز مرد خدا کے پیدا ہونے پر ہوا - جوں جوں تاریخ اسلام روح فرسا واقعات و مصائب کو دوہراتی رہی - اس مصرع کے مصداق انسان بھی پیدا ہوتے رہے - آج پھر اسلام پر مصیبت ہے۔ پھر اس کا مطلع تاریک ہے باقی مسلم دنیا کو چھوڑ دیجئے - اسوقت ہندوستان مسلمانوں کیلئے مصیبت کدہ بنگیا ہے +

گذشتہ دس پندرہ سال سے جو کچھ ہم مسلمانوں نے یوروپین طریقہ تنظیم کی اتباع میں کیا - اور اس سے فائدہ جو ہوا سو ہوا - لیکن آج حوصلے پست ہو گئے - ہمتیں بیٹھ گئیں - اعتبار جاتا رہا - اگر یہ نہیں تو اس جمود کی اور کیا تشریح ہو سکتی ہے - جو سوامی شردھانند کی موت پر ہندو جارحانہ تشدد کے مقابل مسلمان کیمپ میں نظر آیا + دشمن میدان میں نکل آیا - اس نے کل مراعات

مُروّت مُلکی کو چھوڑ مقابلہ کا چیلنج ہی دیدیا۔ لیکن بالمقابل کوئی تسلی بخش تجویز عمل سطح پر نہ آئی۔ بات یہ ہے۔ کہ ہمارے گذشتہ دس سال کے کارنامے ہمیں یہ حوصلہ نہیں دیتے کہ ہم میں سے کوئی انفرادی یا اجتماعی صورت میں قوم کو بلائے اور قوم اسکی آواز پر لبیک کہے۔ میں اس موضوع پر نہ کچھ زیادہ کہنا چاہتا۔ نہ کسی خاص شخصیت کی طرف میں اس وقت اشارہ کرتا ہوں۔ ہم میں سے کوئی بھی اُن باتوں سے ناواقف نہیں جنہوں نے ہمیں قومی اعتبار پر حکومت کرنے کے ناقابل کردیا ہے۔ اس سے میری مراد یہ نہیں کہ میدان سرفروشی میں اُترنے والے ہم میں موجود نہیں۔ میرے نزدیک تو اس جنس کی دُکانیں اگر کہیں ہیں تو اسلام ہی میں ہیں۔ اور میں نے اگر ان ملاحظات کے عنوان پر مصرعہ مذکورہ بالا لکھا ہے تو اس لئے کہ حالات حاضرہ میں ایسے ہی جانبازوں کی ضرورت ہے۔ طوفان اور طغیانی کے وقت کشتی اسلام اگر کنارہ کے مقصود پر آٹھیری تو ہمیشہ ایسے ہی ناخداؤں کی سرفروشی کام آئی +

لیکن کیا زمانہ کا اُلٹ پھیر ہے۔ کہ حریف قومیں تو تاریخ اسلام کی اس صداقت سے بہرہ اندوز ہوکر اس پر عمل پیرا ہوں اور ہم ہیں۔ کہ ہمیں ہوش تک نہیں آتا خود ہندو قوم کو دیکھ لو۔ انکی تنظیمی کوششیں جو ہیں سو ہیں۔ لیکن جس بات نے ایک پچاس سال کے اندر اندر اس قوم کو قوم بنا دیا۔ وہ مصرع بالا کی حقیقت کے ظہور سے ہی ہوا۔ دیانند۔ رنیڈا۔ گوکھلے۔ تلک۔ گاندھی۔ مالوی شردہانند وغیرہ یہ سب کے سب کسی نہ کسی انجمن یا سوسائٹی کے ممبر بھی تھے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک اپنا ایک خیال ایک پروگرام۔ ایک نصب العین لے کر نکلتا ہے۔ اور اپنی یکہ و تنہا کوشش سے قوم میں ایک نئی رُوح پھونک دیتا ہے۔ وہ کوئی انجمن نہیں بناتا۔ نہ کسی اجتماعی عمل پہ بھروسہ کرتا ہے۔ اس کے اپنے خیالات اس کا اپنا تخیل و تصور۔ اس کے اپنے دلی ولولے۔ جتنی انجمن ہوتے ہیں وہ انہیں کا نمایندہ ہوتا ہے۔ وہ انہیں کی نیابت کرتا ہے۔ کس نشنود یا بشنود من گفتگو میکنم پر

اس کا عمل ہوتا ہے۔ اسکی استقامت اس کے لئے آخر کار ایک ماحول مساعد
پیدا کر لیتی ہے۔ کہ ایک سرے سے نکلتا ہے۔ اور دوسرے سرے کو چلا جاتا
ہے۔ اور اپنا پیغام دیتا جاتا ہے۔ اس کے راہ میں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔
لیکن وہ ہمت نہیں ہارتا۔ آخر قوم میں اپنے نصب العین کی بیداری پیدا
کر لیتا ہے۔ پھر انجمنیں۔ سماجیں۔ سوسائٹیاں اور ایسوسی ایشن پیدا
ہو جاتی ہیں۔ جو ایک خیال کے اظلال ہوتے ہیں۔ ان حقائق سے اگر کسی قوم کی تاریخ
مُزین ہے تو مسلمانوں کی قوم ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم اس پیش آمدہ ضرورت
کے دفعیہ میں کوئی تنظیمی کام نہ کریں۔ یہ بھی کیا جائے۔ ہاں موجودہ حالات
میں اس کا بہتر طریق یہ ہے۔ کہ مرکزی جمعیتوں کے خیال کو چھوڑ کر شہروار
یا زیادہ سے زیادہ ضلعوار جماعتیں بنائی جائیں۔ کیونکہ کل صوبے یا کُل مُلک
کی نمائندگی جس اعتبار و اعتماد کو چاہتی ہے۔ وہ ہمارے فرقی تنازعات
اور ہماری انفرادی نفسانیات کی بھینٹ چڑھ چکا ہے۔ علاوہ ازیں ہم سب
اپنے شہر یا اپنے ضلع کے لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔ اُن کی
حقیقت وحیثیت سے بھی آشنا ہوتے ہیں۔ اُن کی قابلیت اعتماد قومی کو بھی
جانتے ہیں۔ اسلئے موجودہ فضا میں شہروار یا ضلعوار انجمنیں کسی مرکزی جمعیتہ
سے زیادہ مفید ہونگی۔ لیکن اگر اس وقت ضرورت ہے۔ تو ایسے چیدہ افراد کی
جو سلف صالحین کے نقش پر قدم زن ہوں۔ وہ فرقی امتیازات یا ذاتی
مقصد سے الگ ہو کر کسی واحد مؤثر قومی و ملی نصب العین کو اپنے سامنے رکھیں۔
وہ شہر بہ شہر پھریں۔ اور قوم کو خاص پیغام پہنچائیں۔ لیکن ساتھ ساتھ مقامی
ضروریات کے مناسب حال علاجات بھی تجویز کرتے جائیں۔ اس مصیبت
موجودہ پر بھی غور کریں۔ اور اسکے مناسب حال پند و نصائح کا سلسلہ بھی
جاری رکھیں۔ لیکن ان کا مقصد اعلےٰ اس جوش قومی اور غیرت ملی کو پیدا
کرتا ہوا اُن کھیتی ہوئی جینگا۔ یوں کہ از سر نو سلگاتا ہو جو دن بدن سرد ہوا ہی جاتا ہے

ہمارے یہ بزرگ ذاتی اخراجات تو کیا اپنے نصب العین اور مقصد کو جس کے لئے وہ گھر سے نکلیں روبراہ لانے کے ضروری مخارج کے لئے بھی کسی کی طرف نہ دیکھیں نہ یہ خیال کریں۔ کہ عدم ذرائع سے کہیں ان کا مقصد اکارت نہ ہو جائے۔ وہ صرف وما علینا الا البلاغ پر عمل کریں۔ اسبات کی ذرا بھی پروا نہ کریں۔ کہ کوئی انکی آواز پر لبیک کہتا ہے یا نہیں۔ وہ قوم تک اپنی بات کو پہنچا دیں۔ وہ اپنا اجر اور اپنے پروگرام کی تکمیل سردست اسی میں سمجھیں۔ اگر صداقت صحتِ نیت دردِ قومی ان کے شامل ہو۔ تو خدا تعالیٰ ان کو ضائع نہ کریگا۔ نہ کوئی صادق آج تک ضائع ہوا۔ لمبے چوڑے پروگرام پیش کئے گئے۔ قوم نے ہمت سے بڑھ کر صلائے امداد کو محبت سے سُنا۔ اور اس کا اطمینان بخش جواب دیا لیکن ہر میدان میں ہماری کوششیں اکارت گئیں۔ اس کی کوئی وجہ ہو۔ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ کوئی کس پر اعتبار کرے۔ اس وقت کسی وعدہ یا غور سے پہلے عمل کی ضرورت ہے۔ اور وہ فرداً فرداً ہو سکتا ہے۔ مثلاً صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب کو قیام انگلستان نے غور و فکر کا بہت موقع دیا۔ اُن کا ایک وقت یہ ارادہ بھی ہو چکا تھا۔ کہ وہ انگلستان سے واپسی پر ان سطور بالا کے تجویز دادہ طریق پر قدمزن ہونگے۔ قوم کی تعلیمی ضرورت نے انہیں چند سال ایک کام پر لگا دیا۔ اُن کی خدمات اس رنگ میں اعلےٰ ثابت ہوئیں۔ وہ آزاد ہیں۔ وہ کیوں اپنے اس ارادہ کو پورا نہیں کرتے +

بشیر۔ اے۔ ایف ٹھاکر بیرسٹر ایٹ لاء

ووکنگ مسلم ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے پندرہواں سال ہے فضل ربی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس محولہ بالا فنڈ کے اجراء کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز بطور میعادی سرمایہ کیا جائے جو آڑے وقت کام آوے اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو سکے۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست احباب و خویش کے تمام صدقات زکوٰۃ خیرات۔ نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کو ہمیشہ کے لئے مادی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے۔

رسالہ اشاعت اسلام اُردو۔

یہ رسالہ شہرۂ آفاق رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا اردو ترجمہ ہے جس میں تمام ادیان باطلہ کو زہر کا تریاق ہوتا ہے تصوف و روحانیت پر نہایت ہی بلند پایہ مضامین اس میں شائع ہوتے رہتے ہیں نومسلمین کے مضامین کا اس میں ترجمہ ہوتا ہے حالات حاضرہ پر تنقیدی نظر کیجاتی ہے محاسن اسلام کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر بھی ہرماہ شائع ہوتی ہے اس کے علاوہ شدھی سنگٹھن کی تحریک کا علاج وانسداد بھی ہرماہ نومسلمین ووکنگ کے فوٹو شائع کئے جاتے ہیں سالانہ چندہ در ہندللعہ۔ جملہ امور کے متعلق خط و کتابت و ترسیل زر بنام۔ خواجہ عبدالغنی سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب۔

ماہ رمضان و شوال میں خاص رعایت

تصنیفات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام	۱۳/	لمعات انوار غیبیہ	۴/	پیام اسلام	۶/
رازِ حیات یا تکمیل عمل	۴/	مذہب محبت	۵/	پادری صاحبان کیلئے قابل غور مسئلے	۱/
سلک مروارید	۴/	ذات عالم کا مذہب	۵/	اسلامی نماز اور اس پر مغربی	۱/
خطبات عیدین	۱۰/	اسوۂ حسنہ	۲/	اعتراضات	
مقصد نبوت	۲/	ام الالسنہ	۹/	اسلامی نماز اور اس کا فلسفہ	۲/
ضرورت اسلام	۱۰/	براہین نیرہ	۱۰/	علاوہ نصیحت قابل بحث نوری نظم	۲/
ینابیع المسیحیت	۸/	اسلام اور علوم جدیدہ	۲/	دنیا کے مشہور مذاہب کے بانی	۵/
مذاہب اسلام	۹/	یسوع کی الوہیت	۳/	تفسیر سورہ فاتحہ	۳/
مکالمات طیبہ	۱۰/	روحانیات فی اسلام	۱۰/	سیرت نبوی	۴/
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۳/	ہستی باری تعالیٰ۔	۵/	تصانیف نو مسلمانان یورپ قیدرجن	۱۰

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت ڇر سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ: درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

مُسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ چودہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ انگلستان سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہیں۔ اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اسمیں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نو مسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ ۷ر ہندوستان میں ہے۔

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نو مسلم جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانے پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی اُن گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے۔

آجکل احادیث نبوی ؐ کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرۂ آفاق کتاب "آسمانی بادشاہت" اور اس کا چارٹر مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دیجا رہی ہے
اس کا برانچ آفس عزیز منزل لاہور ہے۔

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

"In Islam we need no intercession, for our God is the God of mercy and compassion. We are not born in sin, but come into the world with a soul as pure and white as the driven snow, and that we all have the chance of entering the kingdom of heaven, and not as the Christian faith says—

Unless ye be baptized ye cannot enter into the kingdom of heaven."

TERESA GORDON.

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

نمبر (۱۳۱) **بابت ماہ اپریل ۱۹۲۷ء مطابق شوال ۱۳۴۵ھ** نمبر (۴)

جلد (۱۳) نمبر (۴)

مُطالعۂ قرآن

زاویۂ نگاہ کی تبدیلی کہ قرآن آج بھی ہمارے گھروں میں ہے۔ جیسے اسلاف کے گھروں میں موجُود تھا۔ اور حق پُوچھو تو آج جس تعداد میں قرآن کی اشاعت ہو رہی ہے۔ عشر عشیر چھوڑ اس کا لاکھواں حصہ بھی قرونِ اولےٰ میں نظر نہ آتا تھا۔ ایک ہندوستان کے مطابع سے جس تعداد میں قرآن چھپ کر نکلتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی کُل دُنیائے اسلام میں آج سے چند صدیوں پہلے نہوگا۔ لیکن آج قرآن تجارت کے لئے یا ناظرہ خوانی کے لئے طبع ہوتا ہے۔ اور پہلے زمانوں میں سبق و ہدایت اور عبرت کیلئے قرآن لکھا اور پڑھا جاتا تھا ایک طرح سے تو قرآن کے پڑھنے والے فی زمانتنا قدماء کے مقابل کہیں زیادہ ہیں مگر آج کے پڑھنے والوں کا زاویۂ نگاہ اسلاف کے زاویۂ نگاہ سے بالکل الگ ہے اوّلین تو قرآن کو نُور و ہدایت سمجھتے تھے۔ اور ہر ظُلمت اور اندھیرے میں اس مُصحفِ مُنوّر سے طلب روشنی کرتے تھے۔ آج بھی ہمارا ایمان ہے۔ کہ قرآن ہدیٰ و نُور ہے۔ آج بھی ہم قدم قدم پر ظُلمت اور اندھیرے میں ہیں۔ لیکن ہم یہ سمجھے

ہوئے ہیں۔ کہ جوں ہی ہمنے قرآن کھولا۔ اور اس کا کچھ حصہ ہمنے تلاوت کیا۔ اسی دم ایک کل کی طرح ہمارا دل روشن ہو جاتا ہے۔ گو اس روشنی کو ہم محسوس کریں یا نہ کریں ہاں ایک رنگ میں بالمقابل دور سلف کے مقابل ہمارا ایمان بڑھا ہوا ہے۔ وہ تو ایک ایک آیت پر تفکر و تدبر کر کے ہدایت کی راہیں نکالتے تھے۔ لیکن ہم یہ خیال کئے ہوئے ہیں۔ کہ ہمیں قرآن کے معانی تک بھی رسائی ہو یا نہ ہو۔ ہمنے جس وقت قرآن کھولا۔ اور چند آیتیں تلاوت کیں۔ زمین و آسمان کے ابواب ہم پر کھلتے ہیں +

خوش اعتقادی میں مسلم غیر مسلم برابر ہیں

اس قسم کی خوش اعتقادی کوئی مسلمانوں تک ہی محدود نہیں۔ جس طرح مسلمان قرآن کی منزل پڑھ لیا کرتے ہیں اسی طرح سکھ گرنتھ۔ عیسائی انجیل۔ یہودی توریت۔ حال خال ہندو وید پڑھ لیا کرتے ہیں۔ ہر ایک خلوص اور اعتقاد سے ہی اپنی اپنی کتاب کو ہاتھ لگاتا ہے۔ ہر ایک کتاب کو ہاتھ لگانے سے پہلے اپنے آپ کو پاک صاف کر لیتا ہے۔ اگر لا یمسہ الا المطھرون (قرآن کو مطاہر لوگ ہی چھوتے ہیں) کے صرف یہی معنی ہیں۔ کہ ہم وضو کئے بغیر قرآن کو ہاتھ نہ لگائیں۔ تو ایسی طہارت بغیر کوئی بھی اہلکتاب اپنی مقدس کتاب کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ جس طرح قرآن پڑھنے کے بعد ایک قسم کا اطمینان ہم محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر اہلکتاب کا حال ہے۔ یہ تو ان لوگوں کا حال ہے۔ جو اپنی اپنی کتاب مقدسہ کے معانی سے بیگانہ ہیں۔ لیکن جو قرآن اور بائیبل کو ترجمہ کے ساتھ یا ان کا ترجمہ پڑھتے ہیں۔ اُن کی بھی حالت کم و بیش اسی قدر ہے۔ کہیں اتفاقیہ کوئی روحانی یا اخلاقی سبق نظر آگیا۔ تو وہ استفادہ کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ نہ پڑھنے کے وقت یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ یہ باتیں ہم میں کہاں تک موجود ہیں۔ بلکہ اسیقدر احساس ہوتا ہے کہ یہ باتیں بہ سبیل تذکرہ کتاب مقدس میں موجود ہیں۔ لیکن پڑھنے والے کی اصلاح سے ان کو کوئی تعلق نہیں +

بائیبل اور قرآن کے قصص

بائبل تو نرے الواقعہ تاریخ یا داستان ہی ہے لیکن قرآن کو

بھی ہم نے ایسا ہی سمجھ رکھا ہے۔ کیونکہ قصص قرآنی کو ہم قصص کے رنگ میں ہی دیکھتے ہیں۔ حالانکہ قصص کے معاملہ میں قرآن اور بائیبل کے نکتہ ہائے نگاہ ایکدوسرے سے جُدا ہیں۔ ان کے اخلاقی مواعظ کی اغراض بھی جُدا گانہ تھی۔ بائیبل اگر قصص کو بیان کرتی ہے۔ تو اس لئے کہ وہ قصتوں ہی کی کتاب ہے۔ اور اگر اسمیں کوئی اخلاقی سبق آجاتا ہے۔ تو اسلئے کہ وہ سبق بائیبل کے کسی ہیرو کے منہ سے نکلا ہوا ہے۔ اسلئے مکمل داستان کے لئے اس کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے۔ مگر قرآن کا مقصد اساسی اخلاق یا روحانیات کے سبق دینا ہے۔ اسمیں مواعظانہ باتیں بطور نصب العین کے آتی ہیں۔ ہاں جو قصص یا قصص کے حصے قرآن میں آجاتے ہیں وہ ان مواعظ کی تشریح و تبیین میں ہوتا ہے القصہ قرآن کے قصص حقائق قرآنیہ اور اخلاق و آداب ملیّہ کی تشریح میں آئے ہیں لیکن بائیبل میں اخلاقی باتیں قصص کی زیب و زینت کے لئے آجاتی ہیں۔ ان دو کتابوں میں کس قدر زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن جو اس وقت قرآن یا بائیبل کے پڑھنے والوں کی ذہنی حالت ہو چکی ہے۔ اس کے رُو سے قرآن و انجیل میں چنداں فرق نظر نہیں آتا۔ ہم عیسائی ہوں یا مسلمان اپنی اپنی کتاب پڑھ کر اسمیں سے کسی اخلاقی یا عملی سبق کو حاصل نہیں کرتے +

امّاں حوّا اور باوا آدم کا قصّہ کہ ایک عیسائی یا موسائی کتاب پیدائش کو کھول کر جس طرح ابوالبشر کی کہانی سے اپنے استعجابی تقاضوں کو پورا کر لیتا ہے۔ اسی طرح ایک قرآن خوان کے سامنے قرآن کریم میں پیدائش آدم کے متعلق خدا کا فرشتوں کے ساتھ مکالمہ یا سجدۂ ملائک یا آدم و حوّا کا بہشت سے نکالا جانا ہے۔ اوّل الذکر تو حق بجانب بھی تھا۔ لیکن مسلم کو تو سمجھنا تھا۔ کہ قرآن تو قصّہ کہانی کی کتاب نہیں +

قرآن کے قصص اور ہماری داستان کہ قرآن میں اور بھی قصص ہیں۔ بعض وقت ہم کسی قدر حیران سے ہو جاتے ہیں۔ کہ کیوں قرآنی قصص میں کوئی ترتیب و تنظیم نہیں۔ جناب یوسفؑ کے قصہ کے سوا باقی کسی قصہ کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ بات تو ٹھیک ہے! اور عیسائی بھی ہم پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں لیکن اگر ہمیں یہ سمجھ ہوتی۔ کہ

قرآن ہمیں کہانیاں نہیں سُناتا۔ وہ تو گفتہ آید در حدیث دیگراں کے رنگ میں ہماری کہانی ہمیں سُنا رہا ہے۔ گذشتہ قوموں کی تباہی اور ساتھ ہی انکے اسباب تباہی کا ذکر کر کے ہمیں مُتنبّہ کر رہا ہے۔ کہ کہیں تم پر بھی یہ روز بد نہ آ جائے آج ہماری صبح کی شام ہو چکی ہے۔ آج ہماری اُفق پر سیاہی چھا چکی ہے۔ آج تباہی کی ہر ایک صُورت ہم پر وارد ہے۔ اس امر کو سامنے رکھکر ہمیں قرآن کو کھولنا ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ ثمود۔ عاد۔ فرعون۔ نمرود وغیرہ اہل ایکہ یا دیگر ہلاک شدہ اقوام کی داستان تباہی میں ہماری ہی کہانی لکھی ہوئی ہے۔ جن اسباب سے وہ ہلاک ہوئے ہُو بہُو وہی کروہی اسباب آج ہم میں آموجُود ہُوئے۔ جن ظالموں۔ فاسقوں۔ عہد کے توڑنے والوں۔ حد اعتدال سے بڑھ جانیوالوں۔ اسراف و تعیش کے مرتکبوں۔ صبر و استقامت سے اجنبیوں۔ مسرفوں۔ کذابوں۔ شیخی بازوں۔ فخوروں اور ازیں قبیل فجاروں کا حال قرآن کریم بیان کر رہا ہے۔ وہ ہم ہی تو ہیں +

قرآن عالم الغیب کی طرف سے ہے | میں تو اسیات میں بھی قرآن کو ایک عالم الغیب کی جانب سے آیا ہُوا صحیفہ سمجھتا ہوں۔ تیرہ سو برس ہوئے۔ جب قرآن کریم میں تباہ شدہ یا گذشتہ زمین سے مٹ جانیوالی قوموں کا حال بسبیل تذکرہ آیا۔ اور ہر تذکرہ کے خاتمہ پر یہ کہ دیا گیا کہ یہ قصہ بطور نشان ہے۔ اور آج جو ان تمام مٹنی قوموں کے حالات کی تجدید ہمارے حالات سے ہو رہی ہے۔ تو اس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ قرآن کریم کا بھیجنے والا ہمارے ان حالات سے واقف تھا +

ہمارے مصائب کا علاج | اگر مذکورہ بالا نظریہ صحیح ہے۔ اور بالضرور صحیح ہے۔ تو ایک نکتۂ نگاہ کے بدلنے پر ہماری مشکل کا علاج ہو سکتا ہے۔ ہم جس نگاہ سے قرآن پڑھا کرتے ہیں اُسکو چھوڑ دیں۔ ہم تباہ شدہ قوموں کے قصہ کو اپنا قصہ سمجھیں۔ پھر قرآن کے ہی بتلائے ہُوئے ان اسباب پر غور و فکر کریں۔ جو ان قوموں کی تباہی کا موجب ہوئے۔ تو ہم یقیناً دیکھ لینگے کہ

وہی تباہ کن اسباب آج ہمارے گھروں میں بھی موجود ہیں۔ ہم قرآن میں اُن پند و
نصائح کو اور اُن مواعظ اور پیغام ہائے خدا کو بھی پائینگے جو اُن قوموں کے ہادی
اور مُرسل انہی طرف ان کی ہلاکت سے قبل بھی لائے تھے۔ ان لوگوں نے اگر
اپنے ہادیوں کی آواز پر کان نہ دھرا۔ اور اسکی پاداش میں تباہ ہوگئے۔ تو ہم
ان سے عبرت پکڑیں۔ اور ان ہادیوں کی آواز پر آج کان دھریں۔ جس طرح
اُن مُرسلین کے رفقت، اور اُن کی آواز پر کان دھرنے والے آنیوالی مصیبت
سے نجات پاگئے۔ اِسی طرح ہم پیش آمدہ مصیبت سے نجات پا سکتے ہیں۔ یہ
سب قصص محمدؐ عربی نے اسی لئے اہل مکہ کو سُنائے تھے۔ لیکن انھوں نے کان نہ دھرے
اور ہلاک ہوگئے۔ لیکن وہ سبق قرآن میں موجود ہیں۔ اگر اُن اہلِ مکہ کے
قائمقام ایکدوسرے رنگ میں ہم مسلمان اس وقت بن چکے ہیں۔ تو جس طرح
ان میں سے عمر رضی اللہ عنہ۔ خالد۔ معاویہ اور بڑے بڑے صحابہؓ کرام نکلے۔ ہم
کیوں نہ اس جہالت سے نکلکر صحیح مُسلم و مومن بنجائیں۔ یہ ناممکن نہیں۔ اگر ہم بھی
قرآن کی تلاوت اسی طرح کریں۔ جس طرح ہمارے بزرگ کیا کرتے تھے +

لا نفرق بین احدٍ منھم یہ یاد رہے۔ کہ جو واعظ و نصیحت
مختلف مُرسلوں کے ذریعہ انہی قوموں تک پہنچے۔ وہ پیغام اُن ہی کے لئے
نہ تھے۔ قرآن نے ان پیغامات کا ذکر تاریخ گوئی کے طور پر نہیں کیا۔ وہ وعظ
تو ہمارے لئے ہے۔ علاوہ ازیں ہم تو اُمتِ وسط ہیں۔ ہم تو سب نبیوں کے
ماننے والے ہیں۔ اگر وہ ہمارے بھی نبی ہیں۔ تو ایک رنگ میں ہم اُن کے بھی
متبع ہیں۔ اُن کا وعظ ہمارے لئے بھی ہے۔ مصیبت تو یہ آپڑی ہے۔ کہ ہم اُنکی
باتوں کو اپنے لئے نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جو باتیں وہ بزرگ فرما گئے ہیں۔ اور
جن اعمال حسنہ کی وہ تعلیم کر گئے ہیں۔ وہ ہم میں اس وقت موجود نہیں۔ عیسائی
اگر قدیمی ہادیوں کی آواز پر کان نہ دھریں۔ تو ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ وہ
کفارہ پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اُن کا عقیدہ تو یہ ہے۔ کہ مسیح کے خون نے اُنکے

اگلے پچھلے سب گناہ دھو دئے ہیں۔ پھر انہیں کسی کے وعظ کو سُننے یا اُس پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن ہم تو مُسلم ہیں۔ ہماری توکّل کی ڈل نجات محض عمل پر آٹھیری ہے۔ جن باتوں کو ہم ایمانیات میں داخل کرتے ہیں۔ اُن کی آبیاری بھی عمل سے ہی ہوتی ہے +

مُسلمان بھی کفارہ پرست ہوگئے لیکن اس وقت توکّل کی کُل قومیں کفارہ پرست ہوگئیں۔ اور ہمارا بھی یہی حال ہو گیا۔ عمل وہ مصیبت افزا چیز ہے۔ کہ جس کی متحمل آج کل کی دُنیا نہیں ہوسکتی۔ سب کے سب اسی فکر میں ہیں۔ کہ کسی کا کفارہ یا کسی کی سفارش ہمیں اس بوجھ سے آزاد کردے۔ چنانچہ مسلمانوں نے بھی اپنے صدقات اور قربانیوں کو جن کی غرض و غایت بالکل کچھ اور تھی۔ کفارہ کے رنگ میں ہی تسلیم کرلیا۔ عیسائی بھی ہمیں یہی کہتے ہیں۔ کہ تم جو عیدالاضحی پر لاکھوں جانیں قربان کردیتے ہو۔ اور تم سے بھی پہلے ہر مذہب و ملت والے ایسی ہی قربانیاں کیا کرتے تھے۔ اور قربانیوں کے ذریعہ ہی خدا کی آتش غضب فرو ہُوا کرتی تھی۔ لہٰذا اُن ہی قربانیوں کے تمام مقام خدا کا بیٹا خدا کے ذبح پر آ چڑھا یہ وہ ذبح عظیم ہو۔ کہ جس نے سب چھوٹی موٹی قربانیوں کا عوض دیدیا ہے اگر عید کے ذبح شدہ جانوروں پر چڑھ کر مسلمانوں کے لئے پُل صراط پرسے گذرنا آسان ہوسکتا ہے۔ تو خُدا کا بیٹا بھی اپنی بھیڑوں کو اپنے کندھے پر چڑھا کر پار اُتار سکتا ہے۔ لہٰذا نتیجۃً ان دونوں کفاروں میں کیا فرق ہے اسکے علاوہ سینکڑوں پیر فقیر اگر ہمارے وسیلہ اور شفیع ہو سکتے ہیں تو مسیح کیوں شفیع و منجی نہیں ہو سکتا؟ اگر فی الواقع یہی اسلام ہے۔ تو پھر اسلام اور دیگر کفارہ یا شفاعت کے مذاہب میں کونسا فرق ہے۔ اختلاف شخصیت یا اختلاف اسمی سے تو حقائق میں اختلاف پیدا نہیں ہوسکتا۔ بات یہ ہے۔ کہ جو مذہب قصہ کہانی پر آٹھیرا۔ اور آج ہماری بھی یہی حالت ہے۔ تو اس کا حشر

یہی ہوگا +

مسلمانوں سے دوسرے اچھے ہیں لیکن ہم میں اور دوسروں میں ایک فرق ہے۔ انھوں نے مذہب کو دنیا سے الگ کر دیا۔ وہ دنیاوی امور کے حصول میں اُن اعمال حسنہ کو برتتے ہیں۔ جس کا نام قرآن کریم نے تقویٰ رکھا ہے۔ اس لئے اُن کی دنیا خراب نہیں ہوتی۔ ہم نے دنیاوی امور میں اعمال حسنہ کو دنیا کی چیز سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ اور تقوے کو چند رسمی عبادات تک محدود کر دیا۔ اس لئے ہم نہ ادھر کے ہیں نہ اُدھر کے +

صدقات کا فلسفہ قرآن نے ہم سے صدقات اور قربانیاں بھی کرائی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ کہہ دیا ہے۔ کہ ذبیحہ جانوروں کا گوشت اور خون خدا تک نہیں پہنچا کرتا (لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم) یہ صدقات تو اس نیکو کاری اور تقویٰ کے ثبوت میں ہونی چاہئیں۔ جس کی رسائی خدا تک ہے۔ تم صدقات سے اپنے تقویٰ کی تصدیق کرتے ہو۔ نہ کہ جانور کے گوشت سے خدا کو خوش کرتے ہو۔ مثلاً تقوے کا ایک طریق یہ ہے۔ کہ اگر تم رب العلمین کے بندے ہو۔ تو جس طرح وہ سب کی پرورش کرتا ہے۔ تم بھی دوسرے محتاجوں کی پرورش کرو۔ اگر گوشت سید الطعام اور مہا پرشاد ہے۔ اور تم رات دن اسے کھاتے ہو۔ تو اس سے دوسروں کی پرورش کرو۔ کبھی کبھی مساکین اور غربا (واطعموا القانع والمعتر) کو بھی کھلا دیا کرو۔ تم اگر خدا کے احکام کو مانتے ہو تو اس امر کی تصدیق میں کوئی عملی کام کرو۔ صدقات کا نام اسلئے صدقات رکھا گیا۔ کہ اس سے تمہارے ایمان کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔

قصص کے رنگ میں قرآن نہ پڑھو بات یہ ہے۔ کہ اول تو ہم قرآن پڑھتے ہی نہیں۔ اور اگر پڑھتے ہیں۔ تو قصہ کہانی کے رنگ میں پڑھتے ہیں

* سورۂ حج آیت ۳۶ +

جس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے۔ جو ہماری موجودہ حالت ہے۔ یہی ہماری کیفیت قرآن کی دیگر آیات کے مطالعہ پر ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن نے جہاں کائنات کے مختلف مناظر کا ذکر کیا ہے۔ اس سے بھی ہم نے یہی سمجھ رکھا ہے۔ کہ قرآن نے اُن مناظر کو خدا تعالیٰ کے جبروت و جلال کی تشریح میں بیان کیا ہے۔ ہم ایک منٹ کیلئے غور نہیں کرتے۔ کہ خدا کو ہمیں یہ جلال و شکوہ دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح قرآن قدرت ربّی کے بعض محیر العقول کاموں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسے بھی ہم اس غیب الغیب کی خدا نمائی پر محمول کر لیتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ایک غنی اور حمید خدا کو اس خدا نمائی کی کیا حاجت ہے۔ یہ تو سب باتیں ہماری اصلاح اور ہمارے ہی توکل و اطمینان ہمارے ہی سبق و عبرت کے لئے قرآن نے بیان کر دی ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ مطالعہ قرآن میں ہمارا زاویۂ نگاہ بدل گیا ہے۔ ہمیں جس نگاہ سے قرآن پڑھنا چاہیئے وہ نگاہ جاتی رہی ہے۔

ربّ العالمین

غرض و غایت الہام ربّ اور عالمین کی تشریح معانی عالم نباتات کے بعد انسان کے آگے دیگر عالموں (مثلاً عالم ادراکیات) کا ہونا۔ ان عالموں کی ربوبیت الہام کامل کو چاہتی تھی قرآن کے سوا کسی اور کتاب کا ایسا نہ ہونا۔ نماز و عبادت کی حقیقت آج کے مسلم ربّ العالمین کی عبادت نہیں کرتے۔ ربّ العالمین کی تخلیق و تربیت کی راہیں مسلمانوں میں نہیں۔ اسلئے وہ ناکام ہیں وہ راہیں آج بھی جن قوموں میں موجود ہیں۔ وہی بارور قومیں ہیں۔ ربوبیت الٰہیہ کے اصول کی تشریح۔ قرآن جن دو جنتوں کا ذکر کرتا ہے۔ ان میں سے ایک جنت یہاں کی متمتع زندگی اور تمکن فی الارض ہے۔ اس جنت سے مسلمان نکالے جا رہے ہیں۔ اس جنت کے سکان وہ ہیں۔ جو ربوبیت کی راہوں پر چلتے ہیں۔ ان راہوں کا ذکر قرآن میں ہے۔ جنتی زندگی کا طرز اختیار ربّ العالمین کی طرف سے ہم پر سزا کا آنا۔ ہمارے امراض مزمنہ اور ان کا علاج +

ربّ العالمین

غرض و غایت الہام اِس اسم پاک سے قرآن کریم شروع ہوتا ہے اور اس کا منشا یہ ہے اس ایک جملہ میں ان حقائق کی طرف اشارہ کر جاتا ہے۔ جن کی مقتضیات

قرآن جیسے الہام کو چاہتی ہیں۔ یہ امر پاک اشارہ کرتا ہے کہ جس ہدایت کیلئے خدا کا کلام بالخصوص دُنیا میں آنا چاہئے۔ اُس سے کل کی کل پہلی کتابیں خالی ہیں۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان دو لفظوں کی جس سے اس مقدس نام نے ترکیب پائی ہے۔ انکی تشریح کر دی جائے۔

رب کے معنے۔ رب خالق اور رازق ہی نہیں۔ بلکہ رب اُس منتظم نظام ہستی کو بھی کہتے ہیں۔ جو نشوونما کی پیدائش و پرورش کے لئے مختلف قوانین بنائے۔ جن پر اسکی مخلوق چلکر اپنی طاقت و پرورش پاتی ہے۔ رب وہ ذات پاک ہے۔ جو خلق اشیاء سے پہلے اشیاء کی شکل وصورت تجویز کرتا ہے۔ اور اس مواد کے مقدار کو بھی مقرر کر دیتا ہے۔ جو شئے مذکورہ کی بناوٹ کے لئے استعمال میں آتی ہے۔ ربّ وہ ذات پاک ہے۔ جو ہر مخلوق کی نشوونما کا دستورُ العمل بناکر اس دستور العمل پر اس شئے کو چلا دیتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ربّ اُس خلاق کائنات کا نام ہے۔ جس نے کائنات کی مختلف اشیاء میں مختلف استعدادیں رکھ دی ہیں۔ اور ان استعدادات خاصہ کی بلوغت کمال کیلئے مختلف منازل تجویز کر دیئے ہیں جنمیں سے ہر ایک چیز نے گذر کر تکمیل پائی ہے۔ اہل لغت نے ربّ کے معنی یہی کیئے ہیں +

عالمین عالم کی جمع ہے۔ عالم سے صرف یہ دُنیا یا دنیا سے بعد الموت مراد نہیں بلکہ ہر ایک جماعت یا کسی جماعت کی کسی قسم پر بھی لفظ عالم حاوی ہو جاتا ہے۔ معدنیات۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ انسان۔ ملائکہ یہ سب کے سب جُدا جُدا عالم ہیں۔ اسی طرح انسانوں کی مختلف قومیں مختلف مذہب۔ مختلف پیشے یہ سب مختلف عالم ہیں۔ ایک ہی چیز کمال نشوونما تک پہنچنے میں جن مختلف حالات و منازل میں سے ہوکر گذرتی ہے۔ وہ اس کے ارتقاء کے مختلف عالم ہو سکتے ہیں +

الحمد للہ رب العالمین ہے؟ [illegible] پاک ہے جو ہر ایک [illegible] حقیقی تک

[illegible]

پہنچانے کیلئے مختلف منازل (عالمین) مقرر کرکے ہر عالم کے متعلقہ اسبابِ ربوبیت
پیدا کردیتی ہے +

کائنات کی منظم اور غیر منظم چیزیں نہ آن واحد میں بنی ہیں۔ اور نہ شروع
سے ہی اپنی موجودہ شکل وصورت لے کر آئی ہیں۔ ہر ایک چیز کے جوہر مختلف
شکل وہیئت بدلتے اور مختلف منازل طے کرکے اپنی آخری شکل وصورت
اختیار کرتے ہیں۔ جوہر انسانی نے بھی دور دراز سفر طے کرکے موجودہ شکل کو
اختیار کیا ہے۔ اثیری عالم سے چل کر عالم انسان تک بے شمار منازل طے ہو چکے
ہیں۔ اور کوئی بھی ایسا عالم نہیں۔ جہاں ربوبیت کے سامان موجود نہ ہوں۔
اگر تو یہ عالم جوہر انسانی کی ترقی کا آخری عالم ہوتا۔ تو اور بات تھی لیکن اس عالم
میں آکر گو جسمانی تکمیل اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ مگر اس عالم میں استعدادوں کا
کا رنگ ہی نرالا ہے۔ [illegible] تعقل ایک حد تک انسان وحیوان میں مساوی
ہوتا ہے لیکن انسان [illegible] استعدادوں کا دائرہ اسقدر وسیع ہے
کہ کوئی انتہا ہی نہیں۔ انسان کا نفس [illegible] ترقی اور وسعت کو چاہتا ہے
وہ نہ عالم جمادات میں ہے۔ نہ نباتات کے کسی عالم میں اسکی نظیر ہے +

[illegible] کوئی عالم ہمیں ایسا نظر نہیں آتا۔ کہ جس میں کسی چیز کا [illegible]
ہدایات [illegible] محتاج نہ ہو۔ [illegible] کیات میں بھی جن کا [illegible] انسانی
کمال سے تعلق ہے۔ ان سب میں انسان محتاج ہدایت ہے۔ اور باتوں سے
قطع نظر ایک باغیچہ میں مختلف درخت ہوتے ہیں۔ ان کی شکل وصورت ان کے
پھل پھول ایکدوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ ذائقہ۔ بو باس۔ رنگ
ایک کا ایک سے نہیں ملتا۔ یہ سب کے سب ایک ہی ماحول میں ہوتے ہیں۔
ایک ہی زمین سے اگتے۔ ایک ہی پانی پیتے اور ایک ہی روشنی اور ہوا پاتے۔
لیکن رب العالمین نے ہر ایک چیز کو اس امر کی ہدایت دے دی ہے۔ کہ کونسی چیز
اور کس مقدار میں اسکی نشوونما کے لئے مفید ہے اور کونسی مضر۔ اس ہدایت پر چل کر

ہر ایک چیز پھولتی پھلتی ہے۔ ہمارے اندر بھی جہاں تک جسمانی ترقی کا تعلق ہے۔ اسی قسم کی ہدایت کام کرتی ہے۔ اگر لاعلمی سے بھی کوئی مُضر چیز ہم کھا جائیں وہ جُزو بدن نہیں بنتی۔ یا تو قے کی صُورت باہر آجاتی ہے۔ یا کسی بیماری کو پیدا کر کے جلاب و جراحت کے ذریعہ جسم کے باہر نکالی جاتی ہے۔ لیکن اس قسم کا نظام ہمارے ذہنی علمی اخلاقی یا رُوحانی ترقی کے متعلق ہمارے اندر موجود نہیں۔ جس طرح زہر کے اندر جاتے پر معدہ اُچھلتا ہے۔ یا کسی محاف چیز کے کان یا آنکھ میں جانے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ وہ تکلیف ناشنیدنی باتیں سُنکر یا نادیدنی منظر دیکھ کر ہمارے کان آنکھ محسُوس نہیں کرتے۔ گویا دفع مُضرت کے لئے جسمانی ہدایت ہمارے اندر موجود ہے۔ وہ ذہنًا ہمارے اندر موجُود نہیں۔ ہاں خارجی پند و نصائح سے ہمارے اندر ایک قسم کی قُوت لوّامہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ہم نادیدنی اور ناشنیدنی باتوں سے پرہیز کر لیتے ہیں لیکن جس ربّ العالمین نے ہر عالم مخلوقات کو نشو و نُما کے معاملہ میں ہدایت دی۔ اور ہدایت پر چلایا۔ اور جس نے جسمانیات میں صحیح نشو و نُما کیلئے ہر ایک جسم کے اندر مذکورہ بالا قوت مدبرہ رکھ دی۔ جو مفید چیزوں کو قبُول اور غیر مفید چیزوں سے حذر کرتی ہے۔ یہ بھی اسی ربّ العالمین کا فرض ہے۔ کہ عالم ادراکیات و ذہنیات کی ترقی کے لیے بھی انسان کو ہدایت دے + قرآن کریم نے اسی لئے ابتدا میں خدا کے اس نام کا ذکر کر دیا۔ جس کی صفات اسی ہدایت تامہ کا نزُول چاہتی تھی جو ہماری ذہنی اور ادراکی قوتوں کی صحیح نشو و نُما کے لئے ضروری ہو۔ یعنی جس خدا نے جوہر انسانی کو مختلف عالموں میں سے گزارا اور ہر عالم میں اسکی ربوبیت کے اسباب پیدا کئے۔ اُسی ربّ العالمین کی رُبُوبیّت اُن ہدایات کو بھی انسان تک پہنچا دیگی۔ جن پر اُسے اپنے نفس کی تکمیل کیلئے چلنا ہے +

دیگر کتب مقدّسہ

قرآن نے اس اسم پاک سے شروع ہو کر نہ صرف اپنے الہام کی ضرورت کو ہی مبرہن کر دیا

بلکہ ہمیں دیگر کتب مقدسہ کے پرکھنے کا بھی ایک عمدہ معیار دے دیا۔ اگر الہام کی
غرض و غایت یہی ہے کہ ہم اس کے ذریعہ ان راہوں سے واقف ہو جائیں۔ جو ہمیں
اخلاقی اور روحانی منازل (عالمین) میں ہماری ربوبیت تامہ کریں۔ تو پھر دنیا کی
وہ الہامی یا مقدس کتابیں ہمارے مفید مطلب نہیں ہو سکتیں۔ جنہیں ان منازل
میں گذرنے کی مناسب ہدایات موجود نہیں۔ عالم اخلاق و عالم روحانیات کی بہتر
تربیت اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ جب انسان کے ذہنی قوٰی کامل بلوغت پا جائیں
انسانی ذہنیت سے مراد صرف تعقل و تفکر ہی نہیں۔ اور بھی چیزیں ہیں۔ بلکہ
خود تفکر و تعقل کی صحت بہت سے علوم کو چاہتی ہے۔ مثلاً مجلسی اقتصادی منزلی
تمدنی سیاسی علوم وغیرہ وغیرہ۔ جن کتب مقدسہ میں یہ باتیں نہ ہوں۔ وہ
زمانہ حال کی ضروریات ملی کیلئے مکتفی نہیں ؛

مسلم کے لئے ایک سبق

کہتے ہیں۔ کہ جن وانس عبادت کیلئے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ قرآن نے بھی ایسا ہی
ارشاد کیا ہے۔ عبادت سے مراد صرف رکوع و سجود نہیں۔ خود رکوع سجود سے مراد جھکنا یا
پیشانی کو زمین پر رکھنا نہیں۔ یہ تو کیفیت قلبی کے اظہار کی صورتیں ہیں۔ رکوع
اور سجود سے مراد خدا تعالیٰ کے احکام کے آگے جھکنا اور اس کی اطاعت میں سر کو زمین پر رکھ دینا
ہے۔ عبادت کے معنی اطاعت الوہیہ ہیں۔ اور اطاعت الٰہیہ سے مراد اخلاق الٰہیہ
سے متخلق ہونا ہے۔ ہمارا خدا اگر رب العالمین ہے۔ تو جب تک ہم اپنے کاروبار
میں اس نام کے مقتضیات کو پورا نہ کریں۔ ہم رب العالمین کی عبادت نہیں کرتے
نمازیں ہمارا قیام ہمارا رکوع ہمارا سجود سب بے مصرف چیزیں ہیں۔ اور یہ ایک
حقیقت ہے۔ کیونکہ ہم نماز کے ثمرات سے متمتع نہیں ہو رہے۔ نمازیں بھی جس ذات
پاک کی اطاعت و عبادت کرتی ہے۔ اسے ہم سب سے پہلے رب العالمین ہی کہہ کر پکارتے
ہیں۔ لیکن ہمارے افعال و اعمال میں تو ایک بھی بات نہیں۔ جس سے ظاہر ہو
کہ ہمارے سامنے کوئی رب ہے +

آج کے مسلم ربّ العالمین کے عابد نہیں رہے

اگر کوئی ہوتا۔ تو ہم اسکی شان کا اندازہ کرتے۔ اس کے مقام کا خوف ہمارے دل میں ہوتا یہ ظاہر ہے۔ کہ جو شخص اپنے معاملات میں کسی انداز کو پسند کرتا ہے۔ یا اگر کسی کام کے کرنے میں جن قواعد و ضوابط کا پابند ہوتا ہے۔ وہ اچھی نگاہ یا نظرِ اعانت سے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھتا جنمیں اس کا یہ رنگ نہ ہو۔ مثلاً ربوبیت کا یہ تقاضا ہے۔ جیسے کہ لفظ "رب" کی تشریح میں اوپر ذکر آ چکا۔ کہ ہر ایک چیز اپنی تخلیق و ظہور سے پہلے ربانی تنظیم، تنسیق و تقدیر کے ماتحت آجاتی ہے یعنی نہ صرف اسکی شکل و صورت اس کے خط و خال اسکی کیفیات مختلفہ تدبیرِ الٰہی میں آجاتی ہیں بلکہ وہ قواعد و قوانین بھی پہلے سے مرتب ہو جاتے ہیں۔ جن کی پیروی میں وہ چیز ابتدا سے انتہا تک نشو و نما پاتی ہے۔ اس کے علاوہ اُن تمام اسباب کا بھی تہیہ ہو جاتا ہے۔ جو ارادہ کردہ شے کی تخلیق و بلوغت کیلئے ضروری ہے۔ وہ خدا بیشک قادرِ مطلق ہے۔ ہر شے پر قدیر ہے۔ وہ ہر ایک چیز کو آناً فاناً وجود میں لا سکتا ہے لیکن اس کی ربوبیت۔ تدبیر۔ تجویز۔ تنظیم۔ تنسیق اور سب سے بڑھ کر تقدیر (ضوابط و قوانین؛ مقدارات کا مقرر کرنا اور اس پر چلنا) کے ساتھ کام کرتی نظر آتی ہے۔ جب اس ذات پاک نے قادرِ مطلق ہونے پر بھی ان مدارج کو پسند کیا۔ جب وہ احکم الحاکمین خود اپنے ہی تجویز کردہ قوانین پر نہایت ہی کامل اتباع کے ساتھ چلتا ہے۔ اور سیدھی بات ہے جس پر کائنات کا ذرہ ذرہ شہادت دیتا ہے۔ تو پھر ربّ العالمین کا حقیقی مسلم و مومن اس کا حقیقی عابد وہی ہے جس کے معاملات میں ربوبیت کے یہ رنگ ہوں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ہم مسلمانوں کی اُن کے ہر کام میں ناکامی اور بعض غیر مسلم قوموں کی کامیابی کے وجوہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ وہ کونسا کام ہے۔ جسے ہم نے شروع کیا۔ اور اسمیں کامیابی کا منہ دیکھا۔ اور بالمقابل وہ کونسی مہم کونسی تجارت کونسی صنعت۔ یا کونسا قومی و سیاسی کام جو انگریزوں یا کسی مغربی قوم نے کیا۔ انکو چھوڑو۔ یہاں کے ہندو بھائیوں نے

لیا ہو - اور وہ کامیاب نہ ہوں - یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی فن کی کامیابی اُسی کے نصیب ہوتی ہے - جو اس فن کے ماہر کی پیروی کرتا ہے - خدا تعالیٰ نے اپنا نام احسن الخالقین و رب الارباب تجویز کر کے یہ بتلایا ہے - کہ ہم بھی کسی حد تک خالق اور رب بن سکتے ہیں - لیکن ہماری کامیابی احسن الخالقین کے اندازوں پر چلنے سے ہی ہو سکتی ہے - وہ کونسا کام ہے جس کے شروع کرنے سے پہلے ہم سوچ بچار کر لیتے ہیں کامیاب قوموں کو دیکھ لو - وہ پہلے تدبیر و تجویز میں لگا دیتی ہیں - تجویز کردہ کام کے کُل اسالیب پر کامل غور کرتی ہیں - اس کام کے ماہرین کو اپنے مشورے میں لاتی ہیں - اُن کے مشورہ کے مطابق کُل سامان مہیا کرتی ہیں - پھر جب کام شروع کرتی ہیں - تو وہ کام مشین کی طرح چل کر تکمیل تک پہنچ جاتا ہے یہ وہ رنگ ہے - جو کائنات کی ہر ایک چیز میں ہے - ہر ایک چیز ابتدا سے انتہا تک مشین کی طرح منازل ارتقا طے کر رہی ہے - جس طرح تم ایک مشین کو کنجی دے کر کام کے قابل کر دیتے ہو - اسی طرح کائنات کی ہر ایک چیز کو کنجی لگی ہوئی ہے - اسی طرح متمدن قوم اپنے عظیم الشان کاموں کو شروع میں ہی ایک قسم کی کنجی لگا دیتی ہیں - بالمقابل مسلمانوں کے کاروبار دیکھ لو - نہ وہاں تنظیم و تنسیق نظر آتی ہے - نہ کوئی تجویز و تدبیر ہے - نہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے کسی ماہر کامل سے مشورہ لیا جاتا ہے - نہ ان راہوں پر [illegible] لیا جاتا ہے - جو اس کام کی کامیابی کی صراط مستقیم ہو - اس مواد سے پیش از وقت مہیا کرنے کی صورت پیدا کی جاتی ہے - جو اس کے لئے ضروری ہے - ہمارے انداز تو یہ ہیں - کہ جو کام تخیل و تصور میں آیا - جھٹ اُسے شروع کر دیا - اور جس وقت یا جس مرحلہ پر ہماری عدم تدبیر کے باعث کوئی ناہموار صورت پیدا ہو گئی - اس وقت مشورہ کی فکر میں ہوئے - اس وقت کسی ماہر کی تلاش کی - جو ہمیں کار درست کی کامیابی بتلائے - اس وقت السعی منی و الاتمام من اللہ کا فقرہ ہماری زبان پر آتا ہے اس وقت ہم متوکل بن جاتے ہیں - تباہی مثل سیلاب ہماری طرف آ رہی ہے -

لیکن ہم کبوتر وار اس گربہ مصیبت کے سامنے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ آخر ہمارا حال وہی ہوتا ہے۔ جو اجل زدہ کبوتر کا ہوتا ہے۔ ایک منٹ کیلئے ہم نہیں سوچتے کہ جب ربّ العالمین نے قادر مطلق ہونے پر بھی اپنے کاروبار میں تدبیر اور تہیہ کو پسند کیا ہے۔ تو ہم کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ ہم اگر زمین پر اس کے نائب یعنی

خلیفۃ اللہ علی الارض

ہیں۔ تو پھر حقیقی نیابت تو یہی ہے۔ جو مناب کے قدم بقدم چلے۔ کیا ان امور میں ربّ العالمین کے نائب مغربی لوگ ہیں یا ہم؟ اور اس ملک میں اس کے قائمقام ہندو ہیں یا مسلمان؟ پھر ہمیں کیوں اپنی شومئی بخت پر۔ اپنے کاروبار کی ناکامی پر۔ اپنے کارخانوں تجارتوں پیشوں اور اپنی حرفتوں کی بے رونقی پر۔ کوئی گلہ ہو۔ یہ ہماری غلطی ہے۔ کہ ہم نے سجود و رکوع اور قیام و قعود کو عبادت کامل سمجھ رکھا ہے۔ یہ تو اس دکان یا کارخانہ کا سائن بورڈ ہے۔ جس کا نام عبادت و اطاعت الٰہیہ ہے۔ اس دکان کے اجناس تو وہ باتیں ہیں۔ جن کا مختصر سا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں۔ اور پھر سب سے زیادہ مصیبت افزا امر یہ ہے۔ کہ جس کی عبادت کیلئے ہم پانچ وقت قائم الصلوٰۃ ہوتے ہیں۔ اور جسے ربّ العالمین ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور الرحمان۔ رحیم اور مالک یوم الدین کا تکرار۔ یہ تو در اصل ربّ العالمین کے مختلف صفات کا ہی ذکر ہے۔ کیا نماز میں لفظ ربّ العالمین دہرا کر ہم لم تقولون ما لا تفعلون کے الزام تلے نہیں آجاتے؟ یعنے جو ہم کہتے ہیں۔ اور جس بات کا جناب باری میں اقرار کرتے ہیں۔ وہ ہم نہیں کرتے۔ اس کا بطلان ہمارے افعال کر رہے ہیں۔ ہم ربّ العالمین کی تو عبادت کرتے ہیں۔ اور ان شیون و انداز سے بالکل اجنبی ہوتے جاتے ہیں۔ جو ربوبیت عالمین سے وابستہ ہیں پھر ہم ایک لمحہ کے لئے بھی یہ یاد نہیں رکھتے کہ خدا کے نزدیک یہ ہمارا طرز عمل نہایت ہی خطرناک اور نفرت انگیز امر ہے۔ جیسے کہ خود اس نے ہمیں بتلایا۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولو ما لا تفعلون (ایسی بات سے اللہ تعالیٰ کو سخت نفرت ہے کہ تم

جو کہو وہ نہ کرو) +

ہم تو اس وہمی تخیل کے شکار ہو چکے ہیں کہ ہمارا خدا رب العٰلمین ہے۔ وہ خالق ہے۔ وہ پروردگار اور پالن ہار ہے۔ وہ دیالو کرپالو ہیں۔ جو کچھ انہوں نے بنایا۔ ہمارے لئے ہی بنایا۔ رب العالمین کے بیشک یہ بھی معنی ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے اسی لفظ رب کو ہلاک اور قوموں کا تباہ کرنیوالا بھی بتلایا۔ چنانچہ جہاں خدا تعالیٰ نے اس دنیا اور عقبیٰ کی کامیابی کو رب کی اطاعت پر چھوڑا ہے۔ وہاں ان لوگوں سے نسیاً منسیاً کر دینے کو بھی ربوبیت تلے ہی رکھا ہے۔ مثلاً اگر اول الذکر جماعت کو ولمن خاف مقام ربہ جنتن کہہ کر کامیابی کی خوشخبری دی۔ تو رب العالمین کی مقرر کردہ راہوں پر نہ چلنے والوں کی تباہی کا ذکر بھی ذیل کے الفاظ میں کیا:۔

فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّٰھا ۝ ولا یخاف عقبٰھا ۝

(سورۃ الشمس) +

جنتی زندگی کا طغرائے امتیاز

ولمن خاف مقام ربہ جنتن میں جن دو جنتوں کا ذکر ہے۔ انہیں کی پہلی جنت کا تعلق اس زندگی سے ہے۔ قرآن کریم نے جنتی زندگی کے متمیز خط و خال حسب ذیل بھی بیان کئے ہیں:۔

(۱) حزن و خوف سے آزادگی[x] (۲) ہر طرح امن و سلامتی میں رہنا[x] (۳) ہر دم قدم ترقی کرتے جانا[x]۔ اب اگر اس دنیا میں بھی کسی کو جنت نصیب ہوئی ہے۔ تو وہ نعمت کسی مسلم کو تو نصیب نہیں۔ نہ ہم غم و فکر سے آزاد ہیں۔ نہ کسی قسم کی سلامتی ہمارے شامل حال ہے۔ نہ ترقی کی راہیں ہمارے سامنے ہیں۔ ہاں یہ تینوں باتیں تو مغربی لوگوں کو حاصل ہیں +

یہ وقت نہیں۔ کہ ہم حقائق مثبتہ پر آنکھ بند کرلیں۔ جو لوگ قرآن کریم کی تعلیم سے واقف ہیں۔ وہ خدارا ہمیں بتلائیں کہ اگر اس دنیا میں جنت ملتی ہے۔ اور جنتی زندگی کے

[x] فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ نہ ان کو کوئی خوف ہوگا۔ وہ حزین ہوں گے +

[x] واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین +

طغرائے امتیاز میں مذکورہ بالا تین چیزیں شامل ہیں - توکیوں ہم صاف لفظوں میں اقرار نہ کریں - کہ جنت کے یہ امتیازات ہم میں نہیں - یہ کہیں اور چلے گئے ہیں ہاں اپنے قرون اولے کو دیکھ لو - اس وقت یہاں کی جنت کے مالک مسلمان تھے جنت میں ایسی زمینوں کا بھی ذکر ہے - جو میوہ دار اشجار سے سبز ہونگی - اور جن کی آبیاری ہمیشہ جاری رہنے والی نہروں سے ہوگی - دُنیا میں بھی اُس صفت سے موصوف بہت سی زمینیں یا جنتیں موجود ہیں بہرحال شام کو تو ہمارے مفسرین نے خود جنت علی الارض کہا ہے - اور میں نے تو دمشق میں جاکر اپنی آنکھ سے وہ سب نقشے دیکھے ہیں - جو قرآن نے جنت علے الارض کے کھینچے ہیں پھر عراق عرب میں بھی خلفاء عباسیہ کے ماتحت وہی رنگ پیدا ہو گیا - لیکن یہ دونوں جنتیں (شام و عراق عرب) بھی آج مغربی قوموں کے قبضہ میں چلی گئیں - قرآن کی زیر بحث آیت ہی اس انقلاب کی ذمہ دار ہے یعنے افمن خاف مقام ربہ جنتٰن - اس آیت میں لفظ خاف

ﷺ ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰ ذواتا افنان ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰ فیھما عینٰن تجریٰن ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰ فیھما من کل فاکھۃ زوجٰن ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰ متکئین علیٰ فرش بطائنھا من استبرق ط و جنا الجنتین دان ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰ فیھن قٰصرٰت الطرف لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰ کانھن الیاقوت والمرجان ۰ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۰ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان + **ترجمہ** - جو شخص (اعمال کی جواب دہی کیلئے) اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اسکو (بہشت کے) دو باغ (ملیں گے) تو (اے جنو اور آدمیو) تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں سے مکرو گے (وہ دونوں باغ بہت سی ٹہنیوں والے (یعنی خوب ہرے بھرے ہونگے) تو (اے جنو اور آدمیو) تم اپنے کون کونسی نعمتوں سے مکرو گے - دونوں میں دو چشمے (پڑے) بہ رہے ہونگے - تو (اے جنو اور آدمیو) تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں سے مکرو گے - دونوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہونگی - تو (اے جنو اور آدمیو) تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں سے مکرو گے (جنتی انہیں ایسے عمدہ) فرشوں پر تکیے لگائے (بیٹھے) ہونگے - کہ تافتے کے انکے استر ہونگے - اور دونوں باغوں کے پھل (اسقدر) جھکے ہونگے (کہ چاہیں تو تازہ بتازہ درختوں پر لگے ہی لگے کھالیں) تو (اے جنو اور آدمیو) تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں سے مکرو گے - انمیں پاکدامن حوریں ہونگی جو (غیر مرد کی طرف) آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھینگی - اور جنتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے ان پر ہاتھ ڈالا ہوگا - اور نہ کسی جن نے تو (اے جنو اور آدمیو) تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں سے مکرو گے (انکی رنگتیں ایسی لال بھبھوکا ہونگی کہ) گویا وہ یاقوت اور مونگے کی بنی ہوئی ہیں - تو اے جنو اور آدمیو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں سے مکرو گے بھلا نیکی کے سوا نیکی کا بدلہ کچھ اور بھی یہاں دو جنتوں کا ذکر کرکے ذیل نعما کا جو ذکر کیا وہ تو دنیوی نعما پر حاوی ہے - ہاں انہیں کے مثال عقبیٰ میں ہونگی گو وہ بہتر ہونگی +

نہایت ہی غور طلب اور دہشت افزا ہے۔ ربوبیت کے مقامات اور ان سے خوف بظاہر ایک بوالعجبی ہے۔ کیونکہ ہم تو اسکی ربوبیت پر ہی اُدھار کھائے بیٹھے ہیں لیکن ایک تدبر و تفکر والا انسان کائنات کے سلسلہ پر جب غور کرتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ کہ زمین اور آسمان کی ہر ایک چیز قانون کی خطرناک جبری اور قہری حکومت تلے قانون کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور یہ وہ سخت گیر قانون ہے۔ جس سے ایک لمحہ کا انحراف فوری ہلاکت اور تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ جس قانون کی اطاعت سے ہی فلاح و بہبودی چھوڑ کسی ہستی کی زیست تک وابستہ ہے۔ یہ وہ قانون ہے جو ابدالآباد سے چل رہا ہے۔ اور جسکی زنجیر گرفت ایک لمحہ بھر کے لئے ڈھیلی نہیں ہوتی۔ جس قانون کی اطاعت میں شاہ و گدا اُمتی و نبی۔ فاسق و متقی کا ایک سا مقام ہے۔ یعنی جس کے توڑنے پر ایک ہی سزا سے سب کو مُعذّب کیا جاتا ہے۔ کافر مومن زہر کھا کر زندہ نہیں رہ سکتا جس کشتی میں ہوا اور پانی کے متعلقہ مقررشدہ قوانین کی اطاعت و عزت نہیں کیجاتی۔ وہ کشتی غرق ہو کر رہیگی۔ خواہ اسمیں کوئی متقی کیوں نہ بیٹھا ہو۔ جب ایک صاحب تفکر انسان ربّ العالمین کی اس قہری حکومت قانون کو دیکھتا ہے۔ جو کائنات کے ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ تو اس کا دل کانپ اُٹھتا ہے۔ اس کے جسم پر لرزہ آجاتا ہے۔ وہ رب کی اُن راہوں سے مرعوب و خوف زدہ ہو کر اس پر ایمان لاتا ہے۔ کہ اُسکی ہستی اُسکی آسائش اُس کا امن۔ اُس کا آرام و راحت اُسکی کامیابی۔ اُس کا تمکن اور اُسکی عزت و شوکت سب کے سب ربّ العالمین کی اس شان حکومت پر ہی وابستہ ہے۔ وہی اخص خاف مقام ربہ کا حقیقی مصداق ہوتا ہے۔ وہ حقیقی مومن و مسلم ہے۔ بالمقابل ربّ العالمین بھی اسے ہی اس دنیا کی جنت عطا کرتا ہے۔ اور اگر اس کے اعمال و افعال اُن اخلاق و روحانیات کو اپنے اندر

۱؎ ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا (آل عمران) ۱۔ لے الماسه وہ بزرگ ہستے ہیں جو کائنات کی اشیاء کے خلق ان کی بناوٹ ان کے انداز پر غور کر کے اس نتیجہ پر آ جاتے ہیں۔ کہ رب کی کوئی چیز بے سود نہیں۔ وہ خدا کی ہر چیز کو اپنے مصرف میں لے آتے ہیں +

۲؎ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاخرۃ من الخٰسرین کوئی اور چیز نہیں خدا کی مقرر کردہ راہوں پر چلنے کا نام اسلام ہے جو ان راہوں کو چھوڑ دیتا ہے اس کا کوئی فعل قابل قبول نہیں۔ اور وہ اس انحراف از صدود اللہ سے آخر کار خسران دنیا ہی پائیگا + (آل عمران)

بنے ہوئے ہیں جن کا ذکر کتب آسمانیہ نے وقتاً فوقتاً کیا ہے۔ تو اُسے آئندہ کی بھی جنت مل جاتی ہے۔ ربّ العالمین نے تو دُنیا و عقبےٰ ہر بہبودی و فلاح کے حصول کی راہیں مقرر کی ہیں۔ اُن ہی راہوں کا نام مقامات ربّی ہے۔ جو ان مقامات ربی سے مرعوب و مرتعش ہوگا۔ جو ان مقامات کا خوف اپنے دل میں رکھ کر اپنے اعمال کو ان مقامات کے ماتحت لے آئیگا۔ وہی دُنیا و عقبیٰ کی جنتوں کا مالک ہو گا۔ ہمیں تو مغربی اقوام کی بہبودی دیکھ کر قرآن کریم کی صداقت کا ایک اور مزید ثبوت ملجاتا ہے۔ کوئی اس دھوکہ میں نہ رہے کہ خدا کے ہاں کسی کی جانبداری ہے۔ جو اس کے قانون پر چلا۔ وہی فائزالمرام ہوا۔

فاعتبروا یااولی الابصار +

ربّ العالمین کی طرف سے سزا

ربّ العلمین کا نام ہی مالك یوم الدین ہے۔ یعنی وہ بھی رب ہی تو ہے جو اپنے قوانین کے مجرمین کی اصلاح کے لئے انہیں طرح طرح کے عذاب دیتا ہے۔ اسکی شان عفو کی بھی ہے لیکن عفو بعض وقت تمرد اور سرکشی کا موجب ہو جاتا ہے۔ اسلئے جہاں اصلاح کسی عذاب کو چاہے وہاں ربوبیت ہی عذاب بھی تجویز کردیتی ہے لیکن جن قوموں کا تمرد اور سرکشی اور قوانین ربوبیت سے انکا انحراف انہیں فیض ربوبیت سے مستفید ہونے کے قابل نہیں چھوڑتا۔ اور جنہوں نے اپنی استعدادوں کو اپنی بدعملیوں کے باعث مردہ کردیا۔ اور اپنے قوائے نمو کو کمزور کردیا۔ اوران میں بارآور ہونے کی کوئی قابلیت نہیں رہی۔ ان کو مٹا دیا جاتا ہے۔ ہر باغیچہ میں سے باغبان اس درخت کو کاٹ کر ایندھن بنا لیتا ہے۔ جو برگ و بر پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ ہمارا جسم بھی جب خوراک انضمام اور اس کو جزو بدن بنانے کے قابل نہیں رہتا۔ تو پھر قوانین ربی جسم پر موت وارد کردیتے ہیں۔ اسی قانون کی طرف سورۂ والشمس میں ذکر آیا ہے۔ فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوٰھا ولا یخاف عقبھا۔ جب قومیں قوانین الٰہیہ سے مُنہ موڑ لیتی ہیں۔ اوران میں ذنوب یعنی قانون پر چلنے کی استعداد مرجاتی ہے۔ اور ہر وقت ربی سے انہیں انحراف رہتا ہے۔ اس طرح وہ فیض ربی پانے کے قابل نہیں رہتے۔

وہ دنیا کے عضو معطل ہوتے ہیں۔ پھر ان کی ہلاکت کے اسباب انکے
رب کی طرف سے ہی آجاتے ہیں۔ پھر سوّٰیہا ان کا نام ونشان تک زمین سے
مٹا دیا جاتا ہے۔ ان آیات کا خاتمہ نہایت ہی خوفناک الفاظ میں کیا گیا ہے فلا
یخاف عقبٰہا۔ یعنی رب کو اس بات کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کہ اگر نااہل قومیں مٹ جائیں
ہماری موجودہ حالت بھی اس ربانی فتوے کی تصدیق کر رہی ہے۔ رب محمدؐ کو ذرہ بھی
اس بات کی پرواہ نہیں۔ اگر محمدؐ کے اسمی یا رسمی نام لیوا دنیا سے مٹ جائیں۔
کیونکہ وہ متبع محمدؐ نہیں رہے۔ اور نہ وہ مسلم ومومن کہلانے کے مستحق ہیں۔ اسلئے
وہ ایمان واسلام کے ثمرات سے محروم ہوتے جاتے ہیں +

ان سطور کے پڑھنے والے خود غور کرلیں۔ کہ ہم رب العالمین کے کس قانون تلے
آچکے ہیں۔ آیا اقمن کان مقام ربہ کی مد میں ہیں۔ یا قد دمدم علیھم ربھم
کے مصداقوں کے مقام کی طرف جارہے ہیں۔ حقائق سے آنکھیں بند کرلینا۔
مرض کا علاج نہیں ہوتا۔ ہمارے اہل الرائے سوچیں اور سمجھیں۔ کہ جن نعماء کا وعدہ
قرآن کریم نے اس دنیا میں بھی ایک مفلح قوم کو دیا ہے۔ اُن سے ہم خالی ہوچکے ہیں
اور ان قوموں کا رنگ ہم میں پیدا ہوچکا ہے۔ جو خدا کے زیر عذاب ہوتی ہیں
ان سب باتوں کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ اور ساتھ ہی ان امور کا بھی ذکر کردیا ہے[1]
جن سے اوّل الذکر یا آخر الذکر قومیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اگر ان امور میں ایک حقیقی
سبق ہے۔ تو پھر سبق آموزی کا وقت کب آئیگا +

ہماری امراض کا علاج

ہمیں بہت سی امراض لاحق ہوچکی ہیں۔ اور وہ مزمنہ بھی ہیں۔ لیکن ابھی ہم لاعلاج
حدود تک نہیں پہنچے۔ یوں تو ہر مرض کے اشتہاری معالج دنیا میں ہر وقت موجود ہوتے رہتے
ہیں۔ ہمنے بھی ان امراض کا علاج گذشتہ دس بارہ سال میں مختلف نسخوں سے
کیا۔ اور اضطراری حالت میں کیا۔ مگر وہ بے سود ثابت ہوچکے۔ لیکن اگر کسی کے گھر

[1] آیندہ نمبر میں میں ان امور کا ذکر کروں گا +

کسی مرض کا کوئی مجرب نسخہ ہو۔ جو صدہا دفعہ کسی مرض کے دفعیہ میں امتحان پر تیر بہدف ثابت ہوا ہو۔ تو جو مریض اس نسخہ کو استعمال نہ کریں۔ اور اشتہاری علاجوں کی طرف توجہ کرے۔ تو وہ اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے کھودتا ہے۔ یہ نسخہ ہمارے گھروں میں موجود ہے اس نسخہ کا نام اس کے نتائج کو دیکھتے ہوئے کسی نے **شفا** رکھ دیا ہے۔ وہ نسخہ قرآن کریم ہے۔ اور اس کا نام اگر شفا رکھا ہے۔ تو اسی رب العالمین نے رکھا ہے۔ اس مقام میں یہی دو باتیں مسلم برادران کے غور و فکر کے لئے پیش کرتا ہوں۔ ایک تو قرآن کریم کا نام خدا تعالیٰ نے خود تنزیل من رب العالمین رکھا۔ اور اس کا دوسرا نام شفا رکھا۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے ذریعہ انسان کی ہر قوت کی ربوبیت کرنی چاہی۔ جس طرح ہماری جسمانی پرورش کے لئے مختلف خوراکیں رب العالمین نے پیدا کر رکھی ہیں۔ اسی طرح ہمارے اخلاقی تمدنی۔ اقتصادی۔ روحانی۔ نفس مدرکہ اور دیگر قوٰی کی تربیت کے لئے جو ضروری امور ہیں۔ ان کا ذکر قرآن کریم میں کر دیا گیا ہے۔ جس طرح خورش و نوش کی بد اعتدالی جسم میں امراض کو پیدا کر دیتی ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا ذہنی اور ادراکی امور میں بھی بعض بد اعتدالیاں بعض امراض کا موجب ہو جاتی ہیں۔ اور جس طرح خدا کی ربوبیت عالمین نے جسمی امراض کے دفعیہ اور جسم کی صحت کیلئے مختلف ادویات میں شفا رکھ دی ہے۔ اس طرح قرآن جسمی امراض کے علاوہ ان دیگر امراض کے لئے بھی شفا کا حکم رکھتا ہے جو ہمیں اب لاحق ہو چکی ہیں۔ اگر تو اس نسخہ شفا نے ان امراض کا کافی علاج گذشتہ ایام میں کیا ہے۔ تو اب اس لاعلاجی کے وقت کیوں اس طرف رجوع کیا نہیں جاتا +

اتحاد فی الاسلام

فرقی اختلاف رحمت نہیں زحمت ہو گیا

لو کان فیہما آلھۃ الا اللہ لفسدتا ج
(سورۂ انبیاء آیت ۲۲)

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا
(سورۂ نساء آیت ۸۲)

قرآن کریم کی یہ دو آیتیں ایک طرح ایک ہی صداقت کیطرف اشارہ کرتی ہیں اگر اول الذکر توحید کا سبق دیتی ہوئی خدا کے فعل کو بطور شہادت ہمارے سامنے لے آتی ہے۔ تو آخر الذکر ایک ایسے ہی مقصد کیلئے اسکے قول سے استشہاد کرتی ہے صحیفہ قدرت کی مختلف اشیاء کی ہم آہنگی انمیں سے ہر ایک کا اختلاف طبیعت پر بھی دوسری سے متحد ہو کر کسی پیش نظر مقصد کے حصول میں مساعدت کرنا جسطرح ایک ہی صانع اور ایک ہی کارکن ہاتھ کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ اسیطرح مصحف پاک کی مختلف مطالب کی آیات کا اصلاح انسانی یا تعمیر اخلاق و روحانیات میں ایکدوسرے کے ہمنوا ہونا بھی یہی ثابت کر رہا ہے کہ یہ سب کی سب آیتیں ایک ہی ہستی برتر کی جانب سے الہام ہوئی ہیں +

یہ آیتیں یا ایسے ہی قرآن کریم کی دوسری آیتیں اگر توحید الٰہیہ کو قائم کرتی ہیں تو اس سبق توحید کا بڑے سے بڑا مقصد توحید فی الامت ہے۔ جسطرح کائنات کے یہ بڑے بڑے گولے یعنی سورج چاند ستارے ایکدوسرے کی راہ میں نہیں آتے گو اپنی حرکات میں ایک دوسرے سے کتنے ہی متضاد کیوں نہ ہوں لیکن ایک خدا کے ایک حکم تلے آکر کائنات میں باعث فساد نہیں ہوتے۔ اسی طرح اس خدائے واحد کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں بھی کسی قلب مطہر پر اس لئے نازل ہوئیں کہ اسکے ذریعے زمین کے ستارے (انسان) ایکدوسرے کے خلاف نہ چلیں۔ قرآن کریم چھوڑ خدا کی ہر ایک کتاب اسی لئے نازل ہوئی کہ انسانوں میں اختلاف و فساد نہ رہے +

قرآن کریم تو کل افراد انسانی کو ایک نقطہ پر متحد کرنے آیا لیکن آج خود حاملان قرآن ایکدوسرے سے برسر پیکار ہو کر اسلام میں فساد ڈال رہے ہیں۔ اس افتراق و انشقاق کی وجوہ کوئی ہوں لیکن آیت مندرجہ بالا ولو کان فیہما آلھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر کائنات میں بہت سے الٰہ (معبود و متبوع) ہوتے تو اشیاء کائنات میں فساد

ہو جاتا حقیقی سا فسانہ اب ہمارے لئے ایک معنی خیز اور عبرت انگیز روشنی ڈال رہی ہے۔ اگر سماوی مخلوق میں اس لئے فساد نہیں کہ وہ ایک ہاتھ کے تلے چل رہی ہے تو زمین کی مخلوق بھی اسی وقت فساد سے محفوظ ہوگی جب وہ ایک ذات پاک کی حکومت تلے آجائیگی خدا نے اگر اپنا ایک ہونا منوایا تو اسی لئے کہ ہم ایک ذات کی حکومت تلے آکر باہمی تباین و اختلاف سے بچ جائیں۔ جہاں ہمنے بہت سے خداؤں کی پرستش شروع کی اُسی دم ہم میں فساد پیدا ہوئے یُوں تو اپنے عم میں ہم علمبردار توحید ہیں لیکن ہم میں جو باہمی فساد و تشتت ہے وہ صاف کہہ رہا ہے۔ کہ ہم ایک خدا کے پرستار نہیں رہے۔ بہت سی شخصیتیں ہمارے رب بن چکی ہیں۔ قرآن کریم بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ (ان لوگوں نے اپنے احبار اور رہبان کو خدا کے سوا اپنا رب بنا لیا) یہ آیت یہودیوں کے متعلق ہے لیکن اس تذکرہ سے قرآن کی مُراد ہمیں اس بات سے متنبہ کرنا تھا کہ ہم بھی اپنے مُقتداؤں کو کہیں خدا کا قائمقام نہ سمجھ لیں۔ ہم بھی انکے احکامات کو خدا کے حکم کی طرح نہ سمجھنے لگیں۔ تاریخ اٹھا کر دیکھو جب سے ملت میں علماء و فقہا کے قول قولِ خدا کے قائمقام سمجھے گئے وہیں فساد پیدا ہُوا۔ اور یہی آج ہم میں ہو رہا ہے +

شرک اگر ایک ظلم عظیم و فساد کبیر ہے تو معلم توحید نے افتراق و اختلاف کا نام شرک بھی رکھا۔ جس کتاب نے تقوے پر اسقدر زور دیا ہے اسی نے فرقہ بندی کو تقوے کا دشمن ٹھیرایا۔ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین ۰ من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً کل حزب بما لدیھم فرحون (۳۰-۳۱-۳۲) ان مختصر سے لفظوں نے کیا کیا صداقتیں ہمارے سامنے رکھدیں۔ اول تو مشرک اُسے ٹھیرایا جو دین میں ایسے فرقے بنا دے۔ جو اصولاً ایکدوسرے سے جدا ہو جائیں۔ پھر ہمیں نماز کا حکم دیکر اتحاد و ائتلاف کا سبق دیا یعنی جسطرح ہم نماز میں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اسیطرح اگر نمازیوں کے دل ایکدوسرے سے متحد نہیں ہوتے تو پھر وہ نماز کی ایک غرض و نمایت سے بے بہرہ ہو چکے ہیں +

میں نے کسی اپنے پچھلے نمبر میں یہ دکھلایا تھا۔ کہ یہ اسلامی مختلف فرقے ایک ہی درخت کی مختلف شاخیں اور اسکے مختلف پتے اور پھل پھول ہیں۔ یہ بیشک اپنے ماحول میں ایکدوسرے سے الگ ہوں لیکن جبتک یہ درخت سے وابستہ نہ رہینگے یا ان میں سے ہر ایک ایکدوسرے کی مساعدت میں قائم نہ رہیگا۔ تو پھر یہ درخت کی ان شاخوں اور پتوں کی طرح ہو جائینگے۔ جو تنے سے جُدا ہو کر اور درخت کے دیگر اجزا سے الگ ہو کر ہلاکت کے مُنہ میں چلے جاتے ہیں۔ آیت بالا میں بھی نماز کا ذکر کرکے اسی حقیقت کو ظاہر کر دیا گیا ہے یہ نماز

عہ دیکھو رسالہ اشاعت اسلام ماہ مارچ ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۱۳ +

میں جو فرض ہیں۔ وہ تو ہم شانے سے شانہ اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر پڑھتے ہیں سنن اور نوافل ہم بیشک الگ پڑھ لیں۔ اسی طرح ہمارے نام نہاد اسلامی فرقوں نے اگر اپنا اپنا ماحول ایکدوسرے سے جدا قائم کر لیا ہے تو وہ قریبی زندہ رہ سکتے ہیں۔ اگر وہ اسلام کی قوت اجتماعی کیلئے جو فرض اولین ہے۔ سبقت نفی الخیرات کریں۔ اس آیت میں یہی اشارہ کر دیا گیا ہے۔ کہ جو لوگ مختلف جماعتیں اسلئے بناتے ہیں۔ کہ وہ دوسرے مسلموں سے جدا ہو جائیں اور اپنے اس فرقہ بندی پر نازاں ہوں تو وہ اپنے ہی دل کو خوش کر رہے ہیں (کل حزب بما لدیھم فرحون) وہ تو خدا کے نزدیک مشرک ہیں +

یہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ کہ جہاں کسی پیر یا رہنما کو خدا کی جگہ پر بٹھا دیا گیا فساد اور تشتت نے آ ڈیرا جمایا۔ قومی فساد سے نجات اسوقت ہوگی۔ جب عملاً ہم سب کا متبوع ایک ہی خدا ہو۔ اور اسی ایک ذات پاک کے احکام کو ہم اُن سب کے احکام پر ترجیح دیں جنہیں ہم نے اپنا پیر و مرشد ٹھیرا رکھا ہے۔ بیشک قرآن نے خدا و رسول کی اطاعت کے بعد ہمیں اولی الامر کی اطاعت کا حکم بھی دیا۔ کیونکہ اولی الامر کا وجود اور اسکی اطاعت اتحاد امت کا ایک موجب ہو جاتی ہے لیکن اطاعت امیر ہی بداستعمالی میں آکر فساد کا باعث بھی ہو جاتی ہے اور حق تو یہ ہے کہ آجکل کے فرقی تنازعات اور ہمارے فساد کا موجب بھی انہیں مقتداؤں کی بیجا اطاعت کا نتیجہ ہیں۔ اس دشمن اتحاد اطاعت سے بچنے کیلئے خدا تعالیٰ نے جہاں اطاعت امیر کا حکم دیا۔ وہاں یہ بھی فرما دیا۔ کہ انکی تنازعہ خیز باتوں کو خدا اور رسول کے فیصلہ تلے لانا چاہیئے

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول۔

عام اس سے کہ ہمارے زمانہ کے مقتدا اولی الامر کہلانے کے مستحق ہیں یا نہیں مسلمانوں کو انکی پیروی کرنے میں کم از کم یہ تو دیکھ لینا تھا۔ کہ ان بزرگوں کے احکام خدا اور رسول کی منشا کے کہانتک مطابق ہیں۔ اگر یہ ہمارا مسلک ہوتا تو اسلامی فرقوں میں کبھی فساد نہ ہوتا۔ کیونکہ خدا اور رسول کی باتیں تو اتفاق و اتحاد کیلئے آئی تھیں۔ اس صورت میں فرقی اختلافات موجب رحمت ہو جاتے لیکن یہ فرقے تو ہماری تباہی کا موجب ہو رہے ہیں۔ فرقے اپنی ابتدا میں ممکن ہے سبقت نفی الخیرات کیلئے پیدا ہوئے ہیں لیکن ان فرقوں کے آج کے رہنما تو قرآن کی اطاعت نہیں کراتے۔ یہ تو خود خدا اور الٰہ بنگئے (لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا) یہ رہنما قرآنی اولی الامر نہیں بلکہ اسرائیلی احبار و رہبان ہیں جو اپنے متبعین کیلئے ارباب بنگئے ہیں (۹/۳۱)

تکفیر مسلمین

آجکل چاروں طرف تکفیر کا بازار گرم ہے۔ اور یہی اتحاد ملی کو خاک میں ملا رہا ہے۔ ایک فرقہ دوسرے کو ایمان سے خارج کر رہا ہے حالانکہ ایمانیات میں سب کے سب ایکدوسرے سے متحد و متفق ہیں۔ لیکن اگر مسئلہ ایمان ایک دقیق اور نظری مسئلہ ہے

کہا۔ اور پھر ان امور پر تنازعہ کرنے والے کو آخری جواب یہ دیا (ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم)

کیا تماشہ ہے کہ یہی آیت ان مکفران اہل قبلہ کے ہاتھ میں سند تکفیر ہوگئی۔ آیت مذکور نے جو یہ کہدیا۔ کہ مومن و مسلم وہی ہے جو ہر نبی کو مانتے اور نبی نبی میں تفریق نہ کرے۔ تو اس پر استدلال یہ ہوتا ہے۔ کہ جب بانی فرقۂ احمدیہ نے ایک قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ تو اس پر ایمان نہ لانا ایک قسم کی تفریق فی الانبیاء ہے۔ اور اسلئے موجب کفر ہے۔ یہ استدلال ایک قسم کا مصادرہ الی المطلوب ہے۔ اور یہ وہ مغالطہ ہے جسمیں ایسے لوگ اکثر پڑ جاتے ہیں جبتک ایک شخص اُن انبیاء میں شامل نہ ہو کہ جن کا ذکر اس آیت میں آیا ہے تب تک اس کا انکار کسی تفریق کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اولاً دیکھنا یہ ہے کہ ان انبیاء کا طغرائے امتیاز کیا ہے۔ وہ بعد کی آیتوں سے خود ظاہر ہو جاتا ہے۔ اول سب انبیاؤں پر ایمان لانا موجب ہدایت ٹھیرایا۔ اس کا نام صبغتہ اللہ اور اس سے انحراف کو شقاق سے تعبیر کیا۔ اور ان دو گروہ یعنے مومن و منکر کے فرق کو ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم سے وابستہ کر دیا۔ اس بحث و تمحیص قرآنی نے ہمیں اُن انبیاء کا بھی پتہ دیدیا۔ جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور جنکی نبوت یا پیغام میں کسی قسم کی تفریق اور تمیز نہیں ہو سکتی۔ وہ وہی نبی ہیں جو انسانی ہدایت کیلئے کوئی ضابطہ عملیہ لائے یعنی جو صاحب شریعت تھے۔ لہذا جو ملہم صاحب کتاب نہیں وہ کثرت الہام کے باعث مجازاً یا بالفاظ سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی لقباً نبی کہلائے تو کہلائے۔ وہ حقیقی نبی نہیں بفحوائے حدیث اجزائے نبوت میں سے ایک جزو (مبشرات) اُمت مرحومہ کے لئے باقی رہ گئی ہے۔ وہ جسے نصیب ہوئی۔ اس میں کوئی جزو نبوت ہے۔ وہ جزئی یا ناقص نبی ہو سکتا ہے۔ لیکن نہ وہ حقیقی نبی ہے۔ اور نہ اُس کا مان لینا جزو ایمان ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جسے احمدی جماعت کے مقدس بانی رحمتہ اللہ علیہ نے خود تسلیم کیا ہے +

آج ہماری تباہی کا موجب ہمارا نفاق و شقاق ہے۔ آج ہم تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ آج ہم میں طرح طرح کی بدعملیاں موجود ہیں۔ اور اس حالت پر جو جو اپنے آپ کو ناجی سمجھے ہوئے ہیں۔ اور دوسروں کو خارج از اسلام ٹھیرانے میں ایک قسم کی فرحت پاتے ہیں۔ وہ کل حزب بما لدیہم فرحون کی ذیل میں آئے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی فرقہ کے معتقدات صحیح ہوں لیکن جو آجکل ہم سب کے اعمال کی حالت ہے۔ اس کے لحاظ سے تو کوئی فرقہ بھی غلط کاری (بد اطواری) سے خالی نہیں۔ ہر ایک جماعت میں اچھے برے یا ناجی غیر ناجی نظر آ رہے ہیں۔ ہر جگہ بدعمل اور نیکوکار موجود ہیں۔ نجات و فلاح صرف عمل پر ہے۔ اس پر ہر ایک فرقہ کا ایمان ہے لہذا کوئی اہل قبلہ اور کلمۂ محمدؐ کا پڑھنے والا کافر نہیں ہو سکتا۔ ہم میں بہت سی خود ساختہ باتیں موجب فساد ہو رہی ہیں۔ لیکن جو کل فسادوں کی جڑ ہے۔ وہ یہی کفر بازی ہے مسلمانو! اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو سب سے پہلے اِس کفر بازی کا قلع قمع کرو +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۱ اسے ایمان لاتے ہیں۔ اسی کی مثال جو تم ایمان لائے تو یقیناً انہوں نے ہدایت پائی۔ اور اگر پھر جائیں۔ تو وہ صرف مخالفت میں ہیں۔ پس اللہ ہی تجھے ان کے مقابلہ میں تیرے لئے کافی ہوگا۔ اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اللہ کا رنگ اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے۔ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ کہو کیا تم اللہ کے بارہ میں ہم سے جھگڑتے ہو۔ اور وہ ہمارا رب اور تمہارا رب ہے۔ اور ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل ہیں۔ اور ہم اسکے لئے اخلاص رکھنے والے ہیں (سورۃ البقرہ آیت ۱۳۶ تا آیت ۱۳۹)

لہ دیکھو الیواقیت والجواہر +

محل بہشت

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

علے العموم کُل کے کُل مذاہب سابقہ کا خیال ہے کہ بہشت اس سماء الدنیا کے پرلی طرف ہے۔ اور دوزخ تحت الثریٰ میں ہے۔ قرآن کریم نے آکر انسان کو اس غلطی سے بھی نکالا۔ بہشت تو وہ پاک زندگی ہے جس کے دروازے ایک نفس کامل پر کھلتے ہیں۔ اگر تو بہیمی خصائل کو لے کر ہم اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ تو ہمارا حشر دوزخ ہے۔ لیکن اگر ہم صفات الٰہیہ سے متصف ہو گئے۔ تو ہم بہشتی زندگی میں جا داخل ہوتے ہیں۔ یہ رنگ اس دنیا میں بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے (جنتان) دو جنتوں (ایک یہاں اور ایک آگے) کا ذکر کیا[1]

سائنس کے جدید انکشافات نے لندن کے کنیسہ سینٹ پال کے بڑے پادری ڈین انج اور ان کے ہمنواؤں کو آخر مسیحی جغرافیہ بہشت و دوزخ سے منکر ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ لیکن جنت کے متعلق جو قرآن کریم کا ارشاد ہے وہ ڈین موصوف کیلئے باعث تسکین ہو سکتا ہے۔ مسیحی متکلمین نے کائنات کو ایک سہ منزلہ مکان سمجھ رکھا تھا۔ جس کی درمیانی چھت ان کے نزدیک زمین تھی۔ زمین کی چھت پر بہشت اور اس کے نیچے دوزخ۔ دوسرے مذہب والے بھی کم و بیش یہی سمجھے ہوئے تھے۔ وہ علمی زمانہ نہ تھا۔ لیکن قرآن کریم نے اسوقت ارشاد فرمایا۔ سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماء والارض (گناہوں سے) اپنے رب کی مغفرت کی طرف پیشقدمی کرو۔ اور ایسا ہی اس جنت کیطرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ جنت کا یہی جغرافیہ سورۃ آل عمران میں بھی ہے۔[2] آیتیں

[1] ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن (سورۃ الرحمٰن)

[2] وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموات والارض اعدت للمتقین (سورۃ آل عمران ع ۱۴)

حقیقت بہشت اسلامی اور اس کے مقام کو ہم پر منکشف کر دیتی ہے۔ ان آیات سے بہشت کے لئے کوئی مقام خاص یا جائے محدود نظر نہیں آتی۔ بلکہ یہ تو زمین اور کل آسمانوں کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے۔ اس آیت کے تحت میں مختلف مفسرین نے ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ ہرقل رومی کا ایک سفیر اس آیت کے نزول پر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس نے اس آیت کو سن کر عرض کیا۔ کہ اگر بہشت زمین اور آسمانوں تک پھیلی ہوئی ہے تو پھر دوزخ کہاں ہے۔ آپ نے فی الفور فرمایا۔ سبحان اللہ این اللیل اذا جاء النھار (سبحان اللہ جب دن آتا ہے۔ تو رات کہاں ہوتی ہے) قرآن پاک کی آیات اور آنحضرتؐ کے اس ارشاد نے بہشت و دوزخ کی حقیقت کو کھول دیا۔ یہ بعد الموت زندگی کی دو کیفیات ہیں۔ جو قلب انسانی سے پیدا ہوتی ہیں انسان کا دل ہی بہشت و دوزخ پیدا کرتا ہے[۵۱]۔ بہشت و دوزخ تو سفر بعد الموت کی مختلف منازل ہیں +

یہ تو ہماری فطرت کے جوہر ارتقیہ ہیں جو ہمیں پابند زمین کئے ہوئے ہیں۔ لیکن جب روح کہ انسانی ترقی کرتا کرتا مٹی کا لباس چھوڑ اور نوری جامہ پہن لے تو یہ سب کائنات کے طبقات اس کے جولانگاہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اسلامی بہشت کل کے کل کائنات کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسی کے عکس کو دوزخ سمجھ لینا چاہئے۔ جنت اگر لطائف قلبیہ کی بلوغت پر پیدا ہوتی ہے۔ تو دوزخ ان قوے کی تباہی کا نتیجہ ہے۔ قد افلح من زکٰھا و قد خاب من دسّٰھا (سورہ والشمس آیت ۱) جس کے نفس کا تزکیہ ہو گیا۔ وہی کامیاب ہوا۔ اور جس کے روحانی قوے دب گئے۔ وہ ناکام ہوا۔ یہ مضمون کسی قدر مزید روشنی کا محتاج ہے۔ جس کے لئے خود ایک تمہید کی ضرورت ہے +

مثلاً عالم نباتات کی چیزیں حرکت نہیں کر سکتیں۔ لیکن عالم حیوانات میں

---

۵۱ الا من اتی اللہ بقلب سلیم ۲۶/۸۹ (وہی نجات پائیگا۔ جو قلب سلیم کے ساتھ خدا کے حضور حاضر ہوگا) +

یہ بات پیدا ہو جاتی ہو - اس کا باعث نفس مدرکہ ہے - جو حیوانی جسم میں پیدا ہو جاتا ہے - نفس مدرکہ ہی تمام ترقیوں کا محرک ہوتا ہے - کہتے ہیں - کہ ادراک نباتات بلکہ جمادات و معدنیات میں بھی ہوتا ہے بہرحال ادراک کسی عالم میں ہو - اس کے لباس پر ہی اس کی ترقی حصر رکھتی ہو - جوں جوں اس کا لباس لطیف ہوتا جاتا ہے اسمیں نمو یا حرکت یا طاقت پرواز بڑھتی جاتی ہو - عالم جمادات کی کثافت نے ہی جمودیت پیدا کردی ہو - نباتات بھی بس چونکہ لطیف تر اجزا سے ترکیب پاتی ہیں اس لئے ان میں نمو نظر آتی ہے - حیوانات کے اجزا سے بدن نباتات سے بھی لطیف تر ہوتے ہیں - اس لئے وہ چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں - پرندے اجزائے جسم کے لطیف تر ہونے کے باعث اڑتے پھرتے ہیں - اسی طرح نفس انسانی اگر یہاں سے انتقال کرنے پر اجزائے ارضیہ سے پاک ہو جائے - اور ایک نوری عناصر سے اس کا جسم تیار ہو - تو یہ کونسا امر مستبعد ہے - کہ مرنے کے بعد اس کی سیرگاہ زمین و آسمان ہو جائے - قرآن حکیم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا - جب ارشاد کیا - کہ بہشت کے جنت زمین اور آسمانوں پر محیط ہے +

یہ سات بہشت ترقیات انسانی کے سات منزل ہیں - اور پھر اس پر خاتمہ نہیں - اگر کوئی ذی ہوش علمی صداقتوں کا انکار نہیں کرسکتا - اور اس کے نزدیک اصولی مسئلہ ارتقاء (Evolution) ایک صداقت حقہ ہو - جسے سب سے اول قرآن کریم نے ہی تعلیم کیا - تو وہ نفس مدرکہ کی ترقیات بعد الموت سے کس طرح انکار کرسکتا ہے - اگر کائنات کی ابتدا ، ازروئے تحقیقات جدید ذرات نوری سے ہوئی - اور یہی ذرات کثیف اور لطیف لباس پہنتے ہوئے ارتقا کے مختلف منازل میں سے گزرے - اور

(باقی آئندہ) و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین +

آخرکار انسان کی شکل میں آ متشکل ہوئے۔ تو قبر کے اُس طرف بھی اُن کا میدان ترقی بالضرور ہونا چاہیئے۔ اگر انسانی جامہ میں بہت سی ایسی استعدادیں بھی ہیں جو اس زندگی میں نشو ونما نہیں پاتیں۔ تو موت کے بعد کہیں تو اُن کا نشو ونما ہونا چاہیئے۔ ایک تخم ہی کونپل۔ شاخ۔ پتے۔ پھول۔ پھل اور مغز ہوتے ہیں جو ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر پھل کا پیدا ہونا بھی اسکی آخری منزل نہیں۔ وہی پھل خوراک انسانی بن کر ہمارا جُزوِ بدن ہو جاتا ہے۔ اسی سے دل ودماغ پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے نفس مُدرک۔ تعقل۔ تصوّر۔ وہمہ۔ اخلاق رُوحانیات پیدا ہوتے ہیں۔ اس پر بھی نفس انسانی کی بہت سی استعدادیں اس عالم میں مخفی کی مخفی رہجاتی ہیں۔ ان کا ظہور لازماً کسی عالم بعدالموت کو چاہتا ہے۔ چنانچہ نسل انسانی کے خاص خاص افراد ہی اس موجودہ عالم میں قوت الہام۔ قوت مکاشفہ پاتے ہیں۔ کوئی کوئی اشراقین بھی ہوتے ہیں ہم میں بعض کی رُوحیں جسم چھوڑ کر دوسری جگہوں کی سیر بھی کر لیا کرتی ہیں۔ لیکن یہ سب نوادرات سے ہیں۔ اکابران اسلام تو تیرہ سو برس سے اُن حقائق سے واقف چلے آتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں آج مغربی اقوام بھی مانتی جاتی ہیں۔ اس پر بھی تاریخ عالم کسی انسان کا پتہ نہیں دیتی جس نے اسی زندگی میں اُن قواے باطنیہ کو کمال بلوغت تک پہنچا لیا ہو +

یسوع کا مبلغ علم کو مسیحی کہتے ہیں۔ کہ جناب عیسےٰ ان تمام باتونکو حاصل کر چکے تھے۔ مگر اُن کے قول وفعل اسبات کی تردید کرتے ہیں۔ وہ تو بے موسم پھل کی تلاش میں انجیر کے درخت کی طرف گئے تھے۔ وہ خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ انہیں بہت سی باتوں کا علم نہیں۔ ڈین اوت کارلائل کہتے ہیں۔ کہ جس طرح غلطی سے معاصرین مسیح عصبی بیماریوں کو جنون کے آسیب زدگی سے تعبیر کرتے تھے یا جس طرح وہ خمس موسیٰ یا زبُور کے مصنفین سے ناواقف تھے۔ اسی طرح مسیح بھی تھے اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ مسیح کی بعض توقعات پُوری نہیں ہوئیں۔ ڈین موصوف

کی ان توقعات سے مراد جناب مسیح کی وہ پیشگوئیاں تھیں۔ جو انہوں نے اپنی آمد ثانی کے متعلق فرمائیں۔ اور پوری نہ ہوئیں۔ معزز قسیس کے ان فقرات میں تو ان علوم کا ذکر ہے۔ جو اس دنیا کے ہیں۔ اور جنہیں ہم بس کے بعض افراد حاصل بھی کر لیتے ہیں۔ لیکن جن علوم کا میں ذکر کرتا ہوں ان کا تعلق تو قوائے باطنیہ سے ہے۔ جو خال خال یہاں حاصل ہوتے ہیں۔ لہذا ہمیں یہاں یا مرنے کے بعد ضرور اس حالت ابلغ تک پہنچنا ہے۔ جہاں یہ امور باطنیہ حقائق منکشفہ ہو جائیں۔ دراصل ہماری فطرت ارضیہ ہی بفحوائے تعلیم قرآن ان حواس مخفیہ کو پنپنے نہیں دیتی۔ ہاں یہ قوتیں جن ارضی پردوں میں مستور ہیں۔ وہ کبھی کبھی کسی انتشار روحانیت کے جھونکے سے ہٹ بھی جاتے ہیں۔ اور باطنی قوتیں کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ لیکن یہ گاہے ماہے کے واقعات ہیں۔ جن میں دوام و مست نہیں ہوتی۔ آجکل کی علمی روشنی میں کوئی انسانی منطق انسان کی اس ترقی مستقبل سے انکار نہیں کر سکتی۔ لیکن اس ترقی کے بھی روشن اور تاریک دونو پہلو ہیں۔ انہیں پہلوؤں کا نام بہشت و دوزخ ہے۔ اگر تو قدم ترقی آگے کو ہے۔ تو وہ بہشت ہے۔ اور اگر ترقی معکوس ہے۔ تو وہ دوزخ ہے۔ ان ہی حقائق کو پیش نظر رکھ کر اصطلاح انسانی میں بہشت اور دوزخ علیین اور اسفل السافلین کے نام سے تعبیر کیگئیں۔ البتہ کلیسوی عجوبہ پرستی نے ان امور عالیہ کو نہ سمجھ کر بہشت کو زمین سے اوپر کی طرف اور دوزخ کو پاؤں تلے قرار دیدیا۔ قرآن کریم نے جس رنگ میں بہشت اور دوزخ کو بیان کیا ہے۔ وہ تو اس علمی زمانے کی ایک صداقت حقہ ہے۔ کیونکہ جو نظریہ ارتقاء (ایولیوشن) کا قائل ہو گا۔ اس کے لئے تو حیات بعد الموت یا اسکے اچھے برے ہونے پر ایمان لانا ایک استنباطی یا منطقی مجبوری ہے +

یہاں برعایت اختصار میں اس طریق کا بھی ذکر کر دیتا ہوں۔ جس پر چل کر ایک شخص بروئے تعلیم قرآن اپنے لئے بہشت پیدا کر لیتا ہے۔ عالم ذرات

تنویری سی چل کر عالمِ اِنسان تک ارتقاء کی چھوٹی بڑی بیشمار منزلیں ہیں - ہر ایک
بڑی منزل کا نام عربی زبان نے ایک عالم رکھا ہے - ہر ایک عالم میں ترقی کی سات
منزلیں ہوتی ہیں - جن منازل میں سے اس عالم کی ہر ایک چیز گذر کر اس عالم کے
کمال تک پہنچتی ہے - لیکن جوں ہی وہ عالم مذکور کی آخری منزل تک پہنچی تو فی الفور
اس پر ایک حالت جمود طاری ہو جاتی ہے - اس کی ترقی رک جاتی ہے - بظاہر اسمیں
کوئی زیست کے آثار نہیں رہتے - اس حالت کا نام موت ہے - حالانکہ موت وہ
دروازہ ہے جسمیں سے ہر ایک چیز کو ایک عالم چھوڑ دوسرے عالم میں جاتے پر گذرنا
ہے - بات یہ ہے - کہ ہر چیز کی رُوح یا اس کا نفس جس عالم میں ہو اس عالم کے
مناسب حال لباس اختیار کر لیتا ہے لیکن جب وہ اس عالم کی انتہا کو پہنچتا
ہے - اور ایک اَور عالم میں قدم رکھنے کو ہوتا ہے - تو انتقال کے وقت پہلے عالم کا جامہ
اس سی اُتر جاتا ہے - یعنے وہ بدن انحلال پا جاتا ہے جو رُوح کسی شے نے پہلے عالم
میں اختیار کیا تھا - یعنی اس کا جسم انحلال پا کر رُوح کو اگلے عالم میں جانے کیلئے
آزاد کر دیتا ہے - ترکیب بدن کے اس انحلال کا نام موت ہے - لیکن اس موت
پر رُوح شے کسی دوسرے عالم میں فی الفور منتقل نہیں ہو جاتی - انفکاک رُوح
پہ ایک قسم کی جمودیت پیدا ہو جاتی ہے - جو ایک مُدّت تک جاری رہتی ہے - یہ وقفہ
جمودیت مختلف عالموں میں مختلف میعاد کا ہوتا ہے - اس میعاد کو عربی زبان میں
برزخ کہتے ہیں - یعنی قوت عمل کا بظاہر مفقود ہو جانا - برزخ اس وقفہ کا نام
ہے - جو عالم ادنےٰ سے نکلنے اور عالم بالا میں جا داخل ہونے کے درمیان واقع
ہوتا ہے - مثلاً برف آگ کی حرارت پانے سے پل بہ پل گھلتی جاتی ہے
لیکن جب حرارت درجہ صفر پر پہنچ جاتی ہے - تو برف یکلخت پانی نہیں ہو جاتی -
آگ تو موجود ہوتی ہے - لیکن حرارت کام کرتی نظر نہیں آتی - اسی طرح اگر پانی
کو آگ پر رکھ دیا جائے پانی اُبلتا ہے - ہر لمحہ اسکی حرارت بڑھتی جاتی ہے لیکن
جب آخری درجۂ حرارت یعنی سو درجہ پر آجاتے - تو پانی پر حرارت کا اثر نہیں

ہوتا۔گو آگ نیچے بھڑک رہی ہو۔حرارت بڑھتی نظر نہیں آتی۔ہاں کچھ عرصہ کے بعد
اُبلتا ہُوا پانی یک لخت بخار ہو جاتا ہی۔علم طبعیات کی اصطلاح نے اِن دونوں مواقع
پر حرارت کے اس جمُود کا نام حرارت مخفی رکھا ہے۔لیکن یہ وہی عالم برزخ ہے
جسمیں ہر ترقی کرنیوالی چیز کی ترقی رُک جاتی ہی۔جب وہ عالم اسفل سے عالم بالا
میں جاتی ہی۔برزخ کے معنی ہی جمودیت ہیں +

جوہر ترقی پذیر ہر منزل ارتقا پر دو خواص سے خالی نہیں ہوتا۔ایک تو وہ ہے
جو وہ پچھلے چھوڑے ہوئے عالم سے اپنے ہمراہ لاتا ہے۔اور جو نئے عالم میں آکر ایک
لطیف شکل اختیار کرلیتی ہے۔دوسرا ایک نیا خاصہ اسمیں پیدا ہو جاتا ہے۔جو
گذشتہ اور موجودہ دو عالموں میں ما بہ الامتیاز ہو جاتا ہے۔نئے عالم کی ترقی اس
امتیازی خصوصیت کی ترقی سے وابستہ ہوتی ہی۔پھر جب اس نئے عالم سے آگے جوہر
کسی اور نئے عالم میں چلا جاتا ہے۔تو جو چیزیں وہ عالم اوّل سے لایا تھا۔وہ تو
بناً بر مفقود ہو جاتی ہیں۔اور صرف وہ چیز اس دوسرے نئے عالم میں اس کے
ہمسفر رہتی ہے جو نئے چھوڑے ہوئے عالم کی امتیازی نشان تھی۔اب اس تیسرے
عالم میں آکر ایک اور ہی چیز بطور ایک نئے ما بہ الامتیاز کے اسمیں پیدا ہو جاتی
ہے۔جو پہلے موجود نہ تھی۔ایک درخت سے اس نظریہ کی اچھی تشریح ہو سکتی ہے
درخت کا تخم کئی منزلیں گزر کر ثمر بنتا ہے۔مثلاً تنہ۔شاخیں۔پتے پھول پھل
شاخ کے بعد جو پتے پیدا ہوتے ہیں۔ان میں شاخ کی کچھ کیفیت ہوتی ہے۔لیکن
اس کے ساتھ ہی ایک نئی چیز بھی ہوتی ہے۔جس ہی پھول پیدا ہوتا ہی پھول
میں پتے کی کیفیت تو موجود ہوتی ہی۔لیکن تنہ اور شاخ کی کوئی کیفیت اسمیں نظر
نہیں آتی۔پھول کی خوشبو بالضرور پھل میں آجاتی ہی۔لیکن شاخ یا پتے کے لوازمات
خاصہ پھل میں نہیں ہوتے۔اور اس طرح جو جوہر غذائیت پھل میں نظر آتے ہیں۔وہ
پھول میں نہیں ہوتے۔الغرض ترقی کنندہ جوہر منزل ارتقا پر جو ایک امتیازی خاصہ
پیدا کرلیتا ہی۔وہ منزل سابقہ پر اسمیں نہیں ہوتا ساتھ ہی وہ باتیں اسمیں نہیں رہتیں جو گذشتہ

اقرب عالم سے پہلے عالموں میں پائی جاتی تھیں۔ بلکہ پہلے یا کسی گذشتہ عالم میں جو خوبی سمجھی جاتی ہے۔ وہ نئے عالم میں نقصان رسان ہو جاتی ہے۔ گویا پہلے عالم کی خوبصورتی دوسرے عالم میں زشت روئی ہو جاتی ہے۔ جیسے پہلے عالم میں کندن سمجھا جاتا تھا وہ نئے عالم میں سیسہ یا تانبا رہجاتا ہے۔ یہ اصول کل عالم ارتقاء میں دائرہ سائر ہے۔ ارضی جوہر ہی حیوانی لباس میں ادراک وجذبات پیدا کردیتے ہیں اس عالم میں یہ ارضی جوہر اسی حد تک کام کرتا ہے۔ جس سے حیوانی زندگی قائم رہے لیکن جب اشرف المخلوقات یعنے انسان پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کی آیندہ ترقی نئے پیدا شدہ جذبات سے وابستہ ہوتی ہے۔ نفس مدرکہ کی ترقی کا نام ہی ترقی انسانی ہے۔ موت یا جسم سے انفکاک تروح پر عالم جسمانیات کی چیزیں تو یہی رہ جاتی ہیں اور جو چیز آگے چلتی ہے۔ وہ صرف جذبات ہی جذبات ہیں۔ یعنی وہ کوالف نفس مدرکہ جو عالم نباتات اور عالم حیوانات میں بطور مابہ الامتیاز تھے لیکن عالم نباتات میں اُن کا کوئی نشان نہ تھا۔ اس زندگی میں انسان کی خیر وخوبی ان ہی جذبات حیوانیہ کی تعدیل وتہذیب پر منحصر ہوتی ہے۔ جب تک یہ جذبات اعتدال پر نہ آجائیں۔ انسان حیوان کا حیوان ہی رہتا ہے۔ اور مرنے پر اگر تو نفس انسانی مہذب حالت میں یہاں سے رخصت ہؤا ہو۔ تو اس پر ترقیات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور اگر موت کے وقت وہ حیوانی جذبات کو ہی لیکر یہاں سے گیا۔ تو اسکی مصیبت کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان جذبات کی تسکین جن اجزا ئے ارضیہ سے وابستہ تھی وہ یہاں رہ جاتے ہیں۔ جن کے ذریعہ مشتعل شدہ جذبات نے تسکین پائی تھی وہ تو عالم بعد الموت میں ملتے نہیں۔ تو پھر یہ جذبات عذاب کا موجب کیوں نہ ہوں ایک افیونی یا شرابی سے اگر افیون یا شراب جدا کرلی جائے۔ یا ایک چٹورے کی زبان یعنے آلہ ذائقہ نہ لیے۔ اور خواہش ذائقہ موجود ہو۔ تو اسکی یہ خواہش یا اس کی طلب افیون وشراب ہی ایک قسم کا عذاب عظیم اس کے لئے ہوگی۔ قرآن کریم نے دوزخ کا ایک نقشہ یہ بھی دیا ہے۔ اس عذاب سے دو ہی قسم کی روحیں نجات پاسکتی ہیں۔ ایک تو

وہ لوگ جو اپنے جذبات کے حیوانی تقاضات کو یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ یا وہ جو اُن تقاضائے بہیمیہ کو تو ساتھ لیجائیں۔ لیکن عالم بعد الموت میں وہ کسی علاج تلے آکر اُن سے نجات پالیں۔ یہ علاج بھی از خود جہنم کی ایک شکل ہو۔ الغرض انسان کی یہ اصلاح یا بالفاظ دیگر نجات از گناہ خدا کی ہدایت سے ہی ہو سکتی ہو۔ جس کے لئے ہمیں آٹھوں پہر اسکی جناب میں دست بدعا رہنا چاہیئے۔ اور آیت زیر بحث اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے +

ملاحظات

مغرب میں تعمیر اسلام

مسیحی دوست اور مسلم بھائی غور کریں

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

کلیسوی مستعمرات

معمار با کُدا ے در فکر انہدام ایں دلموختہ ویراں بدیم ندیدہ بودم

جنگ عظیم کیا تھا۔ ایک انقلاب عظیم کا پیش خیمہ تھا۔ سیاسیات یا مذہبیات اقتصادیات یا غضبیات جس طرف نگاہ اُٹھاو نئے نظریہ نئے زاویۂ خیال مغرب میں پیدا ہو رہے ہیں۔ نہ صرف پولیٹیکل استبداد ہی کمزور ہوتا جاتا ہو۔ بلکہ مذہبیات میں جسقدر حکومت کلیسیہ اور اقتدار کلیسیہ نے مذہب میں نقصان اُٹھایا ہے۔ اس کی نظیر مذہبی دُنیا میں نظر نہیں آتی۔ گرجوں کا خالی ہوتا اور مسیحی عبادتخانوں کی ویرانی تو ضرب المثل ہو ہی چکی تھی۔ اور اس کا ذکر ان صفحات میں بیسیوں دفعہ آچکا لیکن اب تو معتلمین کلیسیت کا بھی قحط شروع ہوگیا۔ زائرین نے تو ان پُرانی قبروں پر آنا چھوڑ ہی دیا تھا۔ اب ان مقابر کے مجاور بھی اس مقدس شغل سے الگ ہوتے

نظر آتے ہیں مغربی بتوں پر پھول چڑھانے والے تو سبت کے دن (اتوار) کرکٹ فٹ بال ۔ہاکی ۔گولف سنیما اور تھیٹر کی پرستش میں جا لگے ۔لیکن ان تنخانوں کے پجاری اس صنم پرستی سے پھول چرا رہے ہیں ۔بالمقابل دنیائے صحافت نے مذہبی مرعوبیت سے آزاد ہو کر جس جرأت سے کلیسیہ کی پرانی قبروں کو اس وقت کھودنا شروع کیا اس کا شمہ بھی جنگ سے پہلے نظر نہ آیا ۔مسیحی کلیسیہ کی ناکامی ۔اس ناکامی کے وجوہ ۔عیسوئیت سے بیزاری ۔اسکے قائمقام کی تلاش اسکی اصلاح یہ امور نہایت آزادی سے زیر بحث صحافت آ رہے ہیں +

سیاسیات و عہد جدید

لارڈ سیسیل سوڈری لیگ آف نیشن نے جو مسیحیت کے بھی جانداد ہیں حال میں ہی ایک مختصر سی کتاب موسومہ بہ کنسر ڈیٹزم لکھی ہے ۔ اسمیں آپ لکھتے ہیں ۔"سیاسی مسائل بھی کسی کسی اصول اخلاق کے ہی ماتحت ہونے چاہئیں ۔اور یہ اصول ان اخلاق مسیحیت میں ملسکتے ہیں جن کا انکشاف کتاب عہد جدید میں ہوا" ! نہ معلوم سیاسی مطلع مغرب کے یہ درخشندہ ستارے اور علم و عقل کے پتلے کس طرح مذہبی تعصب سے اندھے ہو کر حقائق سے آنکھوں پہ ٹھیکری باندھ لیتے ہیں ۔عہد جدید کی تعلیم اور اسمیں سیاسی چھوڑ کسی تمدنی مجلسی ۔اقتصادی ۔قومی ۔یا بین الاقوامی مسئلہ کے حل کی تلاش ایک شغل بیکاری نہیں تو اور کیا ہے ۔ہمارے عیسائی بھائی اس فقرے پر شاید ناراض ہو جائیں ۔لیکن یہ بات ہم ہی نہیں کہتے ۔ان کے اپنے بھائی بھی اس امر میں ہمارے ہمنوا ہیں ۔ چنانچہ ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء کو لندن کا ایک نامی اخبار ایوننگ سٹنڈرڈ نام لارڈ سیسیل کی کتاب مذکورہ پر بعنوان عہد جدید و سیاسیات ایک دلچسپ مقالہ لکھتا ہے جس کا خلاصہ ذیل میں دیا جاتا ہے +

"جنگ عظیم نے اس عیسائیت کو جس کا نام ڈین انجی* نے دفتری عیسائیت رکھا ہے ایک صدمۂ عظیم پہنچایا ۔ پاپائے روم کو آسٹریا اور بویریا پر کامل اقتدار

*۔ فٹ نوٹ :۔ دفتری عیسائیت سے مراد مروجہ عیسائیت ہے ۔اور ڈین صاحب موصوف لندن کے کلیسائے سینٹ پال کے بڑے افسر ہیں +

حاصل تھا۔ لیکن (اس جنگ کے خلاف) اُن کی زبان سے ایک لفظ تک نہ نکلا۔ لُوتھر اعظم کے پیرو پادری اس جنگ کی حمایت میں ہر طرف آواز احتجاج بلند کرتے رہے۔ انگلستانی کلیسیاء نے خاموشی سے اپنی متانت کو قائم رکھا۔ لیکن وہ جنگ کے مُردوں اور اسمیں لڑنے والوں کے حق میں دعاے خیر ہی کہتے رہے اسمیں شک نہیں کہ کلیسیاے رُوم نے مُردگان جنگ کو اپنے سایۂ رحمت تلے لانے کے لئے ازحد سرگرمی ظاہر کی۔ لیکن یہ امر تو لاشے ہے۔ اس سے ہمیں ایک سپاہی جنگ کی دردناک صدا یاد آتی ہے۔ کہ اے خدا اگر تُو ہے۔ میری رُوح کو اگر مجھ میں کوئی رُوح ہے بچالے۔ ایام حرب میں چاروں طرف سے یہی آواز آتی تھی۔ کہ " اگر اس جنگ کو عیسائیت نہیں روک سکتی۔ تو پھر اس کا اثر ہماری زندگی پر کیا ہوسکتا ہے۔ . . . . سیاسیات کے کس شعبہ اور شاخ کو ہم حسب فرمائش لارڈ موصوف عہد جدید کی تعلیم تلے لائیں۔ امور خارجیہ۔ معاملات ٹیکس اور چونگی۔ سوال لیبر (مزدوری) معاہدات آئے دن کی سازشیں۔ مسئلہ طلاق۔ وہ کونسا امر ہے۔ جو عہد جدید کی روشنی میں حل ہوسکتا ہے۔ عہد جدید کو تو اس دُنیا سے تعلّق ہی معلوم نہیں ہوتا اس کی تعلیم کو تو اگلے جہان سے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ اسمیں کسی وقتی مصیبت کا حل نظر نہیں آتا۔ اس نے مسائل زندگی کی بُنیاد چند احکام ربّانی پر رکھی ہے۔ جن سے نہ کسی اصُول گورمنٹ کو تعلق ہے۔ نہ ان میں مسائل حاضرہ کا وقتی علاج ہے (خود بھی لارڈ سیسل ان باتوں سے ناواقف نہیں۔ آخر خود ہی تنگ آکر لکھتے ہیں۔ کہ) امُور سلطنت کے لئے عہد جدید میں بہت ہی کم بلکہ بہت ہی خفیف مواد موجود ہے۔ ایک سطر بھی بقول لارڈ موصوف اس کتاب میں ایسی نہیں جو حکام کو سلطنت کے ابتدائی غرض یعنی قیام امن و انسداد جرائم سے ایک قدم بھی آگے لیجا سکے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ سوشل ازم کی تعلیم مسیحیّت نے کی۔ لیکن اس زمانہ کا سوشل ازم تو رُوح مسیحیّت کے خلاف ہے۔

مسیحیت قومی معاملات پر بالکل خاموش ہے۔ اس نے جو کچھ تعلیم دی۔ وہ انفرادی حدود سے آگے نہیں گئی۔ اس لئے دولتمندی کو ملعون اور فقر و فاقہ کی زندگی کو محمود قرار دیا۔ مگر آجکل کے سوشلسٹ تو فاقے مرنا نہیں چاہتے وہ تو یہ چاہتے ہیں۔ کہ اہل سرمایہ کے اسباب آسائش و دولت ان میں تقسیم ہو جائیں یہ سوشلسٹ مطالبات جہانتک عہد جدید کی تعلیم دادہ زندگی کے مخالف ہیں وہ ظاہر ہے۔ لارڈ موصوف کو مجبوراً تسلیم کرنا ہی پڑا۔ کہ سوشل ازم کو عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس اقرار سے تو لارڈ موصوف نے من وجہٍ یہ بھی تسلیم کر لیا۔ کہ سیاسی واقعات حاضرہ پر عہد جدید کوئی روشنی ڈال نہیں سکتا۔ حکومت کے سامنے تو یہ مصیبت آ گئی ہے۔ کہ عیسائیت کا کوئی اثر عامہ طبائع پر نہیں رہا۔ اور مذہب ان کی امداد میں بیکار ہو گیا ہے۔ چند بے ربط فقروں سے گو مواعظانہ رنگ میں ہی کیوں نہ ہوں اب کیا بنتا ہے۔ اس وقت مذہب اور پولٹیکس ہمصفیر نہیں ہو سکتے۔ (مذہب سے راقم مقالہ کی مراد عیسائیت ہے) ہمیں امور سیاسیہ کے حل کرنے میں اب کسی اور معیار اخلاق کو دیکھنا ہو گا۔ وہ شاید آجکل کی متمدن قوموں کے اصول زندگی میں مل سکے۔

کلیسوی خطبات

لندن کا ڈیلی اکسپریس (نومبر ۲۶؁ ۱۹ء) مذہبی خطبات وسامعین کے عنوان سے تلے فقرات ذیل لکھتا ہے۔

"بقول ریورنڈ ارتھر گولڈ رنگ ہر اتوار کو انگلستان میں چوبیس ہزار مذہبی خطبات مختلف منابر مسیحیت سے دیئے جاتے ہیں۔ اور جہانتک لوگوں کے حالات نظر آتے ہیں۔ ان خطبات کا ذرہ بھر اثر بھی ان لوگوں پر نہیں۔ ریورنڈ مذکور تو اس کا باعث مسیحی خطیبوں کی غفلت اور سامعین کا فقدان ایمان ٹھیراتے ہیں۔ مگر موجودہ خطبات میں تو بالضرور ترقی کا رنگ

کا رنگ نظر آتا ہے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے۔ کہ ان خطبات کو روزانہ زندگی سے
کوئی تعلق نہیں ہوتا +

اسلام کی ہمہ گیر تعلیم ﴿ڈیلی ایکسپریس کو ان امور کی تلاش میں
مسیحی خطبات کو چھوڑ کسی اور طرف نگاہ کرنی چاہئے۔ حالات حاضرہ یا امور
زندگی موجودہ سے جب تعلیم مذہب کو کوئی تعلق ہی نہیں۔ تو اسکی بنا پر جو خطبے
پڑھے جائیں گے وہ بے سود اور زندگی سے بیگانہ ہونگے۔ اسلام نے
ہی اس گتھی کو سلجھایا ہے۔ اسلام نے دین اور دنیا کی زندگی کو مترادف
کرکے علمی اور دنیاوی تباین کو مٹا دیا۔ اسلام نے ہی معتقدات علمی اور اعمال
روزانہ کو ایکدوسرے کا ہم ردیف کر دیا۔ جرمنی کے مستشرق ایل کرہل مترجم بخاری
قرآن کے متعلق کہتے ہیں +

"قرآن میں اخلاق معتقدات قوانین الغرض زندگی کا کامل دستور العمل
موجود ہے۔ اس کتاب میں وسیع سے وسیع سلطنت کی ہر شاخ و شعبہ کے نظم کے لئے
اساسی اصول موجود ہیں تعلیم معدلت گستری اموری ہے۔ توضیح قوانین خصوصاً
بغرض حفاظت غربا۔ مال وغیرہ سب امور کی ہدایات موجود ہیں۔ اور ان سب
امور کی بنیاد ایک ایمان بالتوحید پر رکھی گئی ہے۔ یعنی کل انسانوں کا نفع و
نقصان اور ان کی قسمت کا فیصلہ ایک خدا واحد کے ہاتھ میں ہے۔ کیا بائیبل
کے متعلق کوئی یہ بات کہہ سکتا ہے ؟

انحطاط مسیحیت ﴿مسیحیت کے زوال کے اصلی اسباب اور بھی ہیں جو خدا وہر وقت اور
ہر زمانہ میں دنیا کو دکھلاتی آئی ہے۔ لیکن ان واقعات کے ہوتے ہوئے۔
مسیحیت کے بعض منادی اپنی آنکھیں میچ لیتے ہیں۔ ان کی مثال شتر مرغ کی ہے
جب کوئی شکاری اس کا تعاقب کرے۔ تو یہ اپنی گردن اور منہ ریت میں
چھپا لیتا ہے۔ اسے یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ جیسے وہ شکاری کو نہیں دیکھتا۔ ویسے
شکاری بھی اُسے نہیں دیکھتا۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے جب چاروں طرف

سے کلیسیاء کی کمزوری۔ اُسکی ناقابل پذیر تعلیم اور اسکی بے اثری پر چیخ پکار ہو رہی ہے
تو بھی اپنے ہم مذہبوں کی آنکھ میں خاک ڈالنے کے لئے کتابیں چھپتی ہیں۔
کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ اور ملک کو دکھلایا جاتا ہے۔ کہ اسلامی دنیا چین و جاپان
ہندوستان جنوبی افریقہ۔ یہ سب کے سب عیسائیت کی تلاش میں ہیں۔ اِس
ستم ظریفی کی عزتِ صدارت بشپ آف سالسبری کے حصہ میں آئی ہے جنہوں
نے بالخصوص عالم اسلام کے تنصر کے لئے ایک ہزار پادری اور پچاس ہزار پونڈ
کا مطالبہ قوم سے کیا ہے۔ خیر یہ تو ایک پولیٹیکل کھیل ہے۔ اس سے مراد توسیع دینِ
مسیحی نہیں۔ اس کی اصلی غرض مسیحی سلطنتوں کی وسعت ہے۔ یہ لوگ لاکھ اپنے
ہم مذہبوں کو تھپکیاں دے دے کر سُلائیں لیکن موجودہ انتشار ہر آن موجودہ مسیحیت کو
عُریاں کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں مغربی کلیسیاء کے بعض سربرآوردہ فاضل خود اپنے مذہب
کی اصلاح میں یہ بانگ بلند اپنے ہم مذہبوں کو کہہ رہے ہیں۔ کہ ان تمہارے
معتقدات کو مسیحؑ سے کوئی علاقہ نہیں۔ یہ تو پیگن ازم (مغربی کفریات قبل از
مسیحؑ) کے باقیات ہیں۔ ان کے چھوڑنے سے ہی کلیسیا کی مرض مزمنہ دور ہو سکتی
ہے۔ یہ معزز فسیس گویا زبانِ حال سے اُن الزامات کو دہرا رہے ہیں۔ جو فاسٹس
نے (اوائل مسیحیت میں) آگسٹین کے خلاف بالفاظ ذیل قائم کئے تھے:-

"کفار کی قربانیوں کا قائم مقام تمہارا معبود ہے۔ تمہارے شہداء نے اُنکے
بتوں کی جگہ لی ہے۔ ان شہداء کی تقدیس و تعظیم تم اسی طرح کرتے ہو۔ جیسے رُومی اور
یونانی کفار اپنے بتوں کی کیا کرتے تھے۔ اُن ہی کی طرح کرسمس اور ایسٹر کی رسمیں
تم مناتے ہو۔ فی الجملہ ان کی سب رسم و رواج تم میں آ گئے ہیں۔ ہاں اپنی جماعت
میں تم ان کفار کو آنے نہیں دیتے"+

اِس موقعہ پر ڈاکٹر بارنز بشپ برمنگھم کی معنی خیز باتوں کا ذکر کر دینا خالی از دلچسپی
نہ ہوگا۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ "مختلف طرزوں پر رجعت قہقری ہم میں ہو رہی ہے۔ پُرانی
بھولی بھولی باتوں میں عہد اصمی کی جا رہی ہے۔ کہیں تو عشاءِ ربانی کے سحری اثرات پر زور

۱ - ان امور پر حضرت خواجہ صاحب نے ایک جدید کتاب انگریزی زبان میں تصنیف فرمائی ہے۔ جس کا نام "بشپ آف سالسبری کے نام کھلی چٹھی" ہے۔ پچھلے ہفتہ یہ کتاب لاہور پہنچی۔ یہ ۱۲۸ صفحات کی کتاب ہے۔ جو مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے عکس بہر مل سکتی ہے + منیجر

دیا جاتا ہے۔ کہیں مسیح کی آمد ثانی کے گیت گائے جاتے ہیں۔ کہیں سپرچولیزم کے نقشے پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اُن امُور کی صدا ہائے بازگشت ہے جو اوائل مسیحیت میں خوش اعتقادیوں کی بُنیاد تھے۔ لیکن ان باتوں کا زمانہ لد گیا یہ سب کچھ انحطاط مذہب کے نشانات ہیں" +

بشپ موصوف ہی اپنی صاف گوئی کے لئے کلیسیائے انگلستان میں ممتاز نہیں مسٹر ڈی پرنسپل وُڈبرک کالج کیسے کھلے طور پر حقیقت اصلیہ کو ذیل کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں"۔ اس وقت عیسائیت کا کوئی قابو اعلٰے تعلیمیافتہ لوگوں پر نہیں رہا۔ اور یہ تو چند دن کی بات ہے۔ کہ کُل کے کُل اہالیانِ انگلستان عیسائیت کے جُوئے کو سر سے پھینک دیں گے" +

عیسائیت کی تباہی کو تو جیسے کہ الفاظ بالا سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے علمبردار دیکھ رہے ہیں مگر مسٹر وُڈ کی طرح صاف گو ابھی تھوڑے ہیں۔ یہ امر تو اب ثابت شدہ حقیقت ہے کہ موجودہ عیسائیت پگن ازم کے رنگ میں تمام کی تمام رنگین ہو چکی ہے۔ اس سے اب انکار بھی نہیں ہو سکتا لیکن اہل مغرب کا مسیحیت سے انحراف صرف اس بنا پر نہیں کہ عیسائیت پگن ازم کا مثنےٰ ہے۔ اگر اس کی تعلیم کو عیسائیت سے الگ بھی کر دیا جائے۔ مثلاً نجات کیلئے مسیح کے خون پر ایمان لانا۔ عشاء ربانی کی شراب روٹی کو چکھنا۔ کفارہ مسیح پر زور دینا۔ کرسمس اور ایسٹر ڈے کو منانا۔ کنواری کا بچہ جننا وغیرہ وغیرہ عقاید کو پگن ازم سے نکال بھی دیا جائے۔ اور مسیح کو ایک ہادی یا پیغمبر مانا جائے تو بھی آپ کی تعلیم جو ہم تک پہنچی ہے وہ مراحل زندگی میں ہماری ہادی نہیں ہو سکتی جیسے کہ تحریر بالا سے نظر آ رہا ہے۔ اگر مذہب نے ہی دنیا میں چلنے کے لئے کوئی صراط مستقیم قائم کرنی ہے۔ اگر مذہب بے سود رسمیات اور خشک معتقدات اور بےمعنی عبادات کی تعلیم تک ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ دائرہ ہدایت میں انسان کا ہر قول و فعل اور اس کی ہر حرکت و سکون آ جاتے ہیں۔ جیسے کہ مذہب سے آج اہل مغرب کے مطالبات ہو رہے ہیں تو پھر عیسائیت کے دن تو پورے ہو چکے ہیں اس کا قائمقام اگر کوئی مذہب ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہے +

(ماخوذ از اسلامک ریویو فروری ۱۹۲۶ء)

مسیحی برادران وطن غور کریں

مدت ہوئی ہمارے مسیحی برادران وطن نے تقلید مغربی کے رنگ میں سادگی اختیار کر رکھی ہے مغرب سے جو آواز آتی ہے اس پر آمنا و صدقنا کہنا ان کا ایمان ہو جاتا ہے۔ اسکی وجہ ایک تو وہی محکومانہ ذہنیت ہے۔ جو غلاموں میں نسلوں سے وراثۃً آتی ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ ہندی مسیحیوں کے علماء اب بھی مغرب سے ہی آتے تھے۔ لیکن اب تو یہ حضرات ان مغربی خود مسیحیت سے الگ ہو رہے ہیں۔ [illegible] مسیح سے [illegible] پھرتے نظر آ رہے ہیں۔ مانا کہ مغربی دہریت اور مادیت پرستی کی طرف [illegible] ہیں۔ لیکن جب انگلستان سے یہ درخشندہ ستارے مثلاً ڈاکٹر بارنس (بشپ برمنگھم) ڈاکٹر ٹمپل (بشپ مانچسٹر) ڈاکٹر انگ (ڈین سینٹ پال لندن) ڈاکٹر ریشڈال (ڈین کارلائل) ڈاکٹر ہربرٹ (بشپ ڈرہم) ڈاکٹر میجر پرنسپل جامعہ الہیات [illegible] ڈاکٹر گور۔ (بشپ کیمبرج) وغیرہ وغیرہ تو دہریت یا مادیت زدہ نہیں۔ یہ عیسائی ہیں۔ مسیح کے پیرو ہیں۔ رات دن اس کوشش میں سرگرم ہیں۔ کہ مسیحیت قائم رہے۔ یہی لوگ اب عقائد **ابنیت۔ الوہیت۔ کفارہ۔ موروثی گناہ** وغیرہ وغیرہ امور کے منکر ہو رہے ہیں۔ ان کے انکار کو بھی جانے دیں۔ دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ عیسائیت کے موجودہ معتقدات آیا پیگن ازم میں موجود تھے یا نہیں؟ مسیح کی تعلیم میں مسلمۃً یہ باتیں نہیں۔ پولوس نے ضرورات امور کی بنیادی تعلیم دی ہے۔ لیکن اگر پولوسی تعلیم اپنے تمام و کمال رنگ میں بُت پرست لوگوں کے ہاں تھی۔ تو [illegible] ان باتوں کو مسیحی معتقدات قرار دیا جائے۔ یہ تو سب کی سب گئو پرستی اور سورج پرستی کی باتیں ہیں۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ہمارے مسیحی برادران وطن جناب مسیح کو چھوڑ دیں۔ لیکن جن باتوں نے ان کے سرچشمۂ تعلیم کو گدلا کر رکھا ہے اور اس توحید پرست ناصری کے مذہب کو سورج پرستی کا مذہب بنا دیا ہے۔ ان باتوں کو چھوڑ دیں۔ پولوس کو بھی خیرباد کہیں۔ صرف ان ہی باتوں کو اپنی نجات کے لئے کافی سمجھیں۔ جو جناب مسیح کے منہ سے نکلی ہوں۔ اور وہ دیکھ لیں گے۔ کہ آپ کی تعلیم اسلام کی پیشرو [illegible]

مسلم برادران کی توجہ کے قابل چند باتیں

یُوں تو ان صفحات میں سالہا سال سے تبلیغ اسلام پر زور دیا گیا ہے لیکن اس وقت اسلام کے مساعد ہُوا۔ تین چار سال سے مغرب میں چل رہی ہے۔ اسکی نظیر تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔ ہمارے بھائی خود ہی غور کرلیں۔ کہ اہل مغرب کو کہاں تک مذہب کلیسیائی بیزاری ہوتی جارہی ہے۔ کہاں تک اُنکی کمزوری کا احساس ان میں پیدا ہوچکا ہے۔ مروجہ عقائد مسیحیت سے وہ کہاں تک بیزار ہیں۔ بالمقابل جس مذہب کی وہ تلاش کررہے ہیں وہ اسلام نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ کوئی خالی خولی تصور یا سطحی تخیل نہیں۔ بلکہ عین حقیقت ہے۔ ایوننگ سٹینڈرڈ اور ڈیلی اکسپرس کے مذکورہ بالا اقتباس پر غور کیا جائے۔ خود منتظمان مسیحیت کے اقوال کو سوچا جائے۔ انکی حالت تو ان دو مصرعوں میں نظر آتی ہے +

معمار با کدائے در فکر انہدامے — ایں طور خانہ ویراں دیدم نہ دیدہ بودم

عقائد باطلہ کے تخریب و انہدام کا بار تو ہماری گردن پر تھا لیکن ہماری کمزوری پر خدائے اسلام نے یہ کام خود معماران مسیحیت کے سپرد کردیا۔ وہ تو اپنے کلیسیا کی عمارت کو توڑ کر زمین صاف کررہے ہیں۔ لیکن اس صاف شدہ زمین پر اسلامی عمارت قائم کرنے کے لئے کوئی مزدور معمار بھی جائیں گے یا نہیں ؟

مفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی و ... — قسمت اسماعیل ... حالت شود پیدا

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و ریزرو فنڈ و اشاعت ادبیات زیر نگرانی ... ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ

یکم جنوری ۱۹۲۷ء لغایت ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء

تفصیل آمد	نمبر	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد در ہندوستان					رقم خرچ در ہندوستان		
آمد مشن ...	۱	٦	٣	٦٢١	اسلامک ریویو ... مسلم مشن، اشاعت ادبیات، ریزرو فنڈ	خرچ	٣	٦	٨٩٥
آمد اسلامک ریویو ...	٢	٠	٠	٣٣٨					
آمد ریزرو فنڈ ..	٣	٠	٠	١٢٠					
آمد اشاعت ادبیات ..	٤	٠	٠	١٥٢					
میزان	٠	٦	١١	١٢٣٦	میزان		٣	٦	٨٩٥

دستخط ۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت یکم ماہ جنوری ۱۹۲۷ء لغایت ۱۸ جنوری ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب خادم حسین صاحب	۰	-	۶
" ایم اے خالق صاحب	۰	۰	۴
" معین الدین صاحب ناکٹ	۰	۰	۱
" خواجہ عبدالغنی لاہور	۶	۰	۷
" امانت محمد	۶	۱	۱
" حکیم محمد اسحاق صاحب	۶	۱	۱
" احمد سعید چپراسی	۹	۰	۰
" خلیفہ عبداللہ صاحب	۹	-	۳
" محمد شفیع محرر	-	۱۵	۰
" قلیچی الصاحب بیناور معرفت خواجہ صاحب	-	-	۵۰
واپسی پیشگی بل ۳ سفر حج حضرت خواجہ صاحب (متعلقہ کشمیر)	-	-	۱۰۰
از پوسٹل آڈٹ آفس سٹاک مدراس	-	۶	۳
جناب اہلیہ صاحبہ میاں محمد خان صاحب	-	-	۲۰
حضور نواب صاحب منگرول	۰	۰	۹۹
جناب عبدالحافظ صاحب کاٹھیاواڑ	۰	۰	۱۰
واپسی پیشگی سفر منگرول جناب ڈائرکٹر مشن	۰	-	۲۰۰
" امپریسٹ مشن	-	-	۵۰
چندہ ماہواری احمد سعید چپڑاسی لاہور	۹	۳	۰
جناب منہاج الدین صاحب	-	-	۵
" فضل کریم صاحب اوڑیسہ	۰	۰	۳
" مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب	۰	۰	۵
" ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب	-	-	۱۰
" جناب محمد نور غنی صاحب	-	-	۵
" عبدالمجید صاحب سفیر مشن	۰	-	۲۸
" جناب محمد ابراہیم صاحب	۰	۰	۲
میزان	۶	۳	۶۲۱

نقشہ ۲ آمد اسلامک ریویو پبلشر فنڈ بابت یکم جنوری لغایت ۱۸ جنوری ۱۹۲۷ء ۱۸ یوم

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب قلیچی الصاحب بیناور معرفت حضرت خواجہ صاحب	-	۰	۵۰
حضور نواب صاحب بہادر والئے ریاست بھوپال دام اقبالہ	-	۸	۴۹
واپسی پیشگی امپریسٹ صاحب	-	-	۵۰
جناب ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب	-	۰	۱۰
قیمت رسالہ اسلامک ریویو بابت ۱۸ یوم	-	۸	۱۶۸
میزان	-	-	۳۲۸

نقشہ ۳ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت یکم جنوری لغایت ۱۸ جنوری ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب قلی خان صاحب بیناور معرفت حضرت خواجہ صاحب	۰	-	۱۰۰
کرایہ لنشیر ہال دسمبر ۱۹۲۶ء	۰	-	۲۰
جناب عبدالحافظ صاحب کاٹھیاواڑ	-	۰	۴۰
" امیر بخش صاحب لدھیانہ	-	۸	۵
ادکار خانہ اکسیر رحمانی	۰	-	۵
میزان	۰	۸	۱۷۰

نقشہ ۴ تفصیل آمد اشاعت دینیات یکم جنوری لغایت ۱۸ جنوری ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب غنی برادرس امین آباد برائے ترجمہ احادیث نبوی	-	۸	۲
جناب ایم اے جعفری صاحب الہ آباد	-	۰	۱۰۰
" عبدالوہاب صاحب شاہ پوری مفت تقسیم کتاب آسمانی بادشاہت و درس کا چارٹ	-	۰	۵
" احمد حسین صاحب ایک قیمت کتاب و ایک مفت تقسیم آسمانی بادشاہت "	۰	۰	۱۲
" عبدالحنان خان صاحب شاہ آباد برائے تقسیم احادیث نبوی	۰	۱۲	۱۵
" عبدالوہاب خان صاحب شاہپور برائے تقسیم آسمانی بادشاہت "	-	۰	۱۰
" قیمت کتاب یک عدد آئی ڈیل پرافٹ	۰	-	۳
قیمت پیام اسلام ۵ عدد	-	۱۲	۳
میزان	۰	۰	۱۵۲

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ قرآن حکیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت ؏ سالانہ ممالک غیر

انتباہ: درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

اسلامیہ سٹیم پریس ... لاہور میں ... پرنٹر خواجہ عبدالغنی ... منیجر اشاعت اسلام ... برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ چودہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ انگلستان سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں [illegible] کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے اس مشن نے انگریزی میں اسلامی ادبیات کا بیش بہا ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں ہر ماہ یورپ کے مختلف طبقوں میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اسمیں تعلیم اسلام کو نہایت فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم ممتاز یورپین کے علاوہ مسلم [illegible] بھی اس میں مضامین لکھتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا نہایت متانت سنجیدگی سے جواب دیا جاتا ہے اور ہر ماہ کے رسالہ میں نو مسلموں کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ [illegible] ہندوستان میں [illegible] ہے:

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹی جناب لارڈ ہیڈلے صاحب الفاروق مسلم جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانہ پر مفت یا قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان ممالک تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی [illegible] مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے۔

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتاب آسمانی بادشاہت اور [illegible] کا چارٹر مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے اس کا برانچ آفس عزیز منزل لاہور ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ اشاعت اسلام

رسالہ کی توسیع اشاعت کی اشد ضرورت ہے توسیع اشاعت کے بغیر
رسالہ کا قیام و بقا مشکل ہے ناظرین رسالہ توسیع اشاعت اور رسالہ
کی مالی اعانت فرمائیں ✤ منیجر

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ مس بی بی اے پیر کی تصویر شائع کی جاتی ہے
آپ فرماتی ہیں۔ "جب مجھے طبقہ نسوان کے متعلق جناب پولوس و دیگر ابتدائی
معلمان مسیحیت کی تحریرات و خیالات کے مطالعہ کا موقعہ ملا جس میں کہ فرقہ اناث کو
"آلۂ شیطانی" سے یاد کیا گیا ہے۔ تو اس قسم کی ہتک آمیز تحریرات نے میرے جذبات کو شدید
مجروح کیا۔ اس قسم کی حقارت سے مملو تحریرات نے مجھے تعلیم مسیحیت سے متنفر کر دیا۔ اور
میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ جس پر یہ امر مجھ پر منکشف ہوا۔ کہ مذہب حقہ میں
مرد و زن کی نجات کسی پادری کی سفارش کی منت کش نہیں۔ رسالہ اسلامک ریویو
(اسٹر یزنی، سورسز آف کرسچینٹی (ینابیع المسیحیت) آئیڈیل پرافٹ (اسوۂ حسنہ)
حقیقتاً نہایت ہی دلکش و دلچسپ ہیں۔ اگر عیسائیت کے حلقہ میں ان اسلامی ادبیات
کو کثیر تعداد میں مفت تقسیم کیا جائے۔ اور بڑی شد و مد سے ان کی نشر و اشاعت ہو
تو امید کامل ہے کہ ادبیات اسلامی کی اس طرح وسیع پیمانہ پر اشاعت عیسائی
دنیا کو بلا شک و شبہ پادری صاحبان کی من گھڑت مذہبی اختراعات سے متنفر
کر دیگی"۔

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ و ریزرو فنڈ بابت ماہ جون ۱۹۲۷ء

تفصیل آمد	نقشہ	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نقشہ	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مسلم لٹریری فنڈ	نمبر ۱	۰	۰	۰	خرچ مسلم لٹریری فنڈ	نمبر ۳	۶	۰	۱۸
آمد ریزرو فنڈ	نمبر ۲	۰	۰	۶۳					
میزان		۰	۰	۶۳			۶	-	۱۸

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ جون ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
جناب رجب علی خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۸
جناب مشتاق احمد صاحب بھوپال	-	-	۳۰
مخدوم نواب اللہ بخش صاحب بہاولپور	۰	-	۲۰
جناب سے اور علی صاحب	-	-	۵
میزان	۰	-	۶۳

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ مسلم لٹریری فنڈ بابت ماہ جون ۱۹۲۷ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
بذریعہ بل نمبر ۱ تنخواہ بابت ماہ مئی عبد الرحمان صاحب ویور لٹریری فنڈ	۶	۰	۱۸
میزان	۶	-	۱۸

اشاعت اسلام سے دلچسپی رکھنے والے احباب کے لئے ایک نادر موقعہ

دفتر رسالہ اشاعت اسلام میں سابقہ نمبروں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ کارکنان رسالہ نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ابتدا اجرا رسالہ جولائی ۱۹۱۴ء سے ہر ایک نمبر کی سو سو کاپیاں دفتر کے ریکارڈ کے لئے محفوظ کر کے باقی کُل کی کُل کاپیاں تقسیم کر دی جائیں۔ سابقہ نمبروں میں جو دُر بے بہا محفوظ ہیں۔ وہ فقط مطالعہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ان اوراق میں بہتر سے بہتر شکل میں اسلام کے حُسن و جمال کو پیش کیا گیا ہے۔ جن کو ایک غیر مسلم پڑھ کر اسلام کا دِلدادہ و شیدا ہو جاتا ہے۔ زمانۂ حال کے تقریباً کُل کے کُل اعتراضات کا نہایت ہی معقولیت و متانت سے جواب دیا گیا ہے۔ یہ نمبر ان احباب کے لئے نہایت ہی مفید ہیں جن کے دل میں اسلام کو غیر مسلم حلقہ میں پھیلانے کی تڑپ ہے۔ اگر ان نمبروں کو غیر مسلم احباب میں مفت تقسیم کیا جائے۔ تو یہ رسائل ان کی روشنی و ہدایت کا موجب ہونگے۔ اس لئے جن احباب کو ان سابقہ نمبروں کی جسقدر کاپیوں کی ضرورت ہو وہ دو پیسہ (۲) فی نمبر کے حساب سے مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ لاہور کو محصول ڈاک کے خرچ کے لئے بھیج دیں۔ اور مطلوبہ نمبر منگوا لیں +

خادم۔ مینیجر

خلیفۃ اللہ علی الارض

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اذ قال ربک للملٰئکۃ انی خالق بشراً من طین ۰ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین۔ جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں جب میں اس کی تکمیل کر دوں۔ اور اپنی روح سے اس میں پھونکوں تو اسکے لئے فرمانبرداری کرتے ہوئے گر جاؤ + (۳۸ - ۷۱ - ۷۲)

انسان خاک سے پیدا ہوا ہے مگر یہ ارضی چیز نہیں۔ اسکی حیثیت زمین میں ایک حاکم کی ہے۔ وہ کسی اسفل طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ مٹی سے ہی ترکیب دیا گیا ہے۔ لیکن مٹی کے مختلف خواص نے ملکر اس میں ایک ایسی چیز پیدا کر دی ہے۔ جس سے وہ ساکنان ارض کا مخدوم ہے۔ وہ چیز اس میں روح کا وجود ہے۔ جو روح باری تعالیٰ کا ایک عکس ہے۔ اسی کے ذریعہ وہ زمین اور اس کے متعلقات پر حکومت کر رہا ہے۔ کیونکہ عالم موجودات ایک مظہر و کامل روح کے زیر نگیں رہتا ہے۔ لیکن عالم موجودات اور اسکے خزائن اگرچہ ہماری احتیاج اور سہولت کو مد نظر رکھ کر بنائے گئے ہیں مگر ان کا بیجا تصرف ہرگز جائز نہیں۔ ہماری بے اعتدالی کا آلہ کار بننا ان کا قطعاً مقصد نہیں +

ھو الذی انزل من السمآء مآء لکم منہ شراب ومنہ شجر فیہ تسیمون ۰ ینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ط ان فی ذالک لاٰیۃ لقوم یتفکرون ۰ وسخر لکم الیل والنھار والشمس

والقمر، والنجوم مسخرات بامرہٖ ان فی ذالک لآیت لقوم یعقلون ○ وما ذرا لکم فی الارض مختلفاً الوانہ ط ان فی ذالک لآیۃ لقوم یذکرون ۔ وہی ہے ۔ جو تمہارے لئے بادل سے پانی اُتارتا ہے ۔ اس سے پینے کے کام آتا ہے ۔ اور اس سے درخت (پرورش پاتے ہیں ۔ جنھیں تم چراتے ہو ۔ اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اُگاتا ہے ۔ اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (پیدا کرتا ہے) یقیناً اسمیں ان لوگوں کے لئے نشان ہے ۔ جو فکر سے کام لیتے ہیں ۔ اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ۔ اور ستارے بھی اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں ۔ یقیناً اس میں اُن لوگوں کیلئے نشان ہیں ۔ جو عقل سے کام لیتے ہیں ۔ اور جو کچھ اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا ہے ۔ اس کے مختلف رنگ ہیں ۔ یقیناً اسمیں ان لوگوں کے لئے نشان ہے ۔ جو نصیحت حاصل کرتے ہیں (قرآن ۱۶ سورہ ۔ آیت ۱۰ تا ۱۳) ٭

یہ سب کچھ جیسے کہ کتاب حمید کا بیان ہے ۔ ان لوگوں کے لئے نشان ہیں ۔ جو عقل سے کام لیتے ہیں ۔ اور نصیحت حاصل کرتے ہیں حقیقی مسرت انسان کیلئے تحریکات طبعی کی آبیاری اور ان کے جائز تقاضوں کو پورا کرنے میں مضمر ہے ۔ تہذیب و تمدن حاضرہ صرف ان ہی تقاضوں کے جواب کیلئے سامان مہیا کرنے میں کامیاب ہوا ہے ۔ جو حیوانات اور انسان کے مابین مشترک ہیں ۔ لیکن اس خلش کا جو انسان کے دل ہی میں صرف نشتا سا ہے کیا تدارک کرنا چاہئے ۔ اگر تم خدا تعالےٰ کے اکرامات کو شمار کرو ۔ تو تم انہیں گننے سے عاجز رہو گے ۔ اس کے جود و کرم کی ان گنت نشانیوں کی طفیل وہ مسرت و آرام ہمیں نصیب ہو سکتا ہے ۔ جس سے اور ساکنان زمین تہی دست ہیں اور اس کے فضول نہیہ کا یہ طریق ہے ۔ کہ ہم اپنی روحانی و اخلاقی استعدادوں کی تربیت

پرورش میں کوشاں رہیں - ملائک بھی اس باب میں انسان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے - اس کی پاک روح جو روح القدس کا ایک جزو ہے - جب پایہ تکمیل کو حاصل کر لیتی ہے - تو ملائک بھی اس کے روبرو سر اطاعت خم کرتے ہیں فرقان حمید مندرجہ ذیل الفاظ میں اس کا ذکر کرتا ہے +

اذ قال ربك للملائكة إني خالق بشرا من طين ٥ فاذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له سٰجدين - جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا - کہ میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنیوالا ہوں - سو جب میں اسکی تکمیل کر دوں - اور اپنی روح سے اس میں پھونکوں تو اس کے لئے فرمانبرداری کرتے ہوئے گر جاؤ (۷۲ - ۷۱ - ۳۸ قرآن)

انسان کی تخلیق خاک سے ہی ہوئی ہے لیکن اس کے اندر روح القدس نفخ کی گئی ہے - یہی روح ہمارے اندر ذریعۂ تعمیر ہے - گو کہ عمارت اخلاق کی تعمیر میں خواہشات نفسانی دقت انداز ثابت ہوتی ہیں - لیکن روح اخلاق ردیہ کے تقاضوں کو تسخیر کر کے انسان کو وہ رشک فردوس زندگی عطا کرتی ہے جس سے عالم حیوانات بے نصیب ہے - اکل و شرب وتناسل حیات انسانی کا مطمع نظر نہیں ہونا چاہئے - یہ شعار باقی جانداروں کا بھی ہے - لیکن ان کے لئے منزل مقصود بھی یہی ہے - اور انسان کیلئے اسکے اعلےٰ مقاصد کی تحصیل میں یہ امور وسائل کی حیثیت رکھتے ہیں - وہ اخلاق انسانی کی پرورش میں ممد ثابت کرتے ہیں - جس سے وہ روح پاک جو اسمیں پھونکی گئی ہے - ظاہر ہو جاتی ہے - کتب الہامی جو یہ بیان کرتی ہیں کہ انسان کی ساخت خدا کی صورت کے مطابق ہوئی ہے - تو ان کا اشارہ اس روح پاک کی طرف ہے - جو انسان کے اندر نفخ کی گئی تھی - اور جب روح انسانی پایۂ اسانع حاصل کر لیتی ہے - تو تمع ربی انسان میں فروزاں ہو کر اس کی مُردہ تصویر کو الوان پاک میں رنگین کر دیتی ہے +

اس رباط فانی میں انسان کے قیام کا یہی مقصد ہے - اور سب کتب الہامی

اس باب میں متفق الرّائے ہیں۔ انسان خدا کا ایک بیج ہے۔ جس کے نخل و شجر ہمارے اخلاق حمیدہ اور حسناتِ رُوحانی ہیں۔ اور رُوحانیت کے درجۂ تکمیل کو پہنچ کر انسان مملکت ربی کے شہری بننے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ لیکن ہدایت ربی کے بغیر یہ بات ناممکن ہے۔ منزل مقصود کا سیدھا راستہ مذہب حقّہ ہی دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ہماری راہنمائی خود اپنے ذمہ لیتا ہے۔ جیسے کہ مصحف پاک میں بیان ہے۔ وعلی اللہ قصد السبیل و منھا جائر ط ولو شآء لھدٰکم اجمعین۔ اور اللہ پر ہی سیدھی راہ پر چلانا ہے۔ بعض راہیں ٹیڑھی ہیں۔ اور اگر وہ چاہتا۔ تو تم سب کو ہدایت کرتا (۹-۱۶) وعلٰمٰت ط وبالنجم ھم یھتدون۔ اور بڑے بڑے نشان (بنائے ہیں) اور ستاروں کے ذریعہ سے وہ رستہ معلوم کر لیتے ہیں + (۱۶-۱۶)

خدا تعالیٰ نے بہت سے نشان اور ستارے پیدا کئے۔ کہ وہ دنیاوی مسافرت میں ہماری راہنمائی کریں۔ اور درست راستے کی تلاش میں ہم بھٹکتے نہ پھریں اُسی طرح سلک اخلاق و رُوحانیات کو بھی ایسے نشانوں سے مزیّن کر دیا۔ کہ انسان کہیں راہ میں سرگرداں نہ رہے۔ اور ہر قدم اُسے منزل مقصود کے قریب تر لیجائے۔ اپنے پیغمبروں کی وساطت سے اس نے بارہا اپنے پیغامات بھیجے لیکن ہماری شومیٔ بخت سے سب پہلے پیغامات انسان کی دستبرد کے سبب ضائع یا مسخ ہو گئے ہیں۔ قرآن پاک اس کا آخری پیغام ہے۔ اور دوست دشمن سب اس باب میں متفق الرّائے ہیں کہ وہ اپنی اصلی حالت میں ہم تک پہنچا ہے۔

میں مانتا ہوں۔ کہ ہر ایک مذہب انسان کی مساعی کے لئے ایک ہی منزل مقصود تجویز کرتا ہے۔ گو ان راہوں میں جو اس منزل تک پہنچتی ہیں۔ سب کا اختلاف ہے مگر خواہشات نفسانی کی قربانی کے اصول کے سب موافق ہیں۔ چنانچہ یہ سب کا ایمان ہے کہ جب تک اخلاق و روحانیت کے نخل کی آبیاری نفسانیت کے خون سے نہ کی جاوے۔ وہ کبھی مثمر ثابت نہ ہو گا +

بعض کا یہ خیال ہے۔ کہ جناب مسیح کی قربانی ساری نوع انسان کیلئے کافی ہے۔
کاش ایسا ہوتا۔ کہ جناب مسیح کی قربانی پر ایمان سے ہمارے اندر نفسانیت بیجان
ہو جاتی۔ مگر یہ بات نہیں ہے۔ حلقۂ عیسائیت میں خصوصاً حیوانیت کا بڑا
زور ہے۔ علاوہ ازیں ابن مریم سب سے پہلا بیسے نہ تھے۔ دنیائے کفریات میں
ان سے پہلے بھی ایسے بہت مسیح پیدا ہو چکے تھے۔ ان سب نے جمعہ کے دن السٹر
سنڈے سے قبل جان دی تھی لیکن اسلام ہر ایک آدمی پر ایسی قربانی کی ذمہ داری
عائد کرتا ہے۔ جناب مسیح کا اشارہ بھی اسی طرف تھا۔ جبکہ انہوں نے فرمایا۔ کہ
"ہر ایک اپنی صلیب اٹھائے"۔ اور نہ ہی جناب بدھ کے اصول کے اتباع سے کہ اخلاق
ردیہ کو بالکل فنا کر دیا جائے روحانیت و اخلاق کی ترقی ممکن ہے۔ بلکہ بہیمیت پر قابو
پانے سے منزل مقصود تک انسان بہ آسانی پہنچ سکتا ہے۔ خواہشات نفسانی کو
بیجان کر دینے سے جیسے کہ بعض مذاہب ترغیب دیتے ہیں۔ نخل زندگی بالکل
تباہ ہو جائیگا۔ اور مثمر ہونے کے ہرگز قابل نہیں رہیگا۔ اس بات کی حقیقت
ایک درخت کی مثال سے عیاں ہو جاتی ہے۔ پھل ایک دانہ خوشک کے اندر
مضمر ہے۔ جو زمین کی تہ میں دبا ہوا ہے۔ آخری حالت تک پہنچنے کے لئے
اسے ارتقاء کی کئی منازل طے کرنی پڑتی ہیں۔ تنہ کونپل۔ شاخیں۔ پتے
پھول اور پھل۔ ہر نئی منزل میں وہ تازہ خصوصیت سے متمتع ہوتا ہے
جو ماقبل منزل میں موجود نہ تھی۔ لیکن کوئی نہ کوئی خصوصیت ہر دو منازل
میں مشترک بھی ہوتی ہے۔ پھول کی حالت میں وہ سب خواص جو ماقبل منازل میں
پیدا ہوئے تھے مفقود ہو جاتے ہیں۔ اور منزل مقصود پر پہنچ کر وہ ایک
بالکل نئی چیز بن جاتا ہے۔ پھل میں پھول کی خوشبو نیز بعض اور خواص مشترک
ہیں۔ لیکن کونپل اور شاخ کے خواص پھل میں بہت ہی کم پائے جاتے
ہیں۔ یہ امر غور طلب ہے۔ کہ دانہ کی تکمیل کیلئے ہر منزل جزو لاینفک ہے
اگر اس سلسلہ میں سے ایک کڑی بھی نکال لی جائے۔ تو درخت کا بارور ہونا امکان سے

باہر ہے۔ یہی کیفیت انسان کے نخل رُوحانیت کی ہے۔ اخلاق ردیہ کی حیثیت دانہ کی ہے۔ اور دانہ کی تباہی کے باوجود پھل حاصل کرلینا ایک امر محال ہے۔ چنانچہ جو مذاہب جذباتِ حیوانی کے فنا کا حکم دیتے ہیں۔ ان کے تتبع میں رہ کر انسان نخلِ رُوحانیت کے ثمرات سے بے نصیب رہتا ہے +

نا کتخدائی کی زندگی جہاں بھی دستورُالعمل بنائی گئی۔ ہمیشہ اخلاقی جذام کا موجب ہوئی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمارے حیوانی جذبات ہی عمارت رُوحانیت کی بنیاد ہیں۔ اگر ان میں تعدیل پیدا کردی جائے۔ تو وہ انسان کی رُوحانی ترقی میں استعانت کرتے ہیں۔ مزید براں بہیمیت ہی انسان کے اندر مبدءِ جذبات ہے۔ سعی و کوشش کی لہریں وہیں سے نکلتی ہیں۔ وہ ہمارے اندر دوسروں کے جذبات وضروریات کا احساس پیدا کرتی ہے۔ اور جب تک وہ ضروریات، اور جذبات ہمارے ذاتی تجربہ کا جُزو نہ ہوں۔ کبھی موثر ثابت نہیں ہو سکتے۔ ان حیوانی خواہشات سے ہی ضروریات پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کے لئے سامان مُہیا کرنے کی فکر میں انسان مصروف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دوسروں کی احتیاجات کے متعلق ہمارے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے دل فراخ اور شعور وسیع ہو جاتا ہے۔ اس طرح شعور حیوانی اوائل منازل سے گذر کر اعلےٰ مدارج میں آجاتا ہے۔ اور اگر اسی طریق پر اس کی مزید تطہیر کی جائے۔ تو وہ رفعت پذیر ہوتا ہوا شعورِ ربی کے درجہ کو حاصل کرلیتا ہے +

تطہیر و تکمیل رُوح کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ انسان صفات ربّی سے مُتلبّس ہو۔ یعنی اس کی ذات اخلاق الٰہیہ سے متخلّق ہو جائے۔ اگر اخلاق الٰہیہ کا بذریعۂ الہام انکشاف نہ ہوتا۔ تو بھی یہ نظامِ عالم اور اسکے فیضان و اکرامات اپنے پیدا کرنے والے کی صفات کی جو خبر دے رہا ہے۔ بہت کافی تھا۔ اسکی رحمانیت کے نشان ہر جگہ عیاں ہیں۔ کہ انسان کی ضروریات کے پورا کرنیکے

سامان کا اُس نے پہلے سے انصرام کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ ان احتیاجات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ جو ابھی تک وجود میں نہیں آئیں۔ ہر زمانہ میں نئی نئی ضروریں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اُن کے لئے سامان کا پہلے سے ہی تہیّہ ہو چکا ہے۔ ان اکرامات میں ہمارے اعمال کے معاوضہ کا کوئی لحاظ پیش نظر نہیں ہے۔ باوجود نااہلیّت کے بھی ہم اس کے ابر رحمت سے سرسبز ہو رہے ہیں۔ اور اگر اس کے بنائے ہوئے طریقوں کے تطابق میں اپنی کوششوں کو صرف کریں۔ تو ان مساعی کا کئی ہزار گنا زیادہ معاوضہ عطا کیا جاتا ہے۔ ہم ایک دانہ سے کیا سینکڑوں بلکہ ہزاروں پھل حاصل نہیں کرتے؟ پھر اگر ہم اس کے مقرر کردہ قوانین سے رُوگردانی بھی کرتے ہیں۔ تو اکثر اوقات اس سرکشی کے عواقب بد سے محفُوظ رہتے ہیں۔ لیکن جب کبھی اپنے اعمال بد کی بدولت گرفتار بلا ہو جاتے ہیں تو اس قدر دریدہ دہن بن جاتے ہیں۔ کہ قوانین قدرت میں بھی نکتہ چینی سے باز نہیں رہتے۔ حالانکہ عقُوبت ربّی کا مقصد انتقام پروری ہرگز نہیں ہوتا۔ اس میں ہماری اصلاح مدّنظر ہوتی ہے۔ کہ آئندہ جادۂ حیات پر ہم احتیاط کے ساتھ قدم رکھیں۔ وہ صفاتِ الٰہیّہ جن کا میں اُوپر ذکر کر آیا ہوں۔ صحیفۂ پاک کی افتتاحی آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ جو ہر مومن اپنی نماز میں بار بار دہراتا ہے۔ نماز کی غایت ان صفات کی لفظی تکرار سے وابستہ نہیں۔ بلکہ ہر مومن کو ان اخلاق الٰہیّہ سے متّصف ہونا ہے۔ اور اپنی زندگی ان کے ماتحت بسر کرنی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ سب تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے۔ جو تمام جہان کا پروردگار (ہے) نہایت رحم والا مہربان۔ روز جزا کا حاکم +

ہر مومن کا فرض ہے۔ کہ ان اخلاقِ الٰہیّہ کو اپنی ذات کا جزو بنائے۔ اُسکی

اس کوشش میں نفسِ اَمّارہ ضرور مزاحمت کرے گا۔ اور بسا اوقات جب نفسِ امّارہ انسان کے اخلاقِ فاضلہ پر چھا جاتا ہے۔ تو اس سے ایسے افعال سرزد ہو جاتے ہیں۔ کہ وہ زمرۂ حیوانات میں شمار ہونے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ حیوانات کا یہ خاصہ ہے۔ کہ وہ فوری خواہشات کے پورا کرنے کی فکر میں مصروف رہتے ہیں۔ انھیں فکرِ فردا نہیں ہوتا۔ لیکن انسان میں جوہرِ دور اندیشی ودیعت کیا گیا ہے۔ وہ ایسی قابلیت سے متمتع ہے۔ کہ فکرِ فردا کے علاوہ اپنے اُن معاصرین کی ضروریات کو بھی بہم پہنچا سکتا ہے۔ جو عنایاتِ قدرت سے تنگ یاب ہیں۔ انسان کو جو لاتعداد استعدادیں ارزاں کی گئی ہیں۔ ان کا یہ مدعا نہ تھا کہ وہ بے اعتدالی کا شکار اور اپنی جاہ پروری میں مبتلا رہے۔ وہ دنیا میں خدا کا نائب مقرر کیا گیا ہے۔ اور نائب کا حق جب ہی ادا ہو گا۔ اگر وہ مناب کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ خدا کو اُسے اپنا نمونہ متصوّر کرنا چاہیئے۔ انسان کو جو اَن گنت قابلیتیں اور عالم کائنات کے بیشمار خزائن عطا کئے گئے ہیں۔ وہ خدا کی امانت ہیں۔ اور انسان کی حیثیت ایک امین کی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ باقی موجودات کی دید و پرداخت میں ہمہ تن کوشاں رہے۔ نیز اپنے زیردستوں کی فلاح و بہبودی کو اپنے مفاد پر ترجیح دے۔ اپنی دولت و آرام میں اُنھیں بھی شریک بنائے۔ اس طریق سے دولت و سرمایہ کی متساوی تقسیم ممکن ہو سکتی ہے۔ مگر حرص پرستی نے نوعِ انسانی کو سخت کشمکش میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اور دنیا میں گناہ گوناگوں شکلوں میں جلوہ پیرا ہے۔ مثلاً سرمایہ دار اور مزدور کے مابین جنگ۔ یہی کشمکش حضرت آدمؑ کے دو لڑکوں ہابیل اور قابیل کے درمیان ظاہر ہوئی تھی۔ ہابیل اپنی جفاکشی اور قابلیت کی بدولت مالدار بن گیا۔ لیکن قابیل سخت کاہل و سست واقع ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بغیر ہاتھ ہلائے ہابیل کی دولت کا حصہ دار بن جائے۔ باہمی کشمکش نے آخر ش نہایت ناخوشگوار صورت اختیار کر لی۔ اور قابیل نے روپیہ کی لالچ میں بھائی کو موت کے

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔ اللہ تمھیں عدل اور احسان اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی اور بُرائی اور زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے۔ تاکہ تم یاد رکھو +

یہ سبق ہمیں اس قابل بنا دیگا۔ کہ ان حسن اخلاق الٰہیہ کو جن کا ذکر قرآن کے شروع میں ہے۔ ہم اپنی ذات کا ایک جزو بنا لیں نیز اپنی خواہشات نفسانی کے تحت ضُعوں کو دبا کر اُنھیں قوت ارادی سے تابع میں لے آئیں۔ بے حیائی اور بُرائی سے احتراز کریں۔ کسی کے جان و مال کو کوئی صدمہ نہ پہنچائیں۔ سوسائٹی کے قوانین کی خلاف ورزی نہ کریں۔ تقسیم دولت میں پہلا اصول ہمیں انصاف کا سکھایا گیا ہے۔ کہ کسی کی حق تلفی نہ کی جائے۔ دوسرا اصول احسان کا ہے۔ کہ حق سے بڑھ چڑھ کر ادا کی جائے۔ اور کل نوع انسانی سے اپنے اہل و عیال کا برتاؤ کیا جائے۔ اس طریق سے مزدور و سرمایہ دار۔ شاہ و رعیت میں مصالحت دوامی قائم رہ سکتی ہے۔ چنانچہ یہ دُنیا انسان کے لئے زندہ جنت بن جائیگی +

ناظرین کرام توجہ فرمائیں

آپ کا اخلاقی و مذہبی فرض ہے۔ کہ اس مفید رسالہ کی اپنے حلقہ اثر میں توسیع اشاعت فرمائیں۔ آپ کی عدم توجہی سے رسالہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ معزز خریداران میں سے ہر ایک بزرگ انفرادی طور پر ایک ایک جدید خریدار ضرور اس ماہ میں پیدا کر کے دفتر ہذا کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیے +

خادم ۔ مینیجر اشاعت اسلام ۔ لاہور

اسلام اور تھیاسوفی

تمام مذاہب کی اصل ایک ہے

اسلام کا حقیقی مفہوم

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام)

ووکنگ سٹون تھیاسوفیکل سوسائٹی کے ایک جلسہ پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک دلچسپ لیکچر "اسلام اور تصوف" کے عنوان پر دیا۔ سامعین کی تعداد خاصی تھی۔ اور جناب میتاب دین صاحب اس جلسہ کے صدر تھے فاضل مقرر نے فرمایا:

اسلام وہ مذہب ہے۔ جسے تیرہ سو برس سے کچھ اوپر گذرے۔ روحی فداہ آنحضرت صلعم نے دنیا میں قائم کیا۔ اور اسلام کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں خدا تعالیٰ کی مرضی کو مقدم رکھے۔ اور اپنی خواہشات و جذبات کے مقابلہ میں فرامین الٰہیہ کی دل و جان سے فرمانبرداری کرے یہ وہ مذہب ہے۔ جس میں تمام مذاہب سابقہ کی صداقتیں شامل ہیں جنہیں لے کر مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء اور مصلحین مختلف ممالک میں مبعوث ہوا کئے ہیں۔ یہ تعریف جو میں نے اسلام کی کی ہے۔ خود قرآن نے تلقین فرمائی ہے۔ اور ہر اس مذہب پر جس کی اصل الہام باری سے ثابت ہو سکتی ہو۔ ایک مسلم کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر اس مذہب پر ایمان رکھے جو کسی ملک میں ہو بشرطیکہ وہ مذہب اپنے اندر کافی ثبوت اس امر کا رکھتا ہو کہ اس کی تعلیمات انسانی تصرفات سے من و عن محفوظ رہی ہیں۔ اسلام سے پہلے یہ عالم تھا۔ کہ ہر قوم الہام و صداقت کو اپنے ہی میں منحصر سمجھتی تھی مثلاً یہود کا خیال تھا۔ کہ تمام انبیاء صرف بنی اسرائیل ہی کی فلاح کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ دیگر اقوام سے اس قدر متنفر ہے۔ کہ انکی اسے پرواہ بھی نہیں

قریب قریب یہی خیال ہر مذہب و ملت کے پیروؤں میں موجود تھا۔ اور اس اختصاص و امتیاز کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ رواداری حسن سلوک مساوات اخوۃ یہ تمام باتیں ناپید تھیں۔ اور ان کے بجائے خود بینی تکبر اور حقارت کے جذبات موجزن تھے۔ اور مختلف اقوام میں ایک افتراق اور انشقاق کی صورت پیدا تھی۔ حالانکہ خدا نے تو کوئی امتیاز خصوصی بین الاقوام قائم نہیں کیا۔ کیونکہ وہ رب العالمین ہے۔ احکم الحاکمین ہے۔ تمام مذاہب کا سرچشمہ ہے۔ اور ہر شے کا خواہ جاندار خواہ بیجان پالن ہار ہے۔ اس کا فضل تمام مخلوقات پر عام ہے۔ اس کی رحمت سب پر حاوی ہے چنانچہ قرآن نے آغاز ہی میں اس باطل عقیدے کی تردید کر دی۔ کہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت کسی خاص فرقے سے مخصوص نہیں۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ اگر خدا نے جسمانی ترقی کے اسباب تمام روئے زمین کے انسانوں کے لئے عام کئے ہیں۔ تو لازمی طور پر روحانی ترقی کے اسباب بھی سب کے لئے عام کئے ہیں۔ اس اعلیٰ تعلیم نے فرقہ بندی کی اسپرٹ کو یکلخت دور کر کے بنی نوع آدم کو مساوات اور رواداری کا درس دیا۔ اور کوتاہ نظری کو جو قومی اور اجتماعی ترقی کی راہ میں حائل تھی قطعاً دور کر دیا۔ اسلام جیسا کہ قرآنی تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہر اس مذہب کا احترام کرتا ہے جو وقتاً فوقتاً خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کی خاطر قائم ہوا۔ اس رنگ میں اسلام تصوف کے متقابل ہے۔ تمام مذاہب کی اصل ایک ہے۔ اور ایک ہی حقیقت کی تعلیم ان کا منشاء ہے۔ مختلف زمانوں کی ضروریات کے مطابق انبیاء مبعوث کئے گئے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بین الاقوامی تعلقات ناپید تھے۔ لہٰذا ہر قوم میں جداگانہ نبی کی ضرورت لاحق تھی قرآن فرماتا ہے۔ روئے زمین پر کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ہم نے ڈرانے والا نہ بھیجا ہو۔ وان من أمة الا خلا فیها نذیر۔ جہاں کہیں خرابی ظہور پذیر

ہوئی ۔ اور لوگوں کی حالت خراب ہوئی ۔ ہاں خداتعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا
تاکہ اصلاح کریں ۔ اور اسلام از سرِ نو قائم کریں ۔ جس کے معنی خداتعالیٰ کی
کامل فرمانبرداری اور کامل اطاعت ہیں ۔ جب جب خدائی قوانین و شرائع الٰہیہ
کی نافرمانی ہوئی ۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ ملک میں بدنظمی پھیلی جہاں
گمراہی اور بے ایمانی پھیل گئی ۔ اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ امر
بخوبی روشن ہو جاتا ہے ۔ کہ چھٹی صدی میں انسان کی حالت اخلاقی
اور مذہبی دونوں پہلوؤں سے ازحد گری ہوئی تھی ۔ اور اس صورت حال
کا تقاضا یہ تھا ۔ کہ کوئی مصلح اعظم پیدا ہو ۔ جو تمام کی اصلاح کا بیڑا
اٹھائے ۔ یا مختلف مقامات پر چھوٹے چھوٹے نبی مبعوث کئے
جائیں ۔ لیکن حالات بالکل بدل چکے تھے ۔ باہمی تعلقات کا دروازہ
کھل چکا تھا ۔ وسائل آمد و رفت معلوم ہو گئے تھے ۔ اور کل دنیا بمنزلہ
ایک ملک اور کل ممالک بمنزلہ ایک شہر ہونے والے تھے ۔ لہٰذا اس صورت میں ممالک
میں مختلف انبیاء بھیجنے کو اور بھی بدنظمی ڈالنا تھا ۔ اس مصلحت الٰہی نے
خاتم النبیین کو مبعوث کیا ۔ اور دنیا کے واسطے کھڑا کیا ۔ قرآن نازل
ہوا ۔ اور اس نے اسی قدیم مذہب کو دوبارہ قائم کیا ۔ اسی اسلام
کی تعلیم دی ۔ جس کی تعلیم پہلے بار بار دی جا چکی تھی ۔ چند ضروری ترمیمات
کو چھوڑ کر باقی حقائق وہی دیئے گئے جو پہلے دیئے گئے تھے ۔ مگر ان
حقائق کی صورت مسخ ہو چکی تھی ۔ ان کو اصلی اور صحیح صورت میں پیش کیا گیا
قرآن کی تعلیم ہے ۔ کہ اسلام وہی پرانا مذہب ہے جو پہلے بھی
دیا جا چکا ہے ۔ ہاں یہ ضرور ہے ۔ کہ اس کی شکل انسانی دستبرد کی وجہ
سے بگڑ گئی تھی لہٰذا اس کا صحیح نقشہ دیا گیا ۔ قرآن نے انبیاء سابقہ کی تعلیم کا اعادہ
کیا ۔ اور جو حقائق پہلے مذکور نہ ہوئے تھے ۔ اب انہیں کھول کر بیان کیا
تاکہ ضروریات انسانی میں رہنما ہوں ۔ عدم علم یا مغالطہ دہی کے باعث اسلام کو

بدنام کیا گیا۔ اور اس پر تنگ نظری کا الزام لگایا گیا۔ لیکن قرآنی تعلیم کو سامنے رکھ کر یہ اعتراض کافور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے زندگی کے ہر شعبے کے لئے کافی و وافی قوانین بتا دیئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا حقیقی تخیل پیش کیا ہے اور انسانوں کی رہنمائی کے واسطے ملکی تمدنی اقتصادی اور خانگی ہر قسم کے امور میں بہترین اصول تلقین کئے ہیں۔ تاکہ کل مخلوق اُن پر عامل ہو کر مدارج کمال طے کر سکے۔ قرآن کی تعلیم روزے نماز ہی میں منحصر نہیں بلکہ انسان کی کل زندگی پر حاوی ہے۔ ہر انسان خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اپنی رہنمائی کے واسطے قرآن سے اصول حاصل کر سکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو جماعت کا ایک مفید رُکن بنا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان تمام مذاہب سابقہ کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس نے محمد الرسول اللہ صلعم کے ہاتھ سے تکمیل دین کر دی۔ اور اسلام میں اُس آسمانی طریقہ کا جس پر چل کر ہم اپنے مخفی قوے کی نشوونما کر سکتے ہیں۔ اور اس تصوّف کا جس کا مقصد خالق اور مخلوق میں رشتہ صحیحہ قائم کرنا ہے۔ اور جس کی تعلیم یہ ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو مخلوق اور خدا کو اپنا خالق حقیقی تسلیم کرے۔ اور اس خدائی مذہب کا جس کا آغاز انسان کی تخلیق سے ہوا ان سب باتوں کو کمال حقیقی حاصل ہو گیا۔ یعنی اسلام نے ان ہر سہ اُمور کی تکمیل کر دی۔ اور اسلام کے معنی یہ ہیں۔ کہ انسان اپنی خواہشات سے بکلی دستبردار ہو کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگ جائے۔ اور حقیقی تصوف یہی ہے۔ کہ ہم اپنی مرضیات کو خدا تعالیٰ کی پاک مرضی میں فنا کر دیں ؂

اب میں آپ صاحبان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کیا اسلام نے ایک ایسے امر کی تعلیم دی ہے۔ ایک ایسی حقیقت کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ بس یہ بڑھ کر فائدہ رسان کوئی شئے نہیں ہو سکتی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہی بات تصوّف کا نصب العین ہونا چاہیئے۔ اس شئے سے بڑھ کر کوئی بنی نوع آدم

کا بھی خواہ نہیں ہو سکتا - جس نے اس کا اعادہ کیا ہو -
کہ انسان اپنے اندر لا انتہا ترقی کی استعداد مخفی رکھتا ہے انسانی
ترقی کی کوئی انتہا نہیں ہے - اور اس طرح انسانی نصب العین کو ایک
ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچایا - جس سے بڑھ کر ممکن نہیں - اور وجہ یہ ہے -
کہ قرآن نے اس غلط عقیدہ کی زور کے ساتھ تردید کی - کہ انسان فطرتاً
گنہگار پیدا ہوتا ہے - اور انسان خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے
اس لعنت سے اپنے آپ کو آزاد نہیں ہو سکتا - اس کے خلاف قرآن
کی تعلیم یہ ہے - لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - اور ہم نے تحقیق
انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا ہے - نیز یہ کہ انسان بالکل پاک و صاف
پیدا ہوتا ہے - اور اگر قوانین الٰہیہ کی پوری پابندی کرے تو لا انتہا
ترقیات کر سکتا ہے - لیکن اگر خلاف ورزی کرے گا تو پھر قعر ذلت میں
گر پڑیگا - آپ غور کر سکتے ہیں - کہ اس تعلیم سے بڑھ کر حوصلہ افزا اور انسان
تسلی بخش تعلیم اور کونسی ہو سکتی ہے - اگر ہم لوگ اس امر پر اعتقاد رکھیں کہ
گناہ ہماری سرشت میں بری طرح پیوست ہو چکا ہے - اور ہماری تمام
اجتماعی و انفرادی کوششیں اس کے پنجہ سے نکلنے کے لئے بے سود
ہیں - تو پھر یقیناً ہماری ہمتیں ٹوٹ جائینگی - اور حوصلے پست ہو جائینگے
آنحضرت فرماتے ہیں - کہ انسان کا گناہ نام ہے قوانین الٰہیہ کی نافرمانی کا اور
انسان پیدا ہونے سے پہلے تو گناہ کر نہیں سکتا - پس وہ پاک ہی پیدا ہوتا ہے -
اور اس کے علاوہ ایک دوسری حقیقت کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں - اگر
مخاطبہ و مکالمہ الٰہیہ اس خدائے رحیم و رحمٰن کی ایک صفت مسلمہ ہے تو پھر
کیا وجہ ہے کہ پہلے وہ اپنے ان بندوں سے جو روحانیت میں ترقی کرتے تھے -
ہمکلام ہوا کرتا تھا - اور اب اس کی یہ صفت زائل ہو گئی ہے - مجھے اس بات پر فخر ہے
کہ قرآن اس امر کا حامی ہے - کہ خدا تعالیٰ اب بھی ہمکلام ہو سکتا ہے - اور قرآن فرماتا ہے

الذین آمنوا و کانوا یتقون لھم البشرٰی فی الحیوۃ الدنیا ۔ جو لوگ ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے ۔ ان کے لئے اس دنیا کی زندگانی میں بھی خوش خبری ہے (القرآن سورۂ یونس ع ۶ ۔ ۷)

قرآن میں وہ اصول بیان کئے گئے ہیں ۔ جن پر چل کر ایک شخص مخاطبہ و مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوسکتا ہے ۔ ہم آنحضرتؐ کو صرف اس لئے خاتم النبیین نہیں مانتے کہ آپ نے مکمل شریعت عطا کی ۔ بلکہ اس لئے بھی کہ آپ کی فرمانبرداری ایک مسلم کو شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ بخشتی ہے ۔ یقیناً ہر صدی میں ایسے افراد کا ملہ گذرے ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ سے الہام پایا اور مادیت خواہ کتنا ہی زور کیوں نہ لگائے وہ انسان کے اس فطری تقاضا کو کہ غیب سے واقفیت ہو فنا نہیں کرسکتی ۔ چنانچہ مسمریزم اور اسپرچولزم یہ دونوں اسی خواہش کا ایک ذریعہ اظہار ہیں ۔ لیکن نہیں کیا پڑی ہے ۔ کہ ارواح سے ملاقات کرتے پھریں ۔ ہم کیوں نہ خدا سے ہمکلام ہوں ۔ یقیناً زید مرحوم سے کوئی اطلاع بکر کے پاس آ جائے تو اس کے یا میرے علم میں کوئی اضافہ نہ ہوگا لیکن خدا تعالیٰ سے کوئی خبر لانا یہ تو بنی نوع آدم کے واسطے بہت فائدہ کا موجب ہوگی ۔ اور خدا تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کے واسطے آج بھی دروازہ کھلا ہوا ہے ۔

اخبار فوٹ اسٹوٹ اکسپریس نے جو خلاصہ اس تقریر کا چھاپا ۔ اس کے آخر میں اس قدر اور اضافہ کیا ہے جسے ہم ناظرین کی ضیافت طبع کیلئے نقل کئے دیتے ہیں ۔ لیکچرار نے اس امر پر زور دیا ۔ کہ اہل تصوف کو اسلام کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اسے قبول کرنا چاہئے ۔ تاکہ آپ لوگ آسمانی برکات کے حصہ دار بنجائیں ۔ از حیثیت متصوفین آپ کو مختلف مذہب میں کوئی امتیاز نہیں کرنا چاہئے اور درحقیقت آپ کو قرآن کو تسلیم کرنا چاہئے ۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا آخری

اور تمام مقدس کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اور حقیقی صوفی وہی ہے۔ جو سب مذاہب کو خدا کی طرف سے خیال کرے۔ آپ لوگ کھٹکھٹائیں ضرور دروازہ کھلیگا۔ وہ کتاب کس قدر مبارک اور قابل قدر ہے۔ جس کی تعلیم یہ ہے۔ کہ انسان بیگناہ اور ترقی کی استعداد لے کر پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ تو تقدس کا منبع ہے اگر کوئی انسان خدا سے متقارب ہونا چاہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ وہ بھی بالطبع پاک ہو۔ اس لئے کہ ناپاک اور پاک کا میل نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے۔ کہ وہ اکتساب گناہ کرلے۔ مگر ساتھ ہی اس گناہ سے رہائی بھی ممکن ہے۔ انسان اسی وقت خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ جب اس کی سرشت ناپاک نہ ہو۔ اور قرآن کی کھلی ہوئی تعلیم ہے۔ کہ انسان گناہ سے پاک پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص گناہ کرے۔ تو وہ دور بھی ہوسکتا ہے۔ اور تب وہ خدا تعالیٰ سے ملاقی ہوسکتا ہے +

آئیڈیل کیرکٹر

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

انسان کے کیرکٹر کے اجزائے ترکیب جب تک گلخن رنج و تعب میں جلیں اس کے حقیقی جوہر کھل نہیں سکتے۔ ادبار و مصائب کا کیمیائی عمل انسان کی خوابیدہ استعدادوں کو بیدار کردیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ یا تو کیرکٹر مداومت حاصل کرکے ہر جگہ اور ہمیشہ مشعل ہدایت متصور ہوتا ہے۔ اور یا وہ بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اور اس کی یاد فراموش کردی جاتی ہے۔ اس لئے جو شخص کامرانی و کامیابی کا متمنی ہے۔ اُسے خطر و مصائب کی ان راہوں پر چلنے کیلئے مستعد رہنا چاہئے +

غار حرا میں جب اوّل مرتبہ صدائے آسمانی آپ کے کانوں میں پہنچی۔ تو آپ لرزہ براندام اور خوفزدہ ہوگئے۔ اور حالت اضطراری میں گھر کی طرف لپکے۔

گھر پہنچ کر بستر پر دراز ہو گئے۔ اور زوج مطہرہؓ سے چادر ڈالنے کیلئے ارشاد فرمایا۔ رفیق زندگی سے اس کا سبب پوچھا۔ تو بحالی طبیعت اور دل کے سنبھلنے پر فرمایا۔ "اے خدیجہؓ میں تمہارے سامنے وہ واقعہ پیش کرتا ہوں جس پر شاید کوئی باور نہ کرے۔ کہ یا تو میں کاہن بن گیا ہوں۔ یا اس کے عملیات سے مسحور ہوں۔" زوج مطہرہؓ نے عرض کیا۔" میں خدا سے پناہ کی طالب ہوں اے ابوالقاسم (آپؐ کا ایک دوسرا نام ہے) خدا آپؐ پر ایسا کوئی حادثہ وارد نہ ہونے دیگا۔ کیونکہ آپؐ صاف گو۔ صاف باطن و عفو شعار ہیں پاس عہد کا آپؐ کو احساس رہتا ہے۔ آپؐ کی زندگی گناہوں سے پاک ہے۔ اپنے احباب سے لطف کا سلوک کرتے ہیں۔ اور نہ ہی سر راہ یاوہ گوئی آپؐ کا شعار ہے۔ فرمائیے کیا واقعہ پیش آیا ہے۔ کیا کوئی دہشت خیز منظر دیکھا ہے آپؐ نے جواب اثبات میں دیا۔ جس پر انہوں نے فرمایا۔ اے میرے پیارے مالک آپؐ ہرگز ملول خاطر نہ ہوں۔ میں اس خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ آپؐ اس قوم کے پیغامبر ہونگے۔ آپؐ شگفتہ دل ہو جائیں۔ یہ افسردگی کا موقعہ نہیں ہے۔ معاذ اللہ! اگر آپؐ مخیل ہوتے۔ تو کیا ممکن تھا۔ کہ آپ اس دہشت زدہ قلبی کیفیت میں اپنے گھر کی راہ لیتے جہاں اُن کی بیوی تھی۔ جو آپؐ کی طبیعت کی زشت و خوبی سے تامہ آگاہی رکھتی تھی۔ اگر آپ کی سابقہ زندگی ایک پیغمبر کے شایاں شان نہ ہوتی۔ تو کیا وہ مندرجہ بالا الفاظ میں جواب دیتی۔ جناب مسیح تو اپنے مقربین میں بھی ایمان کی روح نہ پھونک سکے۔ اُن کے بھائی بھی اُن پر ایمان نہ لائے[۱] وہ اس کوشش میں رہے۔ کہ اسے گرفتار کرلیں "کیونکہ کہتے تھے۔ کہ وہ خود از رفتہ ہے[۲] لیکن رسول اکرم صلعم نے اپنا راز ان مقربین پر منکشف کیا۔ جو بہت ہی مقرب تھے۔ یا آپؐ سے خوب واقف تھے۔ وہ جو آپؐ کے نزدیک ترین خویش اور پیارے دوست تھے یعنی اپنی بیوی۔ اپنے چچازاد بھائی۔

[۱] یوحنا ساتواں باب آیت ۵ [۲] مرقس باب ۳ آیت ۲۱

اور اپنے گہرے دوست۔ وہ لوگ جن کے درمیان آپؐ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور جو آپؐ کی ہر حرکت سے خوب آگاہ تھے۔ اگر وہ آپؐ کے کیریکٹر میں ذرہ بھر دنیا پرستی دیکھ لیتے۔ یا آپ کی حق پروری میں کبھی بھی کجی پائی ہوتی۔ تو ان کے دل میں آپؐ کی پیغمبری پر ہرگز ایمان پیدا نہ ہوتا۔ آپؐ کے مشن کی سچائی کا ان کے دل پر نقش ہو جانا۔ آپؐ کے کیریکٹر کی استحکامت اور نیک سرشت ہونیکے متعلق ہزار ہا دفتر کا کام دیتا ہے۔ جب خاندان کے سالخوردہ سردار ابو طالب کو دعوت اسلام دی گئی۔ تو جواب دیا۔ میں اپنے آباد اجداد کے دین کو کیونکر ترک کرسکتا ہوں لیکن جب انھیں معلوم ہوا۔ کہ اُن کا لڑکا حضرت علیؓ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہے تو فرمایا۔ کہ اچھا میرے بچے۔ محمدؐ تمہیں کبھی ایسی طرف راغب نہ کرے گا۔ جو نقصان دہ ہو۔ اس لئے تمھیں پوری آزادی ہے۔ کہ تم اس کے متبع ہو جاؤ"+

جب آپؐ نے نبوّت کا دعوےٰ کیا۔ تو اہل مکّہ کو جو آپؐ سے خوب شناسا تھے۔ یہ خیال ہرگز پیدا نہ ہوا۔ کہ آپؐ دروغگو یا مکّار ہیں کیونکہ دروغبافی اور حیلہ سازی آپؐ کی سرشت نیک کے منافی امور تھے۔ بعض کو یہ گمان تھا کہ آپؐ کے حواس مدرکہ میں معاذاللہ کوئی خلل پیدا ہو گیا ہے۔ اور آپ عقل سلیم کھو بیٹھے تھے۔ بعض اس خیال کے چکر میں تھے۔ کہ آپ شاعرانہ مبالغہ و تخیل کے شکار ہو گئے ہیں۔ قرآن کریم مخالفین کے ان بیہودہ خیالات کی الفاظ ذیل میں تکذیب کرتا ہے۔ وما ھو بقول شاعر $\frac{69}{41}$ اور وہ شاعر کی بات نہیں۔ ولا بقول کاھن $\frac{69}{42}$ اور نہ کاہن کی بات ہے۔ ان تمام الزامات کے باوجود انھوں نے کبھی بھی آپ کو مفتری اور جھوٹا نہیں کہا۔ ایکدفعہ قریش کے معززین مجلس جمائے باتیں کر رہے تھے۔ کہ گفتگو کا رُخ ذات اطہر محمد صلعم کی طرف پھر گیا۔ نضر بن حارث جو قبیلہ قریش میں بہت ہی تجربہ کار و دانشمند تھا۔ اس نے بات کو کاٹ کر کہا۔ کہ اے معززین قریش تم نے وارد شدہ مشکل سے مخلصی کا کوئی بھی طریق ابھی تک نہیں سوچا۔

محمدؐ تمہاری آنکھوں کے سامنے ایک بچّہ سے جوان ہوا ہے۔ تم خوب جانتے ہو
کہ وہ دیانتداری۔ راستگوئی اور ہر دلعزیزی میں سب سے ممتاز ہے۔ اور
اب جب وہ سن رسیدہ ہونے کو ہے۔ اور اس نے اپنے خیالات اور دعوے
کو تمہارے سامنے پیش کیا ہے۔ تو تمہاری جُرأت حد اعتدال سے تجاوز
کر جاتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ وہ ساحر ہے۔ وہ کاہن ہے۔ وہ شاعر ہے
وہ حواس باختہ ہے"۔ بخدا میں نے اس کے مواعظ سُنے ہیں۔ اے محمد! تجھ پر
ساحر۔ شاعر۔ کاہن۔ مجنون ان میں سے کوئی بھی نام صادق نہیں آتا
میرا خیال ہے۔ کہ تجھ پر کوئی تازہ آفت ٹوٹنے والی ہے[1] تم کاذب
تو ہرگز نہیں ہو۔ لیکن جو کچھ تم تعلیم کرتے ہو۔ اُسے میں غلط جانتا ہوں

نبوت کے بعد تین سال تک آپؐ نہایت خاموشی سے کوشاں
رہے۔ کہ بُت پرستی کے خوگر کردگان اس مذموم فعل کو ترک کر دیں۔ لیکن
عبادت کا یہ پارینہ طریق ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا
اور خصوصاً اُن کے اپنے قبیلہ کو اس دیرینہ پرستش سے سخت شغف تھا۔
اسمیں ان کی آبرو و سلامتی کا سوال در پیش تھا۔ اس لئے اس طرف
سے سخت مخالفت کی گئی۔ دورِ نبوت میں اوائل تین سال تو حیات و
ممات کی کشمکش تھی۔ اور اگرچہ بہت قلیل تعداد میں لوگ آغوشِ اسلام
میں آ گئے۔ لیکن آپ کا حوصلہ کبھی بھی پستی کی طرف مائل نہیں ہوا۔
یعنی آپ نے کبھی بھی ہمت نہیں ہاری۔ آپؐ مواعظ میں خاموشی اور
متانت سے مصروف رہے۔ گو اہل مکہ آپ کو مجنون و سحر زدہ متصور
کرتے تھے۔ لیکن شروع میں اُنہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ صدائے الٰہی
دوبارہ یا ایہا المدثر۔ قم فانذر۔ وربک فکبر
وثیابک فطہر۔ والرجز فاھجر۔ اے اوڑھنے والے۔
اُٹھ۔ ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی کر۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ

۱ ابن ہشام

اور ناپاکی سے دور رہ) کی شکل میں نازل ہوئی۔ اس آیات کی تنبیہ کی گئی۔ کہ
ہمارا پیغام لوگوں کے گوش گذار کر دیا جائے۔ ان کے دلوں میں رسوم ذمیمہ
کی طرف سے نفرت پیدا کی جائے۔ اُنھیں مُتنبہ کر دیا جائے۔ کہ وہ
اپنے احکامات ربی کے منافی طریق و دستور کو ترک کر دیں۔ اور اپنے
جامۂ رُوحانیت کی تطہیر کریں۔ جن میں وہ سوء افعال و اخلاق کی
بدولت ملبوس ہیں۔ اس حکم ربی کے بعد آپ نے ارادہ کر لیا کہ قریش کو
صنم پرستی سے احتراز کرنے کے لئے اپیل کرینگے۔ آپؐ نے ایک مجلس
صفا کی پہاڑیوں پر منعقد کی۔ آپؐ نے کسی مرتفع پہاڑی پر چڑھ کر
صلائے عام دی "۔ اے اہل قریش" جب سب افراد قبیلہ جمع ہو گئے
آپ نے یوں تقریر شروع کی "اگر میں تمہیں یہ کہوں۔ کہ اس
پہاڑ کے عقب میں ایک عسکر عظیم چھپا ہوا ہے۔ تو کیا تم یقین
کرو گے۔ سب نے بیک زبان جواب دیا۔ ضرور! کیونکہ ہمارے علم
میں آپؐ نے کبھی دروغگوئی نہیں کی" (بخاری) پھر آپؐ نے ان کی
گمراہی و ضلالت سے اُنھیں آگاہ کیا۔ اور صنم پرستی کو ان کی سبک سری
پر محمول کیا۔ پھر اسلاف میں سے ان لوگوں کی تباہی کا حال بیان کیا
جو احکامات ربی کی طرف سے بے رُخی کے جرم کی پاداش میں ان پر وارد
ہوئے۔ لیکن جواب تضحیک۔ تمسخر۔ پھبتیوں اور فقرہ بازی میں ملا۔ جب
قریش کو راہ راست پر لانے کی مساعی کا انجام ناکامیابی میں ہوا۔ تو آپؐ
نے اپنی توجہ ان مسافروں کی جانب مبذول کی۔ جو مکہ میں تجارت کے
خیال سے یا حج کے موقعہ پر آتے تھے۔ احکام ربی کو آپؐ اُن لوگوں کے
گوش گذار کرتے۔ لیکن قریش بسا اوقات آپؐ کی تقریر میں حارج ہوتے تھے۔
کوچہ و بازاروں میں وہ اس بات پر متعین رہتے۔ کہ مسافروں کو حضرت محمدؐ
سے گفتگو کرنے سے احتراز کی ترغیب دیں۔ جو کہ معاذ اللہ ایک خطرناک ساحر

بیان کیا جاتا تھا۔ مخالفین کی زبان سے اتہام۔ افترا پردازی اور استہزاء کی بوچھاڑ ہر وقت چھڑی رہتی تھی۔ لیکن معاندین کے یہ کمینہ ہتھیار آپؐ کو خاموش نہ کر سکے۔ آپؐ کی پیہم مساعی اور عزم نے مخالفت کی آگ کو نمایاں و شدت سے بھڑکایا۔ مخالفت کی آگ یہاں تک بھڑکی کہ آپؐ کعبہ میں نماز بھی ادا نہ کر سکتے تھے۔ اور سائے کی طرح سپاہی آپؐ کے تعاقب میں رہتے تھے۔ لیکن آپؐ کے ایمان میں کبھی تزلزل پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ آپؐ کسی بھی چیز سے مرعوب و مغلوب نہ ہو سکتے تھے۔ بسا اوقات آپؐ کی زندگی رہینِ خطر ہو جاتی تھی۔ مگر آپؐ کی متانت ضبطِ نفسی اُن کے مخالفانہ ارادوں کو پامال کرنے کے لئے کافی تھی۔ مخالفین کی مسلسل جدو جہد لوگوں کو قبولِ اسلام سے نہ روک سکی۔ اور آپؐ کے جوشِ مواعظت کی آگ فرو نہ کر سکی جُوں جُوں اعدا کے جور و ستم میں شدت و سختی کا رنگ غلبہ پاتا اسی قدر دعوتِ حق کی تشہیر میں آپؐ زیادہ کوشاں ہوتے۔ مخالفین نے اپنی کُل قوتوں کو یکجا کر کے آپؐ کا مقابلہ شروع کر دیا۔ لیکن آپؐ نے ان کو اس عذاب کی طرف متوجہ کیا۔ جو ان اقوامِ سلف پر نازل ہُوا جنہوں نے خدا کے نبیوں کو جھٹلایا تھا۔ اور آپؐ کے چند نو متبعین ہی صرف آزار و آلام کا تختۂ مشق نہ بنے ہوئے تھے۔ بلکہ سب کے سب باقی رفقا و متبعین بھی ایک منظم جور و جفا کے آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ ہر ایک خاندان اپنے افراد و ممبروں کو آزار دیتا۔ وہ قید خانہ میں محبوس کر دیئے جاتے۔ گرسنگی سے اُنھیں بیتاب کیا جاتا۔ اور پھر زخمہ یا چھمکیوں سے مضروب کئے جاتے۔ اُنھیں برہنہ کر کے ریگستان کی جلتی ہُوئی ریت پر لٹا دیا جاتا اور پیاس کی شدت سے جب اُن کا سانس تک اُکھڑ جاتا۔ تو موت یا بُت پرستی پیش کی جاتیں۔ کہ ان دونوں میں ایک منتخب کر لیں لیکن

حضرت محمدؐ کے عزم استوار نے آپؐ کے متبعین میں ایک ایسی رُوح پھونکدی تھی۔ کہ موت کو قبول کرتے۔ مگر ایمان محکم سے سرِ مُو قدم میں لغزش نہ ہوئی۔ خدا کی راہ میں موت کو ترجیح دیتے۔ آپؐ اپنے متبعین کی تکالیف دیکھتے لیکن آپؐ کے استقلال میں ذرہ بھر بھی تزلزل پیدا نہ ہوتا تھا جب قریش کی سمجھ میں آیا۔ کہ جس تخم کی تخمریزی شہداء کے خون سے ہوئی تھی۔ تو انھوں نے آپؐ کے سلسلہ مواعظ کے سدباب کی اور تدابیر سوچیں۔ قریش دُنیا پرست جہاں دیدہ قوم تھی۔ اُنھوں نے خیال کیا۔ کہ شاید دُنیوی تحریص و لالچ آپؐ کو اُن کے مذہب و وقار کو کوستے اور کم کرنے سے باز رکھیں۔ اسلئے اُس کے متعلق وہ ایک دن آپؐ کے پاس پہنچے۔ جبکہ آپؐ کعبہ میں رونق افروز تھے۔ عتبہ نے قریش کی نمایندگی کی اور یوں لب کشا ہوا کہ "اے میرے بھائی کے بیٹے! آپؐ اپنی خوبیوں اور پیدائش کے لحاظ سے برگزیدہ ہو۔ آپؐ نے ہمارے قبیلہ میں نزاع کا بیج بو دیا ہے۔ اور ہمارے نمائندان میں تشتت و افتراق ڈال دیا ہے۔ آپؐ ہمارے خداؤں سے منکر ہیں۔ اور ہمارے آبا و اجداد کے ساتھ کفریات کو نامزد کرتے ہیں۔ ہم ایک تجویز آپکے سامنے پیش کرنی چاہتے ہیں۔ خوب غور و فکر کرلیں کہ آیا اسکی قبولیت آپکے مفاد کے متناقض تو نہیں"۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا:- کہ "اے ابُو ولید فرمائیے۔ عتبہ نے کہا۔ کہ "اگر آپؐ اس کام سے مال و دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم اس قدر مال آپؐ کے سامنے فراہم کردیتے ہیں۔ کہ آپؐ سب سے زیادہ مالدار ہوجائیں گے۔ اور اگر آپؐ عزت و تعزز کے خواہاں ہیں۔ تو ہم آپؐ کو اپنا سردار تسلیم کرلیتے ہیں۔ اور ہم آپ کے حکم سے سرِمُو تجاوز نہ کرینگے۔ یا آپؐ کی شرکت و مشاورت کے بغیر کوئی بھی کام نہ کرینگے۔ اگر آپؐ کو مُلک و مملکت کی آرزو ہے۔ تو ہم آپؐ کو اپنا بادشاہ بنا لینگے۔ اور اگر کوئی رُوح خبیثہ (شیطان) آپؐ کے

اندر حلول کر گئی ہے ۔ اور وہ کسی طرح بھی تسخیر نہیں ہوسکتی تو ہم اطبا کا ایک مجمع اکٹھا کریں گے ۔ اور انھیں مال و دولت دیں گے ۔ کہ وہ آپ کو موذی مرض سے نجات دلائیں ۔ جب وہ خاموش ہوگیا ۔ تو آپؐ نے فرمایا ۔ اے ابوولید کیا آپ سے جو کہنا تھا کہہ چکے "۔ انھوں نے جواب اثبات میں دیا ۔ تو پھر آپؐ نے فرمایا ۔ کہ میری طرف متوجہ ہوئیے ۔ انھوں نے کہا کہ میں سنتا ہوں

"یہ پیغام خدائے رحمٰن و رحیم کا ہے ۔ یہ نوشتہ پڑھنے کے قابل ہے ۔ اس کی آیتیں نہایت سلیس اور واضح ہیں ۔ اور تمہاری مادری عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کے لئے بخوبی بیان کردی گئی ہیں ۔ یہ نوشتہ خوشنودی خدا کی خوشخبری سنانے اور عذاب الٰہی کا خوف دلانیوالا ہے ۔ پر افسوس لوگ اس سے اپنا منہ موڑتے اور کان ہٹاتے ہیں ۔ وہ بڑی شیخی میں آکر کہتے ہیں ۔ کہ جس بات کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے ۔ وہ بات ہمارے دلوں تک ہرگز نہیں پہنچ سکتی ۔ ہمارے دل پردوں کے اندر محفوظ ہیں ۔ اور ہمارے کان ایسی باتوں سے بہرے ہیں ۔ تیرے اور ہمارے درمیان بڑا بھاری حجاب ہے ۔ پس تو جو جی چاہے کر ہم سمجھ لیں گے +

اے پیغمبر تو انھیں کہدے کہ میں تو بالکل تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں ۔ صرف اتنی بات ہے ۔ کہ مجھے پیام الٰہی پہنچا ہے ۔ کہ تمہارا معبود ایک خدائے برحق ہے ۔ تم اسی کی طرف اپنا دل لگاؤ ۔ اور اسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو ۔ بربادی اور تباہی ہے ۔ ان لوگوں کے لئے جو مخلوق کو معبود کا رتبہ دیتے ہیں ۔ راہ خدا میں کچھ خرچ نہیں کرتے ۔ اور دوسری زندگی پر ایمان نہیں رکھتے ۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں ۔ اور جن لوگوں نے پاکیزہ کاموں سے نئی زندگی اختیار کی ہے ۔ انھیں بے انتہا خوبی کی زندگی ملنے والی ہے" + (سورہ حٰم السجدہ رکوع پہلا پ ۲۴)

حضرت نبی کریم صلعم نے اس تلاوت کو ختم کردیا ۔ تو آپؐ نے عتبہ کو پوچھا

آپ نے اس پیغام ربی کو سن لیا۔ اب آپ کا اختیار ہے۔ جو راہ آپ کو بھلی معلوم ہو۔ اختیار کریں +

جب اہل مکہ کے مظالم حد برداشت سے تجاوز کر تے گئے۔ تو آپ نے اپنے چند متبعین کو حبشہ میں کنج عافیت ڈھونڈھنے کیلئے مشورہ دیا۔ اس نصیحت کے مطابق تقریباً ۸۰ مسلمین کی جماعت نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جس کے بعد اوروں نے بھی ان کا تتبع کیا۔ لیکن خصوصاً قریش نے ان کا دہاں تک تعاقب کیا۔ فرمانروائے حبشہ نے اہل مکہ کی درخواست پر کان نہ دھرے اور ان کی در پئے آزار مساعی بارور نہ ہوئیں۔ اور مہاجرین کی کامیابی نے ان کی آتش مخاصمت پر اور بھی تیل ڈال دیا۔ وہ شیطانی غیظ و غضب کے ساتھ آپ پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن چونکہ آپ فوق العادت انسان تھے۔ اس لئے مردانہ وار اپنے ایمان پر قائم او مفوضہ فرائض کی سر انجام دہی میں مصروف رہے۔ اگرچہ انہوں نے تضحیک و تحقیر کا ایک تلاطم عظیم بپا کر رکھا تھا۔ از اں بعد وہ تعزز و مال کی پیشکش لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ کہ آپ اپنے مشن سے باز آجائیں۔ لیکن ان کو وہی بھلا اسا مُنہ توڑ دندان شکن جواب ملا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نہ تو مال کا متمنی ہوں۔ اور نہ ہی تعزز و حکومت کا خواہاں ہوں۔ میں خدا کا ایک رسول ہوں جس نے مجھے اس بات پر معمور کیا ہے۔ کہ میں تمہیں بشارت دوں میں تمہیں خدا کے احکامات پہنچاتا ہوں۔ میں تمہیں پند و نصائح کرتا ہوں۔ اگر آپ س پیغام ربی کو جو میں آپ کے لئے لایا ہوں مان لیں۔ تو خدا تعالےٰ اس دنیا میں اور عقبےٰ میں آپ پر رحم کرے گا۔ اور اگر آپ میری نصائح قبول نہ کریں گے۔ تو میں صبر کو ہاتھ سے نہ دونگا۔ اور خدا آپ کے اور میرے مابین انصاف کرنیوالا ہے +

اس دندان شکن و مسکت جواب سے اہل مکہ کے منصوبے خاک میں مل گئے

اور اس جواب کو انہوں نے اپنی ہتک سمجھا۔ اور بے صبر ہو گئے۔ انہوں نے حضرت ابوطالب کی خدمت میں وفد بھیجا کہ وہ اپنے بھتیجے کو ان کے ایمان و مذہب کے خلاف مواعظ سے روکیں لیکن آپ اُن کے کفر و الحاد کے بیان کرنے پر تلے رہے پھر اُنہوں نے کعبہ کے دروازے آپ پر بند کر دیئے۔ جہاں آپ مذہب حقہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ پھر وہ ابوطالب کو متنبہ کرنے گئے۔ کہ "ہم تمہاری ضعیفی اور درجہ کی عزت کرتے ہیں۔ مگر اس عزت و وقعت کی کوئی حد بھی ہونی چاہیئے یقیناً اب ہم تمہارے بھتیجے کے منہ سے اپنے خداؤں اور بزرگوں کی ہیجو نہیں سُن سکتے۔ ہمارا اگر یہاں صبر چاک ہو چکا ہے۔ یا تو آپ اُسے ان حرکاتِ ناپسندیدہ سے روکیں۔ یا اُس کے شریک کار بن جائیں۔ تاکہ معاملہ کا فیصلہ لڑائی پر چھوڑا جائے۔ یہاں تک کہ ایک فریق بالکل ملیامیٹ ہو جائے۔ یہ بدشگون الفاظ ابوطالب پر بہت گراں گذرے۔ انہوں نے آپ کو بُلوا بھیجا۔ اور قریش کی تنبیہ سے آپ کو متنبہ کیا۔ اور استدعا کی۔ کہ وہ فرائض منصبی سے دست برداری اختیار کریں۔ اس کا مقصد وحید یہی تھا۔ کہ اگر ان کا بھتیجا اپنی روش سے باز نہ آئیگا۔ تو وہ اُسے پناہ نہ دیں گے۔ لیکن اس کوہ استقلال کی ثابت قدمی میں کوئی چیز ارتعاش پیدا نہ کر سکتی تھی۔ آپ نے فرمایا "اے میرے چچا! اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب رکھ دیں۔ اور کہ وہ مجھے میرے کار منصبی کی دستکشی کیلئے مجبور کریں۔ تو میں جب بھی ہرگز اس سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤں گا جب تک کہ خدا اپنے کام کو آشکارا نہ کر دے۔ یا میں اپنی مساعی میں معدوم نہ ہو جاؤں!" آپ نے یہ فرمایا۔ اور آپ رخصت ہونے کو ہی تھے۔ کہ اس پیرزال سردار نے یہ آواز بلند کہا۔ کہ "اے میرے برادر زادے! جو کچھ کہ تمہاری طبیعت چاہے تم کہو۔ میں تمہارے ارادوں کے پورا ہونے میں کبھی بھی مزاحم نہ ہونگا"۔ ابوطالب کے اس اعلان نے اہل مکہ کے غضب کو اور بھی بھڑکا دیا۔

اور ان کے شعلہ ہائے غضب ہاشمیوں اور مطلبیوں کو خاکستر کرنے کے لئے بھڑک اٹھے۔ انہوں نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی۔ اور آپ کے خاندان کو باہمی میل جول کے رشتہ میں سے خارج کر دیا۔ ترک موالات کے سبب ان کے ساتھ خرید و فروش اور رشتہ و شادی کا سلسلہ بھی بالکل منقطع ہو گیا۔ اس کا مطلب صریح نبرد آزمائی تھی۔ ہاشمیوں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی۔ انہیں اپنے لئے کہیں کنج عافیت تلاش کرنا تھا۔ وہ ایک تنگ و طویل پہاڑی غار میں جاگزین ہوئے۔ جس کا دروازہ بہت ہی تنگ تھا۔ وہاں تین سال تک گوشۂ خمول میں انہوں نے بسا اوقات بھوک و پیاس میں زندگی بسر کی۔ لیکن ان کا عزم استوار ہو گیا۔ آپ کو ایک سال تک مواعظ سے دست برداری اختیار کرنی پڑی۔ کیونکہ اس جائے پناہ سے علیحدگی خودکشی کے مترادف تھی۔ لیکن ان مبارک مہینوں میں جب کہ خون کا بہانا ممنوع تھا۔ آپ اس اسیری کی باہر نکلتے۔ اور غیر ممالک کے حجاج میں پیغام حقہ کی اشاعت فرماتے۔ اہل مکہ اگرچہ آپ کو کوئی صدمہ نہ پہنچا سکتے تھے۔ لیکن وہ زبان سے آپ کی تضحیک و تحقیر کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے اور نہایت ہی درشت الفاظ کہتے۔ یہ حالت آپ کی نبوت کے دس سال تک جاری رہی۔ پھر آپ بعض قبیلوں کی سفارش پر ہاشمی برادری سے خارج ہونے کی زد سے آزاد ہو گئے۔ اور اس غار سے باہر نکلے۔ لیکن اس کے ایک سال بعد آپ پر سخت مصائب ٹوٹیں۔ آپ کے چچا اور بیوی یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے۔ چچا کے انتقال سے آپ کی جوانی کا ایک سہارا ہاتھ سے جاتا رہا۔ جو آپ کے اور آپ کے اعدا کے درمیان ایک فصیل تھا۔ اور بیوی کی وفات نے آپ سے ایک سچا بہی خواہ دوست کھو لیا۔ اہل مکہ کی شب و روز شرارتوں سے بیزار ہو کر آپ نے جائے مواعظ

کی تبدیلی کا خیال کیا - آپؐ اپنے ایک ملازم مسمی زید کو ہمراہ لیکر طائف کو جو مکہ سے چالیس میل پر واقع تھا تشریف لے گئے - اہل طائف میں آپؐ نے وعظ و نصیحت شروع کی - اور ترک بُت پرستی اور خالق حقیقی کی پرستش کی اُنھیں تلقین کی - ان مواعظ سے اہلِ طائف کے غصّہ کی چنگاری بھڑک اُٹھی - آپؐ کو وہاں سے بالجبر نکالا گیا - اسی پر اکتفا نہ ہوا - بلکہ جب آپؐ نے وہاں سے باہر قدم اُٹھایا - تو وہاں کے وحشت زدہ لوگوں نے آپؐ پر پتھر برسائے - چنانچہ آپؐ کا جسم مبارک مجروح ہو گیا - اسی حالت میں بھوک و پیاس سے بے تاب ہوکر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے - اور آسمان کی سمت ہاتھ اُٹھاکر مصروف دُعا ہو گئے "- اے خالق حقیقی میں اپنی شکایت تیرے حضور پیش کرتا ہوں - اپنی ناتوانی اور اپنی آرزوؤں میں ناکامی کے سبب میں لوگوں کی نگاہ میں ایک عاجز اور لاشئے ہوں - اے رحمان و رحیم - اے ناتوانوں کے ماوا و ملجا - تم ہی میرے مالک ہو - مجھ کو تُو فراموش نہ فرما - مجھے اجنبیوں اور اعدا کا ہدف نہ بنا - اگر تُو ناراض نہیں ہے - تو میں محفوظ ہوں - میں تیرے چہرے کے انوار میں پناہ ڈھونڈتا ہوں - جو تاریکی کو دُور کرکے ہر جگہ روشنی قائم کرتا ہے - ان لوگوں کو راہ راست پر چلا - کیونکہ وہ اپنے کئے سے غافل ہیں "+

یہ مقدس الفاظ ان مقدس لبوں سے نکلے جسے اپنی بے بسی و عجز کا علم ہو - لیکن پھر بھی ان کلمات سے آپ کا خدا پر عظیم الشان توکل و بھروسہ ٹپکتا ہے - "اگر تو ناراض نہیں - تو میں محفوظ ہوں" - یہ وہ الفاظ ہیں - جن سے کسی بھی قسم کی افسردگی - پست ہمتی - شکوہ و شکایت یا کسی قسم کا خدا کی ذات اقدس پر ناشناسیاہ ظاہر نہیں ہوتا - جس سے یہ معلوم ہو کہ خدا نے آپ کو چھوڑ دیا - جس طرح تیری منشا ہو میری مشکلات کو حل فرما - ان مقدس الفاظ میں ان تنگ ظرف و کوتاہ فہم لوگوں کے لئے

ایک نہاں سبق ہے۔ جو میری مرضی نہیں ۔ بلکہ تیری مرضی کی عدیم النظیری کا نادانی اور جہالت سے راگ الاپتے رہتے ہیں ۔ دعا کا آخری حصہ مجھے جناب مسیح کے اس قول کو یاد دلاتا ہے۔ جبکہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "انھیں بخش دے ۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے جو کچھ وہ کر رہے ہیں"۔ لیکن خمیت مآب فرماتے ہیں "انھیں راہ راست دکھلا ۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے جو کچھ وہ کر رہے ہیں +

جناب مسیح کی زندگی میں کبھی ایسا اتفاق نہ ہُوا ۔ جبکہ وہ مخالفین پر ظفریاب ہو کر اپنی بلند ہمتی کا ثبوت انھیں معافی عطا کرتے سے دیتے ۔ وہ خدا سے ملتجی ہیں ۔ کہ انہیں بخش دے ۔ سیّد انامؐ کو اس درجہ منتہی کو پہنچنا تھا کہ آپ کو معافی خود عطا کرنی تھی ۔ خدا کے علم میں تھا کہ یہ بات یوں ہونی ہے ۔ مزید برآں وہ الفاظ جو آپ کے لب سے نکلتے ہیں ۔ وہ بہت وسیع معانی اپنے اندر رکھتے ہیں ۔ معافی انہیں مضمر ہے۔ عفو و معافی گذشتہ اعمال سے وابستہ ہے ۔ راہ راست پر چلانے کیلئے ہدایت ماضی و مستقبل دونوں کیلئے ہے ۔ کیونکہ کوئی شخص گذشتہ سوء افعال سے بلا استغفار راہِ راست پر گامزن نہیں ہو سکتا ۔ اسی لئے آپ نے اعدا کے گذشتہ ذمائم و فحشاء کے لئے استغفار اور آئندہ کے لئے ہدایت کی دعا کی تھی آپ کے الفاظ میں پیشگوئی کا پہلو بھی پنہاں تھا ۔ اور بعد ازاں ایسا ہی عمل میں آیا ۔ کہ آپ مخالفین پر غالب آئے ۔ اور پھر ان کے مظالم کو فراموش کر کے ہمیشہ ان کے ساتھ بے عدیل التفات کا سلوک کیا +

آپ نہایت افسردہ خاطر ہو کر مکہ لوٹ آئے ۔ لیکن جد و جہد میں اسی جذبہ کے ساتھ منہمک رہے ۔ سلسلہ مواعظ بدستور جاری تھا ۔ مگر روئے خطاب صرف ان لوگوں کی طرف محدود تھا ۔ جو دور و نزدیک سے حج کے موقعہ پر آتے تھے ۔ ان لوگوں نے آپ کی تقریر پر کان دھرے ۔ اور آپ کی نبوت پر ایمان لائے ۔ آئندہ سال اہلِ مدینہ میں سے چوٹی کے چھ آدمی لیکر آئے ۔ جو مدینہ کے قبیلوں کے نمائندے تھے ۔ وہ اسلام سے ہم آغوش

ہوگئے۔ اور مندرجہ ذیل الفاظ میں عہد وفا باندھا:

"ہم خدا کو کسی کا شریک نہ بنائیں گے۔ سرقہ و زنا سے پرہیز کریں گے۔ بچہ کُشی سے دست ظلم کوتاہ کریں گے۔ ذمائم سے احتراز کرینگے۔ اور احسن بات میں پیغمبر کی پیروی کرینگے۔ مرفہ الحالی و بدحالی میں آپ کی وفا سے رُوگردانی نہ کرینگے"۔

آپ سب نووارداِن رباط اسلام سے ان ہی الفاظ میں عہد وفا لیا کرتے تھے۔ یہ الفاظ اُن بُرے حالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جن سے فضائے عرب آپ کی بعثت کے وقت معمور تھی۔ اور یہ الفاظ آپ کی اصلاح کے مقصد و ماہیت سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ اور تاریخ اس امر کی شاہد ہے۔ کہ آپ کی اس رباط فانی سے علیحدگی کے وقت ان ذمائم کی آپ کے متبعین میں تیرہ کاری بُجھ چکی تھی۔ اس میثاق محمدی میں ایک اور بات بھی غور طلب ہے۔ جو آپ کی بے نظیر ہستی کی قدر و قیمت کا پتہ دیتی ہے۔ وہ فقدان نفسانیت ہے۔ جو حقیقتاً ہر ایک اخلاق کے اعلےٰ نظام کی بنیاد ہے۔ محبت، سخاوت، دلیری، تدین اور دین ایمن میں نصفت شعاری الغرض ہر اعلےٰ اخلاقی سسٹم کی اساس بے نفسی پر رکھی جاتی ہے۔ عہد مذکورہ کی آیت کا اگر آپ مطالعہ کرتے ہیں۔ تو اپنے تعزز و تفوق کے خیال سے نہیں۔ بلکہ ہر ایک احسن چیز کیلئے جس میں آپ کی ذات کو کوئی تعلق نہیں۔ اس میثاق کے بعد اہل مدینہ اپنے شہر کو واپس لوٹتے ہیں۔ ان کے ہمراہ مکہ سے ایک شیدائے اسلام بھیجا جاتا ہے۔ کہ وہ مدینہ میں پیغام حقہ کی نشر و اشاعت کرے۔ اگرچہ یہ نیا مذہب سرعت کے ساتھ مدینہ میں پھیلنا شروع ہوگیا تھا۔ لیکن آپ کی زندگی میں یہ زمانہ بہت خوفناک حصہ تھا۔ اس موقعہ نے آپ کی اصل قدر و قیمت منکشف کردی۔ آپ کے کیریکٹر کی بلندی اور خالق حقیقی میں توکل عجائبات سے کم نہ تھا۔ آپ کا استقلال۔ آپ کا تبلیغ میں مشکلات کے مقابلہ میں عزم

آپ کا اپنے مشن میں خلوص و یقین اور آخرکار آپ کی کامیابی نے ایک یہود جیسے
دشمن کو بھی مجبور کر دیا - کہ وہ مندرجہ ذیل الفاظ آپ کی یاد میں لکھے :-
"محمدؐ اور اس کے احباب کی جانیں مخدوش ہیں - چاروں سو سے مخالفین کے
حادثات ان مظلوموں پر پڑ رہے ہیں - مقابلہ و حفاظت کے ساز و سامان سے تہی دست ہیں
ایک مختصر جماعت جو چند افراد پر مشتمل تھی - وہ کثیر بن رہی ہے - مگر پھر بھی
وہ اپنی فتح کی امید رکھتا ہے - اب بھی وہ خالق حقیقی جس کی رسالت کا وہ دعویدار
تھا - اسی پر اس کا بھروسہ ہے - اس کے قدم استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش ظاہر
نہیں ہوتی - یہ نہایت عظیم منظر پیش کرتی ہے جس کی رفعت کل مظاہر صداقت میں ہے -
جبکہ وہ بیشتر آقا سے شکوہ پیرا ہے - کہ میں صرف اسرائیلی نبی کے
مشابہ رہ گیا ہوں" ۔

بچوں کا پیدا ہوتے ہی مرجانا ضرورت تناسخ پر دلالت نہیں کرتا

(از قلم [illegible] الدین صاحب [illegible])

یہاں میں اس اعتراض کا کسی قدر وضاحت سے جواب دیتا ہوں - جو بچے
کے پیدا ہوتے ہی یا صغر سنی یا حالت شیر خوارگی میں فوت ہو جانے کے متعلق
کیا جاتا ہے - کہا جاتا ہے کہ ایسے بچوں کے اس دنیا میں آنے سے کیا فائدہ
ہے - قرآن کریم کی بعض آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ انسان کی اس
دنیا میں آنے کی غرض پیدائش نفس ناطقہ اور اس کی بلوغت ہے - یوں تو
عالم نطفہ میں ہی اس کی کل کی کل ترقیات بالقوہ موجود ہوتی ہیں لیکن اس
کی ابتدائی ترقی یعنی گوشت پوست اور رگ و پے بنتی ہے - ان چیزوں کے
حاصل کرنے کے لئے نطفہ رحم مادر میں جاتا ہے - جسم کی تکمیل کر کے اس میں ایک نئی چیز
پیدا ہوتی ہے [illegible] +

یہ جو حیوانات اور نباتات کے جسموں میں ایک قسم کی تنظیم واقع ہوتی ہے یعنے وہ ہمیشہ
ایک ہی شکل پر واقع ہوتی ہے۔ یہ دراصل اسی جوہر حیات کا نتیجہ ہے۔ جو سب سے
پہلے عالم نباتات میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جہاں نباتات ایک ہی مقام پر کھڑے رہکر
اپنی ضروریات کو اپنی ماحول سے حاصل کر لیتے ہیں۔ وہاں حیوانات میں ایک
اور چیز ہے جو انھیں اُن کی احتیاجوں کے دفعیہ کے لئے ایک جگہ سے دوسری
جگہ لے آتی ہے۔ حیوانوں میں بھوک پیاس اور بعض دیگر خواہشات کا احساس
اس قدر تیز کر دیا گیا ہے کہ ان اشتہاؤں کے مشتعل ہونے پر وہ ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتے
اور اُن کے دفعیہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں۔ ان اشتہاؤں کا
احساس ہی اُن کی سکون و حرکات کا موجب ہوتا ہے۔ ان اشتہاؤں کے
احساس اور ان کے دفعیہ کی ضرورت کے احساس کا نام عربی زبان نے
مُدرکہ تجویز کیا ہے۔ جسے ہم اس بحث میں مدرکۂ حیوانی سے تعبیر کریں گے۔
مدرکہ دراصل کُل کے کُل حیوانی جذبات کے مجموعہ کا نام ہے۔ انسان میں بھی یہ
مُدرکہ ہے۔ اس کی حرکات و سکنات کا موجب بھی یہی مُدرکۂ حیوانی ہے لیکن
مُدرکۂ حیوانی اور انسانی مُدرکہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حیوانی مدرکہ
جس رنگ میں واقع ہوا اسمیں کمی بیشی واقع نہیں ہوتی۔ لیکن انسانی مُدرکہ
تہذیب و تعدیل میں آسکتا ہے۔ مثلاً حیوان کے جذبات مشتعل ہونے پر
علے العموم کسی قسم کی تمیز یا لحاظ نہیں کرتے۔ لیکن مُدرکہ انسانی جذبات کے
مشتعل ہونے پر اگر کسی قدر بھی نا تہذیب یافتہ ہو تو صبر و استقامت سے
جذبۂ مشتعلہ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ یعنی مدرکہ انسانی میں یہ اہلیت خدا تعالیٰ
نے رکھی ہے۔ کہ اُس کے کُل کے کُل جذبات قاسمِ تہذیب پا کر معمولی
اخلاق پھر اخلاق فاضلہ اور روحانیت بن جاتے ہیں۔ اسی طرح جہاں مختلف
حیوانات میں ایک نہ ایک جذبہ نہایت تیز ہوتا ہے۔ جسمیں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔
وہاں انسان میں کُل حیوانی جذبات تو موجود ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اعتدال پر آسکتے ہیں

مثلاً گائے میں حلم۔ اُونٹ میں کینہ۔ چیتے میں مکّاری۔ شیر میں تہوّر۔ مُرغ میں شجاعت۔ سُؤر میں دیُوثی بیغیرتی۔ شہوت اور گندہ خوری۔ بچھڑے میں مُنکسر المزاجی۔ بلّی میں صفائی۔ گدھے میں بُردباری۔ یہ حیوانی جذبات بصورت اتم ان حیوانوں میں الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور کمی بیشی نہیں پاتے لیکن انسان میں یہ ساری باتیں ہوتی ہیں۔ جو گھٹ بڑھ سکتی ہیں۔ اور اعتدال بھی پا لیتی ہیں۔ یہی دراصل انسانی حیوانی مُدرکہ کے اجزا ہیں۔ حیوانوں میں الگ الگ ایک آدھ جذبہ تو بحد کمال ہوتا ہے۔ جو آناً فاناً ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن باقی جذبات بہت کم ہوتے ہیں۔ اور ان کا اظہار بھی سخت ضرورت پر ہی ہوتا ہے۔ لیکن انسان میں یہ سب کے سب جذبات ایک ہی مقدار کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی جذبہ حیوانوں کی طرح بحد کمال پہنچنے کی بھی استعداد رکھتا ہے۔ اور دوسرا مقابل کا جذبہ قطعاً معدُوم بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن انسان کامل وُہی ہے۔ جسمیں یہ کُل کے کُل اجزا اعتدال میں آ کر حسب ضرورت ظاہر ہوں۔ ان کی تعدیل کا نام ہی اخلاق اور رُوحانیت ہے۔ بعض انسان کسی جذبہ میں اِس حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ جو کسی خاص حیوان سے مختص ہوتی ہے مثلاً غُصّہ میں شُتر کینہ ہو جاتے ہیں۔ یا اپنی بے غیرتی اور گندہ خوری میں سُؤر کی عادات حاصل کر لیتے ہیں۔ یا اسی طرح ان میں کوئی اور جذبہ اتنا تیز ہوتا ہے۔ کہ اس سے ملتا جلتا رنگ کسی حیوان میں ہی پایا جاتا ہے۔ ایسے اشخاص گو بظاہر انسانی جامے میں ہوتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ حیوان بشکل انسان ہوتے ہیں۔ جو غُصّہ کو دبانا نہیں جانتا یا جس کا غصّہ مہینوں یا برسوں ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ وہ دراصل انسانی جامے میں شُتر ہے۔ یہ جو بعض صوفی کہتے ہیں۔ کہ بعض انسان ہمیں کشفی نگاہ میں مختلف جانوروں کی صورت اختیار کئے ہُوئے نظر آتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہی ہے۔ کہ جس حیوان کا مُدرکہ انسان میں پیدا ہو گیا۔ وہ اہلِ کشف کو اس حیوان کی شکل میں نظر آ جاتا ہے۔ حدیث

میں وارد ہے - کہ انسان جس قسم کے مدرکہ کو لے کر اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اس کا حشر بھی اُسی مدرکہ میں ہوتا ہے - یعنے حشر کے وقت بعض انسان سؤر بعض انسان کتے بعض انسان کو لئے اور حیوانی ادراکات میں ہوتے ہیں - اس سے یہ مراد نہیں - کہ وہ فی الحقیقت مرنے کے بعد ہی جانور بن جاتے ہیں - بلکہ اُس عالم میں جن اشیاء سے جسم تیار ہوتا ہے - اس کے اندر اُس حیوان کا مدرکہ ہوتا ہے - اور یہ کیا عجیب بات ہے - جب اس دنیا میں بعض انسانوں کے اندر بعض حیوانات کا مدرکہ غالب ہوتا ہے - تو آیندہ بھی ہو سکتا ہے - یہی حقیقت ہندوستان کے کسی بزرگ رشی پر کھلی ہو گی - جس کی حقیقت سے ناآشنائی نے اہل تناسخ کی کتابوں میں یہ لکھا دیا - کہ بعض انسان دوسرے جنم میں بعض حیوانات کی شکل میں پیدا ہوتے ہیں - میں نے ایسے بھی انسان دیکھے ہیں - جن کے نفس نفس میں تین چار جانور نظر آتے ہیں - مثلاً بلی کی طرح اگر وہ از حد صفائی پسند ہیں - تو سؤر کی طرح بلانوش - شہوت ران اور بیغیرت بھی ہوتے ہیں - ایسا ہی کتے کی طرح جو چیز اُن کے قبضہ میں آجائے - اُسے نہیں چھوڑ سکتے اب کیا یہ مختلف جانور ایک شکل انسانی میں جمع نہیں ہو گئے - یہی حالت عالم اُخروی کی ہے - ایسے لوگ جن ذرات کا جسم اختیار کریں گے - ان کا نام تو انسان ہی ہو گا لیکن اُن میں مدرکہ حیوانی ہو گا - حیوانی اور انسانی جسم کی کیمیاوی تحلیل و تفرید نے ثابت کر دیا ہے - کہ انسانی حیوانی جسم کے اجزا در اصل ایک ہی ہیں لیکن ان اجزا سے مختلفہ کی کمی بیشی ہی مختلف حیوان اور اُن کی مختلف شکلیں اور مختلف اعضاء و اطوار پیدا کر دیتی ہیں - سؤر کے جسم کے اجزا ایسا ہی کتے مُرغی اور انسان کے جسم کے اجزا تو ایک ہی ہیں - لیکن بعض اجزا بعض میں کم ہیں بعض میں زیادہ - اس کمی بیشی نے ہی مختلف گوشت پوست مختلف شکلیں مختلف جذبات اور مختلف وضعیں اور اخلاق پیدا کر دی ہیں - انسان میں یہ سب کے سب اجزا ایک خاص تناسب میں موجود ہوتے ہیں - انھیں مناسبہ اجزا سے

اُس کا جسم ایک خاص وضع میں اور اس جسمی وضع کے لحاظ سے اسمیں جذبات کی خاص کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اب اگر مختلف حیوانات کے جذبات انہی اجزا کے مختلف مقدور کی ترکیب کا نتیجہ ہے۔ جس سے ان کا گوشت پوست پیدا ہو کر ان میں مختلف مُدرکے پیدا کرتا ہے۔ تو جس جانور کا بھی ہم گوشت کھائیں گے۔ ہمارے جسم میں اُس جانور کی اجزا کی زیادتی ہو جائیگی۔ اب اگر اس زیادتی کا نتیجہ ہی اُس حیوان کا مُدرکہ خاصہ ہے۔ تو یہ عجیب نہیں کہ اس جانور کے اخلاق اُس کے گوشت کھانے پر کسی انسان میں پیدا ہو جائیں۔ اگر درندوں کا گوشت کھانے والے خطرناک غصیلے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ آپ کا مشاہدہ ہے۔ تو سُور کا گوشت کھانے والے کیوں نہ بے حیا اور دیوث نہ ہوں۔ اسلئے شریعت نے بعض جانوروں کے گوشت قطعی بند کر دیئے۔ اور بعض جانوروں کے گوشت احتیاط سے کھانے کی ہدایت فرمائی۔ اور ساتھ ہی بقولات وغیرہ پر بھی زور دیا جس سے جسمی نقص اصلاح پالیں۔ انسانی نفس بجائے ایک چڑیا خانہ ہے۔ اسمیں سب کے سب جانور بند ہیں۔ جیسے المداح باتہذیب انسان ایک چڑیا گھر کے ایک داروغہ کی طرح جو سب جانوروں کو محفوظ اور محدود کرکے جس جانور سے جیسا جس وقت پر خدمت لے لیتا ہے وہ ان خدمات کے محل اور موقع کو جانتا ہے۔ لیکن ایک غیر مہذب انسان کسی نہ کسی جذبات کا شکار ہو کر خود چڑیا خانہ کا کوئی جانور بن جاتا ہے ؎

الغرض مُدرکہ حیوانی اور مُدرکہ انسانی میں فرق اسی قدر ہے۔ کہ مُدرکہ حیوانی تہذیب و تعدیل نہیں پا سکتا۔ لیکن مدرکہ انسانی تہذیب و تعدیل پا سکتا ہے اس مُدرکہ کا ظہور رحم مادر میں نہیں ہوتا ہے۔ جس وقت کوئی بچہ رحم مادر سے نکلتا ہے تو وہ اس مُدرکہ کو لے کر نکلتا ہے۔ اب اسمیں ترقی کی استعداد پیدا ہو چکی ہے اس عالم دُنیا میں اس مُدرکہ انسانی نے تعدیل و تہذیب پا کر آئندہ ترقی کے قابل ہوتا ہے۔ یہ ترقی موت کے بعد بھی ہوتی ہے۔ لہذا اگر کوئی بچہ پیدا ہوتے ہی مر جائے۔ تو اس میں ترقی کرنے کی استعداد تو پیدا ہو چکی ہے۔ وہ اس

چیز کو یہاں سے لے کر چلا ہو۔ کہ جس کے بغیر عالم بعد الموت میں ترقی ناممکن تھی اور وہ چیز اسی عالم رحم میں سے گذر کر۔ یہاں آنے پر حاصل ہو لی تھی۔ اب خواہ یہاں آکر ایک دن کے لئے بھی نہ جئے مقصد اصلی اپنی ابتدائی شکل میں حاصل ہو چکا ہے۔ یہ سچ ہو کہ اس کے مدرکہ نے تہذیب و تعدیل نہیں پائی لیکن بہت سے دوسرے انسانوں کی طرح اس کا مدرکہ کسی حیوان کا مدرکہ بھی نہیں بنگیا۔ نہ انھیں افراط تفریط آئی ہو۔ مدرکہ انسانی موت کے بعد تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک تو وہ ہو۔ جس کے جذبات تہذیب و تعدیل پا چکے ہیں دوسرے وہ جن میں افراط تفریط کا رنگ پیدا ہوگیا۔ اور وہ اپنی موت حیوان بشکل انسان ہی تیسرے وہ جن میں نہ ترقی ہوئی نہ تنزل۔ وہ چھوٹی عمر میں مرا ہوا بچہ اگر تعدیل شدہ حالت میں اپنے جذبات نہیں لیگیا تو افراط و تفریط کی حالت سے بھی بچ گیا۔ اس لئے ایک ایسے عالم میں جہاں افراط و تفریط کی تحریکات نہیں۔ اس کا بہت جلد پرورش پاکر جادۂ اعتدال پر آجانا اُن مدرکات انسانی سے آسان تر ہے۔ جو افراط اور تفریط کا شکار ہوگئے ہیں مثال کے طور پر جب ہم اس دنیا میں آتے ہیں۔ تو ہمیں ایک سفید چادر دیجاتی ہے۔ جس پر یہاں ہمیں صرف پنسل کے کچھ نقش کرنے ہیں۔ اور تصویر کا کا ڈھانچ طیار کرتا ہو۔ جس پر رنگ و روغن حیات بعد الموت میں چڑھایا جائیگا اور تصویر کی کامل شکل یہاں ہی پیدا ہوتی ہے۔ بہت تھوڑے انسان ہیں جن کی چادر پر صحیح پنسلی نقش ڈالے گئے ہیں۔ کثرت سے جو چادریں ہوتی ہیں۔ یہاں کے غلط نقش و نگار نے اُن کی ہیئت کو ہی بدل دیا ہوتا ہے اُنھیں اس قدر گندہ اور چرک کر دیا جاتا ہے۔ کہ نہ صرف نقش اول ہی بگڑا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی شدہ حالت ہی اس قابل نہیں۔ کہ اس پر از سر نو نقش پیدا ہو سکیں۔ اور ان پر وہاں کا رنگ و روغن چڑھ سکے۔ اس چادر کو دھویا ہی جائیگا۔ اور جو بہت گندی ہو گی تو کسی قسم کے تیزاب سے اس کا چرک پن

دُور کیا جائیگا۔ اور چادر کو پھر اس حالت میں رکھا جائیگا جس پر پنسل نشان تک بھی نہ ہو۔ اور پھر اُس پر پنسل کے نشان دے کر اُسے رنگ و روغن چڑھایا جائے اب وہ بچہ جو سفید چادر کو ہی لے کر دُنیا سے رخصت ہو گیا۔ وہ بدرجہا بہتر اُن انسانوں سے ہے۔ جو چادر کو چیرک شدہ حالت میں لے گئے ہیں۔ دوزخ دراصل وہی سوڈا یا تیزاب یا دھوبی کی بھٹی یا دھوبی کے تختے پر کپڑے کا مارا جانا یا نچوڑ کی ترپیچ میں آنا یا استری کے تلے جلنے کی مختلف کیفیات ہیں۔ جن سے انسانی مدرکہ کی چادر نئے از سر نو پاکیزہ ہوتا ہے۔ اِن مصائب کے بعد جب ایک گنہگار کی چادر نے اسی حالت کو پھر اختیار کرنا ہی۔ جو اُس بچے کی چادر کی ہی جو پیدا ہوتے ہی مر گیا۔ تو پھر کیوں کہا جائے۔ کہ اس بچے کا پیدا ہونا بیکار گیا + ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ ایک وہ ہیں جنھیں تصویر بنا آتی ہے

حیات بعد الموت کی ترقیات کیلئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے

ایک یہ کہ مدرکہ انسانی انسانی جسم میں آئے۔ اور وہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک رحم مادر میں اُس کا مقام نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ جب وہ جسم انسانی میں آئے۔ تو بذریعہ موت اُسے جسم سے الگ کیا جائے۔ یہ دونوں حالتیں اُس بچے پر وارد ہو جاتی ہیں۔ جو پیدا ہوتے ہی یا جان کے پڑ جانے کے بعد رحم میں ہی یا دُنیا میں آ کر وہ چار گھنٹے یا دن یا ماہ یا سال جی کر مر جاتا ہے۔ ایک بڑا مقصد جس کے لئے انسان اُس دُنیا میں آتا ہی۔ یعنے مدرکہ انسانی کو پیدا کرنا وہ بچہ بھی حاصل کر لیتا ہے +

ترقی رُوح کیلئے ضروری نہیں کہ انسان پھر یہاں آئے

اس میں شک نہیں کہ ربانی اقتصاد نے مدرکہ انسانی کی تہذیب و تعدیل کیلئے اس دُنیا کو مقرر کیا۔ اسی دُنیا کی چیزیں اور اسی دنیا کا ماحول انسان کے اخلاق و آداب پر ایک گہرا اثر ڈالدیتا ہے۔ بہت سی باتیں اس کے تجربے اور مشاہدے میں آتی ہیں۔ اسی علم و تجربے سے اس کے اخلاق اچھے اور بُرے ہوتے ہیں لیکن یہ خیال کرنا کہ نفس مدرکہ کی مقررکردہ تہذیب و تعدیل جو اس دُنیا میں

ہوتی ہے۔ اس کے لئے اس دنیا کا ہونا ہی ضروری ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ وہ انسان جو لمبی عمر پاتے ہیں۔ اور ضعیف ہو جاتے ہیں آہستہ آہستہ اس حالتِ ارذل پر پہنچ جاتے ہیں جہاں کُل کا کل حاصل کردہ علم و تجربہ ضائع ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اسی کی طرف آیت ذیل میں اشارہ کیا ہے۔ واللہ خلقکم ثم یتوفٰکم ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئًا ان اللہ علیم قدیر (سورۂ نحل آیت ۷۰) اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہاری قبض رُوح کریگا۔ اور بعض تم میں ایسے بھی ہیں۔ کہ وہ ایسی ارذل عمر پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ جو کچھ بھی انھوں نے علم حاصل کیا ہوتا ہے۔ وہ سب کا سب چلا جاتا ہے) ایسی حالت میں سینکڑوں آدمی نظر آتے ہیں۔ انہیں میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے کوئی لمبا چوڑا علم و تجربہ حاصل نہیں کیا ہوتا ہے۔ انہیں ستودہ خصائل اور حمیدہ اخلاق بھی پیدا نہیں ہوئے ہوتے۔ اب ہر رکہ انسانی بھی موجود ہے۔ وہ اس دنیا میں بھی ہے۔ جسمیں اہل تناسخ کمی علم یا نقص رُوح کے دفعیہ کیلئے واپس آنا تجویز کرتے ہیں۔ جب اس دنیا میں ہوتے ہوئے انھیں کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ حاصل کردہ علم بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔ تو اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہو گیا۔ کہ رُوح کی ترقی کیلئے یہ ضروری نہیں کہ یہی دنیا ہو +

بعض اہل تناسخ بعض ہونہار بچوں کو دیکھ کر جنہیں علم و عقل کے اکتساب کی طاقت بہت زبردست ہوتی ہے بول اُٹھتے ہیں۔ کہ اس بچے کی یہ قوتیں دو پچھلے جنم سے ساتھ آئی ہیں۔ حالانکہ کُل کے کُل انسان اس دُنیا میں داخل ہونے پر ہر ایک علم و تجربے سے کورے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن نے فرمایا۔ واللہ اخرجکم من بطون اُمہٰتکم لا تعلمون شیئًا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون (سورۂ نحل آیت ۷۸) (اللہ تعالیٰ تمہیں اس دُنیا میں ماؤں کے رحم سے لاتا ہے جب تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ اس نے تمھیں کان آنکھ اور دل دیئے لیکن تم شکر نہیں کرتے) وہ ایک ایسا تختہ لے کر آتے ہیں۔ جو سارے کا سارا کورا ہی ہوتا ہے۔ اس کورا پن کو اس بات کی طرف محسوب کرنا کہ ہم سب کا سب پچھلے جنم کا حاصل کردہ علم بھول کر آتے ہیں۔ خود اس نظریۂ تناسخ کی تردید کرتا ہے۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ انسان کو اس دُنیا میں اس لئے بار بار آنا چاہئے۔ کہ وہ سارے کے سارے تجارب انسانی حاصل کرے۔ یعنے اگر ایک جنم میں آکر سپاہیانہ زندگی بسر کرے وہ فنون سپاہگری حاصل کرلے۔ تو پھر دوسرا جنم لیکر وہ مُصوّر یا مہندس یا

انجنیر یا شاعر یا جج یا وکیل یا سادھو بنتے۔ چونکہ یہ سارے کے سارے تجربے ایک زندگی میں حاصل نہیں ہوتے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ وہ بار بار آئے۔ اور جن باتوں کی استعداد انہیں رکھی گئی ہو۔ اور انسان میں تو ہر ایک استعداد ہے۔ وہ سب کی سب باتیں حاصل کرے۔ اور اس آواگون کا چکر اس تاریخ تک ختم نہ ہو۔ جب تک کہ وہ کل کے کُل علم و تجربے کا مالک نہ ہو جائے۔ بات تو بڑی دلچسپ ہے۔ اور خوبصورت ہے۔ لیکن یہ بات تو ہی صحیح ہو سکتی ہے۔ کہ جب ہم پچھلے جنم میں سپاہگری کے فنون کو تکمیل دیکر مر گئے۔ اور دوسرے جنم میں مصوری کے فنون سیکھنے کیلئے آئے تو ہم سپاہگری کے بھی طبعاً واقف ہوں۔ اور اس طرح ہر ایک آنے والے جنم میں گذشتہ جنموں کے تجارب اور علم ہمارے ذہن میں مستحضر رہیں۔ لیکن یہ بات تو نظر نہیں آتی۔ پیدائش کے وقت تو کسی قسم کا علم ہم میں نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ نظریہ بالبداہت غلط ہے۔ بعض بچوں کا فوق العادت ذہین ہونا کسی گذشتہ جنم کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ اُن کی تین چار پُشتوں کو دیکھ لیا جائے۔ ان کا دادا یا کوئی بڑا باپ اعلےٰ درجہ کا ذہین گذرا ہو۔ اور یہ باتیں اُنھوں نے ورثہ میں پائیں +

البتہ یورپ میں بعض عورتیں جو بطور فیشن تھیاسوفی میں شریک ہو کر تناسخ کو تسلیم کر لیتی ہیں۔ وہ کچھ اپنے پچھلے جنموں کا یہی حال بتاتی ہیں۔ لیکن اسمیں دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ یہ عورتیں اپنے جتنے گذشتہ جنم بتاتی ہیں۔ وہ سب کی سب تاریخی عورتیں ہی ہوتی ہیں۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ وہ سب کی سب ہندوستان کی رانیاں اور مہارانیاں ہی ہوتی ہیں۔ کبھی اُنھوں نے کسی گذشتہ جنم میں اپنا افریقہ یا امریکہ میں ہونا نہیں بتلایا۔ جس طرح یورپ کی نگاہ ہندوستان کی دولت پر پڑتی ہے۔ اسی طرح یہ عورتیں بھی پچھلے جنموں میں یہاں کے حکمرانوں کی بیبیاں ہی بننا پسند کرتی ہیں۔ کبھی کبھی بعض مصری تاریخی عورتیں بھی اس نسل میں جنم لیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ لیکن وقت تو یہ پڑتی ہے۔ کہ یہ قدیمی

مشہور تاریخی عورتیں تعداد میں بہت تھوڑی ہیں۔ اور جہاں دیکھو جو عورت نظر آتی ہے۔ وہ کسی گذشتہ جنم میں اپنا ہونا اُنہی ایک یا دو تاریخی عورتوں کا بتاتی ہے۔ مثلاً ۱۹۲۶ء میں لندن کے ایک مشہور روزانہ اخبار نے ایک مذاقیہ پیراگراف لکھا تھا۔ جس کا عنوان لندن میں سو کلیوپیٹرا تھا۔ کلیوپیٹرا مصر کی ایک مشہور عورت گذری ہے۔ اخبار نویس کا مطلب یہ تھا۔ کہ یہ تھیاسوفسٹ عورتیں جو اس بات کی مدعی ہیں کہ وہ اپنے پہلے جنم کو جانتی ہیں استفسار پر علی العموم کلوپیٹرا کا نام لیتی ہیں۔ یعنے پہلے وہ کلوپیٹرا تھیں۔ لیکن کلیوپیٹرا تو تاریخ میں ایک ہی ملکہ ہے۔ یہ ایک ہی جنم میں سینکڑوں کلیوپیٹرا کہاں سے آسکتی ہیں۔ اسی رنگ کے بعض اور بھی دلچسپ مرد ہمیں یورپ میں ملتے ہیں۔ گو عورتوں کے مقابل ان کی تعداد تھوڑی ہے۔ لیکن ان کا بھی ادعا یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے پچھلے جنم کو جانتے ہیں جب اُن سے پوچھو کہ وہ پچھلے جنم میں کیا تھے تو کسی راجہ یا بڑے برہمن کا نام لیتے ہیں بہرحال جس مرد یا عورت سے ملو اور اُن سے دریافت کرو تو وہ اپنے پچھلے جنم کو بہت اُونچا بتلاتے ہیں۔ ایک بھی ایسا شخص نہ ملیگا۔ جو اس بات کو قبول کرے۔ کہ وہ اپنے کسی گذشتہ جنم میں کوئی ادنےٰ ہستی رکھتا تھا۔ لیکن جو بات اُنھیں اس تفاخر ماضیہ کی دھن میں بھول جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ گذشتہ جنم کی خوبیاں آئندہ جنم میں وہی شخص کھوتا ہے۔ جو اس جنم میں کسی نہ کسی قسم کا گناہ کرتا ہے۔ لہٰذا یہ لوگ مرد یا عورت اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وہ بے کلیوپیٹرا یا مہارانی یا راجہ یا ودوان پنڈت یا بزرگ رشی تھے۔ اور اب جو وہ اس ادنےٰ حالت میں آگئے ہیں۔ تو ضرور انھوں نے اس جنم میں خطرناک بدمعاشیاں اور غلطیاں کی ہیں۔ جن کی پاداش میں وہ اس اعلیٰ حالت سے تنزل کرکے اس ادنےٰ حالت میں آگئے ہیں +

(باقی آیندہ)

۲۲

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ۔ قرآن حکیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت عہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ: درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ چودہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ انگلستان سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہیں اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے اس کی کئی ہزار کاپیاں غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اس میں تعلیم اسلام کو نہایت فلسفیانہ اور ناصحانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے مسلم مصنفین کے علاوہ نو مسلم احباب بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ چھ روپیہ ہندوستان میں ہے +

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے یا الفاروق مسلم جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانے پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی اُن لوگوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی [illegible] مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے۔

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرۂ آفاق کتاب آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دیجا رہی ہے اس کا برانچ آفس عزیز منزل لاہور ہے +

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)
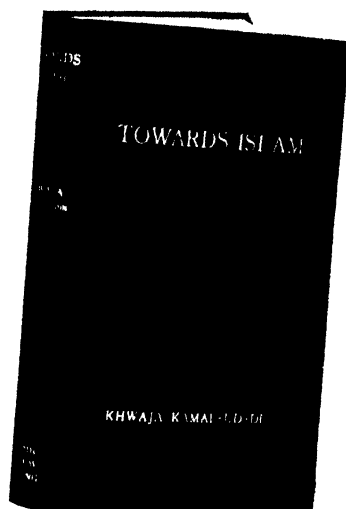
Price Rs. 2 12 0
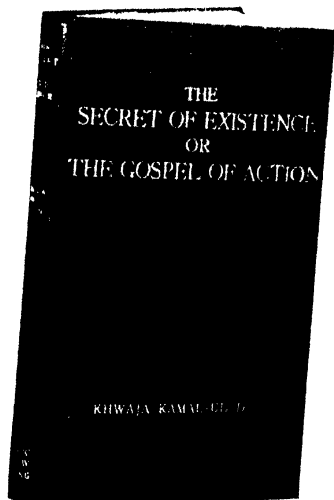
Price Rs. 2 8 0.
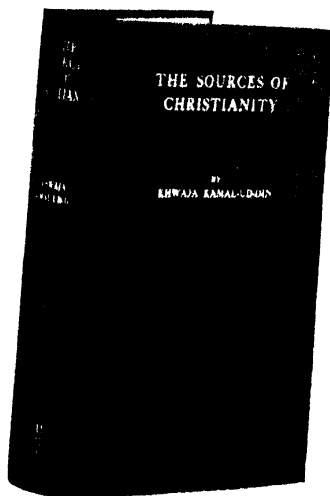
Price Rs. 2 12 0.

Muslim Book Society,
Azeez Manzil, Brandreth Road,
Lahore (Pb.)

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۵ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۷ء مطابق ربیع الاول ۱۳۴۶ھ | نمبر ۹

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ عید الضحٰے کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے۔ جو بروز اتوار مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۷ء مسجد ووکنگ میں منائی گئی۔ اس تصویر میں جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ خطبہ عید فرما رہے ہیں۔ ذیل میں ایک مختصر سی روئیداد عید پیش ہے +

مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۷ء بروز اتوار مسجد ووکنگ میں عید الضحٰے کا اسلامی تہوار گرم و خوشگوار موسم کے اندر نہایت ہی جوش و مسرت سے منایا گیا۔ اس سعید تقریب میں دنیا کے دور دراز ممالک کے مسلم احباب شامل ہوئے۔ جو مختلف اقوام و طبقوں سے متعلق تھے۔ اور کہ جن کی تعداد چار صد سے امسال متجاوز ہو گئی۔ یہ سب کے سب مسلم بھائی میموریل ہوس کے سامنے قدرت کے بچھائے ہوئے سبز مخملی فرش پر جمع ہوئے۔ جہاں مختلف اقسام کے پھولوں کی بوقلمونی اس قدرتی فرش کے منظر کو اور بھی دوبالا کر رہی تھی۔ اس اجتماع عظیم کے مسلم معبدین میں اسلامی اخوت و محبت کی روح جلوہ فگن تھی +

یہ مجمع عظیم ہندوستانیوں، افغانوں، ترکوں، ایرانیوں، مصریوں، عربوں، شامیوں، ملاباریوں، اہل جاوا، مشرقی افریقہ کے مسلمانوں، ہندوستانیوں، عراقیوں، اور برطانوی مسلمانوں پر مشتمل تھا +

نگہداشت و تحفظ دندان جناب مسٹر جارج الیٹ مین کی قلمی اعانت مسواک کے فوائد

(حضرت نبی کریم صلعم کے اقوال و افعال کی اتباع اخلاق صحت کیلئے فائدہ مند ہے)

(۱) میرے متبعین کیلئے یہ اگر ذرا تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک
کے استعمال کو ضروری قرار دیتا (بخاری کتاب الصوم) +

(۲) دانتوں کی صفائی و نگہداشت میں درازیٔ عمر کا راز پنہاں ہے (حضرت لحوی حکیم الدین)

ایک ایسے نقص اور ایک ایسی غفلت ولا پرواہی کیلئے کہ جو اعضاء و جوارح کے
انحطاط کا موجب ہو۔ اور کہ جس سے قبل از وقت پیری و ناتوانی ڈیرے
ڈال دے۔ دانشمندوں اور فرزانوں کے ایک گروہ کو اس امر کے لئے تائید و نصائح
کرنی یا تلقین و تنبیہ کرنی ایک حقیقی اور [illegible] [illegible] ہے۔ اوسط نوجوانوں
کی تن آسانی یا سہل انگاری و ناقص طرز زندگی نے انھیں حفظان صحت کے
بعض چھوٹے چھوٹے اصولوں کو نظر انداز کرنے کی عادت ان میں ڈال
کردی ہوئی ہے۔ لیکن برعکس وہ اگر انہی اصولوں کی پابندی کرتے۔ تو ان کی
صحت میں نمایاں ترقی و اضافہ ہوتی۔ تجربہ جس کی حقیقی مدد سے تائید کر رہی
ہے۔ آج ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ تمام جسم انسانی کے ڈھانچے کا حصہ بہت حد تک
دانتوں پر ہی ہے۔ دانتوں کی خور و پرداخت سے بے اعتنائی ہی پیش از وقت
پیری و انحطاط کا موجب ہو جاتی ہے۔ حفظان صحت کے ایک معمولی سے اصول کی عدم
توجہی بہت سے عواقب بد کا موجب ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ دن بھر میں
ہم کو کم از کم دو دفعہ دانتوں کو صاف و ستھرا رکھنے کی عادت اور نہایت ہی مفید
عادت کو کبھی بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے +

فی زمانہ حضرت نبی کریم صلعم کی ایک سادہ زندگی تھی اس زندگی میں ہم دیکھتے
ہیں کہ آپ حفظ صحت کے اصولوں پر بڑی سختی سے کاربند رہے۔ مسلمان زمانہ میں سے آپ
ہی سب سے اول مصلح ہیں جنہوں نے اپنے متبعین کو غسل وضو کرنے اور دانتوں کو صاف ستھرا
رکھنے کی تاکید فرمائی۔ یہ حسن عادت آپ نے انہیں سائنس کے کسی تجربہ یا انکشاف یا گراں قیمت منجن کے

زمانۂ تاریک کی باقیات سے کم نہیں جبکہ اوہام پرستی پرہیزگاری کہلاتی تھی - اور جہالت و لاعلمی موجب مسرت و انبساط سمجھی جاتی تھی +

توہم پرستی کے دلدادہ احباب کے پاس اب بھی نیک فال گھوڑوں کی نعلیں ہیں - اور اوہام پرست طبائع اب بھی سیاہ بلی کو ملنے سے متوحش ہو جاتی ہیں - اور کسی ایسے گھر میں اپنی عجوبہ پرست طبیعت کی وجہ سے اپنے سے انکار کر دیتی ہیں - جس کا نمبر گنتی میں تیرہ نمبر ہو اور اسی طرح سے بدشگونیوں کے سبب چلنے سے بھی انکار کر دیتی ہیں - ازیں قبیل بہت سی توہم پرستانہ رسوم کے شیدائیوں سے دنیا اب بھی معرا نہیں - ان حقائق و قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ توہم پرستی ابھی دنیا میں زندہ ہے +

اس موقع پر حضرت نبی کریم کے بیشمار واقعات زندگی میں سے ایک دلچسپ موزوں واقعہ کو دوہرانا خالی از دلچسپی نہ ہوگا - جس سے پتہ چلیگا - کہ آپ نے تمام اقوام سے بڑھ کر عجوبہ پرست و توہم پرست قوم کے اندر سے اوہام پرستی کے بت کو پاش پاش کرنے میں کمال کر دکھایا - اور اس طرح سے آپ نے اہل عرب کے اندر علم طبعیات و ہیئت کی بنیادیں قائم کیں +

صحیح البخاری میں مروی ہے کہ جس تعلق سے حضرت نبی کریم صلعم کے بیٹے قاسم کی وفات اسی دن واقع ہوئی جس دن سورج گرہن لگا ہوا تھا - چونکہ حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت و علو رتبت اہل عرب کے دلوں میں جاگزین تھا - ان عجوبہ پرستوں نے خیال کیا - کہ عناصر قدرت بھی آپ کے بچہ کی موت پر گریہ و ماتم میں آپ کے شریک حال ہوتے ہیں - اور ان اجرام فلکی نے بھی عزاداری ایک نمایاں و خصوصی رنگ میں ظاہر کی ہے +

اس وقت اگر حضرت نبی کریم صلعم کو کوئی لالچ ہوتا - یا کوئی من مانی خواہشات کی تکمیل مقصود ہوتی یا اور کسی قسم کی ذاتی وجاہت و برتری کا خیال ہوتا - تو عوام الناس کی سادہ ذہنیت سے آپ بہت استفادہ اٹھاتے - لیکن آپ کی ارفع و اعلے ذات اس قسم کی ذلیل و کمینہ حرکات سے بالاتر تھی - آپ نے تمام متبعین کو مسجد میں جمع فرمایا اور انہیں ایک خطبہ سنایا جس میں ایک فقرہ ایسا تھا جو نہ صرف مبالغہ آمیز و غیر مستحق توصیف و تعریف کے باب کو ہمیشہ کیلئے ہی مسدود نہیں کرتا بلکہ اسکے ساتھ ہی توہم پرستی کو بھی بیخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے - اور وہ معنی خیز و تاریخی فقرہ یہ ہے - کہ :-

"سورج و چاند کے کسوف و خسوف آیات اللہ ہیں ان کو کسی کی حیات و ممات سے کوئی واسطہ نہیں" +

اس طرح سے حضرت نبی کریم صلعم نے اہل عرب کے قلوب سے اس خوف و خطر کو نکال دیا - جس نے بر وقت علم ہیئت و نجوم اور طبعیات کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنا تھا - جو کہ محض اوائل اہل عرب کی کوششوں کے نتائج ہیں -

اگلی صحبت میں ہم انشاء اللہ ایک جرمن کی کتاب کالماس بزبان جرمن سے ایک اقتباس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرام کرینگے - جس نے ان عظیم الشان کارہائے نمایاں کا تذکرہ کیا ہے جو اہل عرب نے علم ہیئت میں انجام دیئے +

بالکل درست کیا۔ یہ تو کنور صاحب کا فرض تھا۔ کہ جب الہ آباد کا فیصلہ ان کے سامنے
تھا۔ اور وہ اس سے اتفاق نہ رکھتے تھے۔ تو اپنی رائے لکھ کر مقدمہ کو ڈویژن
بنچ کے سپرد کرتے۔ میری رائے میں انھوں نے جو کچھ کیا غلط کیا۔ اور مسلمانان
ہند اُن کے اس طرز عمل پر جس قدر چیخیں چلائیں درست ہے۔ اور مسلم آؤٹ لک
آخر مسلمانوں میں سے ہے۔ کنور صاحب مسلم قلوب کی کیفیت سے ناواقف تھے
ایسے نازک مقدمہ کو اس طرح اپنی رائے پر فیصلہ کر دینا اس حزم و احتیاط کے خلاف
ہے۔ جو جج کو چاہئے۔ سنڈے ٹائمز نے ورتمان کے متعلق جس محرومی ملزم کا
رونا رویا ہے۔ اس کا صحیح مثل اگر تھا تو مسلم آؤٹ لک کا مقدمہ تھا۔ جس میں
ملزمان کو حقوق اپیل سے محروم کر دیا گیا۔ نہ معلوم سنڈے ٹائمز نے اس موقع پر کیا
رائے ظاہر کی۔ اگر اس وقت وہ خاموش رہا تو یہ جرنلزم کے فرض پر قومی جذبات
غالب آ گئے۔ سنڈے ٹائمز کی اسی اشاعت میں کوئی مسٹر محمد اسمٰعیل صاحب
مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہر ہندو بھائی راجپال نہیں۔ یہ
بالکل سچ ہے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے ہندو بھائی تھے جو راجپال کے فعل کو نفرت سے
دیکھتے ہوں گے لیکن مسٹر اسمٰعیل کو ہی ان ہندو اصحاب کا بھی علم ہوگا۔ جنہوں نے
پبلک میں اپنی نفرت کا اظہار کیا۔ خیر یہ بات تو دوسری ہے۔ وہ سوچیں کہ جس آرڈیننس
کا مطالبہ ہم مسلمانوں نے کیا۔ اس کی مخالفت بھی آریہ ہندو اخبارات نے ہی کی۔
کیا یہ اخبار یہ چاہتے ہیں۔ کہ جو چاہے کسی قوم کے مقدس مقتدا کی پگڑی اچھال دے
اور اُسے گندے سے گندے الفاظ میں یاد کر کے کروڑہا نفوس کا دل خون کر دے
اور گورنمنٹ اُسے روک نہ سکے۔ نہ معلوم یہ لوگ کس دھرم سے تعلق رکھتے ہیں۔
اور اس دھرم میں کن اخلاق کی تعلیم ہے۔ کہ وہ اس آرڈیننس کے مخالف ہوئے۔ مجھے
یہ خبر نہیں کہ مہاتما گاندھی نے اس موقع پر کن خیالات کا اظہار کیا۔ اگر وہ خاموش
رہے ہیں۔ تو انھیں بھی اس ضابطہ اخلاق کی نظر ثانی کر لینی چاہئے۔ جس کے وہ پابند
ہیں۔ اور جس پر وہ نازاں ہیں۔ بالمقابل اُن مسلمان بھائیوں کو بھی اپنے طریق عمل

میں تبدیلی کرنی چاہیئے۔ جو ہندو مُنہ زوری کے مقابل ہمیں خاموشی کی تعلیم دیتے رہے۔ مسٹر اسمعیل ہمیں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ اگر راجپال نے ایسا لکھا ہے۔ تو بعض ہندو اصحاب نے حضرت خاتم النبیین کی تولیف میں کتابوں کی کتابیں لکھدی ہیں اس ضمن میں وہ کہتے ہیں۔ کہ انگلستان میں اگر پروفیسر مارگولیتھ اور مس سائیبرج نے رسُول اکرمؐ کی شان میں بدگوئی کی ہے۔ تو دیگر یورپین نے مدح سرائی بھی کی ہے۔ مسٹر اسمٰعیل کو یہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ بدزبان ہیزم کشوں کا وہ علاج نہیں جو وہ تجویز کرتے ہیں۔ دروغگورا تا بخانہ باید رسانید ایک صحیح پالیسی ہے۔ ہم نے مارگولیتھ اور مس سائیبرج کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ آج ڈیڑھ سال ہوا۔ کہ جب انگریزی صحائف نے آنحضرت صلعم کے متعلق ایک جھوٹے واقعہ کو لکھ کر ہمارے مطالبہ پر پروفیسر مارگولیتھ کو اسلام کی بہترین سند قرار دیا۔ کیونکہ پروفیسر مذکور ہی اس جھوٹے واقعہ کی روایت کا ذمہ وار تھا۔ آخر اسلامک ریویو نے صحت واقعہ کے متعلق اسے چیلنج دیا اور لکھا۔ کہ یا تو وہ عربی زبان سے ناواقف ہے اور اس نے اصل عبارت کا غلط ترجمہ کیا ہے اور اس لئے وہ اس قابل نہیں۔ کہ جامعہ اکسفورڈ میں عربی کا پروفیسر رہے۔ یا اس نے ارادتاً خلاف واقعہ لکھا ہے۔ اس واقعہ کو آج سال سے زیادہ ہؤا۔ اور مارگولیتھ اس ہماری گولی کے مقابل اس وقت تک بے دم ہے۔ خدا مجھے صحت دے تو اس کے باقی کے خرافات کا بھی علاج کرلوں گا۔ یہی مس سائیبرج اسکی تحریر کے متعلق جو لارڈ ہیڈلے نے مناسب علاج کیا۔ اس نے اس بدزبان عورت کے دانت کھٹے کردیئے۔ مسلمانوں نے جسقدر آج تک مخالفین کی بدزبانیوں کے مقابل صبر و تحمل کیا۔ اسکی بھی وہ آپ ہی نظیر ہیں۔ اور جو بالمقابل دوسروں نے ہمارے ساتھ سلوک کیا۔ اسکی سند شرافت کیا کسی ضابطہ میں ہمیں نہیں ملتی۔ نہ معلوم وہ کس اخلاق کے پابند ہیں۔ جو رنگیلا رسول کے فیصلہ کے بعد فی الفور اپنی بدزبانی میں بڑھ جاتے ہیں۔ اور ہمارے مطالبہ آرڈیننس کے مخالف ہوتے ہیں۔ ممنون ہوں مرشدنا حضرت مرزا صاحب جنگل کے بھیڑیوں کی ہماری صلح ہو سکتی ہے لیکن ان

بدزبانوں سے صلح ناممکن ہے ÷

یہ لوگ یاد رکھیں کہ ہندو لٹریچر سے ہم ناواقف نہیں - اور اگر کوئی چاہے تو ہندو کتب کی سنت پر وہ کچھ لکھ سکتا ہے جس سے ان کے ہوش و حواس اُڑ جائینگے لیکن وہ یقین رکھیں کہ ہم ایسا نہ کرینگے - ہم تو ہر قوم کے بزرگ کی عزت کرتے ہیں - اور بروئے تعلیم قرآن اُن کو اپنا بزرگ جانتے ہیں - کیا وید یا کسی اور کتاب میں ایسی شریفانہ تعلیم ہے - لیکن جس بات نے ہمکو حیران اور کمزور کر دیا - اور ہمیں تذبذب کے مصداق بنا رکھا ہے - وہ ہمارا اپنا ہی باہمی نفاق و فساد ہے - آج اگر ہمکو عزت رسُول نے ایک مقام پر جمع کر دیا ہے - اور اسمعاملہ میں ہم اپنے اتحاد کے باعث حسب دلخواہ نتائج کو قریب آتا دیکھتے ہیں تو یاد رکھو کہ اس امر کے سوا ابھی عزت رسُول مدت سے خطرہ میں آچکی ہے جب بعض لوگ آپ کو ہندوستان میں ہی دیکھنا ہی نہیں چاہتے - اور ہمارے متعلق واقعات اسپین کو دوبارہ دیکھنا چاہتے ہیں - اور اس کا ایک ہی باعث ہے - کہ ہم محمد عربی کے پیرو ہیں - تو پھر خود غور کرو - کہ یہ حملہ بھی عزتِ رسُول پر ہے یا کچھ اور ہے - ایسا ہی بعض چاہتے ہیں - کہ اسلام دنیا سے ہی مٹ جائے یہ حملہ بھی عزتِ رسُول پر ہے یا کسی اور پر - ایسی ہزاروں باتیں ہیں - خلاصہ یہ ہے - کہ ہم سے بڑھکر دُنیا میں کوئی مصیبت زدہ نہیں لیکن یہ مصیبت ہمارے اتحاد قومی کے مقابل یقیناً ھباءً منثورا ہو سکتی ہے - یاد رکھو کل دُنیا میں صرف ایک مذہب اسلام ہے - جسکے ماتحت کسی فرقی اختلاف کی گنجائش نہیں - جن امور کو ہم نے بناء اختلاف بنا رکھا ہے - وہ اُن امر میں ہرگز شامل نہیں جو ہمارے اسلام و ایمان کیلئے کافی ہے - جو لوگ اہل قبلہ کی تکفیر کے شائق ہیں - وہ بھی اس وقت اپنے وجوہ اجتہاد کی نظر ثانی کریں - انہوں نے دیکھ لیا - کہ اُنھیں کن کن راہوں سے انھیں کلمہ گویوں کی کاسہ لیسی کرنی پڑی - جن کی تکفیر کا وہ وظیفہ کیا کرتے ہیں - وہ یہ بھی

سمجھ لیں - کہ انسان کو وہی کام کرنا چاہئے جو وہ ہمیشہ کر سکے - ہنگامی و اتفاقی حادثات سے فائدہ اٹھانا - کوئی عمدہ پالیسی نہیں +

آخر میں میری عرض ہے - کہ ہم لاکھ ریزولیوشن پاس کریں - وہ سب بے سود ہونگی - لیکن اگر ہم ایک کام کر جائیں - اور وہ یہ کہ فرقی تنازعات کو لاشئے قرار دیکر کُل اہل قبلہ کو متحد کر لیں - تو ہر قسم کی کامیابی ہماری غلام ہو جائیگی - اس امر کا مجھے ذاتی طور پر تجربہ ہے + والسلام

ننگ مرگ
خواجہ کمال الدین
مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۲۷ء

انبیائے ثلاثہ

جناب موسےٰ جناب عیسےٰ حضرت محمد صلعم

از قلم لارڈ ہیڈلے بالقابہم

جناب موسےٰ کے سامنے یہ کام تھا - کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دیں - اور ارضِ موعودہ کی طرف رہنمائی کریں - اور اللہ کے منشائ کے موافق ان کو اس کام کے کرنے کی قابلیت دیگئی - چالیس سال کی بادیہ پیمائی اور صحرا نوردی میں موسیٰ کو طور سینا پر شریعت ملی - جو دس احکام پر مشتمل تھی - اور یہ احکام بنی اسرائیل کی ضرورتوں کے لحاظ سے کافی تھے +

لیکن یہ لوگ ایسی قوموں کے درمیان تھے - جن میں بُت پرستی عام تھی - اور اخلاقی حالت گری ہوئی تھی - پس اِن کو یہ کام دیا گیا کہ مخلوق کو حق کی تبلیغ کریں - اور توحید کا درس دُنیا کو دیں - لیکن یہ لوگ خود حالات گردوپیش سے متاثر ہو گئے - اور بجائے آوروں کو قعرِ ذلت سے نکالنے

کے خود بت پرستی اور شرک کی جانب مائل ہو گئے۔ انھوں نے اپنے اخلاق خراب کر لئے۔ اور اپنے ہاتھوں ایسی مصیبت مول لی۔ جس سے آج تک انھیں چھٹکارا نصیب نہیں ہوا۔ اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے صحرا میں گوسالہ پرستی شروع کر دی تھی۔ اور ایک خدا کی عبادت سے منہ موڑ لیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے کوہ پسگہ پر وفات پائی۔ اور اس حالت میں کہ ارض موعود سامنے ہی تھی۔ ارض موعود کے معنی مجازی طور پر اس پاکیزہ زندگی کے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ نے اس کی تعلیم دی۔ مگر بنی اسرائیل نے اس پر عمل نہ کیا ان کے ہادی نے ارض موعود کا نظارہ اس طرح دور سے کیا۔ جس طرح [illegible] انسانی آنکھ تجلیات کا مشاہدہ دور سے کرتی ہے۔ اور بنی اسرائیل کی تاریخ مابعد کا لب لباب یہ ہے۔ کہ یہ لوگ کئی دفعہ شرک اور بت پرستی کا شکار ہوئے اور اس جرم کی پاداش میں سزا پائی۔ مصائب جھیلے [illegible] بعد بہت سے انبیا جو علاوہ مذہبی سیادت کے دنیاوی حکومت کے مالک بھی تھے۔ ان کی اصلاح کی۔ مگر یہ لوگ نہ سدھرنے تھے نہ سدھرے۔ ان لوگوں کا تکبر اور غرور انھیں معبود برحق کی اطاعت اور عبادت سے باز رکھتا تھا ہاں صراط مستقیم کے علاوہ [illegible] احکام کے [illegible] دیگر اقوام کے مشرکانہ خیالات کا تتبع خوب کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جادو وغیرہ سیکھا۔ اور [illegible] عقائد اور رسوم حاصل کئے۔ اور انھیں بڑے [illegible] ان تورات کی کتاب میں اب بھی پائے جاتے ہیں اور انھوں نے [illegible] دیگر عقائد کی آمیزش کر کے اسے [illegible] پیرو بن گئے۔ صرف ظاہر [illegible] نہ رکھا اور روحانیت سے بالکل [illegible] مائل کیا۔ دنیا کو دین پر مقدم [illegible] اور [illegible]

بزعم ایشان دُنیاوی جاہ وحکومت قائم کریگا - اور مادی ترقی اور عروج کے متمنی ہو گئے +

حضرت عیسےٰ

حضرت مسیح ناصری اس قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے جنہوں نے موسوی شریعت کے ماتحت زندگی بسر کی تھی - اور چونکہ انھوں نے ظاہری رُخ پر زیادہ زور دیا۔ اسلئے مغز شریعت کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے۔ اور محض پوست پر اکتفا کیا - یہ زمانہ بڑی سختی کا تھا - یورپ اور ایشیائے مغرب کے باشندے رومۃ الکُبریٰ کے محکوم تھے - اگرچہ یہ حکومت اپنی رعایا کی حفاظت کرتی تھی اور تمدن کی دعویدار بھی تھی، مگر طرزِ عمل جابرانہ تھا - قیاصرہ عموماً جور و تعدی کے مجسمے ہوتے تھے - یہودیا کے علاقہ پر ہیرودیس حکمرانی کرتا تھا - جو روما کا باجگذار تھا - لوگوں کی طبائع پرانے عقائد اور رسوم سے دلبرداشتہ نظر آتی تھیں - اور عموماً سب لوگ نئی ہدایت کے منتظر تھے - لوگ کسی آنیوالے کی راہ تک رہے تھے - خود رومی لوگ بھی اس خیال سے آزاد نہ تھے - اور وہ قیصر آگسطس کو ایک پیشوائے دین خیال کرتے تھے - یہودی ایک شریعت آسمانی کے مالک اور توحید کے علمبردار تھے - مگر افسوس کہ یہ لوگ عجب کس مپرسی کی حالت میں دن گذار رہے تھے - انھوں نے اپنا فرض قطعاً بھلایا ہوا تھا - ایسے وقت پر مسیح مبعوث ہوئے - تاکہ یہود کو اس ظاہر پرستی اور رسوم کی غلامی سے نجات دیں - خیال کیا گیا ہے - کہ یسوع نے فرقہ ایسینی سے بعض علما سے علم تحصیل کیا تھا اور یہ یہود میں ایک فرقہ تھا - جس نے پوست کے بجائے مغزِ شریعت پر اپنا مدار کار رکھا تھا - یہود عموماً رسوم پرستی میں مبتلا تھے - اور ان کے عقاید میں فلسفہ کی آمیزش نے ایک تلاطم پیدا کر رکھا تھا - مسیح نے - حضرت مسیح ان میں پاکیزہ اخلاق مثلاً سخاوت محبت انکساری اور حسن معاشرت کی تبلیغ شروع کی اور ان کو آسمانی بادشاہت کی خوشخبری سنائی -

لیکن یہود اپنی پرانی طرز معاشرت اور پرانے عقاید میں مست تھے۔ اور قربانی کے مسئلہ میں انھیں بڑا شغف تھا۔ یعنی وہ خیال کرتے تھے۔ کہ خدا ہمارے گناہوں کے عوض ہم سے چاہتا ہے۔ کہ جانوروں کی قربانیاں برابر جاری رہیں۔ یہ قربانی کی رسم ان یہودیوں نے کنعانی اور فونیشنی لوگوں سے سیکھی۔ کیونکہ یہ اقوام بعل اور ملاک کی خوشنودی پر قربانیاں کرتے تھے۔ اور انھیں لوگوں سے یہود میں یہ قربانی کی رسم آئی۔ چنانچہ یہود بھی صدقہ کا بکرا برابر صحرا میں بھیجا کرتے تھے۔ جو عزازیل کی صحبت سمجھا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح کے بارہ میں جو کفارہ کا خیال جاری ہوا اسکی ابتدا بھی یہیں سے شروع ہوئی ہے۔ کہ مسیح نے اپنے خون سے آدم کے گناہ کا کفارہ ادا کردیا۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ یہ نئے عہد نامہ کا خون ہے۔ جو گناہوں کی معافی کے واسطے بہتیروں کے لئے بہایا جاتا ہے؛

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر قوم میں یہ کفارہ کا خیال کہ خدا خون سے خوش ہوجائے گا۔ اور گناہوں کا بدلہ پائیگا۔ قائم رہا ہے۔ لوگوں کا یہ خیال رہا ہے کہ ہمیں اپنے گناہوں کے بدلے ضرور کسی دوسرے جاندار کو خدا کی بھینٹ چڑھانا چاہئے +

مسیحیت کی یہ تصویر پولوس نے کھینچی ہے۔ وہ دیگر وقائع نگاروں کی تصویرات سے بالکل علیحدہ ہے۔ پولوس کے عقاید متعلقہ گناہ موت کفارہ وغیرہ دیگر وقائع نگاروں کے عقاید کو کوئی نسبت نہیں۔ جیسا کہ اناجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے بلکہ مروجہ شریعت کی تطہیر ان کی بعثت کی اصل غرض تھی۔ اور کہ جو خرابیاں موسوی شریعت میں یہودیوں کی نااتفاقی سے پڑگئی تھیں۔ انکی اصلاح کردیں۔ اور شریعت میں اصل صورت میں پیش کریں۔ لوگوں کو اس طرف مائل کریں۔ کہ وہ بجائے ظاہر بینی کے حقیقت پر وہ اپنی توجہ قائم کریں۔ یہودی علماء توریت کے لفظی معنی کرتے تھے اور اس طرح حقیقت سے بیخبر رہتے تھے۔ مسیح نے محبت کا پیغام دیا۔ اور قصاص

کی اسپرٹ کو کم کیا - آپ کی تعلیم یہود تک محدود تھی - تاکہ بنی اسرائیل کے گھرانے کی
کی منتشر بھیڑوں کو یکجا کریں +

یہودی لوگوں کی قوتِ ایمانی، رسوم پرستی اور معابد کے پروہت کو
نجات کا ذریعہ سمجھنے کی وجہ سے قطعاً سلب ہو چکی تھی - اور ان باتوں کا جو
لازمی نتیجہ ہوتا ہے یعنی منافقت اور ریاکاری وہ ان میں پیدا ہو گئی تھی
اور رفتہ رفتہ رُوحانیت سے بے بہرہ ہو گئے - اور خود غرضی اور نفس پرستی کا چرچا
عام ہو گیا - چنانچہ یہ سب باتیں ہیں انجیل کے مطالعہ سے بخوبی عیاں ہو جاتی ہیں
مثلاً نقودیمس نے دوبارہ رُوحانی زندگی حاصل کرنے پر کس قدر حیرت کا اظہار کیا ہے!
حالانکہ یہ یہود کا فرض تھا - کہ وہ مسیح کی تعلیم کے محافظ ہوتے - اور اُسے لوگوں
تک پہنچاتے - مگر ایسا نہیں ہوا - ان کے بجائے پولوس نے مسیح کی تعلیم کو مسخ
کر کے ایک نئے قالب میں ڈھالکر پیش کیا - واضح ہو کہ مسیح کا کام اصلاحی
نقطۂ خیال سے آنحضرت کے کام سے بہت کم اور ہلکا تھا - کیونکہ یہودی قوم مختلف
متمدن اقوام سے تعلقات رکھتی تھی - مثلاً مصری کالڈی اور بحیرہ کے ساحلی باشندوں
سے اور ان اقوام سے بہت کچھ علم و فن کی تحصیل کی تھی - چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے
حالات سے معلوم ہوتا ہے - کہ یہود دنیا سے الگ تھلگ قوم نہ تھے - بلکہ انکے
تعلقات ہر قسم کے مختلف اقوام مثلاً ہایرام اف ٹایر اور ٹارشیش اور شبا
سے وابستہ تھے - یہود میں جو نقص تھا - وہ ان کی ریاکاری، غرور، مادہ پرستی
اور ہر ترک کی طرف میلان طبع تھا - حالانکہ اُن کے پاس ایک عمدہ اخلاقی اور
تمدنی قانون موجود تھا، جو الہام کی رو سے طے پا چکا تھا - مگر انھوں نے اس سے کچھ
فائدہ نہ اُٹھایا - مسیح کا کام صرف یہ تھا - کہ انہیں ظاہر پرستی سے باطن پرستی کی طرف
مائل کریں - اور ان کی غلطیوں کی اصلاح کریں - اور ان کو صلح و آشتی، پیار اور
محبت کا پیغام دیں - یہود کی حالت عربوں کی حالت سے بدرجہا بہتر تھی - یہی وجہ ہے،
کہ مسیح کا کام اس قدر دشوار نہ تھا جسقدر آنحضرت صلعم کا موسیٰ کے متعلق بھی جانتے

ہیں۔ کہ انہوں نے مصریوں سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ اور اُن کا قانون شریعت عربوں کے لئے مفید نہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اسمیں اُن نقائص کا علاج نہ تھا جو ملک عرب میں موجود تھے۔ اگر دونوں کے کام کا مقابلہ کیا جاوے۔ تو صاف ظاہر ہو گا۔ کہ آنحضرتؐ کا کام موسیٰؑ کے کام سے بدرجہا مشکل اور دشوار تھا۔ اب ہم آنحضرتؐ کے حالات زندگی کا مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں +

حضرت محمد صلعم

جس وقت ہم انبیاء کی سوانح عمری کا مطالعہ کریں تو لازم ہے کہ ہم اپنے دماغ سے وہ تمام افترات اور خیالات نکال دیں جو کسی نبی کے پیروؤں سے اُسکی ذات کے متعلق رائج ہوتے ہیں۔ ہم مثل ایک غیر جانبدار مؤرخ کے محض مؤرخانہ حیثیت سے آنحضرتؐ کے کام پر ریویو کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہمیں ان باتوں سے جو مسلمان یا قرآن کے صفحات بتاتے ہیں۔ کوئی سروکار نہ ہو گا۔ آنحضرتؐ کی بعثت دُنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ تاریک زمانے میں ہوئی۔ رومتہ الکبرےٰ کا زوال ہوچکا تھا۔ اور مختلف خونخوار اقوام مثلاً گاتھ وندال وغیرہ نے یورپ میں آگ لگا رکھی تھی۔ مسیح کی تعلیم مسخ ہوچکی تھی۔ توحید کی جگہ اجرام پرستی ملایک پرستی، انسان پرستی جاری تھی۔ اور بُت پرستوں کے عقاید باطلہ اجزاے ملت ہو چکے تھے۔ آفتاب پرستی اور مریم پرستی بھی داخل عقاید ہوچکی تھی۔ اور اس زمانہ کے مسیحیوں میں اخلاق حسنہ کا نشان تو ڈھونڈنے پر بھی نہ ملتا تھا تمام یورپ ایک شدید جہالت کی تاریکی میں گرفتار تھا۔ اور ستم ظریفی یہ کہ جہالت علم کی مترادف تھی۔ جو شخص جس قدر زیادہ جاہل ہوتا۔ اس قدر عالم خیال کیا جاتا۔ تمام دُنیا کی بُرائیاں مجموعی طور پر عرب میں موجود تھیں مسیحی کلیسائیں جو وہاں تھیں۔ ان کی حالت بُت پرست عربوں سے بدتر تھی۔ اور عربوں کا تو کہنا کیا تھا۔ دُنیا کی وہ کونسی بُرائی تھی۔ جو ان میں موجود نہ تھی۔ جو اُن کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ مسیحیت بیچاری بجائے اُن کی اصلاح کے خود ان کی بُرائیوں کا شکار ہو گئی۔

عرب کے باشندے یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اخلاق کس چیز کا نام ہے؟ زنا کاری اور قمار بازی، شراب خوری اور عیاشی ان کی زندگی کے اجزا ایسے لاینفک تھے جنکے بغیر گذر ناممکن تھا۔ بلکہ زنا کاری تو ایک فخر و مباہات کا ذریعہ تھا جس کے واقعات منظوم شکل میں پبلک کے سامنے پیش کئے جاتے تھے۔ اور سوتیلی ماں، بہنوں، خالاؤں وغیرہ سے شادی کا عام رواج تھا۔ سود خوری تو گویا کوئی بات ہی نہ تھی۔ لوگ دیوتوں کو اعلےٰ ہستی خیال کرتے تھے۔ لونڈیاں پالتے تھے۔ ان سے زنا کرواتے تھے۔ اور آمدنی اپنے صرف میں لاتے تھے۔ لوٹ مار قتل و غارتگری ایک عام بات تھی۔ اور ہر شخص شرک و کفر کنندہ، جادو ٹونا ٹوٹکہ اور دیگر ایسی ہی خرافات میں گرفتار تھا۔ قصاص کا مسئلہ خاص ایمان کی چیز تھا۔ اور خونخواری، بہیمیت اور وحشیانہ عادات مردوں سے گذر کر عورتوں تک میں سرایت کر گئی تھیں۔ چنانچہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا جگر نکالکر دانتوں سے کچا چاب لیا۔ اور اکثر عورتیں اپنے مقتول دشمنوں کے دل و جگر فخریہ بطور مالا یا حمایل کے زیب گلو کرتی تھیں۔ بت پرستی ان لوگوں کا مذہب تھا۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کا بت موجود تھا۔ انکے برابر اسمٰعیلؑ کا۔ ان کے علاوہ ہر روز کی عبادت کیلئے ایک نیا بت مقرر تھا۔ یعنی خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ انسانی قربانی معمولی تھی بلکہ والدین اپنے بچوں کو خود بھینٹ چڑھایا کرتے تھے۔ اور لڑکیاں اس عزت کے لائق نہ تھیں۔ انھیں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ یہودی اور نصرانی دونوں نے اصلاح کی کوشش کی۔ مگر ایک کی دال نہ گلی۔ چنانچہ سر ولیم میور جیسے متعصب شخص نے بھی اس ناکامی کا اعتراف کیا ہے +

الغرض ان لوگوں کی اخلاقی اور روحانی حالت ایسی گری ہوئی تھی۔ کہ اس سے بدتر ممکن نہیں۔ اور انھیں پر کیا موقوف ہے۔ تمام زمانہ کی حالت رو بہ تنزل تھی +

اگرچہ ہندوستان، فارس اور یورپ سب کے سب جہالت کا شکار رہتے ۔ مگر ملک عرب ان سب سے بدتر تھا ۔ ان میں کہیں کہیں زندگی اور بہتری کے آثار نمودار تھے ۔ مگر عرب مطلقاً تاریکی میں سرتا پا غرق تھا ۔ نہ ان میں کوئی شریعت تھی نہ قانون، نہ تمدن ۔ نہ تہذیب نہ اخلاق نہ اطوار غرض یہ سب لوگ درحقیقت بہائم صفت تھے ۔ محض شکل و صورت انسان کی سی تھی ۔ نہ تجارت تھی نہ خلافت نہ کوئی ایسا آثار تھے کہ کبھی یہ قوم کسی طور پر ترقی کر سکتی ہو ۔ نہ انفرادی حقوق کی نگہداشت نہ اجتماعی محافظت کا کوئی ذریعہ عجب طوفان بے تمیزی برپا تھا ۔ ہاں قبیلہ وار کچھ پرانی روایات کے ماتحت چند ایک رسوم اور قواعد مروج تھے ۔ مگر بالکل فضول اور بیفائدہ ۔

آنحضرتؐ کا کام ۔ ان لوگوں کی جبلی مغرورانہ عادات کی بناء پر اور بھی مشکل ہو گیا تھا ۔ آپؐ کے راستہ میں ایک دو نہیں بلکہ صدہا مشکلات حائل تھیں ۔ اور کامیابی کا منہ دیکھنے سے پہلے آپؐ نے ان گنت تکالیف اٹھائیں ۔ بے انتہا مصائب اُٹھائے ۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں ۔ کہ یہ سب کچھ دس سال کے قلیل عرصہ میں ہو لیا تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی ۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ سب کچھ آپؐ نے تن تنہا کیا ۔ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ تھا ۔ اور پھر کامیابی بھی عدیم المثال ہے تو ہمیں مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ آپؐ کو غیر معمولی قوت اور طاقت حاصل تھی ۔ اور آپؐ کا دل و دماغ ایک غیر معمولی لیاقت رکھتا تھا ۔ اور جو کام آپؐ نے کر دکھایا ۔ وہ نہ اگلوں سے ہو سکا نہ پچھلوں سے ۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کی قابلیت نمایاں ہے ۔ بطور تاجر کے آپؐ نے نہایت دیانتداری سے کام کیا ۔ بطور ایک جنگجو کے آپؐ نہایت دُور اندیش دلیر اور مستقل مزاج رہے ۔ بطور ایک مدبر ملک اور مقنن کے آپؐ کا تدبر اور فہم اور دانائی ۔ آپؐ کی ذکاوت اور معاملہ فہمی قابل تعریف ۔ آپؐ کا قانون ایسا جامع اور مکمل اور تمام ضروریات کو حاوی کہ آجتک

اسی پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ اور بحیثیت ایک نبی اور رسول کے آپ کی دوربین نگاہ نے ان تمام قوتوں کو جو روحانیات کے عالم میں جاری ہیں، بغور مطالعہ کیا۔ اور انسان کی ضرورتوں کے موافق ایسا قانون بنایا کہ انسان روحانیات میں اعلےٰ پرواز کر سکے اور آپ نے نہایت سادہ اور عام فہم طریق پر خدا تعالیٰ کی منشاء اور مرضی کو مخلوق کے سامنے رکھ دیا۔ اور بتا دیا کہ انسان کا اپنے خالق سے کیا رشتہ ہونا چاہئے۔ یہ چند خصوصیات جن کا ہم نے خاکہ ان چند الفاظ میں پیش کیا ہے۔ وہ حقائق ہیں۔ جن کا ابطال قطعی ناممکن ہے۔ اور دوست دشمن دونوں کو یکساں تسلیم ہیں آپؐ کا مشن متعلق بالزمان اور مختص بالقوم نہ تھا۔ بلکہ تمام اقوام کو آپؐ نے اسلام کی دعوت دی موسیٰ صرف یہود کی اصلاح کے واسطے آئے۔ عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی اصلاح کی مگر

محمد رسول اللہ

نے کل بنی نوع آدم کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ اور سالوں کی مخالفت کے بعد آپؐ نے اپنی آنکھوں سے اپنی کامیابی کو ملاحظہ فرما لیا جبکہ تمام عرب آپؐ کی زندگی ہی میں بتوں کی نجاست سے پاک ہو گیا تھا۔

مذہبی اصلاح کے ساتھ ساتھ لازمی ہے۔ کہ لوگوں کی زندگی میں بھی تغیر پیدا ہو اور اصلاح اسی وقت مفید کہی جا سکتی ہے۔ جب زندگی میں پاکیزہ تغیر پیدا ہو۔ ورنہ ایک لفظ بمعنی سے زیادہ وقیع نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس خیال سے بھی آنحضرتؐ کی کامیابی اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اہل عرب کی زندگی میں وہ بڑا تغیر ہوا کہ گویا کایا پلٹ گئی اور پھر یہی نہیں۔ بلکہ لوگ اس نئی روح کے ماتحت عملی طور پر زندگی بسر کرنے لگے

آنحضرتؐ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جو حج کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے خطبہ دیا۔ جو جبل عرفات پر دئیے جانے کی وجہ سے آپؐ کا پہاڑی وعظ کہلا سکتا ہے، اگرچہ یہ خطبہ شاعرانہ خوبیاں تو نہیں رکھتا۔ لیکن مفید اور کارآمد ہونے کے لحاظ سے ایک عالم اور جاہل دونوں کیلئے یکساں قیمت رکھتا ہے۔ وہ ایسی نصائح پر مشتمل ہے جو شہری اور دیہاتی فلسفی اور عامی دونوں کے لئے ضروری اور ناگزیر ہیں۔ اور جان اور مال

کی حفاظت کے قوانین قمار بازی اور خانہ جنگی سے ممانعت رحم و محبت کی تاکید مساوات بین المسلمین ایکدوسرے کے ساتھ انصاف اور صلح کا برتاؤ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ چند ایک اس عظیم الشان خطبہ کی خصوصیات ہیں +

الرسول

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(ایک نومسلم انگریز شیدائی تبلیغ اسلام کے قلم سے)

"یہ ابن عبد اللہ ہے۔ جو کہتا ہے کہ مجھ سے خدا ہمکلام ہوتا ہے" نزول من الرحیم تاریخ ماضیہ پر نظر غائر ڈالیں تو ہمکو بعض ہستیاں انسانی حیات کے مختلف منازل میں سربرآوردہ اور ممتاز نظر پڑتی ہیں۔ جو بکر بنی نوع آدم پر ایک نمایاں تفوق اور مرتبہ رکھتی ہیں۔ اور ان میں خیالات و مشاغل جدید کی نئی روح پھونک دیتی ہیں ان ممتاز لوگوں میں وہ اشخاص بھی جن کے معزز و محترم ہیں۔ جو مذہبی مشن لیکر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور مخلوق کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور تزکیہ نفوس کا مہتم بالشان کام انجام دیتے ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں کی رہنمائی کے واسطے ایک مکمل اور اہل دستور العمل طیار کرتے ہیں۔ اور نفوس انسانی کی ترقی اور علو مراتب کے واسطے معقول انتظام مہیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ مختلف اقوام مختلف نسلوں اور مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اور جس وقت انسان نے اپنی فطرت طبعی واصلاح کی بین ان موقعہ پر ایسے نفوس قدسی پیدا ہوا کئے ہیں۔ اور جس زمانہ میں اخلاق بگڑ گئے طبائع بدی کی طرف مائل ہوگئیں۔ اور مذہبی اصول و عقائد حقہ خراب و برباد ہوگئے تو اس وقت ایسے زبردست انسان عین ضرورت کے لحاظ سے ظاہر ہوا کئے ہیں۔ جنہوں نے مذہب کو از سرنو ایک مضبوط چٹان پر قائم کیا اور خیالات میں اصلاح مناسب حال فرمائی۔ یہ لوگ عموماً بانیان مذاہب ہوئے ہیں۔

ان میں سے ممتاز ترین ہستیوں کے نام یہ ہیں :- لاؤزی، کنفیوشس، بدھ، زرتشت
مسیح اور حضرت محمد صلعم۔ مگر یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ ان بزرگوں میں سے ہر ایک کے
متبعین اپنے پیشوا کو خدا کا خاص رسول یقین کرتے ہیں۔ اور دوسرے ہادیان
یا بانیان مذاہب کے متعلق اُن کے خیالات باہمدگر مختلف ہوتے ہیں۔ مسیحیوں کا ادعا
الا باستثنائے معدودے سب سے بڑھا ہوا ہے یعنی عیسیٰ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ جو ایک کنواری
کے پیٹ سے پیدا ہوا اور باقیماندہ سب کے سب چور اور دغا باز ہیں۔ اس کے برعکس
مسلمانوں کا دعویٰ نہایت ہی سلوک اور رواداری کے وسیع النظر اصول پر مبنی ہے یعنی
محمد ایک انسان تھا۔ مثل دیگر بنی نوع آدم کے ہاں وہ افضل الانبیاء اور خیر البشر
ضرور تھا۔ اور انبیائے ماسبق کے مشن کو مکمل کرنیوالا۔ اور اسی وجہ سے مسلمان
تمام جہان کے رسولوں کو بنظر عزت دیکھتے ہیں۔ اور ان کو ملہم و مامور من اللہ یقین
کرتے ہیں۔ جو حقائق عالیہ متعلق مذہب کی تعلیم و تلقین کیلئے مبعوث ہوئے ہیں
اور محمد نے سابقہ حقائق کو از سر نو زندہ کیا۔ اور ان میں مناسب ترمیم و اصلاح فرمائی۔ قرآن
اللہ کا آخری کلام ہے جو انسان کی ہدایت کے واسطے دیا گیا۔ ناظرین سے پوشیدہ نہیں کہ
ہمارے اسلامک ریویو میں ایڈیٹر صاحب اور دیگر اہل قلم نے اسلامی تعلیمات پر وقتاً فوقتاً
روشنی ڈالی ہے۔ اور یقین ہے کہ وہ اس کو جاری رکھینگے۔ لہذا اس پر مجھے روشنی ڈالنے
کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں ایک بات بیشک ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اسلامک ریویو
کے قارئین کرام کو اس مقدس شخص کی زندگی کے حالات سے واقفیت ہو جاوے
جس نے مذہب کے ایسے حقائق عالیہ کو اس طرح بنی نوع آدم کے واسطے ارزاں اور
عام کر دیا۔ اور ہر شخص کو روحانی ترقی کیلئے دعوت دی۔ مناسب ہے کہ اس مضمون میں
آنحضرت صلعم کی زندگی کے چند مشہور واقعات کو ناظرین کے فائدہ کی خاطر خلاصتہً بیان کیا جاوے
اور اس مخالفت کا جو اس مقدس شخص نے اپنی قوم کے ہاتھوں برداشت کی۔ اور ان تکالیف
کا جو اس نے اس مقدس کام میں اٹھائیں۔ اس مستعدی اور استقامت کا جو اس نے
شروع سے آخر تک دکھائی۔ اور اس رستہ پر جس پر ہم بار ہا ہیں کے متعلق اسے یہ یقین تھا کہ یہ

خدا تعالیٰ تک لیجانیوالا ہی مختصر لفظوں میں ذکر کیا جاوے ۔ یہ تمام امور اس جگہ شرح و بسط کے
ساتھ بیان نہیں ہو سکتے ۔ بلکہ مجملاً ہی ذکر کئے جا سکتے ہیں ۔ تاکہ وہ لوگ جو نبی کریمؐ کی
زندگی سے آشنا نہیں ہیں ۔ آپ کی شخصیت کے متعلق کچھ صحیح اندازہ لگا سکیں +

میرا روئے سخن مسلم طبقہ کی طرف نہیں ہے ۔ بلکہ میرے مخاطبین
وہ انگریز اور یورپین ہیں ۔ جنہوں نے آنحضرتؐ کی زندگی کا کبھی مطالعہ کیا
ہی نہیں ۔ اور اب چونکہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کے متعلق کچھ پڑھا ہے
تو خواہ مخواہ ان کے دل میں معلم اور ان تعلیمات کے بانی مبانی کی سوانح عمری
معلوم کرنے کا شوق ہوگا ۔ مسلمان لوگ جو کچھ اپنے مقدس رسول کے بارہ
میں عقاید رکھتے ہیں ۔ ان کا ذکر وقتاً فوقتاً اسلامک ریویو کے اوراق میں
ہوتا رہا ہے ۔ اس جگہ یہ کہنا ضروری ہے کہ اس کے اجرا کا مقصد ہی
یہ ہے ۔ میں بہت سے چند خاص واقعات کا ذکر کروں گا ۔ جو محمد رسول اللہ صلعم
کی ذات سے وابستہ ہیں ۔ تاکہ میرے ناظرین خود اندازہ لگائیں ۔ اور آیندہ
لگا لیں ۔ اور آیندہ ۔ اگر اس مقدس ذات کے متعلق اشارات و حوالہ جات
ان اوراق میں پائے جائیں تو ان کو سمجھنے میں سہولت ہو ۔ اور اس کے علاوہ
اس مختصر سے مضمون سے ایک اور مقصد بھی پورا ہوگا ۔ وہ یہ کہ قارئین
کے دل میں اس مقدس ہستی کے متعلق مزید معلومات بہم پہنچانے کا
اشتیاق پیدا ہو جائیگا ۔ اور وہ ان اوراق کو جن میں بادیہ عرب کے ایک
سیاہ چشم انسان کی زندگی کا حال ہوگا ۔ جو تن تنہا اپنی قوم کے سامنے خدائے
وحدہٗ لاشریک لہٗ کا نام پاک لے کر اٹھ کھڑا ہوا ۔ اور جس نے اپنی تعلیم
کے ذریعہ کروڑوں انسانوں کی زندگی پر تبدیلی پیدا کر دی ۔ اور جس نے
دنیا کی تاریخ میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا ۔ حتےٰ کہ جس نے خود عیسائیت
کو متاثر کر دیا ۔ بڑے شوق کے ساتھ پڑھینگے ۔ حضورؐ کے والد کا نام عبداللہ
تھا ۔ جو عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ۔ اور آپ کی والدہ کا نام آمنہ تھا

اور آپؐ وہب کی صاحبزادی تھیں جو قبیلہ زہری کے سردار تھے۔ جس طرح مسیحؑ کی تاریخ پیدائش صحیح طور پر معلوم نہیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی تاریخ پیدائش بھی صحیح طور پر معلوم نہیں۔ سید امیر علی نے ۲۹۔ اگست ۵۷۰ء قرار دی ہے۔ اور مسٹر کاسن ڈی پرسی ویل نے ۲۰۔ اگست ۵۷۰ء پروفیسر پامر نے ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء ڈاکٹر ای ڈوش کی بھی یہی رائے ہے ڈاکٹر ملر نے سید علی سے اتفاق کیا ہے۔ عربی طریق پر آپؐ کی ولادت ۱۲۔ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی دشواری یہ ہے۔ کہ یہ نہیں معلوم ہوسکتا۔ کہ اس وقت سنہ عیسوی کیا تھا۔ آپ اپنے والد کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تولد ہوئے۔ پہلے پہل آپ کی پرورش ایک لونڈی ثعبہ نامی نے کی بعد ازاں دائی حلیمہ نے۔ یہ عورت قبیلہ بنی سعد تھی۔ دستور تھا۔ کہ بچوں کو پہاڑوں پر لیجاتے تھے۔ اور وہاں کی پاکیزہ اور خوشگوار آب و ہوا میں پرورش کیجاتی تھی۔ شرفائے قریش میں یہی رسم جاری تھی۔ دو سال کے بعد حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑایا۔ اور واپس لے آئی۔ جب آمنہ نے یہ دیکھا کہ پہاڑ کی آب و ہوا نے بچے کو تنومند اور فربہ کردیا ہے۔ تو انھوں نے دوبارہ لیجانے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ پانچ سال کی عمر تک پہاڑ پر ہی رہے اس کے بعد اپنی والدہ کے پاس آئے۔ سال بھر کے بعد آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ تب آپ کی پرورش آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے کرنی شروع کی۔ عبدالمطلب نے بڑے پیار اور محبت کے ساتھ پرورش کیا۔ اور سب لوگوں سے زیادہ آپؐ پر مہربانی کی نظر رکھی۔ چار سال کے بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ اور اب اس دُرِ یتیم کی پرورش کا بار آپؐ کے چچا ابوطالب پر پڑا۔ یہ بزرگ خانہ کعبہ اور زمزم کے بھی متولی اور انچارج تھے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ آپؐ کے چچا نے ضرور آپ کو بت پرستوں کے عقاید سے واقفیت دی ہوگی۔ اور مکہ تو بت پرستی کا مرکز تھا۔ بچپن ہی میں آپؐ کو سیا

کا خیال پیدا ہوا اور آپ نے اپنے چچا سے ایک قافلہ کے ہمراہ شام کے سفر کی اجازت حاصل کرلی۔ اور اس طرح عرب کے علاوہ دیگر اقوام کے عادات و اطوار کو بغور مشاہدہ کرنے کا آپ کو پہلا موقعہ ہاتھ آیا۔ عرب مورخین نے ہم کو آپ کی اس قسم کی سیاحتوں کی تعداد نہیں بتائی لیکن ہمارا خیال ہے۔ کہ محمد صلعم جیسی طبیعت کے انسان نے اپنی عادت کے موافق چچا کی اجازت سے حتے الوسع فائدہ اٹھایا ہوگا۔ اور شام و ایران کا سفر بار بار کیا ہوگا۔ یقیناً زمانہ سفر اس ملک میں طول طویل ہوتا ہوگا۔ اور شام کو جس وقت پڑاؤ ہوتا ہوگا۔ تو وہ نوجوان سیاح کی زندگی کے بہترین گھنٹے ہوتے ہونگے۔ ضرورات کی تنہائی اور ایسے سہانے وقت میں آپ قدیمی عربوں کی کارگذاریاں ان کے کارنامے اور بڑے بڑے انبیا مثلاً ابراہیم اسمعیل۔ موسیٰ و ہارون وغیرہم کی زندگیوں کے مشہور اور مفید واقعات سنتے ہونگے۔ اور عشق و محبت کی داستانیں بھی ضرور سننے میں آتی ہونگی اور قوال بھی [illegible] ہونگے۔ اور اپنی قوم کے جذبات پر پورے طور پر قوت حاصل ہوا کرتا ہوگا۔ کیونکہ تماشے تماشے حکایات و شعر و شاعری بیشک عربوں کی طبیعت ثانیہ ہوگئیں تھیں۔ اور ان کی زندگی کے اجزائے لاینفک بنچکی تھیں۔ جن کے بغیر عربوں کو اپنی زندگیاں قطعاً بدمزہ اور بیکار معلوم ہوتی تھیں۔ اور محمد رسول اللہ بھی اصلی عرب تھے۔ یقیناً انہیں بھی مغربی دنیا کے سننے میں لطف آیا کرتا ہوگا۔

[illegible] سال کی عمر میں آپ ایک شریف خاتون کے سرمایہ کا رمقرر ہو گئے ان کا نام خدیجہ تھا۔ آپ [illegible] تھیں۔ اور [illegible] مالدار آپ کی تمنا تھی کہ کوئی معتبر اور تجربہ کار آدمی [illegible] جو مال و اسباب تجارت کا ذمہ دار منتظم ہو۔ لہذا آپ کی [illegible] نہایت [illegible] [illegible] سالار قافلہ نہایت منتظم اور ہوشیار کارکن اور دیانتدار اور راستباز انسان ثابت ہوئے۔ کام کو خوش اسلوبی سے انجام کو پہنچایا۔ خدیجہ آپ کے اعلیٰ [illegible] اور حسن کارگزاری [illegible] قدر خوش ہوئیں کہ اگرچہ

آپ آنحضرت صلعم سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ تاہم آپ نے شادی کی درخواست کی
اور آپ سے آنحضرت نے پسند کیا۔ چنانچہ ۵۹۵ء میں آپ کی شادی ہوگئی۔ خدیجہؓ
سے آپ کی سات اولادیں ہوئیں۔ چار لڑکیاں اور تین لڑکے پیدا ہوئے۔
تینوں لڑکے طفولیت ہی میں قضا کر گئے۔ یہ شادی بہت مبارک اور خوش آئند
ثابت ہوئی۔ آنحضرت معزز تو تھے ہی۔ اب تمام مکہ میں سب سے زیادہ مالدار شخص بھی ہو گئے۔
مکہ صرف ایک مذہبی صدر مقام ہی نہ تھا۔ جہاں خانہ کعبہ میں بڑے بت ہبل کے گرد
تین سو ساٹھ پتھر کے بت رکھے ہوئے تھے۔ بلکہ بہت سی اقوام وہاں اس
پتھر کو بوسہ دینے بھی آتی تھیں۔ جس کے متعلق اُن کا یہ خیال تھا۔ کہ آسمان
سے گرا ہے۔ علاوہ بریں مشہور مقام عکاظ جہاں بڑا بھاری میلہ ہر سال لگتا تھا۔
مکہ سے صرف تین منزل تھا۔ اس جگہ بڑے بڑے شعرا طبع آزمائیاں کیا کرتے تھے
اور بہت سے لوگ بزرگوں کے کارنامے بڑے طمطراق کے ساتھ بیاں کیا کرتے تھے۔
تجارت کا سامان بھی بکثرت آیا کرتا تھا۔ اور ہر قوم کی چہل پہل رہتی تھی۔ اور
ہمارا یقین ہے۔ کہ شراب ناب اور بتان طناز کا بھی دور دورہ رہا کرتا ہوگا۔

اُس زمانہ میں مکہ میں کوئی ایسا صاحب اقتدار نہیں تھا جو یہاں کے
اوباشوں کو قابو میں رکھتا۔ اور ان پر پورے طور سے تسلط جمائے رکھتا۔
چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔ قتل و غارتگری کا
بازار گرم ہو گیا۔ اور گلی کوچوں میں بات بات پر فساد ہو جاتا تو ایک معمولی سا روزمرہ
کا شغل ہو گیا۔ حتے کہ اجنبیوں کے علاوہ خود شہریوں کی جانیں اور
مال محفوظ نہیں رہے۔ اور نہ عورتوں کی عصمت۔ آنحضرت نے جب یہ حالت
دیکھی تو چند قبائل کے اعوان سے مشورہ کیا۔ اور بنی زہرہ اور بنی تیم دونوں قبائل
کو اس امر پر آمادہ کیا۔ کہ وے دونوں عہد کریں کہ متفقہ طور پر حتے الوسع
اس بدانتظامی کا سد باب کریں۔ اور امن و امان قائم کریں۔ اس معاہدہ کا نام
حلف الفضول تھا۔ جو غالباً ان لوگوں کے نام پر مشہور ہوا ہے +

اس کے بعد ۶۰۵ء میں جبکہ خانہ کعبہ از سر نو تعمیر ہو رہا تھا ایک جھگڑا ہو گیا۔ اور قریب تھا۔ کہ کشت و خون تک نوبت پہنچے۔ اور خون کی ندیاں بہہ جائیں۔ مگر آنحضرت صلعم کی دانشمندی اور ہوشیاری سے معاملہ بڑی خوبی کے ساتھ رفع دفع ہو گیا۔ بنائے قضیہ یہ تھی۔ کہ کون شخص قبائل قریش میں سے اس عزت کا مستحق ہے۔ کہ وہ حجر اسود کو اٹھا کر اسکی قدیمی جگہ پر دوبارہ نصب کرے۔ چنانچہ اعیان قریش نے یہ رائے دی۔ کہ کل صبح جو شخص بنی شیبہ کے دروازے سے خانہ کعبہ میں اول داخل ہو وہ مختار بنایا جائے۔ کہ جس طرح چاہے اس قضیہ کا فیصلہ کرے۔ خدا تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت جو شخص پہلے پہل خانہ کعبہ میں علی الصباح داخل ہوا وہ آنحضرت تھے۔ چنانچہ آپ نے یہ کہا کہ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ وہ اُتاری اور پتھر اس کے بیچوں بیچ میں رکھا۔ اور اعیان قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا اب چاروں قبیلوں کا ایک ایک شخص میری چادر کے چاروں کونے پکڑ کر اُٹھاؤ۔ جب پتھر جائے مقصود پر پہنچ گیا۔ تو آپ نے چادر میں سے اُٹھا کر اسے اسکی قدیمی جگہ رکھ دیا۔ اور اس طرح آپ کی ہوشیاری اور عقلمندی کی بناء پر آئی ہوئی بلا اہل عرب کے سر سے ٹل گئی مہربانی کی دوسری مثال بھی غور طلب ہے۔ زید ابن حارث ایک نوجوان جنگ میں گرفتار ہو کر مکہ لایا گیا۔ خدیجہ کے بھتیجے نے اسے خریدا اور بطور تحفہ اپنی پھوپھی کو پیش کیا حضرت نبی کریمؐ نے اُسے اپنی بیوی سے لے کر آزاد کر دیا۔ اس مہربانی کا زید ابن حارث پر یہ اثر ہوا۔ کہ جب اس کے باپ نے اس کو وطن مراجعت کرنے کی درخواست کی تو اس نے وطن پر نبی کریمؐ کی معیت کو ترجیح دی۔

شاید بعض لوگ تعجب کریں کہ کیوں میں نے ان واقعات کو جو بادی النظر میں معمولی دکھائی پڑتے ہیں۔ اسجگہ نقل کیا ہے لیکن یہ امر بے وجہ نہیں ہے سبب یہ ہے کہ انسان کی عمر کا یہ حصہ یعنی نوجوانی وہ حصہ ہے۔

جب اس کا کیریکٹر بنتا ہے۔ اور اس کا چال چلن راسخ ہو جاتا ہے۔ اور اسکی زندگی ایک خاص رستہ پر پڑ جاتی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب انسان بیرونی اثرات سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے۔ اور ان اثرات کو قبول کرتا ہے۔ اور جزو زندگی بناتا ہے۔ اور وہ مناظر قدرت سے سبق حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے گرد و پیش کی اشیاء سے اور روزمرہ کے واقعات پیش آمدہ سے متاثر ہوتا ہے۔ اور روزمرہ کے معمولی مشاغل اور تجارب اسکی زندگی کو ایک خاص رنگ دیتے ہیں۔ جوانی وہ وقت ہے جب ہماری روح بڑی جلد بیرونی اور خارجی اثرات سے اثر قبول کرتی ہے اور خارجی تحریکات سے بڑی جلد تحریک میں آتی ہے۔ اور فوراً برانگیختہ ہوتی ہے۔ اور ہر فعل ہر قول اس پر ایک خاص اثر ڈالتا ہے۔ اور خاص حالات کے ماتحت ہماری روح ان افعال اور اقوال سے انقباض اور انبساط حاصل کرتی ہے۔ اسلام کے لئے یہ زمانہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اسلام نبی کریم کے دل میں مستتر اور مضمر تھا اور الٰہی مہر و توجہ کی ایک جھلک درکار تھی۔ کہ وہ وہاں سے نکلکر سب پر آ گئے۔ اور اپنی روشنی سے کو ہ و دمشت اور بیابان کو منور کر دے۔

یہ بھی واضح رہے۔ کہ محمد الرسول اللہ تعلیم یافتہ انسان نہ تھا بلکہ محض اُمّی تھا۔ اس زمانہ میں مکہ وغیرہ میں اسکول و مدارس کا وجود بھی نہ تھا۔ اور کتب خانوں کے تو نام سے بھی کوئی آگاہ نہ تھا۔ لہٰذا انسانی زندگی و موت کے متعلق جو معرکۃ الآرا مسائل عہد دراز سے اصحاب بصیرت چلے آرہے ہیں ان پر روشنی حاصل کرنے کے واسطے محمد رسول اللہ کے لئے کوئی خارجی موقع بالخصوص عرب کی سرزمین میں حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال ہوا۔ اور اس نے اُسے کتابوں سے بے نیاز کر دیا۔ اور روشنی عطا کی۔ اور یہ روشنی دن بدن ترقی کرتی گئی۔ اور آجکل روئے زمین پر محیط ہے +

جب آپ کی عمر قریب چالیس سال ہوئی تو وحی الٰہی کا نزول ہوا۔ کچھ شک نہیں

نزولِ وحی سے پیشتر ایک عرصہ ضرور اس مقدس اور اہم فرض کی بجا آوری کی قابلیت پیدا کرنے میں لگا ہو گا۔ برسوں آپؐ کے دماغ میں ایک کشمکش کا عالم رہا ہو گا اور بچپن کے خیالات بت پرستوں کے عقائد اور بتوں کی عزت و منزلت جو اس سوسائٹی کا لازمی نتیجہ تھی۔ اور قوم کے رسوم و توہمات جن کے درمیان آپؐ کی زندگی گذاری۔ ان سب باتوں کو قطعی دل سے دور کرنے میں بڑی روحانی جنگ رہی ہو گی۔ ضرور ہے۔ کہ پرانے خیالات اور نئے حقائق منکشفہ میں ایک کشمکش واقع ہوئی۔ اور آپؐ نے اس قابلیت کی بناء پر جو آپؐ کی پاکیزہ روح اور روشن دل میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ اُن تمام مشرکانہ اور وحشیانہ خیالات پر فتح پائی۔ اور آپؐ کے سامنے ایک پُرامن اور روح کو تازہ کرنیوالی فضا قائم ہوئی۔ خدیجہؓ کے ساتھ شادی کرنے کے بعد آپؐ کو فرصت نصیب ہو گئی تھی۔ اور غور و فکر اور مشاہدہ کے واسطے آپ کو کافی وقت ملتا ہو گا۔ آپؐ کا بہت سا وقت مطالعہ صحیفہ قدرت میں گذرتا ہوتا۔ اور آپؐ گھنٹوں سوچا کرتے کہ کیونکر اپنی قوم کے اخلاق درست کروں اور ان میں حقیقی مذہبی زندگی پیدا کروں۔ اور پھر اُن تمام مذاہب میں جو آجکل رائج ہیں۔ کونسا مذہب صحیح ہے آپؐ کی عادات میں فرق عظیم واقع ہوا ہو گا۔ بجائے ایک اُونٹ ہانکنے والے کے آپؐ کو گھنٹوں مستغرق او محو خیال رہنا پڑتا ہو گا۔ اور آپؐ کا طرز زندگی بجائے ایک تاجر کے ایک فلاسفر کی موافق ہو گیا ہو گا۔ جو صحیفہ قدرت کے مطالعہ میں بکلی غرق ہو گیا ہو۔ اور رازِ سربستہ کا انکشاف چاہتا ہو۔ بلکہ اس سے بھی بلند مقام آپؐ کی نگاہ میں تھا۔ آپؐ صانع فطرت سے ہمکلام ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہیں وجوہ متذکرہ بالا کی وجہ سے آپؐ کو تنہائی پسند آنے لگی۔ اور آپؐ اپنا سارا وقت کسی سنسان وادی یا کسی دُور افتادہ غار میں بسر کرنے لگے۔ یہ فرق جو آپؐ کی زندگی میں نمایاں طور پر ہویدا ہوا آپؐ کے دوستوں سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ جبکہ آپؐ نے دوستوں او

اقربا کی صحبتوں سے کنارہ کش ہوکر اس طرح تنہائی اختیار کرلی - آپ کی محترم بھی اول اول ذرا متفکر ہوئیں لیکن انھوں نے اپنی فراست اور ذکاوت سے آپ کے خیالات کا صحیح اندازہ لگالیا کہ آپ کس فکر میں سرگرداں ہیں - اور کتنا عظیم الشان کام یعنی اپنی اور دیگر اقوام کی اصلاح آپ کے پیش نظر ہے - چنانچہ انھوں نے نبی کریمؐ کی ہمت افزائی فرمائی - وہ خاص مقام جہاں آپؐ خلوت میں غور و مشاہدہ میں مصروف رہا کرتے تھے - مکہ کے شمال میں تھا - ماہ رمضان میں یعنی دسمبر ۶۱۰ء میں آپؐ حسب معمول غار میں فروکش ہوئے تاکہ اپنا وقت روزمرہ نماز اور عبادت اور مجاہدے میں گذاریں اور آسمانی امداد حاصل کریں - یہ وہ رات تھی - جسے لیلۃ المبارکۃ القدر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے - خدا فرماتا ہے :-

وما ادراك ما ليلة القدر ہ ليلة القدر خير من الف شهر ہ تنزل الملئكة والروح فيها باذن ربهم من كل امر سلام هي حتى مطلع الفجر ہ سورہ ۹۷

رات کی تاریکی زمین پر چھائی ہوئی تھی - اور تفریح بخش ہوا سبزہ زار پر لہرا رہی تھی - اور تپتی ہوئی چٹانوں کو ٹھنڈا کر رہی تھی اور آسمان کے ستارے فضا میں ایک دھندلی جگمگاہٹ پیدا کررہے تھے - اور ایسا معلوم ہوتا تھا - گویا وہ اس سنگ پتھر کی غار اور اس کے مکین کو بنظر اشتیاق دیکھ رہے تھے - اس رات نبی کریمؐ نے گرمی خیال کے درمیان دوربین اور عالم بالا کو دیکھنے والی آنکھوں سے اس تیز ہوا میں آسمان کے فرشتوں کی افواج کو دیکھا جو فضا سے عالم میں گشت لگا رہے تھے - چنانچہ چند منٹ بعد ایک عظیم الشان فرشتہ نورانی لباس میں ملبوس ہاتھ میں ایک کاغذ لئے نمودار ہوا - اور اسکی پرشوکت آواز نے وادی وحشت میں آواز بازگشت پیدا کردی - اور یہ الفاظ مخاطب ہوکر کہا :-

اقراء باسم ربك الذي خلق ہ خلق الانسان من علق - اقرا و

اے پیغمبر! قرآن جو وقتاً فوقتاً تم پر نازل ہو گا۔ اسکو اپنے پروردگار کا نام
لے کر پڑھو۔

آنحضرتؐ نے دھیمی اور خوفزدہ آواز میں کہا۔ ما انا بقاری۔
میں لکھا پڑھا انسان تو نہیں ہوں کس طرح پڑھوں؟

پھر آواز آئی۔ اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان
ما لم یعلم۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے قلم کو لکھنا سکھایا۔ اور انسان
کو وہ بتایا جس کا اسے علم نہ تھا۔

اللہ اکبر! کیا دلپذیر آواز تھی۔ اور کیسا روح پرور نظارہ تھا۔ الیسوع کو
جو کیفیت گیتھ سمینی کے باغ میں حاصل ہوئی۔ وہ تو اس کے مقابلہ میں کوئی
حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ لیکن محمد رسول اللہ کو ابھی تک پورے طور سے اس امر کا
یقین نہیں ہوا۔ کہ میں نبی ہوں اور رسول بنا دیا گیا ہوں۔ کیونکہ آپ کا
خیال تھا۔ کہ نبی کیلئے علوم ظاہری جاننے ضروری ہیں۔ اور میں اُمی محض ہوں
اگرچہ خدیجہؓ اور آپ کے دوست ورقہ بن نوفل نے آپ کی تسلی و تشفی کی مگر
پورا اطمینان نہ ہوا۔ ہاں جب دوبارہ ناموس اکبر یعنی جبرئیل آپ کے سامنے
جلوہ گر ہوا تو پھر آپ کو اپنے نبی ہونے کا پورا یقین ہو گیا۔ چنانچہ وحی الٰہی نازل
ہوئی۔ یا ایہا المدثر۔ قم فانذر۔ وربک فکبر۔ وثیابک
فطہر۔ والرجز فاہجر۔ ولا تمنن تستکثر۔ ولربک فاصبر۔
اے وہ کہ چادر میں لپٹا ہوا پڑا ہے۔ اٹھ اور اپنے رب کی پاکی بیان کر۔ اپنے
لوگوں کو عذاب سے ڈراؤ۔ اور نجاست سے الگ رہو۔ لباس کو مطہر کرو۔ اور پروردگار
کے لئے صبر کرو (سورہ مدثر پارہ المدثر ۲۹)

چنانچہ اب آپ باقاعدہ مامور ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور وعظ و ہدایت میں مشغول ہوئے
والضحی۔ واللیل اذا سجی۔ ما ودعک ربک وما قلی۔ قسم چاشت کی اور رات
کی جبکہ وہ سب چیزوں کو ڈھانک لے۔ تیرا خدا تجھ سے دست بردار نہیں ہوا

جب ایک دن ابو طالب نے آپؐ کو اور کم عمر علیؓ کو تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو
تعجب سے پوچھا۔ کہ کیا کر رہے ہو؟ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا
"امنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ میں اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں
اس کی کتابوں اور اس کے سب رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں" یعنی حضرت
ابراہیمؑ کی ملت پر قائم ہوں اللہ نے مجھے مامور کیا ہے۔ کہ خلق کو وعظ و نصیحت
کروں۔ اور تبلیغ مذہب حقہ میں سرگرم رہوں۔ اور لوگوں کو حق قبول کرنے کیلئے
[illegible] کروں۔ اور اے میرے پیارے چچا! اگر آپ اس مذہب کو قبول کرلیں تو
میرا اچھا ہوگا۔ اور مجھے تبلیغ و اشاعت میں مدد دیجئے۔
ابو طالب نے جواب دیا۔ اے میرے بھتیجے! میں اپنے آباء و اجداد کے مذہب کو ترک
نہیں کر سکوں گا۔ ہاں تیری حمایت [illegible] اپنی وسع کروں گا اور آنچ نہ آنے دوں گا
پھر اپنے بیٹے علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا "مجھے یقین ہے۔ کہ محمدؐ تجھے غلط راہ پر
نہیں ڈال سکتا۔ پس انکی پیروی کر۔ اور انکی صلاح پر دل و جان سے عمل کر" +

اوّل اوّل تو آپ نے اپنے دوستوں ہی میں دائرہ تبلیغ کو محدود رکھا
لیکن آپ کی طبیعت [illegible] محدود رہے۔ لہٰذا آپ جلد ہی
بیباک ہو گئے۔ [illegible] پیغام اسلام پہنچانا شروع کیا۔ آپ نے [illegible]
بتوں کی مذمت شروع کی۔ [illegible] بت پرستوں کے اخلاق ذمیمہ کی برائی بیان کرنی
شروع کی۔ آپ کا [illegible] یہ تھا [illegible] خدائے واحد لاشریک کے دوست
[illegible] روحانیت حاصل ہو سکتی ہے +

ان [illegible] نازل ہوا کرتی تھیں +

"والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا
بالحق وتواصوا بالصبر" [illegible] وقت کی قسم ہے کہ سارے آدمی گھاٹے میں ہیں
[illegible] اور انہوں نے نیک عمل کئے — دوسروں کو حق کی [illegible]
[illegible] +

چنانچہ گلبن نے کہا ہے۔ کہ یہ عبارات اور اس قسم کی دوسری عبارتیں کسی مختلط الحواس انسان کے دماغ سے نہیں نکل سکتیں۔ بلکہ یہ اس شخص کے جذبات ہیں جس کا دل بنی نوع آدم کی بہبودی کیلئے بیقرار ہو +

اول اول تو مکہ والوں نے آپ کے پیغام کو ایک حقارت آمیز پیرایہ میں دیکھا۔ اور نفرت اور لاپرواہی سے سُنا۔ اور اس طرح طنز کرنا شروع کیا "یہ ابن عبداللہ ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔" لیکن جب آپ نے ان بتوں کو بیجان پتھر اور لکڑی سے تعبیر کر کے ان کی تحقیر کرنی شروع کی۔ تو پھر مخالفت کا طوفان بپا ہو گیا۔ اور یہ مخالفت کوئی عجب بات نہ تھی۔ ہمیشہ حق کی مخالفت ہوتی چلی آئی ہے۔ لوگوں نے آپ پر خشت باری کی۔ آپ پر غلاظت ڈالی۔ اور جب آپ تقریر کرتے تو لوگ شور مچاتے۔ پھر مکہ کے لوگ ایک روز ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے کہا۔ کہ براہ کرم اپنے بھتیجے محمدؐ کو اس طرز عمل سے باز آجانے کی صلاح دیں اور اگر وہ یہ رویہ نہ چھوڑیگا۔ تو ہم پھر مجبوراً اس سے اور تجھ سے برسر جنگ ہونگے۔ اور یہانتک لڑینگے کہ دونوں میں سے ایک جماعت نیست و نابود ہو جائے۔ چنانچہ ابوطالب نے اپنے بھتیجے سے کہا۔ کہ براہ کرم اپنے آپ کو اور ہمارے خاندان کو اس آنیوالی مصیبت سے نجات دو۔ مگر آنحضرتؐ نے نہایت استقلال سے جواب دیا۔

"اے چچا اگر آسمان سے چاند میرے بائیں جانب اور سورج میرے دائیں جانب جنگ کرنے کے واسطے اُتر آئے۔ اور یہ لوگ مجھ سے کہیں کہ یا تو اپنا کام اور رزق منصبی سے سُبکدوش ہو یا ہم تجھے ہلاک کر دینگے۔ تب بھی میرے استقلال میں فرق نہیں آسکتا"

چنانچہ مسلمانوں کو دن رات پے در پے اذیت پہنچائی جانے لگی۔ آپ کے دشمنوں نے آپ کی ہجو لکھنی شروع کی۔ اور کوچہ و بازار میں مشتہر کرنا شروع کیا۔ اس کے جواب میں آپ کے بہی خواہوں نے آپ کے محاسن اور اخلاق حمیدہ بیان کرنے شروع کئے + اور مخالفوں کے اعتراضات کا جواب دینا شروع کیا۔ اور اس طرح آپ کی شہرت دور و نزدیک پھیلنے لگی۔ جُوں جُوں وقت گزرتا گیا رفتہ رفتہ

برداشت کیں۔ ابُوطالب کی موجودگی کا اس قدر اثر ضرور تھا کہ آپؐ ہلاک کئے جانے سے بچے ہُوئے تھے۔ اگرچہ توہین و تذلیل کو وہ بھی نہیں روک سکتے تھے آپکے پیروؤں نے اسقدر مصائب برداشت کئے کہ مجبوراً ۶۱۵ء میں آپ نے بعض کو صلاح دی کہ حبشہ میں جاکر پناہ گزین ہوں۔ یہ پہلی ہجرت تھی۔ اسی سال دو بڑے عظیم الشان انسان حلقہ بگوش اسلام ہُوئے۔ ایک تو حضرت حمزہؓ جو آپؐ کے سب سے چھوٹے چچا تھے۔ آپ نے ایک دن سُنا کہ ابوجہل نے محمدؐ کو بہت سخت وسُست کہا ہے۔ آپ کو غُصّہ آگیا اور سیدھے کعبہ میں پہنچے جہاں ابُوجہل مع اپنے ہمراہیوں کے بیٹھا مشورہ کر رہا تھا حضرت حمزہؓ نے جاکر ایک کمان ابوجہل کے رسید کی اور اسلام کا اعلان کردیا۔ اس کے بعد وہ عکرمہ کے گھر پر آئے۔ اور وہاں محمد الرسُول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی دوسرا شخص حضرت عمرؓ تھے۔ جو بعد میں خلیفۂ ثانی ہوئے۔ آپ تُند خُو اور تنومند دلیر، ہوشیار اور نوجوان تھے۔ اور تمام قریش پر آپ کی دھاک بندھی ہوئی تھی تاہم ابھی تک مُسلمان معدُودے چند ہی تھے۔ قریش نے تمام مسلمانوں کو بائیکاٹ کردیا۔ خرید و فروخت رسم و راہ سب بند کردی۔ یہ بائیکاٹ ۶۱۱ء تک قائم رہا۔ بعد ازاں ہشام ابن عمرو نے کوشش کرکے اس معاہدہ کو توڑا اور اپنی طرف زُبیر ابن اُمیّہ کو بھی ملا لیا۔ دسمبر ۶۱۹ء میں حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوگیا۔ اور چند روز بعد آپؐ کے چچا نے بھی وفات پائی۔ یعنی آپؐ کا بہترین رفیق اور مددگار دُنیا سے رُخصت ہوگیا۔ چنانچہ اب ابوسفیان نے جو آپؐ کا جانی دشمن تھا۔ قوم قریش کو آپؐ کے خلاف بھڑکایا۔ اور آمادہ جدال کیا۔ آپؐ طائف کی طرف مراجعت کر گئے۔ لیکن آپ کے دشمنوں نے آپؐ کا پیچھا کیا۔ اور وہاں بھی اذیت پہنچائی۔ چنانچہ آپؐ وہاں سے رنج و غم اُٹھا کر واپس آئے۔ خیر ان حالات کے درمیان ایک اُمید افزا واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ کے چند لوگ آپ پر ایمان لائے۔ اور گھر پہنچ کر انہوں نے اپنے دوستوں

ئیں اس کا تذکرہ کیا - اگلے سال اور لوگ آئے - بارہ آدمی قبیلہ عوص اور خزرج کے وکیل بن کر حاضر خدمت ہوئے - ایک مجلس شورے منعقد ہوئی - اور سب ذیل قرارداد پاس ہوئی - جس کا ان لوگوں نے صدق دل سے اعتراف کیا اور اس طرح عہد باندھا +

ہم خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرینگے - چوری نہ کرینگے - زنا نہ کرینگے - نہ اولاد کو قتل کرینگے - جھوٹ اور غیبت سے باز رہینگے - اور ہر اچھی بات میں نبی کی اطاعت کرینگے - اور رنج و راحت میں اس کے شریک حال رہینگے " ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۳۱ -

یہ پہلا معاہدہ تھا - جو بمقام عقبہ قرار پایا - اور اس کا نام معاہدہ عقبہ ہو گیا - ان مومنین نے وعدہ کیا - کہ سال آیندہ پھر آئیں گے - اور صورت حال سے مطلع کرینگے - چنانچہ چند روز ہی میں یثرب کا نقشہ بدل گیا - بتوں کی تحقیر ہونے لگی - اور لوگ بت پرستی سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے لگے اور اس قدر مسلمان ہو گئے - کہ انہوں نے درخواست کی کہ کوئی معلم ہمارے واسطے روانہ فرمائیے - چنانچہ محمد الرسول اللہ نے مصعبؓ کو اُن کی تعلیم کے واسطے بھیجدیا ایک سال کے اندر ہر قبیلہ میں سے کچھ نہ کچھ لوگ مسلمان ہو گئے - اور بنی عوص اور بنی خزرج تو تقریباً سب کے سب مسلمان ہو گئے - ایام حج میں ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں نبی کریمؐ کی خدمت میں آپ کی نصائح لینے کے واسطے حاضر ہوئے - اور آپؐ کو اپنے وطن میں لیجانے کے واسطے دعوت دی - چنانچہ یہ ملاقات بھی اسی پہاڑی کے دامن میں ہوئی جہاں پہلا معاہدہ ہوا تھا - اس مرتبہ معاہدہ میں اس قدر اضافہ ہوا - کہ "ہم لوگ نبی کریم کی جان و مال کی حفاظت کرینگے " یہ دوسرا معاہدہ عقبہ کہلاتا ہے - قریش کو اس معاہدہ کا علم ہوا تو اُن کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور انھوں نے چاہا - کہ ایک ہی دفعہ ان مٹھی بھر آدمیوں کا صفایا کر ڈالیں - لیکن آنحضرتؐ کو اطلاع ملگئی - اور آپؐ نے اُن لوگوں کو فی الفور سوئے یثرب روانہ کر دیا - اور ان کے ساتھ مکہ کے مسلمانوں کو بھی کر دیا - باستثنائے علیؓ و ابوبکرؓ

جو آپ کے خُسر تھے۔ کیونکہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ نے ابوبکرؓ کی بیٹی عائشہؓ سے شادی کر لی تھی۔ چنانچہ جب یہ لوگ قریش کے پنجے سے نکل گئے تو انھوں نے خود آنحضرتؐ ہی کو قتل کرنے کا منصوبہ کر لیا۔ لیکن دشواری یہ تھی کہ کوئی ترکیب ایسی سمجھ میں نہ آتی تھی کہ قتل بھی ہو جائے اور لڑائی بھی نہ ہو۔ اس زمانہ کے دستور کے موافق ایک قبیلہ کا انسان اگر دوسرے قبیلہ کے ایک انسان کو قتل کر دیتا تو مقتول کے تمام قبیلہ والوں پر مقتول کا بدلہ لینا فرض ہو جاتا۔ اور اگر ایک یا دو قبائل کے آدمی آنحضرتؐ کو قتل کریں۔ تو انھیں بنی ہاشم سے جنگ مول لینی پڑیگی۔ اور اس بات سے وہ بچنا چاہتے تھے۔ آخر کار ابوجہل نے ایک ترکیب سوچی کہ ہر قبیلہ سے ایک دو چن لیا جائے اور سب ملکر یکدم تلوار برسائیں۔ تاکہ خون سب لوگوں کے سر پر دھرا جائے اور پھر سب ملکر بہ آسانی ایک قبیلہ کو زیر کر سکتے ہیں۔ جب نبی کریمؐ کو اُن کے منصوبوں کا علم ہُوا تو آپؐ نے ارادہ کیا کہ یثرب ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آپؐ نے علیؓ کو پیچھے چھوڑا اور ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے باہر ایک غار میں پناہ لی۔ تاکہ جو لوگ آپ کے تعاقب میں مصروف تھے۔ اُن کی نگاہوں سے اوجھل رہ جائیں۔ ادھر کا حال سُنو۔ جب قریش کے لوگ آنحضرتؐ کے مکان میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے سوائے علیؓ کے جو آپؐ کے بستر پر لیٹے ہُوئے تھے۔ اور کسی کو نہ پایا۔ دریافت کرنے پر علیؓ نے جواب دیا۔ کہ مجھے اُن کے متعلق کچھ علم نہیں۔ کیا میں اُن کا محافظ ہوں ؟ تم نے اُن کو شہر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لہٰذا وہ چلے گئے۔ بہت سے سانڈنی سوار آپؐ کی تلاش میں نکلے۔ اور یثرب کا رُخ کیا۔ آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ دونوں غار میں چھپے رہے۔ اور ابوبکرؓ کا نوکر خفیہ طور پر کھانا پہنچاتا رہا۔ اگرچہ آپؐ کی تلاش کرنیوالے آپ کے پاس سے گذرے مگر ان کو اس کا خیال نہیں ہُوا کہ آپ اس غار میں پوشیدہ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ اگر وہ لوگ ہمیں یہاں پائیں تو ہم کیا کرینگے ؟ ہم تو صرف دو ہیں"۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا نہیں ہم تین ہیں تیسرا خدا ہے

خیر و شر اور عقیدہ تناسخ ترقی و تنزل علوم

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

شر یا بدی کے پیدا ہونے کے متعلق ہمارے سامنے دو نظریے ہیں۔ ایک جو اہل تناسخ کی طرف سے ہے۔ اور دوسرا وہ جسے قرآن پیش کرتا ہے۔ مسئلہ تناسخ کے ماتحت تو کل کی کل بدیاں یا تکلیفیں یا نقصان ہمارے کسی گذشتہ جنم کی بداعمالی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اٹل ہے۔ ان کا علاج دراصل بے سود ہے۔ اہل تناسخ بیشک بدیوں کا علاج کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس فعل سے دراصل اپنے معتقدات کی تردید کرتے ہیں۔ عقیدہ تناسخ کا تقاضا تو یہی ہے کہ علاج نہ کیا جائے۔ کیونکہ کرموں کے ماتحت بدی پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ اٹل ہے۔ اور اگر اٹل ہے تو اس کا علاج بے سود ہے۔ دوسری طرف قرآنی مسئلہ کہ بدی دراصل کوئی چیز نہیں چیزوں کے صحیح استعمال نہ کرنے سے بدی پیدا ہوتی ہے۔ یہ نظریہ فی الفور ہمیں اس امر پر آمادہ کر دیتا ہے۔ کہ ہم ہر ایک چیز کے خواص کی تحقیق کریں۔ ہر ایک فعل کے نتائج پر غور کریں۔ اور اس علم کو حاصل کریں کہ کسی چیز کی کونسی مقدار اس کا کونسا اندازہ اس کے استعمال کا کونسا محل موقعہ نیک اور مفید نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور کونسا اس کے بالعکس واقع ہوا ہے یہ بات ہی ہم کو علوم کے دریافت کرنے کی طرف راغب کرتی ہے۔ اگر دنیا کے حوادث کسی گذشتہ جنم کے فعل کا نتیجہ ہیں۔ یا مسئلہ تقدیر کے غلط معنوں کے ماتحت وارد ہوتے ہیں۔ تو پھر ان حوادث کی روک ایک بے سود کوشش ہوگی۔ لیکن اگر یہ حوادث اس لئے واقعہ ہوتے ہیں۔ کہ ہم نے ابھی تک ان کے صحیح اسباب کو نہیں سمجھا۔ اور اس لئے ہم ان اسباب کے نقصان رساں عمل اور موقعہ سے نہیں بچ سکے۔ اور نتیجۃً مذکورہ حوادث ہو گئے ہیں۔ تو ہمیں صحیح علم آنے پر ایک نہ ایک دن ہم حوادث سے بچ جائیں گے [illegible]

علوم کے حصول پر آمادہ کر دیا۔ یہ سب کچھ آج سائنس نے حاصل کر لیا ہے۔ اس کا باعث بھی یہ امر نہیں تو اور کیا ہے۔ عقیدہ تناسخ تو ان علمی ترقیات کی طرف انسان کو لا نہیں سکتا۔ اگر تو جہاز میں بیٹھ کر غرق ہونا ہمارے گذشتہ جنم کے عملوں کا نتیجہ ہے۔ تو پھر ہمارا غرق ہونا ایک اٹل بات ہے۔ لیکن اگر جہاز علے العموم اسلئے غرق ہوتے ہیں۔ کہ بعض مختلف ہوائیں مختلف اور متقابلہ مقامات سے اپنے مقام تصادم کی خطرناک تلاطم پیدا کر دیتی ہیں۔ سائیکلون اسی سے پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اور ان کے بھی پیدا ہونے کا ایک اور مقام ہے تو پھر ہم اس تلاش میں لگ جا بیٹھے۔ کہ ہم ان ہواؤں کے چلنے سے پہلے واقف ہو جائیں اُنھوں نے جمع ہو کر تلاطم اور سائیکلون پیدا کرنا ہے۔ اب ان ہواؤں کا چلنا تلاطم یا سائیکلون پیدا کرنا بھی اٹل ہے۔ اور ہمارے جہاز کا اس مقام پر پہنچکر غرق ہونا بھی اٹل ہے۔ لیکن ہم اُس مقام پر پہنچنے سے بچ بھی سکتے ہیں۔ مثلاً میڈیٹرینین سمندر کے چاروں طرف آج رصد گاہیں ہیں۔ وہاں کے مشاہدہ کرنیوالے مرکزی دفتر آب و ہوا میں آٹھوں پہر اطلاع دیتے رہتے ہیں۔ کہ ان مقامات سے ہوائیں کس رُخ پر چل رہی ہیں مختلف مقامات سے مرکزی مقام پر ہر روز یہ اطلاعیں آتی ہیں۔ اور وہ اہل دفتر ان پر دے علم ہندسہ ہر وقت اندازہ لگاتے رہتے ہیں۔ کہ ان ہواؤں نے جمع ہو کر کس جگہ طوفان پیدا کرنا ہے۔ بذریعہ پیام بے سلک ہر ایک جہاز کو مقام طوفان سے اطلاع دیجاتی ہے۔ جس سے وہ اُس مقام سے بچ کر غرق ہونے سے بچ سکتا ہے۔ آج بہت حد تک طوفانوں سے جہاز بچ جاتے ہیں۔ جہاز کی زندگی اور ایک گھر کی زندگی امن و آسائش میں یکساں ہوگئی ہے۔ اسمیں شک نہیں طوفان آج بھی آتے ہیں۔ اور جہاز غرق بھی ہوتے ہیں۔ لیکن جوں جوں علم بڑھتا جاتا ہے۔ یہ حوادث کم ہوتے جاتے ہیں۔ یہ علم کیا ہے۔ یہی خیر و شر کے اثروں کا علم ہے۔ جب تک دُنیا اس خیال میں رہی۔ کہ یہ حوادث قسمت یا کرموں کا

بیٹھے ہیں۔ ان سے دفعیہ کا طبعی کبھی کو خیال نہ ہوا۔ لیکن جب قرآن نے اس مسئلہ
کو دنیا میں پھیلایا۔ کہ حوادث اگر شر ہو جاتے ہیں تو وہ بھی مقررہ اندازوں اور
قوانین کے ماتحت ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کے ظہور کا موقع اور محل بھی اٹل
ہے۔ از روئے علم بھی ممکنات سے ہے۔ اسلئے جو ان باتوں کا صاحب علم ہے
وہ ان حوادث کے موقعہ اور محل کو ایک طرف ہو کر اُن سے بچ سکتا ہے ؎

خواص الاشیا یا قوانین فطرت یا قوانین گورنمنٹ بھی خیر و شر کے ہی اندازے
نہیں تو اور کیا ہیں۔ کُل شرائع اور دھرم کی بنیاد بھی خیر و شر کے اندازے ہیں
یہ کہنا کہ فلاں چیز اچھی ہے یا بُری ہے۔ فلاں عمل نیک ہے۔ اور فلاں عمل بد ہے یہ بھی
خیر و شر کے اندازے ہیں ان اندازوں کا اٹل ہونا ہی ہم کو نیکی کی طرف راغب
کرتا ہے۔ اور بدی سے بچاتا ہے۔ لہذا اسلامی مسئلہ تقدیر اور وہ یہ ہے کہ نیکی
اور شر کے اندازے اٹل ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ کیسی کیسی
ترقیوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور نیکی کے صحیح طریق پر چلنے اور بدی کو مسدود کر دیتا
ایک شخص جو بدی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس کا عموماً باعث یہی ہے۔ کہ وہ بدی کے
نتائج کو اٹل نہیں سمجھتا۔ ہم سنکھیا اس لئے نہیں کھاتے کہ اس کے کھانے پر
موت کو اٹل سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم ایک بد عملی کے نتیجہ بد کو اٹل سمجھیں تو
ممکن نہیں کہ ہم بدی کی طرف جائیں۔ چور اس لئے دن کو چوری نہیں کرتا کہ وہ
تنہائی یا اندھیرے کے مقامات کو اپنی عمل بد کے لئے موزوں سمجھتا ہے وہ
جانتا ہے۔ کہ روشنی میں یا غیر تنہا مقامات پر وہ یقیناً پکڑا جائیگا۔ لیکن وہ ان
مقامات پر رات کے وقت اُسے اپنے فعل بد کی پاداش کا یقین نہیں [illegible]
اسلئے وہ چوری کرتا ہے [illegible] اسلامی [illegible]
ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے تقدیر [illegible]
ہیں کس قدر [illegible] عقیدہ [illegible]
[illegible]

نتائج ایک فعل مستقبل ہیں یعنے کسی فعل کے ثمرات اس فعل کے بعد پیدا ہوتے ہیں یا بالفاظ دیگر نتیجے پر اسباب مقدم ہوتے ہیں۔ لہذا جو بھی بدی ہو وہ اپنے ظہور سے پہلے کسی فعل بد کو چاہتی ہے۔ اب اگر تو فعل اسی ہمارے جنم سے تعلق رکھتا ہے۔ تو تو رک سکتا ہے۔ اور اگر وہ فعل کسی سابق جنم میں ہو چکا ہے تو پھر اس کے نتیجے میں جو بدی پیدا ہونیوالی ہے۔ وہ تو کسی صورت میں بھی رک نہیں سکتی اگر ہم اس زندگی کی بدیوں کو اسی زندگی کے افعال سے وابستہ کردیں۔ تو پھر ایسے افعال سے بچنے کی تحریک ہم میں طبعاً پیدا ہو جائیگی جو بدی کو جنم کے افعال کا نتیجہ قرار دیتی ہو۔ تو پھر وہ بدیاں تو ظاہر ہوکر ہی رہینگی۔ اس موقعہ پر میں پھر اپنے احباب اہل تناسخ کو اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جس بات کا تکرار میں نے کئی دفعہ کیا ہے۔ کہ کسی عقیدے کی صحت یا غلطی کا ایک معیار یہ بھی ہے۔ کہ کسی عقیدے پر ایمان لانے سے انسان کسی اچھے نتائج کو حاصل کرتا ہے۔ یا اس کے بالعکس اس کی زندگی واقعہ ہوتی ہے۔ اب جو مسئلہ خیر وشر کے ماتحت میں نے دو باتیں پیش کی ہیں۔ یعنے اس جنم کے خیر وشر کے ظہور کو آواگون کے ماتحت سابقہ جنم سے وابستہ کردینا یا تعلیم قرآن کے ماتحت اس جنم کے خیر وشر کو اسی جنم کے اعمال سے وابستہ کردینا۔ امر اول میں تو عمل ہو چکا ہے۔ اب نتیجہ باقی ہے۔ وہ اچھا ہو یا برا۔ وہ اٹل ہے لہذا نہ نیکی کے لئے تحریک نہ بدی سے بچنے کی ترغیب۔ بالمقابل اسلامی نقطۂ خیال سے بدی اور خیر کا ظہور ایک فعل آئندہ ہے۔ جس کا باعث کوئی ہمارا فعل ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ہم چاہیں تو فعل سے بچیں اور نیک اعمال کی طرف ساعی ہوں +

رسالہ کی توسیع اشاعت کی از بس ضرورت ہے۔ توسیع اشاعت کے بغیر رسالہ کا قیام و بقا مشکل ہو رہا ہے۔ ناظرین رسالہ توسیع اشاعت فرما کر رسالہ کی مالی اعانت فرمائیں +

منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

نپولین اور اسلام

(از قلم جناب خالد شیلڈرک صاحب نومسلم انگریز)

"لوگ کہتے ہیں۔ میں کیتھولک عیسائی ہوں۔ حالانکہ میں نہیں ہوں۔ میں مصر میں مسلمان ہوا تھا" +

مذکورہ بالا الفاظ نپولین اعظم کے ہیں۔ اور اُن کی تکرار کئی مواقع پر کی گئی تھی۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ گو اس نے کیتھولک گرجا کو فرانس میں دوبارہ قائم کیا۔ پھر بھی وہ مذہبی جلسے میں کبھی شریک نہ ہوا۔ یہاں تک کہ جب تلیرز میں شاہی محل کے اندر یہ جلسہ ہوا تھا۔ اور تمام شاہی خاندان اس میں شریک تھا۔ تو نپولین سرکاری کاغذات کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ یہ امر لائق غور ہے۔ کہ جب نپولین مصر میں الازہر اور اس کے شیوخ کے انتظام میں مصروف تھا۔ تو آخری فیصلہ اسلامی قانون اور مجلس علماء کی رائے کے مطابق ہی ہوتا تھا۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ اس عظیم الشان شخصیت کے اصل عقائد پر تھوڑی سی توجہ مبذول کی جائے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ نپولین نے پوپ سے اپنے سر پر تاج نہ رکھوایا۔ بلکہ اپنے ہاتھوں سے اُٹھا کر مالک تاج و تخت بن گیا۔ جب ایک مرتبہ بعض ملحد درباریوں نے خدا کے وجود سے انکار کیا۔ تو نپولین نے جھڑک دیا۔ کہ حضرات آپ کے تمام نظریئے بجا و درست لیکن اس تمام کائنات کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے عجائبات سماوی کی طرف توجہ دلائی اور وہ خاموش تھے۔ ایک مرتبہ اسے اطلاع ملی کہ کچھ عربوں نے ایک مصری فلاح کو قتل کر دیا ہے۔ اور وہ اس گاؤں کی تمام بھیڑوں کو ہانک لے گئے ہیں۔ تو اس نے فوراً حکم دیا کہ ایک افسر تین سو اسپ سوار اور ایک سو سانڈنی سوار لے کر ڈاکوؤں کا تعاقب کرے۔ اس پر ایک شیخ نے اس سے کہا کہ کیا یہ فلاح تمہارا کوئی قریبی عزیز ہے۔ کہ آپ اس کی موت پر اس قدر برہم ہیں نپولین

کا بیان ہے۔ کہ نپولین کے سپاہیوں میں سے شاید ہی کوئی شخص گرجا جاتا ہو گا۔ اور جب وہ فلسطین میں تھے۔ تو وہ ان تاریخی اسماء اور مقامات سے بھی ناواقف تھے جو عیسائیت میں مقدس تسلیم کئے جاتے ہیں نپولین نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا :-

جوانمردو! جن لوگوں میں اب تم زندگی بسر کرنے والے ہو وہ مسلمان ہیں۔ ان کے مذہب کا سب سے پہلا عقیدہ یہ ہے۔ کہ "خدا ایک ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں" ان کے اس عقیدہ کی کبھی مخالفت نہ کرو۔ ان سے ویسا ہی سلوک کرو۔ جیسا کہ تم یہودیوں اور اطالویوں سے کرتے ہو۔ جو احترام تم ربیوں اور پادریوں کا کرتے ہو۔ وہی اماموں اور مفتیوں کا کرو۔ قرآن مجید کے احکام کا وہی احترام کرو۔ جو تم حضرت عیسیٰؑ اور موسےٰؑ کے احکام کا کرتے ہو +

لیس کیس کہتا ہے۔ کہ یہ امر نپولین اور اس کی تمام فوج کو عیسائیت سے بالکل جدا کر دیتا ہے۔ کہ اس کے تمام اعلانات ان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں :-

"رحیم و رحمٰن کے نام سے۔ خدا صرف ایک ہے۔ اور محمد اس کے رسول ہیں" +

نپولین کا خیال تھا۔ کہ اس کے تبدیل مذہب سے اسلام کو عالمگیر مذہب کی حیثیت سے برقرار کرنے کا امکان پیدا ہو جائیگا سینٹ ہلینا میں اس نے کہا۔ کہ "فوج بلا شبہ اس میں شامل ہو جاتی۔ اور تبدیل مذہب کو محض ایک مذاق تصور کرتی۔ اس کے نتائج پر غور کرو۔ میں یورپ کو اپنے پیچھے چھوڑ دیتا۔ اور اس کا تمام پرانا نظام ہر طرف قائم ہو جاتا۔ اور اس کے بعد کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ فرانس کے مستقبل میں خلل انداز ہو۔ یا زمانہ کی نشاۃ ثانیہ میں روک بنتے۔ مالٹا میں نپولین نے مسلمان قیدیوں کو

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت عہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

اشتہار، درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ بیس سال سے حضرت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ انگلستان سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہیں اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیش بہا ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی کئی ہزار کاپیاں نہایت تعلیم یافتہ طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اسمیں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ پیرایہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم نو مسلمین کے علاوہ غیر مسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت سنجیدگی سے دیا جاتا ہے اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ مع محصول ہندوستان میں ہے۔

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہے جس کے ٹرسٹی جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ، جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانے پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان لوگوں تک اسلام کی دعوت کا لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنجیدہ تصنیفات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے۔

مکمل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طبع ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتاب آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اس کا برانچ آفس عزیز منزل لاہور ہے۔

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

Sample pages of the Holy Quran, with English Translation, Commentary and Arabic Text, by Maulvi Mohammad Ali, M. A., LL. B. on a much reduced scale. Prices 1st quality Rs 25-0-0, 2nd Rs. 20 and 3rd Rs 15-0-0, postage extra. The Muslim Book Society, Azeez Manzil, Brandreth Road, Lahore (Pb.)

I joined the Muslim Faith as a result of my being greatly impressed by the large amount of sound and practical good sense contained in its tenets.

Yours sincerely,
R. K[illegible]

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد (۱۳) — بابت ماہ اکتوبر و نومبر سنہ ۱۹۲۷ء مطابق ربیع الثانی و جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ — نمبر ۱۰ و ۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۴ بابت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۲۷ء نمبر ۱۰ و ۱۱

شذرات

اعتذار

قارئین کرام حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) کی حالتِ طبع سے تو آگاہ ہی ہیں۔ جب سے وہ جنوبی افریقہ سے تشریف لائے ہیں۔ قریباً قریباً صاحب فراش ہی ہیں۔ گذشتہ دو ماہ میں ان کی طبیعت کسی قدر زیادہ بگڑ گئی۔ اور مینیجر کو ان کی ایک تحریر کی تعمیل میں فی الفور کشمیر جانا پڑا۔ جس کے باعث ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء کے صحیفہ کی ترتیب و تنظیم و تراجم میں غیر معمولی تعویق واقع ہو گئی۔ اور وقت پر مجلہ مذکور شائع نہ ہو سکا۔ رسالہ ہذا دونوں نمبر اکتوبر و نومبر ۱۹۲۷ء کے مضامین کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوتا ہے۔ یہ تاخیر حالات کے ماتحت ہے۔ ناظرین کرام اس اجتماعی اشاعت کے لئے ہمیں معذور سمجھیں۔

ان احباب کرام کے لئے جنکو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ذات سے محض ان کی جلیل القدر خدمات اسلامی کی وجہ سے دلی ہمدردی و انس ہے۔ یہ خبر

موجب طمانیت ہوگا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے ان امراض شاقہ سے نجات دے دی ہے۔ جن میں وہ گذشتہ کئی ماہ سے مبتلا تھے +

ہماری رائے میں حضرت خواجہ صاحب کو اپنے مفوضہ فرائض کو سرانجام دینے سے پیشتر کم از کم چھ ماہ کامل آرام کرنا چاہیئے۔ گو طبی مشورہ تو اس سے بھی زیادہ آرام کی ہدایت کرتا ہے۔ احباب کرام کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ وہ حضرت خواجہ صاحب کی کامل صحت کے لئے دست بدعا ہوں +

ان جملہ احباب کا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جن کو آپ کی صحت سے دلچسپی تھی۔ اور کہ جن کے عیادت نامے مسلسل موصول ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو اس اخلاص و محبت کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ منفرداً ان سب مخلص احباب کو جواب دینا عملہ کا بہت سا وقت چاہتا ہے۔ اس لئے مجموعی طور پر ہدیۂ تشکر و امتنان پیش ہے +

اس ماہ کے صحیفہ کو جناب مسٹر آر۔ کینیڈے صاحب نو مسلم کی خوبصورت شبیہ سے مزین کیا جاتا ہے۔ ہمارے نو مسلم بھائی کے بشرہ کی سادگی ان کے دل کی پاکیزگی و صفائی کی آئینہ دار ہے۔ اسلام کی معقول۔ صحیح۔ زرّیں اور قابل عمل تعلیمات نے آپ کے قلب مطہر پر گہرا اثر کیا۔ اور آپ اسلام سے بہرہ اندوز ہو گئے

اس ماہ کے رسالہ میں ایک مضمون "یورپ میں تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کا فرض" کے موضوع سے شائع ہوتا ہے۔ جو قارئین کرام کی قابل توجہ ہے۔ اس موضوع پر پھر دوبارہ خامہ فرسائی کیلئے صحبت ہذا کے صفحات متحمل نہیں۔ سطور ہذا محض احباب کرام کو متوجہ کرنے کے لئے پیش نظر ہیں۔ ناظرین باتمکین سے مؤدبانہ التماس ہے۔ کہ مضمون محولہ بالا کو دلچسپی سے مطالعہ فرمائیں۔ اور اس کار خیر کی مالی اعانت کا فکر فرمائیں +

رسالہ کی زندگی کا حصر بہت حد تک وسعت اشاعت پر ہے۔ اسکی وسیع اشاعت مالی تقویت کی مترادف ہے۔ صحیفہ مذکورہ کی اسلامی خدمات اچھائی یا برائی ہمارے کرمفرماؤں سے مخفی نہیں۔ اگر تو اس کی ہستی ولبقا دین اسلام کیلئے مفید ہے۔ تو دابستگان تحریک سے ہماری پُرزور اپیل ہے۔ کہ اسکی توسیع اشاعت فرما کر ہمکو اس قابل کریں کہ اس کی ایک کثیر تعداد ہم غیر مسلم طبقہ میں مفت تقسیم کریں۔ اور صاحب استطاعت احباب اس کی مالی آبیاری فرمائیں +

قانونِ توہین مذہب

وہ قانون جس کا غلغلہ تمام ہندوستان میں مچا ہوا تھا اور جسکی فوری ضرورت کے لئے اہل ہند میں ہیجان و اضطراب کی امواج اٹھ رہی تھیں وہ قانون اس وقت بل کی شکل میں آکر سلیکٹ کمیٹی (Select Committee) کے سامنے جا چکا ہے۔ اور غالباً آیندہ مئی میں قانون کی شکل اختیار کریگا اس قانون کی ضرورت سے توکسی کو انکار نہیں۔ اور ہر نکتہ خیال کے ہندی اس کے مؤید ہیں۔ البتہ جن الفاظ میں یہ بل تجویز کیا گیا ہے۔ اس پر چاروں طرف سے اعتراض ہو رہے ہیں۔ اکثر کا خیال ہے کہ یہ قانون مباحثات مذہبی یا تبلیغ کلی کو روک دیگا +

اس بل پر لیجسلیٹو اسمبلی کے بعض ممبروں نے جو تقریریں کیں وہ نہایت دلچسپ اور معنی خیز تھیں بعض کی یہ رائے تھی۔ کہ توہینِ مذہب کی تشریح میں کسی بزرگ دین یا اوتار کے متعلق بدگوئی کو بھی شامل کردیا جائے +

تبلیغ مذہب کا نام اگر تو وہ لٹریچر ہی ہے جو آجکل میدان کے مبارز ایک دوسرے کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ اور اگر مذہب الٰہی اعمال و اخلاق کا نام ہے جس کا مظہر دلنظر آج ہندوستان ہو رہا ہے۔ تو تو اس مذہب سے لامذہبی ہزار درجہ بہتر ہے۔ اور اس خدا پرستی سے دہریت اور مادیت تہذیب اخلاق میں زیادہ امداد دیتی ہے +

بعض لوگوں نے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلم۔ مذہب کی آڑ میں روزی کا سامان بنا رکھا ہے۔ جیسے اخبار

انکی کتب سب کی سب مضامین کی گندہ نکتہ چینی ذاتی حملوں تحقیر سے مملو ہوتے ہیں۔ اور بدقسمتی سے اس قسم کی تحریروں نے ملک کے مذاق کو بگاڑ دیا ہے۔ اور وہ بھی اس قسم کے لٹریچر پر دلبستہ کرتے ہیں چنانچہ اس قسم کی تصنیفات نہایت شوق و دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں۔ چنانچہ مباحثات مذہبی کسی صداقت کو قائم کرنے کے لئے تحریر نہیں آتے بلکہ شہرت نفس پرستی کیلئے یہ سب کام ہوتے ہیں +

بیشک غور کر کے دیکھ لو۔ اس بل کی مخالفت عموماً انہی اصحاب کی طرف سے ہوئی ہے جن کا روزگار رسالہا سال سے اس قسم کی تحریرات کو فروغ دینے سے وابستہ ہے وہ اس قانون کے نفاذ میں اپنی کساد بازاری دیکھ رہے ہیں +
حیرت کا مقام ہے کہ مذہب جیسی مقدس چیز اس قسم سے مبلغ پیدا کرے۔ ہم نے بسا اوقات انکے زبانی مباحثے بھی سنے ان کے مجادلے ہنسی و ٹھٹھے سے مملو ہوتے ہیں۔ ان کی غرض احقاق حق نہیں ہوتی۔ صرف اتنی غرض ہوتی ہے۔ کہ وقت پر لوگوں میں واہ واہ ہو جائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ واہ [illegible] ہوتی ہے جب کہ چٹکیلی باتیں کہی جائیں

ہمیں اور مذہب والوں سے تو کوئی تعارض نہیں۔ اور نہ [illegible] کی تکلیف دینی پسند ہے البتہ اپنے مسلم بھائیوں سے ہمیں ضرور کچھ عرض کرنا ہے۔ کہ انہیں کیوں قانون کی اس قدر [illegible] نہیں کہ انکے مقابل میں جو طرز عمل مذہبی مباحثہ نے اختیار کر رکھا ہے۔ اس نے نہایت ہی آزمائش کا زمانہ پیدا کر دیا ہے۔ انسان طبعاً ترکی بترکی جواب دینے پر اتر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طریق عمل سے اخبار عام [illegible] جیسا صحیفہ بھی اس قانون کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس بل سے مسلمانوں کو زیادہ تقویت ہوگی +

سوال یہ ہے کہ قرآن کریم جیسی عالمگیر اور ہمہ گیر کتاب نے اس قانون کے متعلق کیا کہا ہے یا بالفاظ دیگر مذہبی مباحثے کے متعلق قرآن پاک کے کیا ارشادات ہیں +
ہم اگر تبلیغ دین یا اسکے ماتحت مذہبی مباحثے [illegible] کریں۔ جو خلوص نیت کے بالکل مخالف ہو۔ تو پھر اس کے یہ معنی ہونگے کہ ہم اسلام کے پھیلانے میں [illegible] کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے اسلام کا نام خیر رکھا ہے۔ تو گویا تبلیغ خیر میں ہم [illegible] کرتے ہیں +

ہم نے اس بل کے مجوزہ الفاظ کو بھی بغور دیکھا۔ اور سرسری نظر سے گزرا اور دیگر ممبران اسمبلی کی تقریروں کو بھی پڑھا ہے تو اس بل کی قیود یا بعض ممبروں کی تجویز کردہ قیود کے مقابل قرآن کریم کے قیود سخت نظر آئے +

ایک سچے مسلم کو اس قانون کی کوئی ضرورت نہیں قرآن حکیم نے تو ایک مسلم مباحث یا مبلغ کو ایسے قیود میں جکڑا ہے کہ جنکے مقابل اس قانون کے مطالبات کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اگر ایک مباحث یا مبلغ اسلام جذبہ میں آکر قرآنی حدود قیود سے تجاوز کر جاتا ہے۔ تو وہ تبلیغ اسلام نہیں کرتا ہے۔ بلکہ اپنے جذبات ردیہ کی غلامی کر رہا ہے +

مطالبہ یہ ہے کہ تمسخر نہ کی جائے اور سخت کلامی نہ کی جاوے ذریعہ ایسی نہ ہوں ایسی تحریریں جو دوسرے کے جذبات کو ٹھیس لگائیں۔ سخت کلامی کسی کے دل کو نہ دکھایا جاوے کسی کے بزرگ یا ہادی دین کو برے الفاظ میں یاد نہ کیا جاوے کسی کے پیشوا کی گندے الفاظ میں تصویر کھینچی جاوے کسی فرقہ یا گروہ کی مذمت نہ کی جاوے اور اسی کے ضمن میں گو بل کے الفاظ اس کے متحمل نہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کسی مذہب کے مقدس مقامات و جگہوں کی توہین نہ کی جاوے۔ اور نہ انکی تخریب کی جاوے۔ عبادات کے وقت کسی کے مشاغل اوقات میں خلل اندازی نہ کی جاوے۔

قرآن کریم کی تعلیم مبلغ و مباحث کے متعلق حسب ذیل ہے:-

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (النحل ع ۱۶)

یعنی بلاؤ لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔ اور ان کے ساتھ بحث (کرنی پڑے) تو ان سے ایسے طور پر کرو (جو لوگوں کے نزدیک) بہت ہی پسندیدہ ہو + یعنے یہ کہ اسلام کی تبلیغ حکمت یعنی علم و فلسفہ کی بنا پر کرو۔ تمہارا طریق عمل عقل و دانشمندی کے ساتھ ہو۔ اور جب وعظ کرتے ہو۔ تو نہایت ہی خوبصورت اور دلربا طریق پر کرو۔ اور اگر مجادلہ تک نوبت پہنچے۔ تو اس میں بھی احسن اور خوبصورت طریق کو اختیار کرو +

اس تعلیم قرآنی کے ہوتے ہوئے کیا ہم کسی قسم کی سخت کلامی کر سکتے ہیں۔ کیا تمسخر و تضحیک کا نام حکمت ہے۔ کیا ہم سب و شتم کو موعظہ حسنہ کہہ سکتے ہیں۔ کیا رکیک اور دل دکھانے والے الفاظ کا نام جدال حسنت اور مجادلہ احسن ہے۔ جب ایک مسلم کو اس قانون سے کیا ڈر ہے۔ ہاں اگر ہمارے تیز مزاج بہت سے دوسروں کے طریق عمل کو دیکھ کر بھڑک اٹھتا ہے۔ اور ان کی اتباع میں سخت کلامی اور مزیل شان الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ تو بہتر یہی ہے۔ کہ ہم میدان تبلیغ سے باہر ہو جائیں۔ اس طرح کی تبلیغ و مباحثات سے ہم اسقدر ثواب حاصل نہیں کر سکتے جسقدر کہ ہم احکام بالا کی خلاف ورزی سے خدا کی نگاہ میں مستوجب سزا ہونگے +

کیا ایک مسلمان کسی غیر مذہب کے دیوی دیوتا یا معبود کو ناملائم الفاظ سے یاد کر سکتا ہے۔ اس کے نزدیک تو ان دیوی دیوتا کو

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹواتا رہتا۔ تو (نصاریٰ کے) صومعے اور گرجے اور (یہودیوں کے) عبادتخانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھا چکے ہوتے +

مواد ہے۔ کہ ان کی ساری کی ساری عمر بھی گذر جائے۔ تو بھی یہ بات ختم نہ ہوگی +

ہم ہر مذہب باطلہ اور غلط اصول کی تنقیح کرتے [illegible] ذرا بھر بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ ہم کسی کی ذات کو معرض بحث میں لائیں۔ اور ہمارا یہ طریق [illegible] اور ان غلط اصولوں کے پابند بھی اپنے اصولوں سے متنفر ہو جائینگے۔ تو پھر ہمیں کس کی ذات [illegible] ضرورت ہے۔ ہاں غیر مسلم مبلغین یا مباحثین پر میدان تنگ ہو جائیگا +

اس قانون کا ایک بڑا بھاری فائدہ یہ ہوگا۔ کہ مخالفین اسلام کو قرآن اور اسلام کے اصولوں پر غور و تدبر کا زیادہ موقعہ ملیگا۔ اگر وہ ان اصولوں کی [illegible] معقولیت کی [illegible] میں مصروف ہو جائینگے۔ تو نہ صرف ان کی معلومات و تحقیق سے ہر ایک زمانہ [illegible] ہو جائیگا۔ بلکہ بظاہر یہ عمل بھی ان کا ایک عبادت ہوگی اور یہ وہ کام ہے جس کے لئے انسان کی عمر بالکل غیر مکتفی ہے +

موجودہ طریق بحث نے مسلمانوں کو [illegible] کر دیا [illegible] کہ اسلامی علم کلام دن بدن مفقود ہوتا چلا جاتا ہے سوائے خاص مصنفین کے۔ جو اس زمانہ نے پیدا کئے۔ اور جن کی تعداد دو فیصدی بھی نہیں۔ باقی لٹریچر اس قسم کے قلم و دماغ سے دوسروں کی اتباع میں نکل رہا ہے۔ کہ جس کی اسلام کو کوئی ضرورت نہیں۔ خدا کرے کہ یہ قانون اس سے بھی زیادہ سخت ہو کر نکلے۔ اور مسلمانوں کو قرآن کریم و تعلیم رسول اکرم صلعم پر تبلیغی اغراض کے لئے غور و تفکر کرنے کا موقعہ ملے۔ تو وہ جواہر پارے دنیا میں آ جائینگے۔ جو اور تو اور خود مسلمانوں کی نگاہوں سے بھی اوجھل ہی گیا

اس موقع پر ہمیں اسلامک ریویو انگریزی کا بھی ذکر کر دینا ضروری [illegible] ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ اسلامک ریویو اسلامی علم کلام یا جدال بالحکمت کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ اپنے منہ آپ تعریف کرتا ہے۔ لیکن یہ امر ہم علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ گذشتہ ۱۵ سال سے یہ اسلامی مجلہ انگلستان سے نکل رہا ہے۔ اور مذاہب کے علاوہ عیسائیت کے ہر پہلو پر اس کے نامہ نگاروں نے بحث کی ہے۔ اسلام کی ہر ایک تعلیم کو ہر رنگ میں پیش کیا ہے۔ غلط اصولوں کی بڑی سختی سے تردید کی ہے۔ لیکن کسی بھی مذہب و ملت والے کو اس کی تحریر ناگوار نہیں گذری۔ کیونکہ اس نے اپنے رویہ میں جدال بالحکمت۔ موعظہ حسنہ۔ کے محکم قرآنی اصولوں کو ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑا۔ اور یہ اسلامی لٹریچر جو اسلامک ریویو کے ذریعہ

پندرہ سال [illegible] ہے۔ یہ محض سمندر میں سے

ایک قطرہ کے برابر ہے۔ ابھی پچاس سال اور بھی

گذر جائیں۔ تو بھی محاسن اسلام کا اسقدر

لا متناہی سلسلہ ہے کہ ختم نہ ہوگا +

مشہور کیا ۔ توہین کر کے عیسائی مذہب کو بدنام کیا ۔ ان جوشیلے مگر ناعاقبت اندیش اشخاص نے اپنے خیالات کو ترویج دینے کے لئے کبھی غلط افواہوں کے پھیلانے سے احتراز نہیں کیا ۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں ۔ کہ اُن کے خیالات غلط ہیں ۔ میرا خیال ہے ۔ کہ وہ اسباب کو اچھی طرح جانتے ہیں ۔ کہ ان کی یہ طوطی کی سی رٹ کہ کہ ہم حضرت محمد صلعم کے پرستار ہیں ۔ ہم چار بیویاں کرتے ہیں ۔ اور ہمارا یہ عقیدہ کہ عورتوں میں رُوح نہیں اور ان کو مسجد میں آنے کی ممانعت ہے ۔ ان کے اپنے دماغ کا اختراع ہے ۔ تاہم وہ اس خیال میں منہمک ہیں ۔ کہ مسلمان ایک عرصہ سے مصیبت زدہ اور امن پسند جماعت ہونے کے لحاظ سے بلا اظہار شکایت ہر قسم کی گالیاں برداشت کرتے چلے جائیں گے ۔ غالباً وہ اس پرانی ضرب المثل "جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے" کو "مذہب اور نفرت میں ہر قسم کا جھوٹ روا ہے" میں بدل دیتے ہیں +

کچھ ہی ہو ۔ لیکن میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں ۔ کہ اخلاق اور بُردباری میں مُسلمانوں کا رویہ نہایت ہی قابل تعریف اور حضرت مسیح (علیہ السلام) کی تعلیم کے مطابق رہا ہے حقیقتاً ایسا معلوم ہوگا ۔ کہ گویا وہ سلطان صلاح الدین اعظم کی شجاعت کی ہمسری کر رہے ہیں جس نے یہ معلوم کر کے کہ رچرڈ شاہ فرنگ کا گھوڑا لڑائی میں کام آ گیا ہے ۔ اس کو ایک نہایت عمدہ گھوڑا پیش کیا ۔ تاکہ وہ سوار ہو کر لڑائی کو اچھی طرح جاری رکھ سکے ۔ لیکن اگرچہ میں ان تمام مواقع کی بابت میرے مسلم بھائیوں نے شجاعانہ طرز عمل سے صریح دل آزاریوں کو نہایت خلق سے نظرانداز کیا ہے تعریف کرتا ہوں ۔ میں یہ نہیں کہ سکتا کہ ایک عیسائی مسلم ہونے کے لحاظ سے ان سے بھی یکساں سلوک کرنے کا پابند ہوں ۔ جو ان رشتوں کو بھول جاتے ہیں ۔ جو ہمارے اس بڑے تعلق اور دوسرے رشتہ ہائے محبت و احترام کو آپس میں وابستہ کرتے ہیں ۔ جو انگریزی ۔ ہندی آریہ نسلوں کی شاخوں کے مابین موجود ہیں ۔ اور میرا خیال ہے ۔ کہ ان کو وہ نقصان بھی یاد دلایا جائے ۔ جو وہ اپنے رویہ سے

ہندوستان کو پہنچائے ہیں۔ اور خاص کر اس سلطنت کو جس سے وہ تعلق رکھتے ہیں
بہت سے نیک عیسائی یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ان کے اپنے مذہبی خیالات ہی صرف ایسے
ہیں جو قابل لحاظ ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ دوسرے
انسان بھی عقل رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ بنی نوع میں سے ...... ۲۲ کروڑ نفوس
اسی خدائے واحد لاشریک کی پرستش کرتے اور اس کے برگزیدہ انبیاء کی تعلیم کی
فرمانبرداری کرتے ہیں۔ وہ اس امر کو بھول جاتے ہیں۔ کہ ہمارا بادشاہ شہنشاہ ہند
مسلمانوں کی ایک اتنی بڑی تعداد پر حکمران ہے۔ جو عیسائیوں سے بہت زیادہ ہے
حضرات پادری اس وقت ان نہایت ہی قابل افسوس حالات کا ذمہ دار ہے۔ ان
کثیر التعداد لوگوں کے بیان کے مطابق جو عیسائی ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں
اور عیسائی کلیساؤں میں حاضر ہوتے ہیں۔ نجات بغیر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا
سمجھنے۔ تثلیث کے ایک خدا ہونے کے عقیدے۔ اصطباغ۔ کفارہ اور حضرت مریمؑ کی
باکرہ ہونے کے [illegible] حاصل ہو سکتی۔ بلکہ اس طرح کے ایمان کے وجوب سے انکار کرنا
ابدی سزا کا مستوجب قرار دیتا ہے۔ جس سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں
ہو سکتا۔ اور جو ایک محقق۔ صادق شخص اور بے ایمان کو ایک نہایت ہی شدید
اور خونی مجرم کے ساتھ ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کرتا ہے۔ اور جسے پھر ایسے مذہب کو مذہب
کہا جاتا ہے۔ یہ اس قادر مطلق۔ رحیم اور حکیم کی ذات مبارک پر کیسا تمسخر اور بہتان ہے +

عقل اور سائنس

اسلام میں کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے۔ جو کسی طرح بھی ہماری عقل اور ہمارے سائنس کے انکشافات کے
خلاف ہو۔ میں گذشتہ سالوں میں انگلستان کے ہر فرقہ کے بے شمار ایسے لوگوں کو
دیکھ کر خوش اور حیران ہوا۔ جو کسی مذہبی اصول کی صداقت پر ایمان نہیں رکھتے
مثال کے طور پر میں نے [illegible] پیشتر [illegible] کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس بارے
[illegible]
[illegible]

ادا کرے۔ تو تم اپنی کافی تعداد کو مسلم نہیں بنا سکو گے۔
جو کچھ عربوں کے لئے ان کی ڈھیلی اور کم قیمت پوشاک
اور کافی ریگستانی صحرا کے قرب وجوار ہونے کے لحاظ سے
آسان ہے۔ روحانی مسرت کا حصول اسباب پر منحصر نہیں
ہونا چاہئے۔ کوئی شخص مکہ میں پیدا ہو یا اولڈ براڈ سٹریٹ
میں +

اگر تم متشددانہ پہلو اختیار کرو۔ جو کافی اور نمائش سے منع کرتا ہے۔ اور
تمام مسرتوں کو گناہ قرار دیتا ہے۔ تو تم ایسے لوگوں میں جو خدائے واحد و لاشریک
کی پرستش کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کی نعمتہائے گوناگوں کے دائمی شکرگزار رہنا
چاہتے ہیں۔ بہت کم مقبولیت حاصل کرو گے۔ وہ مذہب جو تنگ خیال اور
متعصب ہو کبھی عالمگیر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم اسلام کو دیکھنا چاہتے ہیں۔
مذہب اس قدر سہل ہونا چاہئے۔ کہ وہ اقوام عالم کو اس وحدت اور خیالات کے سائبان
کے تلے لے آئے جس کو میں قادر مطلق کے سپرد وہ یا نزول و تعبیر کئے بغیر نہیں دیکھتا
اپنے مذہب کو پیش کرتے ہوئے میرا خیال ہے کہ ہمیں سب سے پہلے اصول کی تاکید کرنا
چاہئے۔ کیونکہ یہی اسلام کا خلاصہ ہے۔ یعنی خدائے واحد پر ایمان لانا۔ اسکے
بعد ازاں آخری رسول صلعم کو تسلیم کرنا۔ ان کتابوں پر ایمان لانا۔ جو اس نے اپنے برگزیدہ
رسولوں کے ذریعہ ہم پر نازل فرمائی ہیں۔ اور دنیا کی تمام مخلوقات سے نہایت ہی
رحم اور مہربانی سے سلوک کرنا۔ میرے خیال میں لوگوں کو کسی اور عقیدہ کی تلقین کرنے
کی ضرورت نہیں۔ اور ایسا کرنے سے ہم لوگوں کو اسلام سے متنفر کر کے اپنے مدعا کو
نقصان پہنچاتے ہیں۔ پہلے اصول کو منواؤ۔ فروعات خودبخود اپنے اپنے موقع پر
حاصل ہو جائیں گے +

مغرب اور مشرق کا اتصال

[illegible]

اگرچہ وہ بیشک خام تھے۔ اور اکثر عیسائی اور انجیلی گردوپیش سے جس میں میرا بچپن گزرا
بالکل متضاد تھے۔ لیکن مذہب اسلام سے نہایت ہی مطابقت رکھتے تھے۔ چنانچہ
بعد میں بہت موقعوں پر اس بات کا انکشاف مجھ پر ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ
نور اسلام کا شعلہ خاموش اور دبی ہوئی صداقت کے انگاروں سے مشتعل
ہونے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اور بعض اوقات میری نگاہ متجسس کو ایسا معلوم
ہوتا تھا۔ جیسے روشنی کی ایک خفیف لہر مغربی دنیا کے کثیف گرد روحانیت
میں سے چمکی۔ اور اسلام کی خوبیوں کیلئے مغرب کی استعداد قبولیت کا اظہار کیا ؛

میں اپنی اوائل عمر کے ان خیالات کی وجہ بیان کرنے سے قاصر ہوں
کیونکہ میرے بزرگوں اور والدین نے بھی خالاؤں اور دیگر اقرباء میں کوئی بھی
مشرقی نہ تھے۔ یا مشرقی امور سے کما حقہ واقف نہ تھے۔ ان کو غالباً
ایک قسم کا معمولی خیال تھا۔ کہ مسلمان ہندو یا ترک۔ کافر اور جاہل
میں کہیں پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ عیسائی کتب میں ہے۔ ایک میں تو ضرور تھا
اور مذہب اسلام کی خوبیاں اور اس کی بھلائی اور توکل کے اعلیٰ احکام سے
وہ لوگ ناواقف تھے۔ جو ہمارے نبی کریم صلعم نے فرمائے۔ میں اس بات کے
سمجھنے سے بالکل قاصر رہا ہوں کہ کیوں مشرقی مذہب اسلام کیتھولک یونانی۔ رومن
یا پروٹسٹنٹ مذہب کی نسبت کم قابل قبول ہو۔ جب ان تمام کا ظہور مشرق
سے ہی ہوا ہے ؛

بہت عرصہ نہیں گذرا۔ کہ لندن کے لارڈ پادری ڈاکٹر انگرام نے کہا تھا۔۔
سینٹ میری ... کی توسیع کی رسم افتتاح کے موقع پر تقریر میں کہا تھا
کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مذہب عیسوی کا مشرقی ہونا دوسرا مذہب نہیں
کہلا سکتا۔ وہ لوگ جو بعض مشرقی مذاہب کو اس قدر ناپسند کرتے ہیں نہیں جانتے
کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ کسی پر عیاں نہیں ہے جس نے اسلام قبول کیا تھا۔ بہت
(لارڈ پادری ...) [illegible]

ختم کر دیا۔ کہ "جاؤ اور مشرق قریب میں اپنے مسلمان بھائیوں کو اس بات کی ترغیب دو کہ وہ ان تیس ہزار عیسائی لڑکیوں کو جن کو انھوں نے غلام بنایا ہے آزاد کریں تب میں تمہارے ساتھ مباحثہ کرونگا" +

لارڈ بادری کے یہ الفاظ تھے جو اخبار ٹائمز مورخہ ۔ انومبر ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئے تھے۔ اور میں بزور کہتا ہوں کہ ان الفاظ نے مجھے کسقدر حیران بنا دیا ہے۔ "ڈاکٹر انگرام کس طرح جانتا ہے۔ کہ کوئی دوسرا مذہب عیسائیت کا ہمسر نہیں کہلا سکتا +

یہ حقیقت کہ ہمارا بادشاہ عیسائیوں کی نسبت مسلمانوں کی بہت زیادہ تعداد پر حکمران ہے۔ اور مسلمانوں کی تعداد دنیا میں بائیس کروڑ سے زیادہ ہے ڈاکٹر صاحب کو ایسا فتویٰ دینے سے پہلے تامل کرنے پر مجبور کریگی۔ بادری صاحب ان لوگوں کا دوسرا نمونہ ہیں۔ جو اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں۔ کہ عیسائی مذہب بھی یہودی اور مسلم مذاہب کی طرح مشرق کی طرف سے ہی آیا تھا میں خوب سمجھتا ہوں۔ کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ جب میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ مشرقی تھے۔ جس طریق سے پادری صاحب اس سوال کو پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک ناواقف شخص نہایت ہی یقین کریگا۔ کہ عیسائیت کا ظہور مغرب سے ہوا اور مذہبی خیالات کے لئے مشرق کی طرف جانا محدود تھا +

تیس ہزار عیسائی لڑکیوں کی غلامی کے بارہ میں جو کہ متعلق جو تر کی سر ہوئے میں مر رہی ہیں پادری صاحب نے اپنے آپ کو کم از کم نہایت غلط ثابت کیا ہے اور مجھے نہایت افسوس ہے اس حقیقت کو ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ غلط بیانیاں دوسرے ملکوں کے اخباروں نے منصف کی شخصیت کے ظاہر نہ ہونے سے سچا واقعہ سمجھ کر نقل کی ہیں +

ان تیس ہزار لڑکیوں کے افسانے کی اصلیت کو واضح کرنے کیلئے میں ناظرات کو توجہ اپنی مرتبہ کی شائع شدہ کتاب رشتہ ابین اسلام اور مذہب

حضرت یسوع مسیحؑ کی طرف مبذول کرتا ہوں جہاں اس معاملہ کے متعلق باب پنجم میں بحث
کی گئی ہے۔ اسلامک ریویو کے حال کے نمبر میں اسکی نہایت اچھی مفصل... تردید کی گئی ہے
ہماری خواہش ہے۔ کہ پادری صاحب محسوس کر سکتے کہ وہ اپنے اس غلط بیان سے متعدد
مسلمانوں کے دلوں کو کس طرح تکلیف دے رہے ہیں۔ اور نیز وہ سلطنت انگلشیہ
کی جڑوں کو کاٹنے میں کیا حصہ لے رہے ہیں۔ ان سے ہمیں کم از کم پیش بینی اور صورت
حالات کے صحیح مفہوم کی توقع تھی۔ کیونکہ وہ سلطنت انگلشیہ کے دارالسلطنت کے
لارڈ پادری تھے جس کی رعایا کا بڑا حصہ ہندوؤں کے بعد جن کی تعداد تقریباً......۵،۷ کروڑ
ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اگر وہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین جو سلطنت
کے دو بڑے جزو ہیں باہمی سمجھوتے۔ قابلیت۔ نیک نیتی اور رواداری سے کوئی بات
پیدا نہ کر سکتے تھے تو اُن کو چاہئے تھا۔ کہ کم از کم معاملات کو بدتر بنانے سے احتراز کرتے
ہم چاہتے ہیں۔ کہ وہ معلوم کر سکتے کہ ایسی چالبازیاں ہر جگہ تعصب کی زنجیروں کو مضبوط
بنانے میں ہی مدد دیتی ہے۔ اے کاش کہ لندن کے پادری صاحب نے یہ محسوس کر لیا
ہوتا کہ وہ کتنے لوگوں کو گمراہ کرینگے۔ اور ان بیانات کا اثر کتنی دور پہنچیگا۔ تردید
نہایت زبردست ہے لیکن اس قدر نہیں جتنی کہ ہونی چاہئے تھی۔ ڈاکٹر انگرام نے
مس ایل۔ ایچ سابرج کی سراپا ناشائستہ اور دلآزارانہ کتاب جو اس نے اسلام
کے خلاف لکھی ہے کی جو تعریف کی ہے۔ وہ کچھ کم ناعاقبت اندیش نہیں +

اس کتاب میں مصنفہ نے اسلام کی تحقیر کی ہے۔ اور ہمارے برگزیدہ نبی کو
بدنام کیا ہے۔ جس کو ہر جگہ جھوٹے نبی سے موسوم کیا ہے۔ مذمت کی دوسری نازیبا
مثالیں حسب ذیل ہیں:۔

"وہ جو اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ اور وہ جو اُدین (Odin) کی عزت کرتے ہیں
حقیقتاً ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ وہ ایک ہی جیسے جوش حسد شہوانیت
بیرحمی اور جھوٹ سے مخلوق کئے گئے ہیں"... جھوٹے نبی کا ہلال حضرت مسیحؑ کی
صلیب کے خلاف اقوام کی حکومت کیلئے جد و جہد کرتے ہوئے بنی نوع انسان کے...... ۲۲ کروڑ

نفوس سے زیادہ تر بلند ہوا - وہ دین جو دُنیا داروں اور نفس پرستوں کو اپنی مذہبی اور بداخلاقی کی ناپاک ملاوٹ کے سبب اپیل کرتا ہے - دُنیا کی حرص خدا کی محبت کی ضد ہے "

"محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ تک عربی عورتوں کو ایک گونہ تمدّنی آزادی حاصل تھی - اور ان کا تعلق اپنی دوسری جنس کے ساتھ بہ نسبت پہلے کے زیادہ آزاد اور خوشگوار تھا - البتہ ایسی بیہودگی کسی اچھے باخبر کیلئے قابل پذیرائی نہیں ہوسکتی تاہم ہمیں لندن کے پادری صاحب کی تقریظ میں لکھا ملتا ہے - مجھے اس خوبصورت مختصر سی کتاب کے صرف پہلے .. ۲ صفحات کے مُطالعہ کا موقع ملا ہے لیکن مجھے اس کتاب کی قوم اور پادریوں سے سفارش کرتے ہُوئے اپنی تقریظ لکھنے میں دیر نہیں کرنا چاہئے" بہت سی فحش گالیاں اس کتاب کے پہلے دوسو صفحات میں ہی لکھی گئی ہیں - اور اس لئے پادری صاحب کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہُوا ہو گا - میرے لئے زیادہ مُتحیّر کُن بات یہ ہے - کہ پادریوں کی ایک ایسی اعلےٰ ہستی کو کیونکر گوارا ہُوا - کہ ایسی عیسائیّت سے دور ناپاک اور سوقیانہ فحش کلامی سے بھرپُور اغلاط کو اپنی سرپرستی میں شائع ہونے دیا - جیسا کہ مَیں نے کسی دوسری جگہ کہا ہے - کہ ڈاکٹر انگرام کی شخصیت بہت ہی دلرُبا ہے - اور وہ ایک اچھے نشان ہیں - لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ہر بات کو جو ان سے کہی جائے بلا تحقیق صحّت مان لیتے ہیں +

چودہ سال کا ذکر ہے - کہ میرے الحاد پر آزادی سے نکتہ چینی کی جاتی تھی - اور مَیں مُوافق اور مخالف اعتراضوں کا نشانہ تھا - اور تقریباً دُنیا بھر کے ہر حصّہ کے خطوط سے دبا ہوُا تھا - چند صدیاں پہلے اگر ایسا ہوتا تو میرے اس ناپاک جسم کو چرکے لگائے جاتے - اور نہ مجھے اپنی جان بچانے کے لئے جھُوٹ بولنا پڑتا - اب جبکہ ملک چار میخ کرنے - شکنجے میں دینے اور گرم سمٹے ہوُئے دستپناہوں کی ہر دلعزیزی کے ذریعہ سے مذہب میں واپس لانا مفقود ہوچکا ہے - اسلئے ہر شخص عملی چیرہ دستی سے بالکل محفُوظ ہے - اگرچہ اسکی مذہبی رائے کچھ ہی ہو - جنوبی افریقہ سے میری ایسی کے

وقت جس کو تقریباً ایک سال ہوا ہے۔ مجھے ایک ایسے نیک نیت مگر کٹر عیسائی سے مسلسل خطوط موصول ہوئے ہیں جو بیہودہ باتوں پر مصر ہے۔ اور یہ کہتا ہے۔ کہ میں دہریہ ہوگیا ہوں۔ ایک مشکل کی وجہ سے یہ شخص اپنی بات پر اڑ بیٹھا ہے مفصلہ ذیل اقتباس میرے آخری خط سے ہے۔ جو اس کے نام لکھا گیا تھا +

آپ کا ۸ نومبر کا خط موصول ہوا۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ آپ نے ابھی تک اسلام کے ان اصولوں کو سمجھا نہیں۔ جن میں سخاوت اور بُردباری پائی جاتی ہے۔ جس کی عیسائیت میں کمی ہے۔ آپ ہنوز تصویر کا صرف ایک ہی رُخ دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن میں اس کے جانچنے اور تہ تک پہنچنے کے لئے مضطرب ہوں۔ جو کچھ خدا تعالےٰ نے ابتداء آفرینش سے اپنے برگزیدہ انبیا کی زبان سے منکشف فرمایا۔ جس کی ابتداء اس وقت سے ہوتی ہے۔ جس کا ہمیں گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ میرے بیانات اور استفسارات کا جواب دینے کی سعی نہیں کرتے۔ کہ اصول عیسائیت اور عیسائی خدا کی بیرحمی اور اس اعلےٰ خیال کی کہ یہ ہماری دلائل کا اور سائنس کی ترقی کا نتیجہ ہے کہ ہم دن بدن صداقت کے قریب تر پہنچ رہے ہیں۔ جو عرش خدا سے زیادہ دُور نہیں کے ماننے کی کیا ضرورت ہے +

میرے نزدیک سائنس سچے مذہب کا سب سے بڑا رفیق ہے ہمیں عقل استعمال کے لئے دیگئی ہے۔ میں اس خیال سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ عقل ہی وہ ذریعہ ہے جس سے ہم فضول اور غیر ضروری اصول کی تمیز کرسکتے ہیں۔ اور جو ہماری ایک ایسے مذہب کے انتخاب کے لئے رہنمائی کرسکتی ہے جسمیں قصے کہانیاں اور ناممکنات شاذ ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً دوشیزہ کا صاحب اولاد ہونا اور خدا کا فانی ہونا عیسائیت سے ہی مخصوص نہیں ان باتوں کا پتہ حضرت مسیح کے وقت سے ہزاروں سال پہلے چلتا ہے۔ تو پھر اس بات کو عیسائی عقیدے کا نہایت اہم بنیادی اصول کیوں قرار دیا جائے۔ کیوں بُت پرستی کے ایسے اختراعات کو نجات کے لئے لابد قرار دیا جائے۔ میں یہ بات ضرور کہونگا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی گرجے میں لوگوں کے اندرونی خیالات کی تہ تک

ہونے کے متعلق ذکر کیا ہو۔ اعداد سے پایا جاتا ہے ۔ کہ صرف مسلمان جماعتیں ہی جرم سے مبرا ہیں ۔ اور خاص کر اس جرم سے جو وحشیانہ اور سنگدلانہ ہو۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ بات ایک بڑی حد تک مسلمانوں کے اس یقین کامل کا نتیجہ ہے۔ کہ خدا ہر وقت ان کے ساتھ ہے۔ اور نیز اسی وجہ سے کہ منشیات سے نفرت دلائی گئی ہے ۔ اور یقیناً اس سے بتاکید منع کیا گیا ہے ۔ بہت لوگ اسبات کو تسلیم کرینگے کہ نہایت ہی مہذب ممالک میں اجرام میں سے تقریباً ۹۰ فیصدی بالواسطہ یا بلاواسطہ شراب کی لعنت کا نتیجہ ہیں +

یہ کہا جاسکتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا دخل ہے وہاں شیطان کا تصرف نہیں ہوسکتا ۔ اور جہاں دماغ شراب سے کبھی مشتعل نہیں ہوئے ۔ وہاں مناقشات و مشکلات کے باطمینان حل کا بہترین موقع ہے ۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی عنایت کا اظہار ہوا ہے ۔ وہ مفصلہ ذیل عبارت کی دلربائی اور صداقت سے موثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا +

اے وہ ذات جسکے انعام میرا ایمان ہے مجھ پر بیشمار ہیں ۔ اور جس کی عنایات مجھ پر ریگ کی طرح لاتعداد ہیں آفات میں سے کوئی بھی ایسی آفت نہیں جو مجھ پر آئی ہو ۔ لیکن میں نے تجھے اپنا ہاتھ پکڑنے کے لئے تیار نہ پایا ہو +

دنیا کے تمام اعلےٰ مذاہب میں مخلوق کی اپنے خالق کی طرف مراجعت اور اس کے قرب کی زبردست خواہش کے متعلق شہادتیں موجود ہیں ۔ اور دوسروں کی خوشی اور بھلائی کا دردمندانہ خیال بالخصوص مذہب عیسائی مذہب اور مذہب اسلام کا خاصہ ہے ۔ اور موخرالذکر اصولی مناقشات سے بالکل آزاد اور سادہ ہونے کے باعث دنیا کا عالمگیر مذہب ہونیوالا ہے ۔ جہاں تک نظر آئیگا ۔ اسلام میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہے ۔ جو کلیسائی حکومت کی سی دعوت دیتی ہو ۔ مذہب کی شان ایسے کمینے خیالات سے متاثر نہیں ہوتی ۔ ہر صادق مسلمان کی نظر اس انعام کی طرف ہے ۔ جو صرف دنیاوی منافع اور دولت سے بہت ہی ارفع ہے ۔ جیسے آفتاب کی روشنی کے سامنے شہاب کی روشنی کی کوئی ہستی نہیں ۔ میرا بھی یہ خیال نہیں ۔ کہ اسلام کو بیرونی حملوں سے یا ان فضول غلط بیانیوں سے جن کی میں نے اکثر شکایت کی ہے ۔ کوئی خطرہ ہے ۔ کیونکہ صداقت کے ظاہر ہونے پر یہ سب کچھ فنا ہو جائیگا +

گوشوارۂ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ

دفتر ہندوستان بابت ماہ اگست ۱۹۲۷ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ: پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	نمبر ۱	۶	۳	۵۲۷	خرچ اسلامک ریویو مسلم مشن ووکنگ	نمبر ۳	۰۱	۹	۴۸۲۹
امداد اسلامک ریویو	نمبر ۲	۰	۱۱	۹۶۳					
میزان	۰	۶	۱۴	۱۴۹۰	میزان	۰	۴	۹	۴۸۲۹

آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل لاہور

نقشۂ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ اگست ۱۹۲۷ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ ..	۰	۰	۴
" جان محمد صاحب دہلی ...			۱
" ابراہیم صاحب حصار ۶ ماہ	۰	۰	۶
عملہ ووکنگ مشن ہندوستان	۰	۸	۱۲
جناب بدر الحسن صاحب وکیل	-	-	۵
" خلیفہ عبد اللہ صاحب لاہور	-	۱۳	۲
" محمد شفیع صاحب	-	۰	۱
" خادم حسین صاحب بارہ بنکی ..	-	-	۲
جناب مسز ایم اے خان صاحب اوکاڑہ	-	-	۲۰
جناب صاحبزادہ نور الحق صاحب	-	۰	۲
از انجمن تعلیم المسلمین بمبئی	-	-	۱۰
حضور نواب صاحب بہادر منگرول	-	-	۹۹
جناب عبد الحافظ صاحب کاٹھیاواڑ	-		۱۰
" تاج الدین صاحب وردھا چسلم	۰	۰	۵
" منہاج الدین صاحب شیخوپورہ ..	۰	-	۱۰
" عبد الرشید خان صاحب گجہ بھوج	۰	۰	۱۰۰
" فضل احمد صاحب عثمان کرز راولپنڈی	۰	۸	۱۷
" رجب علیخان صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۰
" جناب حکیم اجملخان صاحب دہلی ..	-	۰	۵
" ڈبلیو بین کلکتہ عنہ	۰	۰	۲۰
" محمد نسیم اللہ صاحب بابت کھال	۰	۶	۱
" فضل الرزاق صاحب بوکا خیل ..	۰	۰	۴۵
" ولایت حسین صاحب رقم سود	۰	۱۱	۱

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب غلام کبیر صاحب مرشد آباد ..	۰	۰	۳
" عبد اللہ خان صاحب کابل	۶	۱۱	۲۴
" الزر علی صاحب	-	-	۳
" فضل کریم صاحب فیروزپور	-	۰	۳
" سید سرور شاہ صاحب عشر ۲۷ء	-	-	۵
" عبد الحمید صاحب بالاگھاٹ	-	۰	۱
" امیر صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
" فضل الدین صاحب بھوپال	-	۰	۵
معرفت جناب عبد اللہ خان صاحب۔ تفصیل روپیہ کابلی ۱۰۰ — جناب مستری جان محمد صاحب ۱۱ روپے؛ " " الٰہ بخش " ۱۱ "؛ ایک صاحب خانساماں ۱۱ روپے؛ جناب عبد اللہ خان مہاجر ۱۱ روپے؛ جناب مقبول الحق صاحب ۱۱ "؛ مولوی عبد الواحد خان صاحب ۵۰ روپے؛ مولوی محمد شفیع خان صاحب ۱۰ روپے	۰	۰	۱۰۰
جناب محبوب خان صاحب سہیلی ..	-	۰	۱
" نسیم الدین صاحب رہتک	-	-	۱
" نور غنی صاحب گوجرانوالہ ..	-	۱۰	۵
میزان کل	۶	۳	۵۲۷

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بابت ماہ اگست ۱۹۲۷ء

بیان			
عالیجناب نواب حاجی حمید اللہ خان صاحب والئے ریاست بھوپال	۰	۸	۴۹
جناب خان صاحب رجب علی خان صاحب	۰	-	۱۰
	۰	۳	۹۰۴
میزان	۰	۱۱	۹۶۳

نقشہ ۳ تفصیل خرچ اسلامک ریویو ووکنگ مسلم مشن و رسالہ ہندوستان بابت ماہ اگست ۱۹۲۷ء

بیان			
بل ۳۸ الاؤنس اڈیٹر بابت ماہ جولائی ۱۹۲۷ء	۰	۰	۲۷۵
بل ۳۹ تنخواہ عملہ دفتر	۰	۴	۳۰۵
بل ۴۰ کرایہ مکان و بجلی دو ماہ	۰	-	۳۴
بل ۴۱ سائر دفتر ۔ پنکھا بجلی ۔ سرکیاں ۔ مزدوری		۰	۵۹
بل ۴۲ یہ رقم واسطے امپریسٹ ووکنگ روانہ کی گئی ۔ ووکنگ سے حساب آنے پر تفصیل حساب شائع کی جائیگی	۴	۵	۴۰۵۶
میزان	۴	۹	۴۸۲۹

اشاعت اسلام سے دلچسپی رکھنے والے احباب کے لئے ایک نادر موقعہ

دفتر رسالہ اشاعت اسلام باتصویر میں فالتو نمبروں کی کثیر تعداد موجود ہے کارکنان رسالہ نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ابتدا اجرا رسالہ جولائی ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۶ء تک ہر ایک نمبر کی سو سو کاپیاں دفتر کے ریکارڈ کیلئے محفوظ کر کے باقی کُل کی کُل کاپیاں تقسیم کر دی جائیں ۔ سابقہ نمبروں میں جو دُر بے بہا محفوظ ہیں ۔ وہ فقط مطالعہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں ۔ ان اوراق میں بہتر سے بہتر شکل میں اسلام کے حُسن و جمال کو پیش کیا گیا ہے ۔ جن کو ایک غیر مسلم پڑھ کر اسلام کا والہ و شیدا ہو جاتا ہے ۔ زمانہ حال کے تقریباً کل کے کل اعتراضات کا نہایت ہی معقولیت و متانت سے جواب دیا گیا ہے ۔ یہ نمبران احباب کے لئے نہایت ہی مفید ہیں ۔ جن کے دل میں اسلام کو غیر مسلم حلقہ میں پھیلانے کی تڑپ ہے ۔ اگر ان نمبروں کو غیر مسلم احباب میں مفت تقسیم کیا جائے ۔ تو یہ باعث ان کی روشنی و ہدایت کا موجب ہونگے ۔ اس لئے جن احباب کو ان سابقہ نمبروں کی جسقدر کاپیوں کی ضرورت ہو وہ دو پیسہ (۲/۰) فی نمبر کے حساب سے مینیجر رسالہ اشاعت اسلام ۔ عزیز منزل ۔ لاہور کو محصول ڈاک کے خرچہ کے لئے بھیجدیں ۔ اور مطلوبہ نمبر منگوالیں ۔ اس کے علاوہ مکمل جلدیں جولائی ۱۹۱۴ء لغایت ۱۹۲۶ء بحساب عہ فی جلد دستیاب ہو سکتی ہے ۔ لیکن محصول پارسل خریدار کو ادا کرنا ہوگا بعض پرچے جو سال میں کم ہونگے ان کے لئے مجبوری ہے ۔ کیونکہ دفتر میں موجود نہیں ہیں +

خادم
مینیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ [illegible]
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

ترجمہ - تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئیے جو لوگوں کو نیکی و بھلائی کی [illegible]
دعوت کرے - [illegible] امر بالمعروف [illegible] نیکی کا حکم کرتا رہے [illegible]

اور یقیناً یقیناً یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں - القرآن

قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات ہیں جن میں اشاعت دین کا ذکر ہے - ان میں سے
آیت مبارکہ یہ بھی ہے - جو مسلمانوں کو حکم کرتی ہے کہ تم میں ایک [illegible]
ہر وقت ایسی موجود رہنی چاہئیے جو دنیا کے لئے انبیاء کے فرائض کو سرانجام دے
اور عامۃ الناس کو نیکی - بھلائی - قرآن اور اسلام کی طرف بلاتی اور بری باتوں
سے محترز رہنے کی تلقین کرتی رہے +

آیت بالا اور دیگر آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے - کہ مسلمانوں پر جہاں فرائض
کی سرانجام دہی کے ساتھ ہی دین متین کی اشاعت بھی فرض ہے - جس نور و ہدایت
سے ان کے قلوب منور ہو چکے ہیں - ضرورت اس امر کی ہے کہ اس نور و ضیا سے
دیگر غیر مسلم احباب بھی متمتع ہوں - قرآن کریم [illegible] کا [illegible] ہے
اس کے اندر لاتعداد جواہر ریزے مخفی ہیں جن کو مشعل راہ بنا کر
انسان دنیا میں کامیاب انسان بن سکتا ہے - اس کے تعلیمات [illegible]

زندگی میں مشعلِ ہدایت کا کام دے سکتے ہیں۔ اور ہر طبقہ و حیثیت کے انسانوں
کی رہنمائی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ اسلئے ہر حاملِ قرآن کا فرض اولین ہے۔ کہ
اُن دُرِ بے بہا کو اُن لوگوں تک پہنچائے۔ جو غفلت۔ جہالت۔ بغض عناد۔
و تعصب کی وجہ سے قرآنی تعلیمات سے ناآشنا ہیں۔ حاملانِ فرقانِ حمید کا فرضِ
اولین ہے۔ کہ ان کو ان خوبصورت و دلربا تعلیمات سے بہرہ ور کریں۔ جو انکی اپنی
ہدایت و رُشد کا موجب ہوئی ہیں۔ قرآن مجید دُنیا میں اسواسطے نازل ہؤا۔ کہ دنیا سے تاریکی
جہالت ظلمت و ضلالت کو دور کرے۔ بدی۔ فسق و فجور۔ بیحیائی کا قلع قمع کرے
اور دُنیا کو پیام اخوت محبت امن آشتی و صلح دے کر تمام متضاد و متباین طبقات
انسانی کو ایک ہی سلک میں منسلک کر دے۔ دُنیا کو رُشد و ہدایت علم و روشنی نیکی
عفت شرافت و نجابت کی تعلیم دیکر انسانوں کو اوجِ کمال پر پہنچائے +

آج سے تیرہ صد سال پیشتر جب دُنیا ضلالت و گمراہی کے اتھاہ گڑھے
میں پڑی ہوئی تھی۔ قرآن کریم نے نازل ہوکر اپنی اعجاز نما تعلیم سے دُنیا کی
کایا پلٹ دی۔ تمام کے تمام ملک عرب میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔ عرب
جیسی اُجڈ۔ اکھڑ و وحشی قوم کو دنیا کی اعلےٰ ترین مُہذب متمدن قوم بنا دیا۔ وہ
عرب جو نزولِ فرقان حمید سے پیشتر علانیہ حیاسوز افعال کے ارتکاب کو باعث
فخر سمجھتے تھے۔ ان کو اپنی اعجازی تعلیم سے حیاشعار و عفیف و نہایت ہی مُہذب قوم
بنا دیا +

الغرض قرآن پاک کے اندر اس قدر زبردست برقی و اعجازی قوت موجود ہے۔
کہ یہ ایک انقلاب عظیم برپا کر سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ حاملانِ قرآن اس کو
پہلے خود سیکھیں۔ پڑھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔ اپنی حالت کو سدھاریں۔ اور
پھر اس چشمۂ ہدایت سے دوسری اقوام کو سیراب کریں +

اس جگہ پر حضرت نبی کریم صلعم کی سوانح اور قرونِ اولےٰ کے مسلمین کی زندگیوں
پر ایک نظر بازگشت ڈالنی بے محل نہ ہوگی۔ واقعات اور شواہد کی روشنی میں یہ امر متحقق

ہو جائیگا۔ کہ قرآن حمید میں واقعی ہی زندہ کرنے کی ایک برقی طاقت موجود ہے
ان واقعات پر غور کرنے سے ہم کو پتہ چلتا ہے۔ کہ ان بزرگانِ دین نے کس قدر تکالیف و
آلام اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے اُٹھائیں +

رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کا مشن اللہ کے نام کو دُنیا میں بلند کرنا
اور اوامر الٰہی کی تعظیم کرانی تھی۔ اور خلقت خدا کو شرک۔ بت پرستی و توہم پرستی سے
نجات دلاکر باہم شفقت و محبت کا جذبہ پیدا کرنا تھا۔ لوگوں کو بھلائی۔ نیکی و
اخلاق فاضلہ کی تلقین کرنی اور منہیات سے روکنا تھا۔ اس مقصد عظمےٰ کی تکمیل
میں آپ کو ہر قسم کی تکالیف و مصائب کا تختۂ مشق بننا پڑا۔ اس مشن میں گوناگوں
آزار و آلام آپ کو جھیلنے پڑے۔ قسما قسم کے مظالم آپ پر توڑے گئے۔
اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر آپ نے یہ سب کچھ برداشت کیا۔ لیکن کلمۂ حق کو لوگوں
تک پہنچانے کا کوئی بھی موقعہ و محل ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ آپ کی تیرہ سالہ مکی
زندگی اس امر کی شاہد ناطق ہے۔ کہ اعلائے کلمۃ اللہ میں حد درجہ کی ناقابل
برداشت تکالیف و مصائب کو آپ نے بڑی جوانمردی۔ استقلال۔ ہمت و اولوالعزمی
سے برداشت کیا۔ اور اس پاک و اہم فریضہ کی ادائیگی میں پیشانی مبارک پر کبھی
کبھی بھی رنج و ملال و پست ہمتی نہیں ٹپکی +

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی آپ کے اُسوۂ حسنہ کی کامل اتباع
فرمائی۔ انھوں نے ہر موقعہ پر آپ کا ساتھ دیا۔ اور دین کی اشاعت میں کوئی بھی
دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ بعض صحابہؓ کو تو سخت سے سخت جسمانی آزار پہنچائے گئے۔
تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا۔ پتھر سینوں پر رکھے گئے۔ لیکن اس قدر قوت ایمان
ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی کہ ایک لمحہ بھر کیلئے بھی وہ اپنے ایمان کامل میں
متزلزل نہ ہوئے۔ اور ایسے نقصد و حد اور منتہا سے زندگی کی اشاعت اسلام دہی میں
کو استقلال بن کر دے رہے تھے۔ پہاڑ کی طرح سبیل مداومت کے مقابل سینہ سپری کی +
ان واقعات کے اعادہ سے ہمارا یہ مقصد ہے کہ جن تاریخی واقعات کو دہرایا

جائے۔ کیونکہ یہ تو وہ واقعات حقہ ہیں جن سے مسلم دنیا کما حقہٗ واقف ہے لیکن اُن کے اعادہ سے ہمارا مقصد فقط یہ ہے۔ کہ اگر قرونِ اولےٰ کے بزرگ اعتصام بالقرآن سے دنیا کو مفتوح و مفتون کر سکتے تھے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں وہ طاقت مفقود ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمارے آبا و اجداد نے حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑا۔ اس کو پڑھا سیکھا۔ اُس پر غور و تدبر کیا۔ اور پھر سختی سے اس پر خود عمل پیرا ہوئے۔ اور دوسروں تک اُن دُرِ بے بہا کو پہنچایا۔ اور اُن کو اسلام جیسی نعمت عظمےٰ سے متمتع کیا۔ اس طرح اپنی اور اُن کی افزونی طاقت کا مُوجب ہوئے لیکن اس کے برعکس اپنا حال سقیم اظہر من الشمس ہے۔ نہ قرآن حکیم پڑھنے اور سمجھنے کی تڑپ۔ نہ اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق ہے اور یہی کلام پاک سے استغنا و فقدانِ عمل ہی ہماری تمام مادی۔ اقتصادی۔ رُوحانی۔ تمدنی معاشرتی ترقیات کی سنگ راہ ہو رہا ہے۔ ہم میں قُوت عمل کی رُوح مفقود ہے۔ ہمارے ہاں کلام پاک عمدہ عمدہ غلافوں اور جزدانوں میں لپیٹا ہوا زینت طاق بنا ہُوا ہے۔ اور مدتوں اسی طاق نسیان پر پڑا گرد و غبار کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ حالانکہ اسی کی درس و تدریس میں ہماری زندگی کا راز مُضمر ہے۔ کاش! اب بھی ہم بھائی اس رازِ زندگی کی طرف جو اُسکی درس و تدریس اور اسکی تعلیمات پر گامزن ہونے میں مُضمر ہے۔ توجہ دیں۔ آج اگر کل کے کل مسلم بھائی اپنی حالت کو بدل لیں۔ اور اسی راہ پر چلیں۔ جن پر ہمارے بزرگان سلف جادہ پیما ہوئے۔ تو ہماری مشکلات کے بہت سے کوہ گراں پیش پاش ہو سکتے ہیں تعلیم اسلامی پر عمل کرنا اور اسلام کی نشر و اشاعت ہی ہماری ذلت و تنزل نکبت و افلاس سے مخلصی دلا سکتی ہے۔ اور یہی وہ گُر ہے۔ جو ہم کو حضرت نبی کریم صلعم نے سکھلایا۔ اور آپ نے خود اس پر عملی طور سے گامزن ہو کر کامرانی سے اس گُر کی صداقت پر اپنے اُسوۂ حسنہ سے مُہر تصدیق ثبت فرما دی ؎

دینِ اسلام کی اشاعت ممالک غیر میں ہو یا اندرون ہند ہر دو فعل مستحسن ہیں

تبلیغ دین تو جہاں جہاں بھی کوئی مسلم فرد بشر یا جماعت، دنیا کے کسی گوشہ میں آباد ہے۔ رہیں اس کی اشاعت اس پر فرض ہے۔ کلمۂ حق غیر مسلموں تک پہنچانا ایک مسلم کا اہم مقصد زندگی ہے۔ آج سے پندرہ سال پیشتر جب کسی کو اشاعت دین کیطرف خیال بھی نہ تھا۔ اور مسلم توجہ مختلف دیگر اسلامی تحریکات میں الجھی ہوئی تھی۔ اس وقت ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے ایک اسلامی مشن انگلستان میں قائم کردیا۔ اس مشن کو حضرت حاجی خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی امام مسجد شاہجہان ووکنگ انگلستان نے ۱۹۱۳ء میں قائم کیا۔ یہ مشن اس وقت

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

کے نام سے مشہور ہے۔ مشن کی ابتداء اجرا کُننِدہ کے ایثار کا زندہ مجسمہ ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کو دین کی اشاعت کا عنفوان جوانی ہی میں شغف تھا۔ یہ جذبہ تبلیغ ۱۹۱۲ء کے اخیر انہیں کشاں کشاں انگلستان لے گیا۔ بانی مشن کی مدتہائے دراز سے دلی تڑپ تھی۔ کہ یورپین اقوام تک تعلیم اسلام پہنچائی جائے۔ کچھ مدت تو آپ نے تنہائی میں وہاں بسر کی اور نہایت ہی خاموشی سے ماحول کے حالات کا مطالعہ فرماتے رہے۔ اس دوران میں یورپ کی مذہبی نبض شناسی کر لی دوسری طرف قضا و قدر نے یاری کی۔ اور ان تائید غیبی اللہ کی تجویز و تجاویز متعلقہ تبلیغی جدوجہد کے لئے سامان مہیا فرما دیئے +

مسجد ووکنگ جو مرور زمانہ سے مقفل۔ نے مصرف بیرونق اور سونی پڑی تھی اسی از سر نو چہل پہل کا قرعہ ہاتف غیب نے دلدادۂ تبلیغ کے نام ڈالا حضرت خواجہ صاحب موصوف نے آغاز سال ۱۹۱۳ء میں مسجد میں جا ڈیرے جمائے۔ اور فروری ۱۹۱۳ء میں دنیا بھر کے شہرہ آفاق ماہواری اسلامی مجلہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کو شاہجہان مسجد ووکنگ سے جاری کردیا۔ ابتدائی حالت میں جیسے کہ ہر ایک اہم کام کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کو بھی مختلف مراحل تکالیف جھیلنے پڑے۔ ابتدا میں آپ کی صدائے حق۔ صدا بصحرا ثابت ہوئی مدت مدید تک کسی نے بھی اس آواز حق پر

لبیک نہ کہا لیکن آپ نے اسلامی ادبیات کی نشر و اشاعت میں ذرا بھر بھی دریغ نہ کیا لبیک کہنے کی بجائے اس سرزمین میں جہاں اسلام حد درجہ کا بدنام ہو چکا تھا۔ اور اُسے ایک ہوا تصور کیا جاتا تھا۔ اور اس قدر اس کی گندی تصویر کھینچی جا چکی تھی۔ یورپ میں اس انوکھی تحریک (یعنی تبلیغ اسلام) کی شدید بد ترین مخالفت شروع ہو گئی۔ لیکن اس تمام مخالفت کا اس مجاہد فی سبیل اللہ نے سینہ سپر ہو کر نہایت ہی عزم و استقلال سے مقابلہ کیا۔ اور ایک لمحہ بھر کیلئے بھی آپ کے پائے ثبات متزلزل نہ ہوئے۔ اور آخرش ادبیات اسلامی کے اس پیہم سیل بیکران کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ منجمد برف آخر کو پگھلی اور بعض سعید رُوحوں کو اسلامک ریویو کے مسلسل مطالعہ کے بعد اسلامی تعلیمات معقول نظر آنے لگیں۔ اسلام کا دلربا چہرہ دل میں کھبنے لگا۔ آہستہ آہستہ بعض طبائع کے دل میں اسلام کی پیاری تعلیم گھر کرنے لگی۔ اور بعض طبائع اسلام کی طرف رُجوع ہونے لگیں۔ سال بھر کی تبلیغی تگ و دو آخر الامر اس مجاہد فی سبیل اللہ کی مثمر ہونی شروع ہوئیں۔ اور بعض غیر مسلم رُوحوں کو اللہ تعالیٰ نے انشراح صدر بخشا۔ اور آہستہ آہستہ اسلام سے بہرہ ور ہونے لگیں +

سال بھر کی شبانہ روز محنت شاقہ آخر کار رنگ لانے لگی غیروں اور اپنوں کی توجہ کا مشن جاذب ہو گیا۔ ایک طرف اگر مشن نے اپنی تبلیغی جدوجہد کی وجہ سے غیر مسلم توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ تو دوسری طرف اسکی دینی خدمات جلیلہ کی وجہ سے مشن مذکورہ نے مسلم توجہ کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا۔

ابتداء کام میں تو حضرت خواجہ صاحب کے پاس فقط ایک آدھ رفیق کار تھا۔ لیکن کام کی بتدریج ترقی کے ساتھ ساتھ مبلغین کے اضافہ کی بھی ضرورت لاحق ہو گئی۔ اور جب ضرورت حقہ کو محسوس کر کے مسلم بھائیوں نے اس کام کی مالی آبیاری شروع کی۔ اس وقت تک بتدریج تعداد دو درجن سے زائد کارکن و مبلغین ہندوستان سے جا کر وہاں کام کر آئے ہیں۔ اور اس وقت وہاں کام کر رہے ہیں + برادران اسلام! مشن قائم ہو چکا۔ اور آج اُسے قائم ہوئے پندرھواں سال جا رہا ہے

ہمنے اپنا فرض بحثیت مسلم ادا کر دیا - اب آپ کا فرض ہے - کہ اس شجر ثمردار کو جو تثلیث و کفر گڑھ کے مرکز میں قائم ہو چکا ہے - اس کو کسی آئیوالے باد صرصر کے جھونکوں سے محفوظ رکھنے کی فکر فرمائیں - اسکی بنیادوں کو مستحکم کریں - اسکی مالی آبیاری کریں آج اسلام نرغہ . . . . . میں ہے - آج حرمت رسول اکرم صلعم خطرہ میں ہے - اس کا بہترین تحفظ یہی ہے - کہ اسلام کی اصل شکل اور حضرت نبی کریم صلعم کی قلمی شبیہ غیر مسلم احباب تک پہنچائی جائے - اور یہ حسن خدمت دنیا بھر میں احسن طریق پر مسلم مشن ووکنگ انگلستان سر انجام دے رہا ہے - آگے چلکر ہم اس مشن کے تبلیغی کارناموں میں سے بعض ایسے قلمی کارناموں کو ہدیۂ ناظرین کرام کرینگے - جو ابتدا آباد تک دنیا میں ایک زندہ جاوید مبلغ کا کام کرتے رہینگے

الغرض آج اسلام کو بہت سے دشمنوں سے مقابلہ درپیش ہے - اور ان تمام اعدائے اسلام میں سے عیسائیت تو اسلام کا عدو عظیم ہے - جو خصوصیت سے اس کو بیخ و بن سے اکھاڑنے اور اسکی تعلیمات کو نہایت ہی بھونڈی و بھیانک شکل میں پیش کرنے اور مسلمانوں کو مختلف حیلوں و بہانوں سے اپنے اندر شامل کرنے کے لئے ایڑی سے لے کر چوٹی تک کا زور لگا رہا ہے - اعدائے اسلام مختلف حیلہ سازیوں اور مکاریوں سے اسلام کے خوبصورت چہرہ کو بدنما کر رہے ہیں - اسلام کے متعلق انھوں نے غلط فہمیوں - غلط بیانیوں اور دروغ بافیوں کا ایک طومار بپا کر رکھا ہے - حضرت نبی کریم صلعم کی گھنونی تصویر یورپین پبلک کے سامنے پیش کر رکھی ہے - آپ کی ذات اطہر کو ہر قسم کے سب و شتم تضحیک و تمسخر کا نشانہ بنا رکھا ہے - گندی سے گندی زبان سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے اور دل کھول کھولکر آپ کو کوسا جاتا ہے *

الغرض یہ تو یورپ کی مذہبی فضا حضرت رسالتمآب نبی کریم صلعم کے متعلق تھی - لیکن بفضلہ تعالیٰ مسلم مشن ووکنگ کے قیام نے اس زہریلی و مسموم ہوا کو صاف کر دیا ہے - عیسائیت کے مرکز میں علم اسلام کو بلند کر کے اس مشن نے ان دیرینہ دشمنوں کو خاموش کر دیا ہے - اب یورپ میں معاندین اسلام اس کی بنیادی دینی سے

اسلام اور اس کے بانی صلعم پر کسی قسم کا حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرتے - اُن کو معلوم ہے کہ ووکنگ کے شیر اُن لومڑیوں کو اپنے بلوں میں گھسا کے رہینگے - یہ لوگ اس مشن کو **اسلام کی طاقت** سے تعبیر کرتے اور بڑے بڑے عیسائی پادری اس مشن کی ہستی سے خائف و لرزاں رہتے ہیں +

یہ مشن گذشتہ پندرہ سال سے مرکز عیسائیت میں تبلیغ اسلام کر رہا ہے اس وقت تک ایک ہزار سے زائد بھی اعلےٰ طبقہ کے یورپین اخوات و اخوان اس کی تبلیغی جد و جہد کی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں - ان نومسلمین میں بہت سے سردار اور بڑے بڑے نواب و رؤسا ہیں - بعض فوجی کپتان - سرجن - بیرسٹر - فلاسفر - ایڈیٹرس اور مصنف ہیں - اور اکثر خاندانوں کے خاندان بھی اسی مشن کی وجہ سے نور اسلام سے بہرہ اندوز ہو چکے ہیں - ان نومسلمین میں عالیجناب سر آرچی بولڈ ہملٹن جو شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں - اور لارڈ ہیڈلے بالقابہ - پروفیسر ہارون مصطفےٰ لیون جناب سر محمد مارمیڈیوک صاحب پکتھال مصنف کتب - ڈڈلی رائٹ ایڈیٹر یہ وہ چند نمایاں ہستیاں ہیں - جو خصوصیت سے قابل ذکر ہیں - اور جو اسلام کی مقناطیسی قوت کی زندہ مثالیں ہیں - یہ مشن نہ صرف چند نفوس کو ہی اسلام سے بہرہ ور کرنے کا موجب ہوا ہے - بلکہ اس کی مساعی تبلیغی نے وسیع اور وسیع پیمانہ پر ادبیات اسلامی کی نشر و اشاعت کی ہے اور یورپین کے خیالات میں انقلاب عظیم برپا کر دیا ہے اسلام کے متعلق غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کو اس نے رفع کر کے یورپ میں اسلام کے متعلق ایک رواداری اور عدم تعصب پیدا کر دی ہے - لوگ اب اسلام کی تعلیم کو دلچسپی سے سنتے ہیں - اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں - وہ مذہب اسلام جس کی یورپین دماغوں میں ایک بھیانک تصویر سمجھی جاتی تھی - اور جو پادری صاحبان کی حیلہ سازیوں سے بدنام ہو چکا تھا - وہی اسلام کی اب دلربا و دلکش اصلی تصویر کو دیکھ دیکھ کر بہت سی سعید روحیں تسکین قلب حاصل کر رہی ہیں +

اگر ایک طرف غیر مسلم طبقہ میں اس مشن نے انقلاب عظیم برپا کر دیا ہے - تو

دوسری طرف مسلمانوں کے تعلیمیافتہ گروہ میں بھی جو مذہب کی اہمیت و ضرورت سے بالکل عاری ہو چکا تھا اور جسکے خیالات کفر و الحاد و دہریت کی طرف جا رہے تھے اسی مشن کے اسلامی لٹریچر نے عین وقت پر منصۂ شہود پر جلوہ افگن ہو کر ان مُردہ دلوں میں اسلامی رُوح پھونک دی۔ اُن کو از سر نو مسلمان بنا دیا۔ اور نہ صرف اسلام سے دلچسپی و محبت ان کے دلوں میں ڈال دی۔ بلکہ اُن میں اسلام کی اشاعت کا احساس بھی پیدا کر دیا۔ اگر برادران اسلام مشن کو پانچسال کیلئے مالی مشکلات سے آزاد کر دیں۔ اور اس کے کارکنان کی تمام کی تمام توجہ فراہمی مال کی بجائے تبلیغی تگ و دو میں صرف ہو۔ تو اس قلیل عرصہ میں یورپ کے مذہبی حلقہ میں ایک انقلاب عظیم بپا ہو سکتا ہے +

مشن مذکورہ کے گوناگوں ذرائع تبلیغ میں سے ذیل میں چند ایک اہم طریق مسلم برادران کے پیش نظر کئے جاتے ہیں تاکہ ان پر واضح ہو جائے۔ کہ ہمکو اس مشن کے متعلق یورپ میں کس قدر گرانبار اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہے۔ ذیل کے سب ہی ذرائع تبلیغ محتاج مصارف ہیں۔ ان میں سے ایک کا بھی روپیہ کے بغیر چلنا محال ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض ذرائع تبلیغ صرف کثیر کا موجب ہیں۔ اور وہی بہترین ذرائع تبلیغ ہیں۔ مثلاً اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کی وسیع پیمانہ پر غیر مسلم یوروپین حلقہ میں مفت اشاعت ضرورت ہے۔ کہ اہلِ ثروت حضرات اس منفعت بخش کام کی طرف متوجہ ہوں جس میں اسلام کا مفاد مدنظر ہے۔

۱۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

رسالۂ اسلامک ریویو مسلم مشن ووکنگ کی اسلامی تحریک کا رُوح رواں و ترجمان ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں مختلف ممالک کے انگریزی دان غیر مسلم طبقہ میں اشاعت دین کے لئے مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ دُور دراز ممالک کے غیر مسلم احباب اپنی فرصت کی سُنسان گھڑیوں میں دلچسپی سے اس کا مطالعہ

کرتے ہیں اور عیسائیت و اسلام کی تعلیم کا متقابلہ مطالعہ کرنے کے بعد خطوط کے
ذریعہ اعلانِ اسلام کر دیتے ہیں۔ اس رسالہ کی مفت اشاعت بہت ہی نتیجہ خیز ثابت
ہوئی ہے۔ تدریجی تسخیر قلوب کے لئے یہ بہترین آلہ کار ہے۔ اس میں اسلام کو
بہتر سے بہتر شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ معاندین اسلام کے حملوں کے نہایت ہی
مسکت و مدلل و ملائم لہجہ میں جواب دیئے جاتے ہیں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی پر فلسفیانہ
بحث کی جاتی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ یہ اسلامی مجلہ یورپ میں اسلام کا بہترین
ترجمان۔ اسلام کی طاقت و مشعل اسلام ہے۔ اس کا سالانہ چندہ ۵ روپیہ ہے
طلبا کیلئے ۳ ہے۔ لیکن جو مسلم احباب سال بھر کے لئے اس کی ایک کاپی
یورپ میں کسی غیر مسلم کے نام یا کسی غیر مسلم لائبریری کے نام جاری کرانی چاہیں تو
ان سے صرف ۳ سالانہ لئے جائیں گے۔ ہمارے ہاں یورپ کی غیر مسلم لائبریریوں اور
یوروپین غیر مسلم اصحاب کے پتوں کا ریکارڈ اسی مقصد کے لئے دفتر میں موجود
رہتا ہے۔ جو معطی صاحبان (جنکے نام پر رسالہ مفت جاری کرادیں) کو اس کی مطلع کر دیا جاتا ہے +
مفت تقسیم رسالہ کا یہ طریق کار صدقہ جاریہ کا رنگ رکھتا ہے جو معطی صاحب کیلئے
مسلسل ثواب کا موجب ہوتا رہتا ہے۔ بعض احباب جو ثواب ہونے کیلئے کچھ صدقہ و
خیرات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے اس سے بہتر کوئی اور طریق صدقہ جاریہ کا
نہیں ہو سکتا اس سے مرحوم کی یاد ہمیشہ سرسبز رہتی ہے اور اس کا ثواب ہمیشہ کیلئے مرحوم
کو پہنچتا رہتا ہے۔ اور اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ کہ کس قدر بندگان خدا
ان رسالوں کو پڑھ کر اسلام سے قریب تر ہو جاتی ہیں +

۲۔ **مبلغینِ مشن** ہفتہ میں ایک بار مسجد ووکنگ انگلستان میں اور ایک بار لندن میموریل
ہوس میں محاسن اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ جن میں غیر مسلم سامعین کی کافی
تعداد ہوتی ہے۔ یہ لوگ لیکچر سننے کے بعد اسلام کے متعلق نیک تاثرات لیکر جاتے
ہیں اور اس طرح سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں اور دروغبافیوں کا ازالہ ہوتا
رہتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ اسی طرح سے مقامی احباب اسلامی برادری میں شامل

ہوتے رہتے ہیں +

۳۔ جو **نومسلمین** ووکنگ یا لندن کے گردونواح میں رہتے ہیں۔ اُن کو عربی **تعلیم** دینے کا مشن ووکنگ نے معقول انتظام کیا ہوا ہے۔ اُن کیلئے ایک مُعلّم رکھا ہوا ہے۔ جو عربی سے اچھی طرح واقف ہے۔ جو ان کو عربی کی ابتدائی تعلیم اور قرآن شریف کا درس دیتا ہے +

۴۔ **نومسلمین** میں جو لوگ **مالی امداد** کے مستحق ہوتے ہیں۔ اُنکی تالیفِ قلوب کی مد سے امداد کی جاتی ہے۔ جس کا ان پر اسلام کی ہمہ گیر اخوت و ہمدردی کا عملاً نیک اثر پڑتا رہتا ہے +

۵۔ مسجد ووکنگ میں اکثر **مستفسرین** بھی آتے رہتے ہیں۔ جو اسلام کے متعلق مختلف قسم کے استفسارات کرتے ہیں۔ ان کی خاطر و مدارات چاء وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ پھر جو جلسے آئے دن مسجد ووکنگ یا لندن میوریل ہوس میں مشن کی طرف سے ہوتے ہیں۔ ان میں شامل ہونے والے احباب کی تواضع چاء سے کی جاتی ہے +

۶۔ **عیدین کی تقاریب**۔ یہ تقاریب بھی کشش اسلام کا ذریعہ ہیں۔ یہ تقاریب اسلام کی عملاً عالمگیر اخوت کا عملی نمونہ پیش کرتی ہیں۔ ان ہر دو عیدین پر ہم نومسلم احباب شامل ہوتے ہیں۔ اکثریت میں غیر مسلم طبقہ و سینما والے عیدین کا فوٹو لینے کی خاطر بھی ایک کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ ان سب احباب کی ایک وقت کے کھانے سے تواضع کی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض تو شام تک ٹھہرتے ہیں لیکن ایک کثیر حصہ دوپہر کے کھانے کے بعد رخصت ہو جاتا ہے۔ اس طرح مہماں نوازی سے ناآشنا یورپ کے نومسلمین و غیر مسلم زائرین کے قلوب میں مسلم اخوت کا سکّہ جمتا رہتا ہے۔ ان تقاریب کے لئے مشن کو کم از کم ڈیڑھ صد پونڈ کے خرچ کا ہر سال متحمل ہونا پڑتا ہے +

تبلیغی ذرائع میں سے یہ بھی ایک اہم و ضروری جزو ہے۔ اس قسم کے برادرانہ سلوک و ہمدردانہ برتاؤ سے برطانوی پبلک پر نیک اثر پڑتا ہے۔ اس آڑ اسلام کی عالمگیر اخوت و برادری کا

انہیں عملاً سبق ملتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی وسیع اخوت تو یورپ میں بالکل عنقا ہے +

۷۔ **لندن مسلم پریئر ہاؤس** میں بھی ہماری تبلیغی جد و جہد لگی رہتی ہے۔ نماز جمعہ اسی مقام پر ہوتی ہے۔ کیونکہ نومسلم و مسلم احباب آسانی سے وہاں شامل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے دنیا بھر کے اس مرکزی مقام پر مشن کی تحریک کو زندہ رکھنے کے لئے ان اخراجات کا بھی مشن کو متحمل ہونا پڑتا ہے +

۸۔ **ادبیاتِ اسلامی کی مفت اشاعت** مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی تمام مساعی جمیلہ میں جو تبلیغ دین کے لئے کی جا رہی ہیں۔ یہ ذریعہ تبلیغ سب سے مقدم و اہم ہے۔ اور سب سے مفید بھی ثابت ہوا ہے +

یورپ میں اسلامی ادبیات کی کثرت سے نشر و اشاعت کی بڑی ضرورت ہے، اہل مغرب اپنے آبائی مذہب سے قطعاً بیزار و متنفر ہو چکے ہیں۔ وہ ایک زندۂ جاوید و معقول مذہب کے جویا... ہیں۔ اسلامی عقائد ہر اہل دانش کے دل میں گھر کر رہے ہیں۔ اسلام کی دلکش تصویر دل کے اندر کھب چکی ہے۔ یورپین دل و دماغ کو اسلامی تعلیم بڑے زور سے اپیل کر رہی ہے۔ فقط اس وقت یورپ میں اسلام کی اصلی تعلیم سے بیخبری اور دشمنانِ اسلام کی غلط بیانی و دروغبافی ہی ہماری سنگ راہ ہے۔ اور اس کا بہترین علاج اسلامی ادبیات کی کثیر مفت اشاعت ہے۔ اور اس ضمن میں مشن نے چالیس سے زائد انگریزی کتب شائع کی ہیں ذیل میں چند ایک اہم کتب کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔ ان کتب نے یورپ میں عالمگیر مقبولیت حاصل کر لی ہے +

اُسوۂ انبیاء از زندہ مبلغ!! صدقۂ جاریہ!!!

دُنیا کے کسی ہادی و رہنما سے کسی قوم کو اسقدر شدید اُنس و محبت نہیں۔ جس قدر مسلمانوں کو حضرت نبی کریم صلعم کی ذات سے ہے۔ لیکن کس قدر قابلِ افسوس بات ہے۔ کہ یہ عشق و محبت محض زبان تک ہی محدود ہے۔ عمل سے اس کا کوئی بھی تعلق نہیں۔ آجکل کی غیر مسلم دُنیا آنحضرت صلعم کے اخلاق حسنہ پر مختلف رنگوں سے دل آزار حملوں کی بوچھاڑ

کررہی ہے۔ گندے سے گندے الفاظ سے آپؐ کو یاد کیا جارہا ہے۔ آپؐ کے سینہ کو
ناپاک و نازیبا حملوں سے چھلنی کیا جارہا ہے۔ اور نت نئی غیر مسلم ملک سے لاکھوں کی تعداد میں
اس قسم کی بیہودہ و لغو تحریرات شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آپؐ کے نورانی و درخشاں
چہرہ کو نہایت ہی تاریک و گھنونے رنگ میں پیش کیا جارہا ہے۔ لیکن ان سب
زہر پاش و دلدوز تحریرات کی بوچھاڑ و گولہ باری کے باوجود بھی مسلمانوں کی رگ حمیت
غیرت ذرہ بھر بھی نہیں پھڑکتی۔ یوں تو مُنہ سے اور ظاہری طور پر آپؐ کے عشق کے
بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ اور محبت کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن اس طوفان
بے تمیزی کا جو دُنیا میں سم قاتل کا سا اثر کررہا ہے۔ اس کی روک تھام و دفاع کی کوئی
بھی فکر نہیں۔ اور ان ناپاک حملوں سے آپؐ کی ذات اقدس کو بری کرنے اور
بچانے کے لئے ذرہ بھر بھی ان میں جنبش و حرکت نہیں ہوتی۔ بہرحال ان
عالمگیر حملوں کی روک تھام دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ کر کرنی تو امر محال ہے۔ اور
اخراجات کثیر کی مقتضی ہے۔ بہتر سے بہتر اس کے دفاع کی صورت یہی ہو کہ رسالتمآب حضرت
نبی کریم صلعم کے پاک حالات کو قلمبند کیا جائے۔ آنحضرتؐ کے دلکش اخلاق کا ایک مرقع
تیار کیا جائے۔ اور اس آئینہ سروری کو ان تمام ممالک میں جہاں جہاں یہ دجل کام
کررہا ہے۔ اس مرقع سروری کا ایک ایک نسخہ تمام بڑی بڑی لائبریریوں میں بطور تحفہ
بھیجدیا جاوے۔ یہ مُرقع ہزاروں انسانوں کے مطالعہ میں آئیگا۔ اور لاکھوں کی
نظر سے گذریگا جسمیں ذات اطہر کے اصلی خط و خال و حقیقی حسن و جمال جلوہ فگن ہونگے
اس طرح سے بہت حد تک ان ناپاک حملوں کی کافی طور سے روک تھام ہو جائیگی۔ اور
بہت سی غلط فہمیوں و غلط بیانیوں کا ازالہ ہو جائیگا۔ یہ مُرقع نبوی خیالات عامہ میں انقلاب
عظیم پیدا کردیگا۔ اور ایک زندہ و جاوید مشنری کا کام ابدالآباد تک کریگا۔ اور نہ صرف
اس طرح سے اندفاع ہی ہوگا۔ بلکہ صدقہ جاریہ کا کام بھی دیتا رہیگا۔ جس کا ثواب اسکے
معطی کو ہوگا۔ جو اپنی طرف سے یورپ و امریکہ کی کسی لائبریری میں یہ تحفہ پیش کریگا +
ناظرین کرام کے لئے یہ مژدہ جانفزا موجب مسرت ہوگا۔ کہ جس مرقع سروری کی ضرورت حقہ

کو سطور بالا میں پیش کیا گیا۔ اس کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) کی شبانہ روز عرقریزی و جانکاہی نے کتاب Ideal Prophet یا اُسوہ انبیاءؑ کی صورت میں پورا کر دیا ہے۔ یہ انگریزی کتاب سبز پیراہن زیب تن کئے جلد پر سنہری حروف کے نقش و نگار، دیدہ زیب چھپائی و اعلےٰ کاغذ کے ساتھ نہایت ہی آب و تاب سے شاہجہان مسجد ووکنگ سے شائع ہو چکی ہے۔ کتاب موصوف کے باطنی حُسن کیلئے تو معزز مصنف کی معجز نما و سحر نگار قلم کافی ضمانت ہے۔ اور فہرست مضامین پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے اس کتاب کی رفعت و بلندی واضح ہوتی ہے۔ لیکن قابل مصنف نے ظاہری آب و تاب و خوبصورتی کو بھی قائم رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بہرحال "اُسوہ انبیاءؑ" اپنے باطنی و ظاہری حسن کے ساتھ اس قابل ہے۔ کہ یورپ اور امریکہ کی کُل بڑی بڑی لائبریریوں و دارالعلوم میں ہندوستان کے مسلمان بھائیوں کی طرف سے بطور تحفہ بھیجی جائے۔ جو مسلم بھائی اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لینا چاہیں وہ عہ فی کاپی کے حساب سے بذریعہ منی آڈر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ لاہور (پنجاب) کو بھیج دیں جس قدر کتب وہ چاہینگے۔ ان کی طرف سے بطور تحفہ یورپ یا امریکہ کی کسی لائبریری کے نام بھیجدی جائینگی۔ کتاب پر معطی کا پورا پتہ لکھ کر معطی کی طرف سے اس لائبریری میں بھیجی جاویگی۔ اور اس لائبریری کے پورے پتہ سے جناب معطی صاحبان کو مطلع کر دیا جائیگا اور لائبریری متعلقہ کو بھی لکھا جائیگا۔ کہ جناب معطی صاحب کو کتابوں کی رسید ہماری وساطت سے بھیجدیں۔ اس صدقہ جاریہ سے معطی صاحب کا نام ابدالآباد تک یورپ میں سرسبز رہیگا۔ اور اس طرح سے مسلسل ثواب ان کو پہنچتا رہیگا +

ینابیع المسیحیت سے علاوہ دوسری اہم کتاب ینابیع المسیحیت انگریزی زبان میں ہے۔ اس کتاب نے یورپ میں تخریب مذہب عیسائیت کا کام کیا ہے۔ عیسائیت کے مذہب کو پاش پاش کر کے اُس کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ اور اس مذہب کا منبع و ماخذ مذہب کفر و الحاد قرار دیا ہے۔ اس کے بعد اسوۂ انبیاء (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) نے شائع ہو کر یورپ میں تعمیری کام کیا ہے کتاب اول الذکر نے تخریبی اور دوسری نے تعمیری فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ اور دونوں کتب لینے کے بعد دیگر شائع ہو کر یورپ کی مذہبی فضاء کو

بالکل بدل دیا ہے - جو اسلام کے حق میں نہایت ہی مفید ثابت ہو رہی ہے - اور کہ جو انشاء اللہ مفید نتائج مرتب کریگی +

احادیث نبوی احادیث نبوی کا جو انگریزی ترجمہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام انگلستان میں ہو رہا تھا - وہ بفضلہ تعالیٰ قریباً ختم ہو چکا ہے - اس اہم و ضخیم کتاب کی طباعت کے لئے پانصد پونڈ یعنی ۷½ ہزار روپیہ درکار ہے - اگر مسلمان بھائی ان بے بہا جواہرات کو یوروپین دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت حقہ کو محسوس کر لیں - تو ان کے نزدیک یہ کوئی بڑی رقم نہیں - اگر ساڑھے سات صد مسلم احباب اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے کمر ہمت باندھ لیں - اور دس روپے فی کس اس فنڈ میں امداد فرمائیں تو رقم مطلوبہ بہت جلد پوری ہو سکتی ہے - ہمیں کتاب موصوف کی مسلمان بھائیوں پر اہمیت واضح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں - اگر ایک طرف قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ بہت سے نو مسلمین و غیر مسلمین یوروپین کے ہاتھوں پہنچ چکا ہے - تو ضروری ہے - کہ اس کے ساتھ ساتھ یوروپین پبلک کو اس افضل البشر کے اقوال و افعال کا بھی بہرہ ور کرایا جائے جس پر یہ کلام پاک نازل ہوا - یہ کتاب نہ صرف یوروپین غیر مسلموں کیلئے ہی مفید ثابت ہوگی - بلکہ ہمارے انگریزی دان مسلمان بھائیوں کی بھی رشد و ہدایت کا موجب ہوگی - اس لئے گذارش ہے - کہ حضرت نبی کریم صلعم کی ذات سے محبت و انس رکھنے والے مسلم بھائی اس کار خیر میں امداد فرما کر عملی رنگ میں آپ کے سچے عشق و محبت کا ثبوت دیں - اور اس کتاب کے ذریعہ دنیا کے سامنے ذات اطہر کی حقیقی تصویر پیش کریں - ساڑھے سات ہزار کی رقم کوئی بڑی رقم نہیں ہم میں بفضل خدا ایسے بھائی بھی ہیں جو تنہا تنہا اس مقدس کتاب کے تمام اخراجات برداشت کر سکتے ہیں - بعض ایسے بھی ہیں جو سینکڑوں و ہزاروں کی رقم سے امداد کر سکتے ہیں - چونکہ اس رقم کی فوری ضرورت ہے - اسلئے آپ سے ہماری درخواست ہے کہ کچھ نہ کچھ اس کار خیر میں تھوڑی یا زیادہ امداد دینے سے خود بھی حصہ لیں - اگر

اپنے حلقہ اثر میں بھی تحریک فرما کر داخل حسنات ہوں +

مندرجہ بالا سیدھے سادھے الفاظ کے سوا ہمارے پاس پُرشوکت الفاظ نہیں جن سے ہم آپ پر اس کتاب کی اہمیت واضح کر سکیں - فقط اتنی عرض ہے - کہ انگریزی قرآن کریم کے بعد یُورپ میں اس کتاب کی اشاعت ازبس ضروری ہے - اور تبلیغی جدوجہد میں اس کی اشاعت بہت سی سہولتیں پیدا کر دیگی خدا کرے - کہ آپ مسلم بھائی ہماری اس تحریر کو شرف قبولیت بخشیں - اور اس مقدس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا تہیہ کر لیں - اگر یہ مطلوبہ رقم جلد سے جلد اخراجات کتاب کے لئے انگلستان نہ پہنچی تو اس کی طباعت میں بہت تاخیر واقع ہو جائیگی - یُورپ کی موجودہ مذہبی فضا اس امر کی مقتضی ہے - کہ یہ کتاب جلد سے جلد چھپ کر کثرت سے مفت تقسیم ہو - کیونکہ یورپین طبائع کا رجحان اسلام کی طرف ہو رہا ہے اور اسلام کے دلکش اصُول ان کے دل کے اندر گھر کر رہے ہیں - جو احباب اس فنڈ میں امداد ارسال فرمانی چاہیں - وہ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل لاہور (پنجاب) کے نام رقوم ارسال فرمائیں - جو بصُورت ڈرافٹ ہر ماہ فراہم شدہ رقوم کو امام مسجد ووکنگ انگلستان کے نام کُتب کی طباعت کیلئے روانہ کر دیتے ہیں +

الغرض اس وقت تک لاکھوں کی تعداد میں انگریزی زبان میں اسلامی ادبیات چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں کُتب و رسالوں کی صُورت میں یُورپ میں مفت تقسیم ہو چکا ہے - حاصل کلام یہ ہے - کہ یورپ میں تحریری تبلیغ تقریری سے بدرجہا زیادہ منفعت بخش و احسن نتائج مترتب کرتی ہے - تحریر کا اثر دیر پا ہوتا ہے لیکن تقریری مواعظ کا اثر وقتی و ہنگامی - اسمیں انسان کو غور و تدبر کا موقعہ نہیں ملتا - تحریری لٹریچر کے مطالعہ میں ایک متلاشی حق کو غور و تدبر کیلئے کافی وقت ملتا ہے - اس لئے اس فنڈ کی اعانت بہترین اعانت اسلام ہے +

۹ - مسجد ووکنگ (انگلستان) سے دُور دراز ممالک میں تبلیغ اسلام

مسجد ووکنگ والے خطوط کے ذریعہ بھی تبلیغ کرتے رہتے ہیں - اور ہماری تبلیغی تگ و دو میں یہ عنصر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے

اس ذریعہ سے بھی لوگ اسلام کے متعلق استفسارات کرتے رہتے ہیں۔ ان کے تشخص کے جواب میں یا اُن کی تسلی بذریعہ خطوط کر دی جاتی ہے۔ اور یا تو رسالہ اسلامک ریویو کا کوئی نمبر یا ٹریکٹ یا کتاب جو ان کے مفید مطلب ہو بھیج دی جاتی ہے۔ اس سے بہت سے غیر مسلم گھر بیٹھے دور دراز ممالک میں اسلام سے بہرہ اندوز ہونے لگتے ہیں +

قصہ مختصر یہ کہ ہماری تبلیغی جد و جہد کے گوناگوں ذرائع ہیں جو مندرجہ بالا سطور میں ناظرین کرام کے سامنے مختصراً پیش کئے گئے ہیں۔ ان سب میں بہت حد تک تحریری ذرائع تبلیغ بہت ہی مفید ثابت ہوئے ہیں +

مشن ووکنگ اپنی پندرہ سالہ اسلامی جد و جہد کی وجہ سے بفضل خدا تمام اسلامی دُنیا میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اور کل دُنیا میں بفضلہ تعالےٰ مقبول ہو چکا ہے۔ اس مشن کی عزت و عظمت و اعتبار اور اس کی مہتم بالشان اسلامی خدمات کی وجہ سے کُل کی کُل اسلامی دُنیا اس کار خیر میں دلچسپی لے رہی ہے۔ اور اس عالمگیر مقبولیت، مقناطیسی کشش و ہمہ گیر عزت و عظمت کی وجہ صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس مشن کی بنیاد۔ قومی اتحاد کے زرین اصول پر رکھی گئی ہے۔ مشن مذکورہ فرقہ بندی کے منافشات و خرخشوں سے بالاتر ہے۔ کفر و الحاد و تثلیث گڑھ کے مرکز (انگلستان) میں یہی ایک مشن واحد اس وقت جمیع مسلمانان عالم کا ہے۔ جو صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بانگ دہل تبلیغ کر رہا ہے۔ اور کہ جس کی مسلسل کوششوں نے یورپ کے عقلمند صاحبان اور کُل اعدائے اسلام کے دانت کھٹے کر رکھے ہیں۔ یورپ میں اب معاندین اسلام کو اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کی ذات ستودہ پر سابقہ کی طرح حملہ کرنے کی جرأت نہیں +

یہ امر بھی مسلم برادران وطن سے پوشیدہ نہیں۔ کہ ہندوستان کی ملکی فضا میں گذشتہ پندرہ سالوں میں کئی ایک اسلامی تحریکات رونما ہوئیں۔ جو کچھ عرصہ زوروں پر رہکر مسلمانوں کی توجہ کو اپنی طرف جذب کر کے آخر کار مُردہ ہو گئیں۔ یہ سب کی سب تحریکات وقتی و ہنگامی تھیں۔ ان سب تحریکات کے محرکین و روح رواؤں کی نیات بیشک نیک تھیں

لیکن وہ سب کی سب ہنگامی تھیں۔ ایک وقتی جوش و خروش لئے ہوئے تھیں اس میں مُسلم قوم کا قدم جادہ مستقیم پر نہ تھا۔ اس لئے آخرالامر ان سب میں ناکامی و پشیمانی ہوئی۔ لیکن ان سب اسلامی تحریکات کے بالمقابل جواب بالکل مُردہ ہو چکی ہوئی ہیں۔ اگر کوئی تحریک زندہ و سرسبز ہے۔ اور کہ جس کی طرف تمام کی تمام اسلامی دُنیا اب رجوع ہو رہی ہے۔ اور تمام اسلامی دُنیا اسی کو حقیقی فلاح و نجات کا رستہ سمجھتی ہے۔ اور اسی کو اپنی کھوئی ہوئی عظمت و عزت کے دوبارہ حصول کی کُنجی سمجھنے لگ گئی ہے۔ وہ تحریکِ مبارک

اشاعت اسلام

ہے۔ یہ وہ مُبارک و احسن تحریک ہے۔ جو بفضلہ تعالیٰ ہم زندہ رہیں یا نہ رہیں۔ لیکن یہ تحریک ابدالآباد تک زندہ و قائم رہیگی۔ کیونکہ اُس کی پُشت پناہی کرنے والا خود احدیّت مآب ہے۔ جو خود حی و قیّوم ہے۔ اور کہ جو اس تحریک کو زندہ و قائم رکھیگا۔ اور اسکی بقا و حیات و سرسبزی کے سامان پیدا کرتا رہے گا۔ اس تحریک کی دُنیا میں سنگ بنیاد رکھنے والی ذاتِ اطہر رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم ہے۔ جنہوں نے عرب کے بُت پرستوں و توہم پرستوں کے اندر علم توحید بلند کیا۔ اس لئے اس مُقدّس تحریک کو ہمیشہ کے لئے زندہ و سرسبز رکھنا۔ ہر مسلم فرد کا فرض اولین ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ جملہ مسلمین اس کی مالی آبیاری کریں اس کے فنڈس کو مُستحکم کریں۔ اور اس کے فنڈس کو لاکھوں تک پہنچائیں۔ تاکہ اس تحریک کو کفرستان میں کبھی بھی مالی مشکلات و اضطراری کی نوبت نہ آئے۔ اس کی بنیادوں کو مستحکم کرنا ہر مسلم کا فرض ہے۔ کیونکہ یورپ کے تثلیث گڑھ میں یہی ایک واحد مشترکہ مشن مسلمانانِ

عالم کا ہے۔ جو مسلمانوں کی طرف سے اب تک یورپ میں قائم ہے۔ اور فرقہ بندی کی الجھنوں سے آزاد ہو کر فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تبلیغ کر رہا ہے۔

مندرجہ بالا ذرائع تبلیغ جو سطور بالا میں عرض کیئے جا چکے ہیں۔ اگر ان سب ذرائع اشاعت و تبلیغ کو بھی ہاں مشن و ناظرین کرام نظر تعمق سے ملاحظہ فرمائینگے۔ تو ان میں ہر ایک ذریعہ تبلیغ اخراجات کثیر کا مقتضی ہے پھر یورپ جیسی گراں سرزمین میں اخراجات کا تناسب ہندوستان کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اسلئے برادران اسلام سے ہماری درخواست ہے۔ کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نام کو پھیلانے کی خاطر اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اس مقدس کام کی خود بھی ہمیشہ اعانت فرمائیں ماہواری امداد بھی فرمائیں۔ اور اپنے خویش و اقارب۔ دوست و احباب کو بھی اس کار خیر میں حصہ لینے کی تحریک فرما کر داخل حسنات ہوں اس مقدس کام میں حصہ لینا حضرت نبی کریمؐ کی عین اتباع ہے۔ آپؐ کی بعثت کی غرض فقط اعلائے کلمۃ اللہ تھی۔ تبلیغ اسلام میں حصہ لینا گویا آپؐ کی عین اتباع ہے۔ اور آپؐ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ اس مشن کی مالی اعانت کرنے سے آپ گھر بیٹھے اس اسلامی فریضہ سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ جو بحیثیت مسلم آپ کے ذمہ ہے۔ اس کام میں حصہ لینا خداوند تعالے اور اس کے رسول اکرمؐ کی خوشنودی کا موجب ہو گا۔

ان سیدھے سادے الفاظ میں ہم اپنی عرضداشت کو ختم کرتے ہیں ان الفاظ میں تاثیر ڈالنی فعل خداوندی ہے۔ اللہ تعالے سے ہماری دعا ہے۔ کہ وہ مسلم بھائیوں کے دلوں میں اس کام کی اہمیت اور اس کا احساس پیدا فرمائے۔ قرن اولے کے مسلمانوں نے اس کام کو ہاتھ میں لے کر شوکت عزت و عظمت حاصل کی۔ جب سے مسلمانوں میں اشاعت دین

کی رُوح مفقود ہو گئی - نکبت و ادبار نے اُن کے ہاں ڈیرے ڈالے ۔ غربت افلاس اُن کے گرد و پیش منڈلانے لگی - اور وہ تدریجاً قعرِ مذلت میں جا پڑے +

برادرانِ اسلام! اب بھی وہ کھوئی ہوئی عزت و تمکنت حاصل ہو سکتی ہے - اگر آپ اس کام کے لئے جس میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے کمر ہمت باندھ لیں - یورپ میں تبلیغ اسلام بہت سے مفید پہلو کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے - اس کے اندر بہت سے اسلامی مفاد پنہاں ہیں - جن کا اثر دیرپا و مستحکم ہوگا - مضمون کی موجودہ وسعت زیادہ تفصیل کی متحمل نہیں - لیکن اہل بصیرت سے یہ امر پوشیدہ نہیں - کہ یورپ میں اسلام کی اشاعت سے کیا کیا احسن نتائج مترتب ہو سکتے ہیں - غور و تفکر اصلی حقیقت کو منکشف کر سکتا ہے +

اس لئے ہماری گذارش ہے - کہ ان سطور کا ہر مسلم ناظرین اس کارِ خیر کی امداد کر کے داخل حسنات ہو - اور ہماری اِس آواز کو دیگر مسلم احباب تک پہنچائے +

تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور فرمائیں +

لالہ چنار پٹپٹاب نارم سرینگر (کشمیر)
مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۵ء

خادم
خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

مسلم مشن ووکنگ کی اُردو و انگریزی مطبوعات کی خریداری بھی مشن کی مالی تقویت کا موجب ہوگی مکمل فہرست کتب کے لئے مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ لاہور سے درخواست کریں +

سکریٹری مسلم مشن ووکنگ

اسلام میں عورت کی حیثیت

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

اسلام کے ظہور سے پہلے عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ وہ ایک گھر کی زینت انھیں معنوں میں سمجھی جاتی تھی جیسی اور بیجان چیزیں گھروں میں بطور زینت ہوتی ہیں۔ جنہیں جہاں چاہا رکھ دیا۔ جب چاہا پھینک دیا۔ اسلام سے پہلے عورت کے کوئی حقوق نہ تھے۔ بعض مذاہب نے تو اسے خدا کے گھروں میں بھی آنے کی اجازت نہ دی تھی۔ خصوصاً معبدوں کے اس حصہ میں جو بہت ہی مقدس سمجھے گئے ہوں۔ حتّٰی کہ آج سے کچھ مدت پہلے خود عیسائی گرجا میں عشاء ربانی کے وقت عورت مقدس روٹی کا کوئی ٹکڑا لینے جاتی تو اسے اپنے ہاتھ کو رومال سے ڈھانکنا پڑتا تھا۔ مرد ایسا نہ کرتے تھے۔ گویا مرد عورت سے پاکتر تھے۔ اسلام سے پہلے کسی شریعت یا قوانین سلطنت یا تہذیب و تمدن نے ان کو حقوق وراثت نہ دئے۔ سب سے زیادہ یورپین ایام وسطےٰ کی عیسائیت نے غریب عورت پر ظلم ڈھایا۔ کتاب پیدائش کے قصہ آدم و حوا نے کہیں یہ بیان کیا کہ شیطان نے براہِ راست آدم سے گناہ نہیں کرایا۔ بلکہ عورت کے ذریعہ کرایا۔ آدم کا مغوی شیطان نہ تھا۔ بلکہ عورت تھی۔ اور گناہ اول کی پاداش میں جو سزا اُمّی کا فتوےٰ نسل انسانی پر وارد ہوا۔ اس کا دروازہ عورت نے ہی کھولا۔ اسی لئے عورت ایام وسطےٰ میں حقارت اور ذلت سے دیکھی گئی۔ مسیحی کلیسیہ نے تو اسے اس ذلت کے مقام پر پہنچایا۔ کہ اس کے نیچے اور مقام مجھے نظر نہیں آتا۔ اہلِ کلیسیہ نے کہا۔ کہ عورت گناہ کا دروازہ ہے۔ شیطان کا ہتھیار ہے۔ عورت ایک بچھو ہے جو ہر دم کاٹنے کو طیار رہے۔ ازیں قبیل فقرات ہم سینٹ ٹرٹولین سینٹ جیروم اور سینٹ آگسٹس وغیرہ کے کلام میں پاتے ہیں۔ اور یہ لوگ کلام وسطےٰ کے اعلےٰ ارکان کلیسیہ تھے۔ ظہور اسلام سے صرف ایک ڈیڑھ صدی پہلے مقام میکون پر ایک کانفرنس بیٹھی

مسئلہ زیرِ بحث یہ تھا کہ آیا عورت بہشت میں جا سکتی ہے یا نہیں۔ پادریوں کا زیادہ حصہ اسی رائے کا تھا۔ کہ عورت بہشت میں داخل نہ ہو سکیگی۔ اور اسکی وجہ بھی وجہ بالا تھی جب پہلی دفعہ اُس کی ذات کی طفیل بہشت سے اخراج کا حکم ہوا۔ تو پھر وہ کیسے بہشت میں جائے۔ بہرحال بڑی جد و جہد کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ وہ بہشت میں تو جائیگی۔ لیکن عورت کی شکل میں نہ جائیگی۔ وہ اپنی صنف کو کھودیگی یعنی نہ مرد ہوگی نہ عورت ہوگی۔ اس سے نظر آتا ہے۔ کہ یوروپین ایام وسطےٰ کی علم الٰہیات عورت میں رُوح کی قائل نہ تھی۔ عین اُس وقت جب مغربی دُنیا اس حقارت سے عورت کو دیکھ رہی تھی۔ خدا کی رحمت جوش میں آئی۔ اور ایک ہی آیت[1] مقدسہ قرآنی نے عورت کو مرد کے ساتھ مساوات کا رُتبہ دیدیا۔ اس حکم کی تشریح میں ہمارے نبیؐ نے فرمایا۔ کہ عورت مرد ایک دوسرے کے توام ہیں۔ پھر قرآن نے کئی مقام پر کھول کھول کر بیان کیا۔ کہ عورت مرد دونوں کے لئے بہشت[2] کے دروازے یکساں کُھلے ہیں۔ عیسائی بزرگوں نے تو یہ کہا کہ عورت شیطان کا آلہ ہے۔ اس لئے شیطان سے بچاؤ غیر متاہل رہنے میں سمجھا جاتا ہے۔ لیکن قرآن نے منکوحہ بی بی کا نام محصنہ رکھا یعنی بی بی وہ حصن حصین یعنی قلعہ ہے۔ کہ جس کی پناہ میں مرد شیطان کے حملہ سے نجات پاتا ہے۔ عیسائی علم الٰہیات نے تو عورت کو شیطان کا آلہ بنایا۔ قرآن نے شیطان سے بچنے کا ذریعہ ٹھیرایا۔ کلیسیا نے تو اسے بچھو اور سانپ کہا۔ جو ہر وقت مرد کے کاٹنے کو تیار رہے۔ قرآن نے فرمایا۔ کہ عورتیں تمہارا لباس ہیں (ھن لباس لکم و انتم لباس لھن (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۷) اور تم اُن کے لباس ہو"۔ سانپ اور بچھو سے تو انسان کوسوں بھاگتا ہے۔ لیکن لباس سے قریب تر تو کوئی چیز بھی انسانوں سے

---

[1] یا یھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (سورہ نساء آیت ۱) اے انسانو! اللہ سے ڈرو جس نے تم مرد و عورت کو ایک جوہر سے پیدا کیا۔

[2] پانچویں پارہ کا شروع +

نہیں۔ یہ ایک لطیف تشبیہ ہے۔ جس سے مرد عورت میں من تو شدم تو
من شدی کا رنگ نظر آتا ہے۔ جس طرح لباس سردی گرمی سے انسانوں کو محفوظ
رکھتا ہے۔ اور ان کے جسمانی عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اسی طرح مرد عورت
کے اور عورت مرد کی عیوب پوشی اور گھر کی سردی گرمی کے مقابل ایک دوسرے
کی حفاظت کرتے ہیں۔ عورت کے حقوق اسلام سے پہلے کچھ نہ تھے ابھی
پانچ چار سال سے قبل تک بروقت شادی پادری عورت سے چند اقرار لیتا تھا
جن میں عورت خاوند کی ہر قسم کی اطاعت کا وعدہ کرتی تھی۔ اور کامل انقیادِ
شوہر کا وجوب اپنے پر تسلیم کرتی تھی۔ ان اقرارات کو اب پارلیمنٹ نے
منسوخ کر دیا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ بمقام ایڈنبرا ایک مسلم کی عیسائی بی بی سے شادی
ہوئی۔ اور اس وقت پارلیمنٹ نے مذکورہ بالا قانون پاس نہ کیا تھا۔ ان میں
تنازعہ یہ تھا۔ کہ کس جگہ اور کس کے ہاتھ سے نکاح ہو۔ خاوند نے مجھے لکھا
میں نے بجواب لکھ دیا۔ کہ نہ گرجا نہ مسجد بلکہ ہوٹل میں یہ رسم ادا ہو۔ اور کوئی مضائقہ
نہیں مجھ سے پہلے پادری صاحب نکاح پڑھ دیں۔ چنانچہ وہاں کے کیلیڈونیا
ہوٹل میں شادی ہوئی۔ اور ایک پادری صاحب نے نکاح خوانی کی۔ اور بی بی
سے مذکورہ بالا اقرار لئے۔ جب میری باری آئی۔ تو خطبۂ نکاح کے بعد میں نے
عورت کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ گھر کی خوشی تو مرد عورت کی ہم آہنگی سے ہی وابستہ
ہے۔ اور یہ ہم آہنگی۔ اور ہمنوازی اسی پر منحصر ہے۔ کہ ایک دوسرے کی اطاعت
کرے۔ یہ اقرارات جو پادری صاحب نے لئے۔ یہ اچھے ہیں۔ البتہ خدا کے نہیں
انسان کے تجویز کردہ ہیں۔ ہاں خدا کی کتاب یعنی قرآن حمید نے جو فرمایا۔ وہ میں تمہیں
بتلاتا ہوں۔ تم عیسائی تو ضرور رہو۔ لیکن اپنے خاوند کے مقابل تمہیں ایک
مسلم عورت کے حقوق حاصل ہیں۔ کیونکہ وہ مسلم ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ عورت کو
مرد کے مقابل وہی حقوق حاصل ہیں۔ جو مرد کو عورت کے مقابل[1] حاصل ہو سکتے ہیں

[1] ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف (سورۃ بقرہ آیت ۲۳۸) ترجمہ: اور جیسے مردوں کا حق عورتوں پر ہے ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق مردوں پر ہے۔

اور یہ وہ حقوق کسی ناجائز امر کے متعلق نہیں۔ بلکہ انھیں باتوں میں جنہیں عرف اجازت دیتے
کسی مرد کا حق نہیں۔ کہ وہ عورت کو کسی ایسی ذمہ داری تلے لادے۔ جو اوّل تو عرف کے
خلاف ہو۔ اور دوسرا عورت کے مقابل وہ خود اس قسم کی ذمہ داری کو قبول کرنے
کے لئے طیار نہ ہو۔ کبھی مرد کی بات مان لو کبھی وہ تمہاری مان لے۔ اسلامی اطاعت و
انقیاد یکطرفہ نہیں بلکہ دوطرفہ ہے +

ہمارے نبی کریم ؐ نے جو عورت کی عزت کی اسکی نظیر کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ آپ نے
فرمایا۔ "کہ دنیا میں بہتر سے بہتر چیزیں ہیں۔ لیکن مرد کا بہترین خزانہ عورت ہے"۔ پالوس
نے تو کہا "کہ عورت خاموش بیٹھ مجھ میں تیرے لئے برداشت نہیں"۔ اور اگر پالوس نے
ایسا کہا۔ تو اس نے توریت مروجہ کی تعلیم پر کہا۔ کیونکہ کتاب پیدائش میں لکھا ہے
عورت کا دل مرد کے پیچھے ہوگا۔ اور وہ اس پر حکومت کریگا۔ لیکن صنف نسوان
کے سچے خیرخواہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "کہ تمہارے گھروں میں عورتیں تمہاری
بادشاہ ہیں"۔ پھر فرمایا "عورتوں کے حقوق کی عزت کرو۔ وہ تمہاری مائیں
خالائیں۔ پھپھو پھپیاں اور بہنیں ہیں"۔ سب سے بڑھ کر مرد کی خوش خلقی کا معیار
عورت کے سلوک کو ٹھیرایا۔ گھر سے باہر نکلکر تو ہم خوش اخلاقی بھی برت لیتے
ہیں۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ ہم بذاتہ خوش اخلاق ہوتے ہیں۔ بلکہ ہمکو سوسائٹی
ایسے ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ ہم دوسروں کے ساتھ بدمزاجی کر ہی نہیں سکتے۔ اگر
ہم ایک کہیں تو دوسرا ہمکو دس سنا سکتا ہے۔ دوسروں کا مقابلہ ہمیں لگام دیدیتا
ہے لیکن جب ہم نے گھر میں قدم رکھا تو ترزلہ بر عضو ضعیف میریزد۔ ہم خالی
از لگام ہوجاتے ہیں۔ وہاں ہمیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ہمارے اصلی جوہر ظاہر
ہوجاتے ہیں۔ اسلئے خوش اخلاقی کا مقام اصلی تو گھر ہے۔ چنانچہ نبی کریم ؐ نے فرمایا
کہ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ تم میں سے بہتر وہی انسان ہے۔ جو اپنے گھر میں اور
بی بی سے سلوک میں بھلائی برتتے۔ میں نے ابھی کہا۔ کہ قبل اسلام کسی مذہب کسی ملت و
تمدن یا کسی شریعت و قانون نے عورت کے حقوق ورثہ تسلیم نہیں کئے۔ آج بھی قریب

قریب یہی حال ہے۔ جناب مسیحؑ کی تو کوئی اپنی شریعت نہ تھی۔ وہ تو شریعت موسوی کے پابند تھے۔ وہاں بھی قریب قریب یہی حال تھا۔ ہندو۔ یونانی۔ رومی۔ یا موجودہ قانون انگریزی نے بھی اس امر میں عورت کے حقوق تسلیم نہیں کئے۔ ہاں نصف صدی سے کچھ زیادہ عرصہ گذرا کہ ایک نئے قانون کے ذریعہ جائداد خاندانی کے معاملہ میں لڑکی کو بھی کچھ ملنے لگا ہے۔ لیکن وہ بھی وصیت تلے۔ پھر اور ظلم یہ ہے۔ کہ جو کچھ بھی عورت کو ورثہ میں یا کسی اور طریق پر ملے۔ یا اس کا خود پیدا کردہ ہو شادی کے بعد وہ سب کا سب جائداد مشترکہ ہو جاتی ہے۔ اسمیں برابر کا حصہ دار اس کا خاوند ہو جاتا ہے۔ اور حصہ دار بھی زبردست حصہ دار جسمیں عورت ایک بکیس اور بے وسیلہ شریک جائداد ہو جاتی ہے۔ وہ خاوند کی منشا کے بغیر کچھ کر سکتی ہی نہیں۔ اسکی ایک ادنےٰ مثال یہ ہے۔ کہ ان میں سے کوئی بی بی اپنا کچھ روپیہ کسی بنک میں جمع کرا دے۔ جب وہ روپیہ نکالنا چاہیگی۔ تو اسکے چک کی عزت نہ ہو گی جبتک اس پر خاوند کے دستخط نہونگے۔ ان سب باتوں کے مقابل اسلام نے اس امر میں جو عورت کو حقوق دیئے ہیں۔ وہ بھی سن لو۔ کسی گھر میں عورت کی چار ہی حیثیتیں ہیں۔ والدہ۔ بہن۔ بی بی۔ بیٹی ان چاروں حیثیتوں میں اسلام نے اسے ورثہ دیا ہے۔ پھر اسکی ہر ایک جیزیں جو اسکی ذاتی یا مکسوبہ ہو۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسلامی قانونی نگاہ میں عورت ایک آزاد اور خود مختار ہستی ہے۔ وہ جو چاہے اپنی جائداد کے ساتھ کرے۔ وصیت رہبہ۔ انتقال ہر ایک امر کا اسے حق حاصل ہے۔ اس کے چک پر اس کے خاوند کے دستخط کی ضرورت نہیں۔ اسلئے طبقۂ نسواں خود ہی غور کرے۔ کہ اسلام سے پہلے ان کے کیا حقوق تھے۔ اور اسلام نے آکر ان پر کس قدر فضل کیا۔ یاد رکھو کہ حضرت محمد صلعم ہی کل دنیا

میں ایک ایسا نبی اور ریفارمر گذرا ہے - جو طبقہ نسوان کے لئے رحمت ہی ہی رحمت ہو کر آیا - اس کا لقب تو ہی تو رحمۃ اللعالمین ہے لیکن وہ عورت کے لئے خاص کر رحمت ہو کر آیا ہے +

مذہب حقہ کا مقصد

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

الہام آلہی کا مقصد بروئے تعلیم قرآن یہی ہے - کہ انسان الہامی ہدایات پر چلکر اپنے جوہر مخفیہ یا فطرت میں ودیعت شدہ استعدادوں کو ان کے کمال تک پہنچائے - چنانچہ ایک موقعہ پر قرآن کریم نے اسی حقیقت کا نام مذہب رکھا ہے - فرمایا :-

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا - لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک دین القیم -

یعنی جس فطرت پر اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اسی کو چمکانا ہی اس کا مذہب حقہ ہے - اور یاد رہے - کہ فطرت اپنے جوہروں میں نہیں بدلتی - خدا کی خلق شدہ چیزیں اپنی فطرت بدلا نہیں کرتیں - اس آیت نے نہ صرف یہی بیان کیا - کہ مضبوط دین دراصل فطرت کو ہی چمکاتا ہے - بلکہ ساتھ ہی بعض اصحاب کے اس عقیدہ کے خلاف تعلیم دی - کہ انسان گو خدا کے حکموں پر چلنے کے لئے پیدا ہوا ہے جیسکہ پہلے دن حضرت آدم کو حکم ہوا - لیکن ان کے ایک واقعہ نے انسان کی فطرت کو بدلا دیا - یہ سچ ہے - کہ فطرت انسانی میں گناہ کی طرف میلان تو ہے لیکن فطرت میں گناہ سے بچنے کی بھی استعداد ہے +

قرآن نے اس آیت میں یہ کہکر کہ فطرت نہیں بدلا کرتی - اس امر کی

تشریح کی۔ کہ اگر انسان پہلے دن خدا کے حکموں کی اطاعت یا اس کے توڑنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ تو پھر آج بھی وہی انسان ہے۔ یہ نہیں کہ جناب آدمؑ کی غلطی اُسے گُناہ پر مجبور کردے۔ اور وہ نیکی کی طرف آنہ سکے +

قرآن کریم نے ان آیات بالا میں یہ بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ الہام قرآن سے پہلے دیگر انبیاء علیہم السّلام کے الہام بھی جن میں انبیاء اہل ہند بھی شامل ہیں۔ اسی مقصد کے لئے نازل ہُوئے۔ اور ایک مسلم کے لئے ان پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا اس کا ایمان قرآن کریم پر ہے۔ البتہ قرآن کریم اطلاع دیتا ہے۔ کہ قدیمی الہام تبدیل و تحریف پا گئے ہیں۔ اور آج تو قریباً کُل کُتب الٰہیّہ سابقہ کے ماننے والے قرآن کریم کی اس خبر کی تصدیق کرتے ہیں۔ بہر حال چونکہ کُتب سابقہ کا معاملہ مخدوش ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم ان میں سے صرف اسی کتاب کو خدا کی طرف سے ماننے کے مُکلّف ہیں۔ جس کی تعلیمات اس مقصد الہام بیان کردہ قرآن کو پُورا کرے۔ لہٰذا ایک مسلمان کے نزدیک اگر الہام کا مقصد فطرت انسانی ہی کی بلوغت تھی۔ تو پھر وہ کسی ایسی کتاب کو الہامی نہیں مان سکتا۔ جس میں فطرت انسانی کے جوہر نشو و نُما اور اسباب نشو و نُما کی کامل تعلیم نہ ہو۔ لہٰذا کتاب اللہ کا یہ پہلا فرض ہے۔ کہ وہ انسان کی استعدادوں سے ہمیں اطلاع دے۔ پھر اگر ایک طرف ہمیں ہمارے نصب العین یا ہمارے حدِ کمال کی اطلاع دے۔ تو دوسری طرف ہماری کمزوریوں سے بھی ہمیں آگاہ کردے۔ اس مقصد کو قرآن کریم نے جس خوبصورت طریق سے بیان کیا۔ وہ میری ناقص تحقیق میں کسی اور جگہ نظر نہیں آیا۔ قدیمی فلسفہ اور مذاہب نے تو انسان کو ایک ناقص سے ناقص اور ادنےٰ سے ادنےٰ ہستی ظاہر کیا حتّٰے کہ بعض قدیمی عقیدوں نے جن کے ماننے والے آج بھی موجود ہیں۔ یہاں تک زور دیا۔ کہ انسان میں کوئی خیر و خُوبی ہی نہیں۔ اس کے عمل اس کو کسی نجات تک نہیں پہنچاتے بعض کا خیال ہے۔ کہ اس کی ہلاکت ہی اس کی نجات ہے بالمقابل

فلسفۂ جدید نے جس کی ایک شکل ریشنل ازم ہے۔ یہ قرار دیا کہ انسان ترقی ہی ترقی ہے۔ وہ نقصوں سے خالی ہے۔ واقعات ان دونوں نظریوں کی تصدیق نہیں کرتے۔ قرآن کریم نے سورۂ تین میں اس حقیقت کو بہ الفاظ ذیل کھول دیا ہے:-

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنٰہ اسفل سافلین۔ الا الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت فلھم اجر غیر ممنون ۰ فما یکذبک بعد بالدین الیس اللہ باحکم الحاکمین +

یعنی انسان کی خلقت ایک ایسی بہتر سے بہتر تقویم و تنظیم پر بنائی گئی ہے کہ اسمیں ہر ایک چیز بننے کی استعداد ہے۔ اسکی استعدادیں بلند سے بلند ہیں وہ جو چاہے بن سکتا ہے۔ جہاں چاہے بلند سے بلند مقام پر پہنچ سکتا ہے لیکن اس میں ادنٰے سے ادنٰے تنزل کیطرف جانے کی بھی استعداد ہے۔ اگر استعداداً وہ اعلیٰ سے اعلےٰ ہستی ہے۔ تو پھر وہ ارذل سے ارذل ہستی ہو جانے کے قابل بھی ہے۔ اسلئے انسان کے پاس چند ہدایتیں خدا کی طرف سے آتی ہیں۔ اگر وہ ان پر چلے تو پھر وہ رذائل سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کی ترقی کی کوئی حد نہیں۔ اس کے اعمال حسنہ کا اجر کسی خاتمہ یا انجام پر نہ آئیگا۔ خدا را ذرا غور کرو۔ کہ اس سے بڑھ کر نسل انسانی پر الہام قرآنی کا اور کیا احسان ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے انسان پر اس کی صحیح حقیقت کھول دی۔

ان آیات نے نہ صرف مقصد مذہب ہی بتلایا۔ بلکہ اس طریق پر بھی روشنی ڈالی جس سے وہ مقصد حاصل ہو۔ پہلے انسانی استعداد کو لا محدود ترقی کے قابل ظاہر فرمایا۔ پھر انسان کی کمزوری سے بھی اطلاع دی۔ اور ساتھ ہی غرض الہام بھی بتلا دی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ الہام یا اس کے ذریعہ خدا کا مذہب چند ہدایات لے کر آتا ہے۔ جن پر چل کر انسان اپنی فطرت کی پستی سے بچ جاتا ہے۔ اور اسکی اعلیٰ استعدادوں کو ظہور میں لے آتا ہے۔ جن کی ترقی لا محدود ہے۔ قرآن کے اس نظریہ سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔ مثلاً جسمانیات میں وہ کون جانور ہے۔ جس کے خواص

انسان میں پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس کا حنجرہ ہر ایک حیوانی آواز کی نقل کر سکتا ہے، مچھلی کی طرح اگر وہ تیر سکتا ہے۔ تو گھوڑے سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ سرکس والوں کا مختلف کرتب دکھلانا انہی آیات قرآنی کی تفسیر ہے۔ یہ تو جسمانیات کے حالات ہیں۔ روحانیات میں اس کا قدم ملائیکہ سے آگے ہے۔ بلکہ وہ ملائکہ پر حکمران ہو سکتا ہے۔ انہیں معنوں میں وہ خدا کا خلیفہ ہے +

اس کی پست فطرتی کی ایک مثال یہ ہے۔ کہ اگر انسان اپنے جرم کی اس قدر عزت کرتا ہے۔ کہ وہ اپنی بی بی کی شکل چھوڑ آنچل بھی کسی غیر مرد کو دکھانا پسند نہیں کرتا۔ تو وہ بھی انسان ہی ہے۔ جو اپنی لڑکی کو چند پیسوں کے لئے دوسروں کے سپرد کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ غیرت و دیوثی کی یہ انتہا ہیں۔ اس قرآنی آیت کے نقشے میں انسانی دماغ نے جو جو جوہر آج دکھلائے ہیں۔ وہ بھی کسی حد میں نہیں آ سکتے۔ بالمقابل انسان کی وہ کونسی استعداد ہے۔ جسکے روشن کرنے کیلئے انسان کو کسی نہ کسی قاعدے اور قانون پر چلنا نہیں پڑتا +

الغرض خدا کی کتاب کیلئے ضروری ہے۔ کہ اسکی ہر ایک انسانی قوت کی آبیاری کے راستے بتلائے۔ چند اخلاقی وعظ سنا دینا۔ یا عبادت کے بعض رسمی طریق تجویز کر دینا۔ یا غلط کاروں پر چند لعنتیں بھیجنا مقصد مذہب کو پورا نہیں کرتا۔ مذہب حقہ وہی ہے۔ جس میں جسمانی۔ ذہنی۔ علمی۔ عملی۔ سوشل۔ اخلاقی۔ اقتصادی۔ روحانی غرضیکہ ہر ایک انسانی قوت کے پنپنے کیلئے سامان اور ہدایات ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان سب امور پر ضروری تعلیم دی۔ اور ہر ایک امر کیلئے الگ ہدایات دیں۔ جن کی تشریح کا یہ موقع نہیں +

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ اربعہ

ربّ ۔ رحمٰن ۔ رحیم ۔ مالک

الحمد للہ رب العٰلمین ۔ الرحمٰن الرحیم ۔ مالک یوم الدین

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

(۱) ربّ العٰلمین ۔ تمام جہانوں ۔ تمام قوموں ۔ تمام وقتوں ۔ تمام زمانوں اور تمام جگہوں میں پالنے والا ۔ تربیت کرنیوالا ۔ بتدریج ترقی دینے والا ۔ جس کی بخششیں اور فیاضیاں قومی امتیازات کو نظر انداز کر دیتی ہیں ۔ اور ہر ایک پر یکساں بارش کی طرح نازل ہوتی ہیں ۔ جو ضروریات انسانی کے پیدا ہونے سے بھی پہلے شان رحمانی کی جلوہ گری دکھا کر ان ضروریات کے ان کے دفعیہ کے تمام سامان خوارج میں موجود کر دیتا ہے ۔ کیا کون و مکان کا ایک ایک ذرّہ اور کائنات عالم کا ایک ایک پرزہ مذکورہ بالا صفاتِ الٰہی کی زندہ دلائل نہیں ہیں ۔ خدا کی زمین اپنے تمام دفینوں سمیت سب انسانوں کی یکساں ملک ہے ۔ یہ انسان کی اپنی سرکشیاں اور لن ترانیاں ہیں ۔ جو بعض ابنائے جنس کو اس کے فوائد سے محروم کر دیتی ہیں ۔ یہی انسانی خودغرضی اور فرعونیت تمام انسانی کلفتوں کی مُورثِ اعلیٰ ہے ۔ اگر انسان خداوند تعالیٰ کے نقش قدم پر چلنا سیکھ لے جو نقش کہ زمین کے ایک ایک انچ پر موجود ہیں ۔ تو اس کی تمام جنگیں ختم ہو جائیں ۔ خونریزیاں بند ہو جائیں ۔ اور ہر شکل و صورت کے جرائم کا استیصال ہو جائے ۔ پس اے انسانو! تم دوسروں کے لئے رحمان کی مخلوق بن جاؤ ۔ تمہاری خدمات دوسروں کے لئے مفت وقف ہو جائیں ۔ اور اس میں نہ قومیت کا خیال ہو نہ رنگ و نسل کا ۔ کیونکہ تمہارا خالق اسی طرح اپنی فیاضیاں کر رہا ہے ۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر دُنیا میں ست جگ آ جائے ۔ امن و سلامتی کی بادشاہت قائم ہو جائے +

اللہ تعالیٰ کی تیسری صفت رحیم ہے۔یعنی جو انسانی کمال کی جزا ہزار گنا دیتا ہے۔آپ زمین میں ایک بیج ڈال دیتے ہیں۔اور اسے زمین میں اچھی طرح کاشت کر دیتے ہیں۔اور پانی سے اسے سیراب کر دیتے ہیں لیکن اس سے بڑھ کر آپ کچھ نہیں کر سکتے۔چند ماہ انتظار کرتے ہیں۔تو برکاتِ الٰہی ایک دانہ کی بجائے سینکڑوں دانوں کی شکل میں نمودار ہو جاتی ہے۔کاش کہ انسانی خلقت و کمینگی انسان کو اللہ تعالیٰ کے اس خلق کی تقلید کرنے دیتی۔تاکہ سرمایہ داری اور مزدوری کی تمام موجودہ بے لطفیاں ختم ہو جاتیں۔کیا دولتمند لوگ مزدوروں کا خون نہیں چوس رہے اور کیا ان کی خون آلود جھانبوں سے گوشت کے ٹکڑے الگ نہیں کرنے چاہتے دولتمند لوگوں کو اپنے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔زبان کا شکریہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔دولتمندوں کو مزدوروں کو ان کے استحقاق سے بھی زیادہ مزدوری دینے کی شکل میں شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا۔اور اگر وہ ایسا کرتے تو بالآخر وہ کبھی زیاں کاروں میں نہ ہوتے۔

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔کہ بدمعاش اور جرائم پیشہ لوگوں کا انسداد کیسے ہو۔بدی انسان کے ساتھ روز ازل سے لگی ہوئی ہے۔تو پھر بالطبع شریر افراد کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھنا چاہئے۔اگر ایسے اشخاص شریفانہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔تو کیا ہمیں مروت، ہمدردی اور اخوت جیسے زریں اصولوں پر عمل کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لینی چاہئے کیا ہمیں ایسے لوگوں کو بد فعلیوں اور بدکرداریوں کے ارتکاب کا اختیارِ کُل دے دینا چاہئے؟ میں کہتا ہوں۔ہرگز نہیں۔میں پھر کہتا ہوں۔کہ اپنے خدا کے ساتھ قدم بقدم چلو۔جو روزِ جزا کا مالک ہے۔

قرآن کریم نے لفظ "مالک" کے انتخاب کرنے سے ہمیں مجرمین اور خطاکاروں کے ساتھ اپنے برتاؤ اور سلوک کرنے کے متعلق دلچسپ اور عمیق غور و خوض کرنے کا موقع دیا ہے۔آیت قرآنی میں اللہ کو منصف نہیں کہا گیا۔جو کہ

اپنے قانون کی سخت دفعات میں ایسا جکڑا ہُوا ہو کہ وہ کسی گنہگار کو سزا دیئے بغیر اپنی آغوش رحمت میں نہیں لے سکتا۔ جیسے تقاضائے انصاف نے اس درجہ مجبور کر رکھا ہو کہ وہ انسانی خون کا تشنہ ہو۔ اور جیسے اپنے اظہار رحم و عفو کے لئے اس امر کی احتیاج پڑے۔ کہ وہ اپنے مجرموں کے بارہ میں اپنے پیاروں کا کفارہ لے۔ محبان من! ایسا نہیں ہے۔ یہ نہ تو انصاف ہے اور نہ رحم۔ اس قسم کا انصاف کم از کم اس آدمی کے لئے انصاف ہو گا جو دوسروں کی خاطر معصوم و بیگناہ ہو کر کفارہ ہو جاتا ہے۔ نیز وہ رحم رحم ہی نہیں۔ جس میں انتقام کا شائبہ ہو۔ بلکہ ایک کاروباری معاملہ ہے۔ جو سزاوار الٰہی نہیں۔ ذرا خُدا تعالیٰ کی ان لاتعداد عنایات کو چشم بینا سے دیکھو۔ جو تمہیں ہر طرف سے احاطہ کئے ہُوئے ہیں۔ یہ نہ ہماری تمہارے اکتساب کا نتیجہ ہیں۔ اور نہ ان پر تم کسی طرح کا حق رکھتے ہو۔ بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمہیں عنایت ہُوئیں۔ کیا اس نے اپنے رحم کا اظہار بغیر کسی مُعاوضہ کے نہیں کیا۔ کہ اسے میرے ذنوب کے عفو کرنے میں کسی مُعاوضہ کی ضرورت ہو؟ لفظ مالک کے مفہوم پر تدبّر کرو۔ وہ خدائے قدّوس میرا مالک ہے۔ اور میں باوجود اس کے کہ ایک مجرم ہوں۔ اسی کی ملکیّت ہوں۔ خُدارا بتلاؤ وہ کونسا مالک ہے۔ جو اپنے مال و اسباب کی حفاظت پُوری سرگرمی سے نہ کرتا ہو۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی کسی چیز کے بعض پہلوؤں کو نظر تحسین سے نہ دیکھے۔ وہ اسے اپنی اصلی حالت میں لانے کی کوشش کریگا۔ مگر اس طریق سے کہ اسے کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے۔ اور اور یہی ہے وہ حقیقت جس کی مصدق خُود نیچر ہے۔ ایک طرف نیچر کسی نظام کو درہم برہم کرنے میں مشغُول ہوتی ہے۔ تو دوسری طرف اس کی مٹی تعمیر شروع کر دیتی ہے۔ دُنیا میں تخریب محض کالعدم ہے۔ کسی نظام کا انہدام اس کے بیرُونی مُرقع کی شکست ہے۔ اور یہ شکست حقیقت میں ساخت کا پیش خیمہ ہوتی

ہے۔ خزان باغ دُنیا میں تباہی کا پیغام نہیں لاتی۔ بلکہ اس کی آمد سے غرض
یہ ہوتی ہے۔ کہ درختوں کے تنوں کو مواد فاسدہ سے خالی کر کے حیات نو کے
لئے طیار کر جائے۔ یہ بیشک خُداوند تعالیٰ کی طرف سے سزا کی مختلف
شکلیں ہیں۔ مگر اس طور پر کہ ایک ایسی ہستی کے بالکل شایانِ شان ہو
جسے اپنی مخلوق سے وہی تعلق ہو۔ جو مالک کو اپنی اشیائے مملوکہ سے
ہوتا ہے۔ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بیشک سزا دو۔ کیونکہ وہ دُنیا
میں گناہ و بدی پھیلاتے ہیں۔ سزا سے غرض ان کی اصلاح ہونی چاہئیے۔

آپ کہیں گے کہ میں ناممکنات سے اُلجھ رہا ہوں۔ اور کہ میں آپ
کی ضیافت طبع کے لئے خیالی بلند پروازیوں کا دسترخوان بچھا رہا ہوں۔
بھائیو! ایسا نہیں ہے۔ تم ان اخلاقِ خداوندی کا اظہار اپنی روزمرہ
زندگی میں کرنے کے بالکل قابل ہو۔ یہ اخلاق اس کتاب نے بتلائے ہوئے
ہیں۔ جس کا یہ بھی ایک فرمودہ ہے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا
کچھ مضائقہ نہیں۔ انسانی خست کسی حد تک بڑھی ہوئی ہو۔ اور ہم بے شک
دریائے حرص و ہوا میں کسی قدر غرق ہوں۔ مگر ہم سے ہر ایک ان اخلاق
کا محدود معنوں میں اظہار کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ
کی صفاتِ اربعہ یعنی رحمان۔ رحیم۔ رب اور مالک کی کسی رنگ میں تقلید
کرتے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے بال بچوں والے ہیں۔ کیا ہم ان کی ضروریات
کو پورا کرتے اور ان کی تربیت میں ہر آن مشغول نہیں رہتے۔ ہم ضرور رہتے
ہیں۔ اور مجازی رنگ میں ہم اپنے بچوں کے رب ہوتے ہیں۔ کیا بسا اوقات
ایسا نہیں ہوتا۔ کہ ان کی ضروریات کے پیدا ہونے سے کئی سال پہلے ہم ان کے
دفعیہ کا انتظام کر لیتے ہیں۔ کیا تجارت میں بہت سا روپیہ نہیں لگا دیتے
یا بنکوں میں جمع نہیں کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہمارے بچے فلاں عمر تک پہنچ کر
اس سے استفادہ حاصل کریں۔ اور یہ سب کچھ ہم کسی معاوضہ کے خیال سے

نہیں کرتے۔ بلکہ ہم سے یہ سب کچھ خود بخود ہو جاتا ہے۔ کیا یہ اُسکے نقش قدم پر چلنا نہیں ہے۔ یہ تمہارے بچے اور بعض اوقات تمہارے دوست بھی جب کوئی ایسا فعل کرتے ہیں جس سے تمہیں نشاط قلب حاصل ہو۔ تو تم انھیں اس کا معاوضہ کئی گنا دیتے ہو۔ اور یہ تمہارا رحیم کے قدم بقدم چلنا ہوتا ہے پھر آپ ان لکھو کھا شرارتوں کو کیا کرتے ہو۔ جو ان سے آئے دن معرض وجود میں آتی رہتی ہیں۔ کیا ان کو ان کی شرارتوں کی پاداش میں مار ڈالا کرتے ہو۔ ان کو سزا دیتے وقت کیا تمہارا دل جذبات انتقام سے لبریز ہوتا ہے۔ نہیں بلکہ جب تم مضبوط ڈنڈا ہاتھ میں لیتے ہو۔ تو اسکے استعمال کے وقت بہت نرم ہو جاتے ہو۔ کیونکہ ان کی ذات میں تمہاری دلبستگیاں ایسی ہیں۔ جو ایک مالک کی اپنی اشیائے مملوکہ سے ہوتی ہیں تم ان کی تباہی کے خواہاں نہیں ہوتے۔ بلکہ اصلاح کے طلبگار ہوتے ہو۔ پس محدود معنوں میں تم رب رحمٰن اور مالک کے نقش قدم پر چلتے ہو۔ ان اخلاق کو ذرا اور وسیع کرو۔ اور ان لوگوں پر ان کی مشق کرتے لگ جاؤ۔ جو تم سے ذرا دُوری کا تعلق رکھتے ہیں۔ تو یہ مطالبہ کوئی غیر ممکن نہیں رہجاتا +

جذبات حُبّ الوطنی سے متاثر ہو کر تم آئے دن ایسا کرتے رہتے ہو۔ تمہارے پسینہ کی کمائی اور تمہاری محنتوں کے پھل اُن لوگوں کیلئے وقف ہو جاتے ہیں۔ جن کی امداد و اعانت تمہاری حب الوطنی اپنا فرض اولین خیال کرتی ہے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ سابقہ جنگ عظیم بھی انسانوں کیلئے ایک معنے میں برکت ثابت ہُوئی ہے۔ اس نے ان اخلاق کو بالفعل کر دیا ہے +

انسان اپنے اندر۔ رب۔ رحمٰن اور رحیم جیسی صفات خداوندی پر ایک حد تک عمل پیرا ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔ ہاں ایک شخص ان محاسن کو وقتی

ضروریات کا نتیجہ بتا سکتا ہے۔ لیکن ہمیں تو ان اخلاق پر ہمیشہ عمل کرنا چاہئے۔ تاکہ یہ بنی نوع انسان کے لئے ایک مستقل برکت کا موجب ہوں۔ یورپ کی ایک زبردست سلطنت کے ایک وزیر اعظم نے موجودہ یوروپین سوسائٹی کے متعلق کہا تھا۔ کہ یہ حضرت مسیح کے نام پر ایک دھبہ ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ موجودہ سوسائٹی تمام انبیاء اور خداوند تعالےٰ پر ایک دھبہ ہے۔ اور اگر آئندہ وزیر اعظم یہ کہیں کہ تمام ممالک ایک انسان کے وطن ہیں۔ اور ہر ایک انسان کی آمدنی دوسرے کی ضروریات کے لئے ہے۔ تو میں کہونگا۔ کہ اس وقت زمین پر خداوند تعالیٰ کی بادشاہت قائم ہو جائیگی۔ جیسی نبی کریم صلعم کے زمانہ میں خداوند تعالیٰ کی حکومت تھی۔ اگر ایسا زمانہ آجائے۔ تو ملائکہ ہم پر رحمت نازل کرینگے۔ اور یقیناً یہ ایک زریں زمانہ ہوگا۔ جس کی ہمیں آرزو ہے۔ اس وقت ہم اپنا ورثہ پالیں گے۔ یعنی انسانوں کی ذات میں خدا کا ظہور ہوگا۔ اور ہماری اس حد تک رفعت ہو جائیگی۔ جس حد سے ہم تجاوز نہیں کر سکتے۔ جو لوگ اس معاملہ میں اور خیالات رکھتے ہیں۔ وہ گمراہی میں ہیں۔ جنہیں وہ خدا سمجھے بیٹھے ہیں۔ وہ در اصل ترقی یافتہ انسان ہی ہیں۔ الوہیت کے مقام کو حاصل کرنا تو درکنار یہ استعاروں اور تشبیہوں سے بھی بلند ہے۔ یہ فضیلت جس کا ذکر میں نے کیا ہے۔ نااہلوں کو نصیب نہیں۔ یہ رتبہ تو صرف انہیں کو ملتا ہے۔ جو خداوند تعالیٰ کے ساتھ قدم بقدم چل کر محبت اور احسان کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس خداوند کے سچے عابد بننے کی کوشش کرو۔ جو رب رحمٰن۔ رحیم اور مالک ہے۔ خدا کی پرستش یہی ہے۔ کہ ہماری وہی مرضی ہو جو خدا کی مرضی ہے۔ خداوند تعالےٰ تو عالمگیر فلاح و بہبود کو چاہتا ہے۔ عالمگیر فلاح کے لئے جد و جہد کرو۔ الوہیت کا دروازہ تم پر کھل جائیگا۔ باخدا زندگی کے لئے یہ پہلی شرط ہے۔ اس کے بغیر آپ کے مراقبے اور عبادتیں محض تضحیٰ باتیں ہیں۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو

اُس کی توفیق عطا فرمائے - اور دُنیا کو اس مصیبت سے جو انسانوں کی خُود غرضی اور نفس پرستی کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے - نجات دے - آمین ثم آمین +

اسلام اور عیسائیّت
ایک امتیازی نشان

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

ان دو مذاہب کی تاریخ اور ان کے اساسی اصُول میں ایک بین امتیاز شروع سے آج تک چلا آیا ہے - عیسائی مذہب نے شروع سے لے کر آج تک علم و سائنس کے خلاف علمِ مخالفت ہمیشہ اُٹھایا - اسلام نے پیدا ہوتے ہی علم و فضل کو از سر نو زندہ کیا - عیسائیت نے محقّقان سائنس کو ہلاکت تک پہنچانے کی کوشش کی - اسلام نے اہل علم و فضل کی عزّت افزائی کی عیسائیت نے صرف یونانی - رومی علوم کو تباہ ہی نہیں کیا - بلکہ سائنس کی ہر منزل ترقی کو بڑی شد و مد سے روکا - اسلام نے یونانی رُومی علُوم کو از سرِ نو زندہ کیا - بلکہ اُن پر اضافہ کر کے علوم جدیدہ کی بنیاد رکھی - اور سائنس کے مختلف شعبوں میں اس قدر علوم دریافت کئے - کہ علمی دنیا کی کایا پلٹ دی +

اس زمانہ میں بھی اگرچہ مُعلّمانِ مسیحیّت کے ہاتھ میں استبداد یا سائنس کا گلا گھونٹنے کا جارحانہ آلہ تو نہیں رہا - لیکن پھر بھی وہ اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں - کہ علم و فضل کی ترقی رُک جاوے - چنانچہ جب گذشتہ سال کے علمی انکشافات نے کلیسوی مذہب کو بیخ و بُن سے ہلا دیا - اور جو کچھ باقی ہے - وہ بھی ختم ہونے کو آ رہا ہے - تو بشپ آف رپن اس مصیبت کا سدباب کرنے کے لئے تجویز فرماتے ہیں - کہ تحقیقاتِ سائنس کو سردست دس سال کیلئے روک دیا جاوے - چنانچہ ٹائمز آف انڈیا مؤرخہ

۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کے نوٹ کا ملخص ذیل میں دیا جاتا ہے +

"بشپ آف رپن نے ۴ ستمبر ۱۹۲۷ء بمقام لینڈ ایک سرمن دیتے ہوئے فرمایا ۔ کہ کل سائنس کے آیندہ تجارب گاہوں کو دس سال کے لئے بند کر دیا جاوے ۔ کیونکہ گذشتہ علمی انکشافات نے ہمیں جس بھول بھلیاں میں ڈال رکھا ہے ۔ اس میں ہم حیران ہو رہے ہیں ۔ اس دس سال کے عرصہ میں ہم اس قابل ہوسکینگے ۔ کہ سائنس کے سابقہ نتائج کی تحقیق کو ذہن نشین کر سکیں" +

اس تحریر سے برٹش ایسوسی ایشن کے حلقوں میں سخت حیرت ہو رہی ہے، سر آرتھر کیتھ نے بشپ موصوف کی اس تجویز پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سائنس تو اب نہ جمود کی حالت میں رہ سکتی ہے ۔ اور نہ جادہ ترقی پر قدمزن ہونے سے رک سکتی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی چیز بھی حالت جمود میں نہیں ۔ ہر ایک چیز کا قدم آگے ہی ہے ۔ مذہب ایک ہی جگہ پر کھڑا ہے ۔ کلیسیا، نسل انسانی کی معاونت کی بجائے ان پر حملہ کر رہی ہے ۔ جو دنیا کی امداد میں ہمہ تن کوشاں ہیں +

بشپ موصوف دس سال کیلئے ترقی سائنس کو اسلئے روکنا چاہتے ہیں ۔ کہ جو اس وقت تک انکشافات سائنس ہوئے ہیں ۔ ان کو وہ اس میعاد میں سمجھ سکیں نہ معلوم بشپ موصوف کی اس سے کیا مراد ہے ۔ گذشتہ تجربہ تو یہ کہتا ہے کہ سائنس کے ہر انکشاف پر چرچ نے سخت جد و جہد کی ۔ اور آخر کار سائنس کے آگے جھکا کر اپنے اصول اور عقائد کی ترمیم کی ۔ حتٰے کہ ڈین انجی اور دیگر ان کے ہمخیالوں نے گذشتہ دو سالوں میں بعض مسلمات چرچ سے قطعاً انکار کر دیا ۔ ہماری رائے میں ان باتوں کو سمجھنے اور ان کو قبول یا مسترد کرنے کا ایک آسان طریق یہ ہے کہ تعلیم مسیح کو جو پہلی تین اناجیل میں پائی جاتی ہیں ۔ اور جو در اصل اسلام کا ایک پیش خیمہ ہے ۔ اس تعلیم کو کلیسیا کے پرانے تا درس کے اختراعات سے بالکل پاک صاف کر دیا جاوے پھر مسیح کی تعلیم میں اور سائنس میں کوئی تصادم نہ رہیگا اور آخر کار صحیح مذہب دنیا میں قائم ہو جائیگا +

---

۵۷ مذہب سے مراد عیسائیت ہے + مترجم

اسلامی ضابطۂ زندگی کا اخلاقی احترام جو ضوابط زندگی اسلام نے پیش کئے ہیں آخر کار مغربی دنیا انہی زریں اصولوں کو تدریجاً اختیار کر رہی ہے۔ اور یہ اسلام کی دلربا تصویر غیر محسوس طریق سے انھیں مسحور کر رہی ہے۔ اہل مغرب اسلام کی اخلاقی عظمت و بزرگی کے زبان قال سے مرہون احسان ہوں یا نہوں لیکن یورپ کی موجودہ روش ۔ طور و طریق ۔ واقعات و شواہد ۔ ایک مبصر کی نگاہ باریک بین سے اوجھل نہیں ہو سکتے +

اسلام مذہب فطرت ہے ۔ اور ہر قوم و فرد واحد کو یہ استحقاق حاصل ہے ۔ کہ خواہ اسکے تمام کے تمام اصولوں کو اختیار کرے یا ان میں سے چند ایک پر عمل پیرا ہو +

قرآن کریم نے جو ضوابط زندگی منضبط فرمائے ہیں ۔ ان پر جس تناسب سے اہل مغرب عمل پیرا ہونگے اسی تناسب سے وہ اس کے حسن ثمرات سے متمتع ہوتے جائیں گے +

یورپ میں اسلامی اصولوں سے وابستگی و عامہ مقبولیت روز افزوں ترقی پر ہے ۔ اور مغرب کے حالات حاضرہ ۔ ایک مسلم قلب کو مسرور کرنے کیلئے کافی ہیں ۔ اور یہ امر باعث طمانیت ہے کہ مذہب اسلام کو اب یورپ عزت و مکرمت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گیا ہے ۔ اور دین فطرت کے محکم اصولوں کا سکہ ہر جگہ تسلیم کیا جا رہا ہے +

آج سے دس سال پیشتر ممالک متحدہ امریکہ نے اسلام کے گوناگوں مفید اصولوں میں سے جو ایک مسلم کی زندگی کو حدود و قیود کے اندر جکڑے ہوتے ہیں ۔ ایک سُود مند اصول زندگی کو اختیار کر کے اسکو "[illegible] یاست" کے نام سے تعبیر کیا ۔ اس اصول کو اختیار کئے ہوئے ایک مدت گذر چکی ہے ۔ اور امریکہ جیسوں کو ان فوائد پر غور و تدبر کرنے کا کافی موقعہ مل چکا ہے ۔ جو اس منفعت بخش اصول کے اختیار کرنے سے اہل امریکہ کو حاصل ہوئے ہیں +

یہ امر قابل توجہ ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے شراب جیسی تباہ کن بدی کو ان عربوں میں سے اڑا دیا ۔ جن کی گھٹی میں صدیوں سے بادہ خواری رچی ہوئی تھی ۔ اس نمایاں کامیابی کا سہرا صرف اسلام ہی کے سر پر ہے ۔ اور خصوصیت سے ان حالات میں جبکہ عرب کے بہت حصص میں انگور کی کثرت سے پیداوار ہو ۔ اور خشک و تر انگور خوراک کا ایک قیمتی عنصر ہو ۔ لیکن اسلام نے میخواری کی اس قبیح عادت کو قوائے انسانی کی معطل کرنے والی اور دماغ کو تباہ کرنے والی قرار دے کر ممنوع قرار دیا +

اتحاد مذاہب اور اسکی طرف اسلام کا رویہ[1] یہ ایک مبارک فال ہے ۔ کہ دنیا حالات زمانہ سے تنگ آ کر اتحاد مذاہب جیسی عظیم الشان

---

[1] یا یھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۔ مسلمانو! شراب اور جوا اور پانسے (ان میں سے ہر ایک کام) تو بس شیطانی کام ہیں ۔ تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ + (قرآن سورہ ۵ ۔ آیت ۹۰) +

صداقت اور مہتم بالشان نصب العین کے لئے بیدار ہو رہی ہے۔ ہر ایک جگہ اتحاد مذاہب کے لئے تحریکات رُونما ہو رہی ہیں۔ اور اس قسم کی تحریکات کی ضرورت حقہ کو شدید طور سے محسوس کیا جا رہا ہے۔ چند ماہ ہوئے اسی قسم کے اتحاد مذاہب کی ایک جمعیت کا افتتاح کلکتہ میں ہوا۔ جس کا مقصد وحید قومی مناقشات کی شعلہ انگیز آتش مخاصمت کو فرو کرنا تھا۔ اور دل میں گڑی ہوئی عناد و بغض کی اس رُوح کو کچلنا تھا۔ جس سے فضائے ہندوستان مکدر ہو چکی ہے۔ اسی ہی قسم کی ایک اور تحریک ہماری نظروں سے گذری ہے۔ جو براعظم امریکہ سے جلوہ گر ہوئی ہے۔ یہ تحریک "اتحاد مذاہب" کے نام سے یورپ کی سرزمین میں قائم ہونے کیلئے کوشاں ہے۔ ایک مسلم اس قسم کی تمام تحریکات کا ہمیشہ ہی خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرتا ہے جن کی اساس اتحاد مذاہب پر ہو۔ کیونکہ یہ مبارک تحریکات دنیا میں امن و آشتی کے قیام کی پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ اسلام اتحاد مذاہب کا قائل ہے کیونکہ اسلام سے پیشتر کل پیشوایان مذاہب کے مشنوں کی صداقت کا اسلام قائل ہے۔

قرآن کریم کی رُو سے کُل مذاہب کی بنیاد الہام ربانی پر ہے۔ مختلف زمانوں میں مختلف اقوام کے اندر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ اور ان میں سے ہر ایک مذہب اپنی اصل شکل و صورت میں اسلام ہی تھا۔ اسلام از روئے قرآن حکیم نسل انسانیت جتنا وسیع ہے۔ حضرت محمد صلعم کے مواعیظ اس مذہب کا سر چشمہ نہیں۔ بلکہ یہ ان تمام انبیاء علیہم السلام کا مساوی مذہب تھا۔ جو حضرت محمد صلعم کی بعثت سے پیشتر مبعوث ہوئے +

اتحاد مذاہب فقط اسلام کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے

ہر ایک مذہب کم از کم فطری رنگ میں تو شاید یہ ادعا کر سکتا ہے۔ کہ وہی ہی اتحاد مذاہب کا نصب العین ہے لیکن کسی بھی ایک مذہب نے اس کو عملی جامہ پہنانے کے ذرائع اختیار نہیں کئے۔ اور نہ ہی کوئی مذہب و ملت اس مطمح نظر کی تکمیل کیلئے کوشاں ہوا ہے۔ کسی منتہائے نظر کی تکمیل کیلئے ہوا میں گھوڑے دوڑانا اور اس کا خیال تصور کرنا علیحدہ بات ہے لیکن ان تخیلات کو عملی جامہ پہنا دینا ایک اہم کام ہے۔ اتحاد مذاہب کے لئے دو اہم اصولوں کا ہونا ضروری ہے۔ اول یہ کہ دُنیا میں جس قدر پیغمبر رسول ہادی نذیر کسی وقت یا کسی زمانہ میں کسی قوم و ملت کے اندر گذرے ہیں۔ ان سب کی عزت و توقیر کی جائے۔ دوئم یہ کہ وہ مذہب اس قسم کی تعلیم دے۔ جو تمام نسلی و قومی۔ ملی یا وطنی امتیازات کو عملی رنگ میں مٹائے۔ اوّل الذکر اصول کے متعلق قرآن پاک میں نص صریح ہے۔ کہ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [1]

(مسلمانو!) یہ (مشرک) خدا کے سوا جن (معبودوں) کی پرستش کرتے ہیں۔ اُن کو بُرا نہ کہو۔ کہ یہ لوگ (بھی) براہ نادانی ناحق (ناروا) خدا کو بُرا کہہ بیٹھیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر فریق کے اعمال ان کو عمدہ کر دکھائے ہیں لیکن پھر (آخر کار) ان (سب) کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ جیسے جیسے اعمال (دنیا میں) کر رہے تھے +

اسلام کی رواداری و وسعت قلبی کو دنیا کا کوئی دوسرا مذہب نہیں پہنچ سکتا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے عیاں ہوتا ہے۔ کہ صنم پرستوں کے بتوں کے متعلق توہین و ہتک آمیز الفاظ تک مت استعمال کرو۔ بالمقابل عوام الناس کے متبرک ہادی تو اس سے بہت ارفع و اعلےٰ

---

[1] قرآن سورہ ۶ آیت ۱۰۹

ہیں۔ یہ امر فراموش نہ کرنا چاہئے۔ کہ مسلمانوں کو صنم پرستی سے محترز رہنے کے لئے شدید ترین احکامات ملے ہیں اور اسلام بت پرستی کو فعل مذموم سمجھتا ہے پھر اسلام کی رواداری تعلیم کے متعلق ہم ایک اور جگہ پر قرآن کریم کی ایک اور آیت پڑھتے ہیں۔ کہ جو مسلمانوں کا جزو ایمان ہے۔ قل آمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۰ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو (ہمارا دین تو یہ ہے کہ) ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اُتری ہے۔ اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر اترے ان پر اور موسیٰ اور عیسیٰ اور (دوسرے) پیغمبروں کو جو کتابیں اُن کے پروردگار کی طرف سے عنایت ہوئیں۔ ان پر ہم تو ان (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے۔ اور ہم اسی (ایک خدا) کو مانتے ہیں +

نسلی امتیازات جن خود ساختہ تفاخر سے ملوث ہیں وہ سب کے سب تہذیب حاضرہ کی تباہ کن بدبختیاں ہیں۔ اور قرآن کریم ان کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کیلئے قدم اٹھاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر ۰ لوگو ہم نے تم (سب) کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھیرائیں تاکہ ایکدوسرے کو شناخت کر سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے۔ جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے +

نص قرآنی کے ساتھ حضرت نبی کریمؐ کے مطہر الفاظ کہ ایک عرب کسی عجمی پر سبقت نہیں لیجا سکتا جبتک کہ وہ اس سے زیادہ متقی و پرہیزگار نہ ہو قابل غور ہیں۔ نسلی امتیازات کو جڑ سے اکھیڑنے کیلئے جو ذرائع قرآن کریم نے بتائے ہیں۔ اسکے متعلق ایک مسلم کی فقط روزانہ معاشرتی زندگی اور اس کے سالانہ اسلامی تہوار حج کے تقاریب کو دیکھ لینا کافی ہے۔ اور ان دونوں موقعوں میں سے خصوصاً عید الاضحیٰ جو نسل انسانی کی ہمہ گیر مساوات کا عجیب و غریب و موثر منظر پیش کرتی ہے کافی ہے۔ ان دنوں مکہ معظمہ میں دو لاکھ پچاس ہزار کے لگ بھگ پرستاران توحید کا اجتماع تھا۔ مسجد اکبر کی دیوار کے نزدیک صف آرا ہوئے۔ یہاں سب کے ساتھ ہر ایک قوم کے نمایندگان سفید بن سیٹے پرستاران توحید ایک ہی طرز کے احرام زیب تن کئے ہوئے لوگ اس متبرک سرزمین پر دکھائی دیتے۔ جسکو حضرت ہاجرہ نے اپنے پاؤں سے مطہر کر دیا اس متبرک بستہ پر بخارا کے موٹی آنکھ والے ازبک، دُبلے سیاہ بکے بنگالی، افغانستان کے دروں کے جوانمرد و دلیر فرزندان توحید۔ وسط افریقہ کے قوی اقوی سیاہ فام حبشی چنگ پشت مستورات۔ جو کہ نقاہت و ناتوانی کی وجہ سے گدھوں پر سوار تھیں اور بیمار لوگ جو پالکیوں میں تھے الغرض نسل انسانی کا بحر بیکراں سب کا سب اللّٰھم لبیک۔ اللھم لبیک کے بلند نعرے لگا رہا تھا اور بُت پرستاران فرزندان توحید کے درمیان سلطان ابن سعود نجد و حجاز کا زبردست بادشاہ بھی مراسم مناسک حج ختم کرنے کے بعد اس جمع غفیر کے اندر بلا امتیاز شان و شکوہ کہ معمولی لوگوں سے تیار ہا تھا +

دُنیا میں کوئی بھی تحریک اتحاد عالمیان بنیں ہو سکتی جبتک کہ اقوام کو [illegible] عملی جامہ پہنایا جاوے اور مقبول عام [illegible] قرار نہ دیا جاوے۔ اور ان تمام تحریکات کی کامیابی کا راز جو اتحاد [illegible] وہ اصول قرآن کریم نے بتائے ہیں۔ ان کو عملی رنگ میں [illegible] +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۰۹

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت چہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ - جملہ درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل

برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ پندرہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ انگلستان سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے۔ اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے۔

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اسمیں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اسمیں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان میں ہے۔

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ (نومسلم)، جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا، اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانے پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے۔

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اسکے علاوہ شہرۂ آفاق کتاب "آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر" مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اس کا برانچ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ہے۔

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد (۱۳) — بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ — نمبر (۱۲)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو جناب ٹیگو ٹیڈ شمیہ کی تصویر سے مزین کیا جاتا ہے۔ آپ کے خیال میں اسلام عقل وضمیر کو اپیل کرتا ہے۔ اور انسان کو فرقی و قومی تعصب سے بالاتر کرتا ہے۔ اسلام انسانی کیرکٹر کی اصلاح کرتا اور انسان کے دل میں بنی نوع انسان کی خدمت کے وسیع عقیدہ کو راسخ کرتا ہے +

حضرت خواجہ جمال الدین صاحب کشمیر سے واپسی پر پھر صاحب فراش ہیں۔ آپ کی صحت ابھی مخدوش حالت ہی میں ہے۔ احباب کرام ان کی صحت عاجل و درازیٔ عمر کے لئے دعا فرمائیں +

آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی میں

جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام (انبالہ) کے زیر اہتمام اواخر دسمبر میں دہلی کے مقام پر آل انڈیا تبلیغ کانفرنس منعقد ہونیوالی ہے۔ جس کی عدارت کے لئے مشہور

نومسلم لارڈ فاروق ہیڈلے بالقابہ اس پیرانہ سالی میں انگلستان سے ہندوستان تک کا
طویل سفر کر کے تشریف لانیوالے ہیں چونکہ یہ عظیم الشان اجلاس ہندوستان میں تبلیغ اسلام
کے مسئلہ پر غور وخوض کرنے کے لئے منعقد ہونے والا ہے۔ اور اپنی بعض خصوصیتوں
کے اعتبار سے بےنظیر ہوگا۔ اسلئے مسلمانوں کو چاہئیے۔ کہ اس موقع پر کثیر تعداد میں شامل
اجلاس ہوں۔ اور کارکنان تبلیغ کو روپے اور مفید مشورے سے مالی اور اخلاقی امداد دیں

ہندوستان میں مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے۔ کہ اس کفرستان
میں اُن کے دین کو کامیابی حاصل ہو۔ اور جو قومیں ابھی تک رشد و ہدایت سے
محروم ہیں۔ کفر کو چھوڑ کر اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ علی الخصوص
وہ سات کروڑ اچھوت جو اعلیٰ ذاتوں کے ہندوؤں کے معاشرتی مظالم سے تنگ آکر
کسی ایسے مذہب کی تلاش میں ہیں۔ جو انہیں اجتماعی و معاشرتی اعتبار سے بلند تر کر دے
اس امر کے محتاج ہیں۔ کہ اسلام کا پیغام اخوت و مساوات ان کو پہنچا دیا جائے
اور انہیں مسلمان بنا کر چالیس کروڑ فرزندان توحید کی عظیم الشان برادری میں شامل
کر لیا جائے +

ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اپنی وسعت واستطاعت کے مطابق اسلام کی
دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ خدمت ضرور انجام دے۔ جن مسلمانوں کو
اللہ تعالیٰ نے مالی اعتبار سے صاحب توفیق بنایا ہے۔ وہ تبلیغی انجمنوں کو مالی امداد
دیں۔ جو حضرات علمی قابلیت سے مالا مال ہیں۔ وہ تبلیغ اسلام کے مقصد سے رسالے
اور کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور جن کو دولت علم سے بہرہ حاصل نہیں وہ اپنے خلوص
اپنی نیک نیتی اور سچی تڑپ سے غیر مسلم بھائیوں کے سامنے اسلام پیش کریں۔
اور عہد کر لیں۔ کہ اپنی زندگی میں کم از کم دو تین غیر مسلم اشخاص کو ضرور مسلمان بنالینگے
اگر ہر مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق مخلصانہ مصروف کار ہو جائے۔
تو ہمارے نزدیک ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا مسئلہ دس پندرہ سال سے بھی
کم عرصے میں حل ہو سکتا ہے +

انگلستان کے نومسلموں میں لارڈ ہیڈلے خاص طور پر تبلیغ اسلام کے بہت شوقین اور اعلائے کلمۃ الحق کے فن میں بہت ماہر ہیں۔ جن لوگوں نے انگریزی کے بعض تبلیغی رسالوں میں آپ کے مضامین پڑھے ہیں انھیں معلوم ہے۔ کہ اسلام کو جدید خیالات کی بناء پر بوجہ احسن پیش کرنا لارڈ ہیڈلے ہی کا حصہ ہے۔ امید ہے۔ کہ ایک ایسے تجربہ کار نومسلم اور مبلغ کے زیر ہدایت آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کو بہت بڑی تقویت حاصل ہو گی۔ اور ہندوستان میں لارڈ ہیڈلے کی شخصیت کے نومسلم کا آنا بھی نہایت اچھے اثر کا باعث ہو گا +

اب ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہندوستان بھر کے مسلمان اور ملک کی تبلیغی انجمنیں متحد ہو کر اس اجلاس کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ ارباب دولت کو چاہئے۔ کہ گرانقدر مالی عطیات سے جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام کا خزانہ بھر دیں۔ اور عام مسلمانوں کو لازم ہے۔ کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں مجلس استقبالیہ کے رکن بنیں۔ تاکہ اس عظیم الشان کانفرنس کے مصارف کے لئے بھی کافی روپیہ فراہم ہو جائے۔ ارسال زر اور ہر قسم کی خط و کتابت ذیل کے پتے سے کرنی چاہئے +

جناب میر غلام بھیک صاحب نیرنگ معتمد جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ

فضل النشر رسالتمآب حضرت محمد صلعم کی یادگار برٹش مسلم سوسائٹی لنڈن کا نذرانہ عقیدت

ہم لنڈن میں حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کی سعید تقریب کے ہمیشہ سے ہی دلی اشتیاق و مسرت کے ساتھ منتظر رہے ہیں۔ اور اس لئے نہیں کہ برٹش مسلم سوسائٹی کی

تمام تقریبوں میں سے یہ اہم واقعہ ہے یا بنفسہٖ یہ خود ایک اہم تقریب ہے۔ بلکہ اسلئے کہ جو احباب اس
تقریب میں شامل ہوتے ہیں۔ انھیں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات معلوم
کرنے کا ایک اچھا موقعہ ملجاتا ہے۔ جس سے بہت سی نیک روحوں کے دلوں میں ایسے
نافع الناس بزرگ کے سوانح زندگی کے مطالعہ کرنے کی حقیقی تڑپ پیدا
ہو جاتی ہے۔ یہ سعید تقریب بہت سے اہم و سُود مند پہلو اپنے اندر رکھتی ہے
اور خصوصاً یورپ جیسی سرزمین میں کہ جہاں ایسی عظیم الشان ہستی کے حالات
زندگی کا عامۃ الناس کو بہت ہی قلیل علم ہے۔ سال رواں اس تقریب کے
انعقاد میں ذرا تعویق واقع ہوگئی۔ اور اس کی وجہ ایک تو موسم کی ناملائمت تھی
اور دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ رخصتوں کے بہت سے دلدادہ برطانوی لوگ گرم
علاقوں میں ایام رخصت منانے کے لئے چلے گئے تھے۔ یہ سعید تقریب یکم اکتوبر
سنہ ۱۹۲۷ء یوم ہفتہ سٹیورٹ اور لڈ بانڈ سٹریٹ لندن میں ۸ بجے شام کو منائی
گئی۔ لندن اور اس کے قرب وجوار سے اڑھائی صد کے لگ بھگ کے ایک اجتماع
کثیر نے جو برطانوی مسلمین و غیر مسلمین پر مشتمل تھا۔ اس تقریب کو منایا۔
اس نیک تقریب میں شامل ہونیوالے کے اندر حقیقی یگانگت و محبت جلوہ فگن
تھی۔ عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے کرسی صدارت کو مزین کیا۔
اور جناب مسٹر اے۔ ڈبلیو۔ اعظم مصری لیگیشن کے سابقہ امام نے سورۃ کہف
کی آخری آیات تلاوت فرماکر جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ ان کے بعد جناب حبیب اللہ
لوگرو د بیر برٹش مسلم سوسائٹی نے ان آیات کا انگریزی میں ترجمہ پڑھا۔ اسکے
بعد جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان)
نے حضرت نبی کریم صلعم کے مختصر حالات زندگی اس وقت سے بیان کرنے شروع
فرمائے جبکہ آپ ذلیل ترین مشرکین میں ایک بے بس یتیم تھے۔ اور شعلہ خیز
بغض و عناد کے اندر گھرے ہوئے تھے۔ آپ کے اپنے منہ سے نکلے ہوئے
ذیل کے الفاظ آپ کی شجاعت۔ اولوالعزمی۔ بہادری علوہمت مضبوط

اور زبردست کیریکٹر کا پتہ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

"پیارے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں۔ اور مجھے اپنے کار منصبی سے روکیں۔ جو میں نے اختیار کیا ہوا ہے تو اس کو میں یقیناً یقیناً اس وقت تک نہ چھوڑونگا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو مجھے اس کام میں پوری پوری کامیابی عطا فرمائے۔ یا اس کے اندر میں مر مٹوں"۔

جناب پروفیسر ہارون ایم۔ لیون صاحب نومسلم نے حضرت نبی کریمؐ کی ہجرت پر تقریر فرمائی۔ اور پروفیسر صاحب موصوف نے دنیا کی تاریخ میں اس قابل یادگار واقعہ پر کافی وقت تک بحث و تمحیص کے سلسلہ کو جاری رکھا۔ واقعاتِ ہجرت کے تسلسل میں اور بھی بہت سے واقعات آپ نے بیان فرمائے۔ جن سے حضرت نبی کریمؐ کے تمام کاموں میں نصرت و تائید ایزدی جلوہ گر نظر آتی ہے۔ معزز مقرر نے حضرت نبی کریم صلعم کے اس قوی ایمان پر خصوصیت سے زور دیا۔ جو آپؐ کو ذات احدیت مآب پر تھا۔ اور اس محکم ایمان کا اس وقت اظہار فرمایا۔ جبکہ آپؐ رفیق غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں غار ثور میں چھپے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے غار کے منہ کے عین مقابل دشمن کے پاؤں کی آہٹ سنی اور عرض کی۔ یا رسول اللہ ہم تو فقط دو ہی ہیں۔ اور غنیم کثیر تعداد میں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر محکم ایمان رکھنے والے ساتھی نے فرمایا (ان اللہ معنا) کہ اگرچہ ہم دو ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات تیسری بھی ہمارے ساتھ ہے۔ الغرض معزز مقرر نے حضرت نبی کریم صلعم کے اس قسم کے حالاتِ زندگی بیان فرمائے۔ جن سے معجزنما تائید ایزدی کا پتہ چلتا ہے۔ قابل مقرر نے فرمایا۔ کہ یہ نصرت و تائید ایزدی ہی تھی۔ جو ایک ایسے مفرور کے شامل حال ہوئی۔ جو چند سالوں سے

اپنے وطن مولود کو تکالیف و آزار کی وجہ سے خیر آباد کہہ چکا ہے۔ اور پھر اسی وطن میں دس ہزار عساکر جرار کا جرنیل بن کر نہایت تزک و احتشام سے داخل ہوتا ہے۔ تاکہ ان سب سفاک دشمنوں کو جنہوں نے آپؐ کے بہت سے عزیز ترین خویش و اقارب و تلامذہ کو دُکھ دیئے۔ اور انھیں موت کے گھاٹ اُتارا۔ اور خود آپؐ کی زندگی تک کے درپے ہوئے۔ ان سب کو معافی دے۔ اور ذیل کے زبردست و تاریخی الفاظ میں آپؐ نے ان سب کو معافی نامہ دیدیا۔

آپؐ نے فرمایا۔ کہ " اے اہل مکّہ! آج کے دن تم پر کوئی گناہ نہیں۔ خداوند تعالیٰ تمھیں معاف فرمائیگا۔ کیونکہ وہ غفور الرّحیم و رؤف الرّحیم ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو" +

جناب پروفیسر ہارون لیون کے بعد جناب ڈاکٹر اے ٹائمین نے تقریر فرمائی۔ اور سامعین پر اُس انقلاب عظیم کی اہمیت مؤثر کی جو اس کی اپنی سی سالہ زندگی کی مُدت میں انگلستان کے مذہبی خیالات میں رُونما ہُوا ہے۔ ان کی یہ قطعی رائے ہے۔ کہ چند ہی سالوں میں ہر ایک قسم کی عبادت و اعتقادات جو فطرت انسانی کے معقول پہلو سے منافی ہوگی۔ ھباً منثورا ہو جائیگا۔ آیندہ کی اشاعت میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ فاضل ڈاکٹر صاحب کی اصل تقریر کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرینگے +

اِس دلچسپ اجلاس کی رُوئیداد کے اختتام سے پیشتر عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ صدر اجلاس نے لندن میں تعمیر مسجد پر خصوصیت سے زور دیا۔ آپ نے اس بات پر ازحد تاسّف کا اظہار کیا کہ دارالسلطنت لندن جیسے عظیم الشان مرکزی مقام پر اس کے شایان شان کوئی اسلامی عبادت گاہ نہیں۔ پھر لارڈ موصوف نے ایک مخلصانہ دعا کے ساتھ

اس جلسہ کو ختم فرمایا۔ جس کے بعد حاضرین جلسہ کی چاء سے تواضع کی گئی۔ اور اس طرح سے اس کامیاب و قابل یادگار جلسہ کا اختتام ہوا +

اس تمام چہل پہل و رونق کا سہرا جناب مسٹر حبیب اللہ لوگرو دبیر برٹش مسلم سوسائٹی کے سر پر ہے۔ جن کی بے لوث مساعی جمیلہ کا یہ سب کچھ نتیجہ ہے۔ اس جگہ پر جناب مسٹر اے۔ اے قدوائی صاحب کی ذات کا تذکرہ بھی بے محل نہ ہو گا۔ جنہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی مدح میں ایک اُردو قصیدہ سنا کر سامعین کو محظوظ فرمایا" +

اقتباس از احادیث نبوی

علم

(۱) علم کا دلدادہ غیر فانی ہے (۲) علماء کی باتیں سُننا اور ان پُر حکمت باتوں کو عوام تک پہنچانا مذہبی مجاہدات سے بڑھ کر ہے (۳) حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ جو علماء کی عزت کرتا ہے وہ گویا میری عزت کرتا ہے (۴) عالم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ متبرک ہے (۵) جو حصُول علم کی خاطر وطن چھوڑتا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں چلتا ہے (۶) طلب علم ہر مسلم و مسلمہ پر فرض اولین ہے (۷) علم حاصل کرو کیونکہ عالم نیک و بد کی تمیز کر سکتا ہے۔ علم سے بہشت کی راہ آسان ہو جاتی ہے۔ علم جنگل میں دوست تنہائی کا ساتھی ہے۔ بے بسی و بیکسی میں ڈھارس بندھانیوالا عُسر میں رہنموئی کرنیوالا۔ اور یُسر میں ہمت دلانیوالا ہے علم دوستوں میں زیور اور دشمن کے مقابل ایک زبردست اسلحہ کا کام دیتا ہے (۸) علم کو حاصل کرو خواہ اس کے حصُول کے لئے دُور دراز سفر کر کے چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے +

اشاعت اسلام! مسلمانوں کو ان بیش بہا نصائح پر عمل کرنا چاہئے +

ایک مذہب کا دوسرے کے ساتھ طرزِ عمل

(از قلم مولوی عبد المجید صاحب ایم اے بی ٹی قائمقام امام مسجد شاہجہان ووکنگ)

یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ خصوصیّت جو انسان کی متمدن زندگی کو حیوانات سے ممیز کرتی ہے۔ وہ مذہب ہے۔ جس کا پتہ بہت ہی قدیم زمانے سے چل سکتا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے مختلف مذاہب صفحۂ دنیا پر آئے۔ اور انسان کے اخلاق کو سدھارنے اور اس کے بہتر بنانے میں ہر ایک نے اپنے مخصوص طریقہ کار پر عمل کیا اور اس طرح ہر ایک مذہب نے بنی نوع انسان پر اپنا نقش باقی رکھا ہے۔ انہیں سے بہت سے تو صفحۂ ہستی سے ایسے فنا ہو گئے ہیں۔ کہ کسی کا نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے ابتداء ہی میں ایسی محیّرلت سُرعت سے ترقی کی ہے۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُن کے حلقۂ انقیاد میں لاکھوں انسان داخل ہو گئے +

اب اس سوال کا جواب کہ یہ مذاہب آخر آئے ہی کیوں یوں دیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اس سوسائٹی اور زمانے کی ضروریات مخصوصہ کو رفع کرنے کے لئے آئے جس کیلئے اور جس میں وہ بھیجے گئے تھے۔ اُن مذاہب نے ہمیشہ ایسی سوسائٹی میں نئے فرقے۔ نئے مذہبی خیال اور اخلاق کے نئے قواعد کو ترویج دیا۔ یہ قواعد بلاشبہ حالات سابقہ کے لحاظ سے تو عین اصلاح اور واقعات موجودہ کے بالکل مطابق تھے لیکن ایک خصوصیّت اور بھی ہے۔ جو اسلام کے پہلے کے جملہ مذاہب میں مشترک ہے۔ اور ایسی نمایاں ہے۔ کہ ایک سطحی نظر سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ ایسے شخص کا تو کیا ہی ذکر جس نے مذاہب کا مقابلتہً مطالعہ کیا ہو۔ کیونکہ یہ سُرخ دھاگے کی طرح ان کی تاریخ کے تار و پود میں سے ہو کر گذرتا ہے۔ یہ مذاہب صحیح یا غلط طور پر اس بات کی تعلیم دیتے تھے۔ کہ صرف ان کا مذہب ہی سچے راستے پر

ہے۔ اور دوسرا ہر ایک مذہب بالآخر ضرور جھوٹا ہو جاتا ہے۔ اُن کا قول تھا کہ صرف ان کے متبعین ہی جاودانی فرحت بخش نجات حاصل کر سکتے تھے۔ اور دوسروں کے لئے وہ جہنم دوامی کا فتوے لگاتے تھے۔ ہم اس خیال کا چاہے مذاق ہی اُڑا دیں۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔ کہ یہ سراسر تعصب تھا۔ اور یہ مذہبی کٹرپن ہمیں نہایت افسوس ہے۔ کہ اُن اشخاص میں نہایت شدید ہے۔ جو اپنے آپ کو مذہبی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان بہت سی تکالیف۔ غموم اور مصائب کا جو نبی نوع انسان پر نازل ہو چکی ہیں۔ یہی پُورے طور پر ذمہ وار تھا۔ قرآن حکیم نے ان الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہودی کہتے ہیں۔ کہ عیسائی صحیح راستہ پر نہیں ہیں۔ لیکن عیسائی اپنی جگہ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہودی صحیح راستہ پر نہیں ہیں۔ اسی طرح وہ قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت کی بدیہی صداقت کے اظہار پر مُہر ثبت کرتے ہیں۔ جس کی یُوں تعبیر کیجاتی ہے۔ کہ ہر ایک شخص ان مسرتوں میں جو اُسے حاصل ہیں مست ہے۔ یہ آیت اس وقت بھی صادق آتی ہے۔ جب اس کا اطلاق مختلف نمایاں مذہبی طریقوں پر وسیع کیا جائے۔ تو اس صُورت میں ہر ایک شخص حیران ہوتا ہے کہ آیا ایک مذہب کا دوسرے کے ساتھ مخالفانہ طرز عمل کا اظہار تمام مذاہب کے لئے مُستلزم اور اُن کا ضروری جُزو ہے۔ یا نہیں۔ مزید برآں ہر ایک شخص مُتعجب ہوتا ہے۔ کہ آیا مذہبی عداوتیں ہی اس شدید تعصبانہ خیال کا نتیجہ ہیں۔ جو اس سے حاصل ہوتی ہیں یا نہیں۔ اور آیا صرف یہی مذاہب مختلف مذہبی فرقوں کے مُتبعین کی رُوحانی اُفق کو تنگ کرنے کے ذمہ دار گردانے جانے چاہئیں یا نہیں۔ اس خوش کُن اور فریب دہ خیال کی تہ میں جو بلا شُبہ تحقیر آمیز ہے۔ اس مخصُوص طرز عمل کا دارومدار ہے +

اسلام کے مُطالعہ کی انگریزوں کو ضرورت

مارشل فوچ نے حال ہی میں کہا ہے ” ایک دوسرے کے خیالات کو سمجھنا ہی کلید زندگانی ہے“

اہل یوروپ جو اس تعصب کے زیر ہو کر جد و جہد کر رہے ہیں۔ جو ازمنۂ وسطیٰ سے کم و بیش ان کے ورثہ میں آیا ہے۔ یقین رکھتے ہیں۔ کہ اسلام حقیقتاً ایک جنگجو مذہب ہے۔ اور جہاں کہیں بھی اس کا تسلّط ہوا ہے۔ یہ تعلیمی ترقی میں حارج ہوا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے اگر وہ دُنیا کی مادّی۔ رُوحانی یا تمدّنی ترقی کو وسعت دینے میں کسی قسم کی مدد دینے کے خواہشمند ہوں تو مَیں عرض کرونگا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو قابل مُطالعہ ہے۔ نہ صرف اسی لئے کہ تیس کروڑ نفوس اس کے زیر نگیں ہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ وہ مختلف طریقوں سے دُنیا کے سنوارنے کی جانب توجہ کرتا ہے۔ اور اگر سلطنت برطانیہ آیندہ دُنیا کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے تو اُن کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مذہب اسلام کس لئے ہے۔ اس کا کیا مفہوم ہے۔ بیشک اسلام کی موجُودگی کا لحاظ اور قدر کرنا چاہئے۔ یہ کہنا بالکُل بے محل نہ ہو گا۔ کہ جزائر انگلشیہ کے شہری لوگوں کا فرض اور بھی ضروری اور نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ اُن کی قسمت رعایا ہونے کے تعلّق کی وجہ سے لکھو کھا مسلمانوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ بالآخر یہ ہر اس شخص کا جو حکومت برطانیہ کی بہتری چاہتا ہے۔ اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ تعصّب سے خالی الذہن ہو کر اسلام کی تعلیمات کا مُطالعہ کرے۔ مَیں محسُوس کرتا ہوں۔ کہ ایسا کام شدید رکاوٹوں سے معمُور ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص کو ذہنی تعصّبات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے جس کا دُور کرنا کسی طرح بھی آسان نہیں۔ عادت جو ایک دفعہ پڑ جائے اسکے خود بخُود زائل ہونے کے لئے ایک عرصہ درکار ہے۔ مزید برآں یہ فطرت انسانی کی بیہودہ پریشانیوں میں سے ہے۔ کہ کسی مُدّعا کی نامعقُولیت کو محسُوس کرنے کے بعد بھی اس پر ضدی سی اڑ بیٹھتی ہے۔ اور اس کے منقطع کرنے کے لئے کسی شوق یا خواہش کو ظاہر نہیں کرتی +

بہت دفعہ مجھے اس بات کا خیال آیا ہے۔ کہ انگریز معاملہ کی اہمیت کو شاید

خصوص ہی نہیں کرتے ہیں۔ اور کس طرح اسلام اور محمدؐ (صلعم) سے ان کی غفلت کی تشریح کی جائے۔ کہ سلطنت انگلشیہ کی قسمت لاکھوں مسلمانوں سے جو اس کے زیر حکومت ہیں وابستہ ہے۔ اور اگر اس بڑے مذہب اسلام کی قدر و منزلت کے اعتراف کرنے کی بروقت کوشش نہ کی گئی۔ تو اس کے نتائج بیشمار ہونگے۔ اور لفظوں میں اس کے اندازے کی کوشش کرنا یقیناً بیہودگی ہوگا۔ یہ مناسب وقت تھا۔ جب ان نامعقول خیالات کی تردید کی گئی تھی۔ کہ اسلام طاقت اور تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے۔ کہ اسلام عورتوں کو کوئی امتیاز نہیں دیتا ہے۔ کہ اسلامی بہشت کا تصور فطرت انسانی کے بدترین اصولات پر مبنی ہے۔ وغیرہ ذالک۔ اور اُن کی جگہ اسلام کے غیر جانبدارانہ مطالعہ سے حاصل کی ہے خیال یورپ کے لئے فائدہ بخش نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی یہ کسی قوم کے لئے سُود مند ہُوا ہے۔ کہ کسی غیر محدود عرصہ کے لئے ایک بڑی قوم کو بُری طرح سے پیش کیا جائے۔ ہر ایک چیز کے لئے اپنی حدود ہوتی ہیں۔

عیسائی مشنریوں کو جن کے شانوں پر ان غلط فہمیوں کی اشاعت اور ان کی مداومت کی بڑی ذمہ داری ہے۔ ایسے طریقوں کو بند کردینا چاہئے اسلامی دُنیا کے بدلتے رہنے سے جن میں عیسائی مشنری اپنی انجیل کے لئے دروازوں کو کھُلا ہُوا اور باڑوں کو شکستہ دیکھ کر خوش ہونگے۔ ہزاروں طریقوں سے نہایت سطحی نظر پر بھی یہ صاف ظاہر کردیا ہے۔ کہ مشنریوں کے لئے یہ نہایت ہی مناسب ہوگا۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے اسلام کو غلط طور پر پیش کرنا بند کردیں۔ کیونکہ اسلام زندہ ہے۔ لیکن نہایت ہی افسوس ہے۔ کہ وقت کے یہ نشانات اور بد شگونیاں کلیسیاء کے نہایت ہی ذمہ وار ہستیوں پر بھی آشکارا نہیں ہیں۔ لیکن وہ بھی بالآخر اس بڑے مذہب اسلام کی صداقت کو بُری طرح سے بدلنے کی رسوائی کے ضرر در متہم ہوتے ہیں۔ اسکے متعلق لارڈ ہیڈ کی تازہ تصنیف موسومہ "رشتہ مابین اسلام اور کلیسیاء یسوع مسیح"

(Affinity between Islam and the Original church of Jesus Christ)
کے" باب "اسلام اور جہاد" کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔ لارڈ ہیڈلے مس سابرج
مصنفہ کتاب (A Vision of Womanhood) کا حوالہ دیتے ہیں جس کے بعض
حصے نبی کریم محمد (صلعم) اور اسلام پر نہایت ہی دل آزارانہ اتہامات سے
معمور ہیں۔ لیکن حیرانی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب ایک شخص اسی کتاب کے
دیباچہ میں لندن کے اسقف کی تحریر پڑھتا ہے۔ جو اس نے اس شر انگیز
کتاب کی تعریف میں انگریزی قوم اور کلیسیا کے غور و خوض کے لئے لکھی ہے
فارسی کا ایک شعر ہے جو اس طرح ہے ؎

گر ہمیں مکتب است ہمیں ملّا کار طفلاں تمام خواہد شد

اسلام کا طرز عمل دوسرے مذاہب کے ساتھ

لیکن ان تمام کے موازنے کی خاطر آؤ ہم قرآن حکیم کی طرف رجوع کریں۔ کہ
اس معاملہ کے متعلق وہ کیا حکم دیتا ہے۔ ہم قرآن شریف میں پڑھتے ہیں۔
"لیکن جو شخص اللہ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اور اس پر ایمان رکھتا ہے
اس کا اجر اس کو اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔ اور پھر یوں فرماتا ہے" جو کوئی تھوڑی سی نیکی یعنے رائی
کے دانہ کے برابر بھی کرتا ہے۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے اس کو ملتا ہے۔ اور جو
کوئی رائی کے دانہ کے برابر بھی برائی کرتا ہے۔ اس کی جزا بھی اس کو اللہ تعالیٰ
سے ملتی ہے" +

یہ اس قسم کی آیات کی بین اور واضح تفسیر ہے۔ جو ہم کو محمد (صلعم) کی
تاریخی شخصیت میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ اور خاص کر ان کے ساتھ جو اسلام
کے تحت زندگی بسر کرتے نظر آتی ہے۔ اپنے بیان کی تشریح کیلئے
میں نجران کے عیسائیوں کے اس وفد کا حوالہ دیتا ہوں۔ جو ۶۳۱ء میں
نبی کریم محمد (صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ نجران مدینے کے جنوب کی سمت
ایک وسیع علاقہ ہے۔ اس علاقے میں ایک عظیم الشان گرجا تھا۔ جس کی شان

اور منزلت کے ساتھ تمام عرب میں کوئی بھی عیسائی معابد لگا نہ کھا سکتا تھا۔ انکے سردار مسمی عبد المسیح اور عبد الحارث نے جن کے القاب سید اور عاقب تھے۔ محمد صلعم کے ساتھ مذہبی مباحثہ کرنے کے لئے مدینے کا سفر اختیار کیا۔ ساٹھ منتخب اشخاص ان کے ہمراہ تھے۔ جو کلیسیائے رومن کیتھلک کے ممبر تھے۔ اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھیرایا گیا۔ اور جب ان کی عبادت کا وقت آیا۔ تو ان کو ان کے دینی رسُوم کے مطابق مسجد میں ہی عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ ان لوگوں نے رُوبمشرق ہوکر اپنی نماز ادا کی۔ رواداری کا یہ عملی نمونہ جو محمد (صلعم) نے باوجود اپنے اصحاب کی ناپسندیدگی کے پیش کیا۔ اس فراخ دلی کو بحدِ کمال نمایاں کرتا ہے۔ جس سے بڑھ کر کسی دوسرے مذہب کے افراد کے ساتھ رواداری ممکن نہیں ہوسکتی۔ یہ واضح طور پر سمجھ لینا چاہئے۔ کہ یہ واقع آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے کا ہے۔ وہ اپنے مذہب بدلنے کے لئے مجبُور نہیں کئے گئے تھے انہوں نے ایک مقررہ رقم بطور جزیہ ادا کرنے کا معاہدہ کیا تھا۔ اور انھیں ایک سند دی گئی تھی۔ جو ایک دلچسپ مضمون ہے:۔

"نجران اور دیگر علاقہ جات ملحقہ کے عیسائیوں کے لئے اللہ کی امان اور اسکے رسُول کی کفالت۔ ان کی جانوں۔ اُن کے مذہب اور ان کے مال نیز حاضروں اور غیر حاضروں اور اس کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی وسیع کی جاتی ہے۔ انکے مذہب اور رسُوم میں کوئی مداخلت نہیں کی جائیگی۔ اُن کے حقوق اور مراعات میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ کوئی اُسقف۔ راہب یا پادری اپنے اپنے منصب سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ ہر چھوٹی بڑی شئے سے پہلے کی طرح متمتع ہوتے رہینگے۔ کوئی صلیب یا بُت مسمار نہیں کیا جائیگا۔ نہ وہ کسی پر زبردستی کریں۔ نہ ان پر زبردستی کی جائیگی۔ جہالت کے زمانے کی طرح قصاص لینے کا اُنھیں کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ ان سے دسواں حصہ وصُول نہیں کیا جائیگا۔ انھیں فوج کی خوراک مُہیا کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائیگا"۔

گسٹیو ڈیرک اپنی کتاب (Bie Kultur Arber des und ihr Einfluss and Europe)
میں لکھتے ہیں۔ ایسا اتفاق بھی ہوا ہے۔ کہ انھیں عیسائی کلیساؤں میں مسلم اور
عیسائی عبادات کی جاتی تھیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ یروشلم کے کلیساؤنکو مسلمانوں
اور عیسائیوں نے ایک عرصہ تک استعمال کیا۔ یہ اسی بات کا ایک نہایت ہی زبردست
ثبوت ہے جو مسلم رواداری کیلئے پیش کیا جا سکے۔ اور اس کی اہمیت اور بھی بڑھ
جاتی ہے۔ جب اس کا اس زمانے کے کلیسا کی انانیت اور غیر رواداری کے
ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ اسی طریق کی مسلمانان سپین بھی تقلید کرتے تھے یہ
ایک مشہور بات ہے۔ جس کی مثالیں موجودہ تاریخ میں کم ہی ملیں گی۔ کہ فتح مصر کے
بعد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ نے اس جائداد کو جو عیسائی گرجاؤں کے
نام وقف تھی۔ با حتیاط بحال رکھا۔ اور جو رقم پادریوں کی امداد کے لئے سابقہ
سلطنت نے مقرر کی تھی۔ اس کو جاری رکھا +

ان حالات کی موجودگی میں جو بذاتہ قرآن شریف کی ایک آیت کا عملی
مطلب ہیں۔ جو اس طرح ہے "دین میں کوئی اکراہ نہیں ہے"۔ چند مستشرقین
تشارحات اسلام کی چند ایک تنگ خیالیوں کا اظہار کرنا غیر مناسب ہوگا۔
ان واقعات کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچنا یقیناً کسی گندہ دماغ کا ہی
کام ہے۔ کہ اسلام اور اس کی موجودگی دنیاوی ترقی کے لئے فائدہ مند نہیں
ہو سکتی۔ یا یہ کہ اسلام دنیا کے امن کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے اسلام
اپنے متبعین کو دوسرے مذاہب کے پیروان سے باامن تعلقات رکھنے کی
تلقین کرتا ہے۔ رواداری کے اس اصول کی تصدیق اور اس پر
فراخدلی سے عمل قرآن حکیم کے ان الفاظ سے ہوتی ہے "اللہ کے راستے کی طرف
لوگوں کو دانائی اور حکمت سے بلاؤ۔ اور ان کے ساتھ احسن طریق سے مباحثہ کرو"
یہ اصول جو وعظ اور مذہبی مباحث کے لئے ۱۴سو سال ہوئے نبی کریم (صلعم) نے مقرر
کئے تھے۔ سال ۱۹۲۷ء کے ان نہایت ہی عقلمند اور ترقی یافتہ لوگوں کے لئے

اب بھی قابل عمل ہیں۔ جن کی مخالفت کا سوا سے عیب جوئی کے اور کوئی مُدّعا نہیں۔ اور جن کے وعظ کی غرض سوائے دوسروں کے پریشان کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتی۔ نبی کریم محمد (صلعم) کی اور بھی وسعت قلبی ظاہر ہوتی ہے۔ جب یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا۔ جب مسلمان نہایت سختی سے پریشان کئے جاتے تھے اور ان کے لئے بھی سختی سے پیش آنے کا کافی عُذر وسبب ہو سکتا تھا ۔

یہ بات صرف ایسی ہی آیات کا نتیجہ ہے۔ کہ اسلام نے دوسروں کو ملامت کرنے کے بیہودہ خیال کو ناجائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی عادت تھی۔ یہودی اور عیسائی بڑے دعوے سے یہ کہا کرتے تھے۔ کہ باقی تمام کے علاوہ ہم ہی یہوواہ کے مقربین ہیں۔ اسلام نے ایسی تنگ خیالیوں کے بطلان کی قلعی کھول دی۔ اور بنی نوع انسان کے لئے انھیں باعث تحقیر ظاہر کیا۔ کیونکہ وہ نفرت اور حقارت کی تخم ریزی کیلئے زرخیز قطعہ مُہیا کرتے ہیں۔ اسلام نے ظاہر کیا۔ کہ ہر ایک شخص نیکی اور بدی کا اجر جو وہ کرتا ہے۔ اپنے اللہ سے پائیگا۔ خواہ وہ کتنی ہی کم اور ناقابل التفات کیوں نہ ہو۔ اسلام کسی خاص حقوق کو تسلیم نہیں کرتا جس کی اصل صرف قوم۔ تقدم۔ نسل یا کسی خاص مذہب سے تعلق رکھنے سے ہو۔ اسلام ہمیں حصُول جنّت کا وعدہ صرف اس لئے نہیں دیتا۔ کہ ہم اسلام کے ماننے والے ہیں یا کسی ایسے آسان طریقوں پر جیسے یہودی یا عیسائی ہو کر حاصل کر سکتے ہیں۔ نیکی کرنا صرف ضروری شرط ہے۔ اسلام ہر ایک کو پوری آزادی دیتا ہے۔ کوئی دین اختیار کرو۔ لیکن نیکی کرو۔ اللہ کی مقررہ حدود اور اپنے ہمسائیوں اور قرابت داروں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ یہ ان سوالات کے جوابات میں سے ایک تھا۔ جو نبی کریم (صلعم) کو کئے گئے تھے۔ کہ اسلام کیا ہے۔ اللہ نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دستور مقرر نہیں کئے ہیں۔ جیسا کہ ہمیں قرآن شریف بتاتا ہے۔ کہ مذہب کو مان لینا ہی صرف معیار فلاح نہیں ہے۔ بلکہ اخلاق ہیں۔ دوسرا کون اصول زیادہ موثر ہو سکیگا۔ جب انسان کی ترقی کا منتہا، عالمگیر اخوت ہو؟ دو معتقدات

جو نوع انسان کو جدا جدا کر دیں - اور عقل انسانی کو تباہ کر دیں - مذاہب باطلہ ہیں - محمد (صلعم) نے وسیع الخیال مذہب کی تبلیغ کی +

رواداری کا خیال اسلام سے پہلے معدوم تھا

مذہبی معاملات میں رواداری کا خیال ہم میں سے بعض کو جو بیسویں صدی میں موجود ہیں - مقتضیات وقت میں سے معلوم ہوتا ہے - اور دوسروں کو اس تعلیمی زمانے کی ایک خاص تحصیل نظر آتی ہے - لیکن جنھوں نے اس دنیا کی مہذب تاریخ کا مطالعہ کیا ہے - انھیں معلوم ہو جائیگا - کہ اس کے زبردست اصول محمد (صلعم) کی تعلیمات پر ہیں - محمد (صلعم) کی بعثت سے پہلے دنیا کی تاریخ میں رواداری کا نشان تک مشکل سے ملتا ہے - لیکن ہم دو رکیوں جائیں سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں (Holy Inquisition) کلیسئی تحقیقات منکر یورپ کے دماغ کو کچلا اور ہر ممکن طریق سے اسکی عقل کو معطل کر رہا تھا - یورپ میں ممالک کی بہت سی تاریخیں دیانتدار اور بیگناہ انسانوں کے خون سے آلودہ نظر آتی ہیں - جو صرف اس بنا پر قتل کئے گئے - سولی چڑھائے گئے - اور چیتاؤں میں زندہ جلائے گئے کہ ان کے خیالات اس زمانے کے تسلیم شدہ نظریئے سے متضاد تھے - اگر اسلام ایسا ہی متعصب اور وحشی ہوتا اور اس کی موجودہ ترقی تہذیب کے لئے مضر اور مہلک ہوتی - جیسا کہ یورپ میں اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے - تو یہ کہنا مبالغہ آمیز نہ ہوتا کہ ہم بیسویں صدی والے اپنے بزرگوں کی نسبت عقل میں بہتر حالت میں نہ ہوتے +

مجھے اس مذہبی جوش تعصب اور مضر اثر کا نقشہ پیش کرنے دو جو مسلمانوں کی تاریخ کے اوراق سے نہیں بلکہ عیسائی پادریت کی کہانی کے اوراق سے اخذ کیا گیا ہے +

نبوت اور آرچبیشپوں کے درمیان تقریباً ۲ ہزار سال کا عرصہ گزرا ہے - تو

سب سے پہلے یونانی مسوّدات کا براہِ راست عربی زبان میں ترجمہ کرایا
کیونکہ دوسری بار کا ترجمہ اکثر جگہ اصل مطلب اور الفاظ کے ضائع ہونے
اور غلط مفہوم کا ذمہ وار ہوتا ہے ۔ یہ مامون کی نہایت ہی احتیاط تھی کہ بہت سا
حصہ بچ گیا ۔ جو اگر مسلمان کوشش نہ کرتے تو ہمیشہ کے لئے ہم سے ضائع ہو جاتا
پٹولمی ۔ اقلیدس ۔ آرچیمیڈس ، ڈایافنٹس کے تراجم کئے گئے تھے ۔ اور ان
پر شرحیں لکھی گئیں ۔ اور ان کے نظریئے کو ترقی دی گئی ۔ مثال کے طور پر انکے
بنیادی اصول تبدیل کئے گئے ۔ اور ان کو آسان کیا گیا ۔ جیسا علم المثلث
میں ہوا ہے ۔ آپولونیس آف پرگا کو تراش مخروطی (Conic sections)
کے باعث جس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا ہم جانتے ہیں اصل نسخہ ہم سے
ضائع ہو چکا ہے ۔ کاب اپنی کتاب مشہور کلچر جیسشٹ (culture
geschichte) کے حصہ دوم صفحہ ۱۲۶ پر لکھتا ہے ۔ کہ مامون نے
تھیوفیلس شہنشاہ قسطنطنیہ کے ساتھ صنعتی تجارت نیز اہل حرفہ اور
عالم لوگوں کے تبادلہ کے لئے خط و کتابت شروع کی تھی بیزنطین کے
خلاف فتحمندانہ لڑائی کے بعد مامون اس شرط پر مفتوحہ ممالک واپس
دینے کے لئے تیار ہو گیا تھا ۔ کہ شہنشاہ مائیکل سوئم اس کے لئے
موجودہ تصانیف سائنس کے ترجمے کرانے کی ممکن صورت کرے +

اب ہمارے بہت سے اصحاب کے دل میں قدرتاً یہ سوال پیدا
ہوتا ہے ۔ کہ کیوں اس قدر عرصہ گذر جانے کے بعد لوگوں نے مختلف طور پر
مسلمانوں کی تصانیف کا اعتراف کیا ہے ۔ اور ان کے کام کو قابل
تحسین خیال کیا ہے ۔ اس کا باعث زیادہ قابل تجسس نہیں ہے ۔ یہ
اس ناقابل فراموش نفرت میں مضمر ہے اور تھا ۔ جو عیسائیوں کو مسلمانوں
سے ابتدا سے ہے ۔ یہی باعث تھا ۔ کہ مسلمانوں کے اثر کو جہانتک
ممکن تھا ۔ زائل کرنے کی اور ان کو اس الزام سے جو بنی نوع انسان کی خدمات

کے صلہ میں ان کا حق تھا ۔ محروم رکھنے کی مسلسل کوشش جاری ہی ۔ یہ وقت اس وحشی طرز عمل پر کما حقہٗ بحث کرنے کا نہیں ہے ۔ جو عیسائی کلیساء نے اپنی ابتدا ہی سے رومن ۔ یونانی الحاد کے ساتھ روا رکھا تھا ۔ میں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یورپ کے صاحب فراست اس لحاظ سے اس وقت اپنے آپ کو بالاتر خیال کرتے ہیں ۔ کہ وہ عام طور پر روادار ہیں ۔ اور انھوں نے مذہبی تعصب سے پاک رہنے کی صفت حاصل کر لی ہے ۔ لیکن کیا یہ بات قابل افسوس نہیں ہے کہ انھوں نے ہنوز یہ بھی محسوس نہیں کیا ۔ کہ ان کا یہ فخر مستعار ہے ۔ کیونکہ محمد (صلعم) سب سے پہلے بڑے عقل کو آزاد کرنے والے تھے +

دنیا کے تمام پیغمبروں پر ایمان اور اس پر عمل

دوسری بات جو دیگر مذاہب کے ساتھ اسلام کے طرز عمل کا تصفیہ کرتی ہے وہ اس کا دنیا کے تمام پیغمبروں پر بلا لحاظ زمانہ ۔ ملک ۔ قوم اور رنگ ایمان رکھنے کی تاکید کرتا ہے ۔ ہر مسلمان قرآن شریف میں پڑھتا ہے ”ہر قوم کے لئے ہادی ہے“ اور پھر دوسری جگہ سورۂ رعد آیت ۱۷ میں آتا ہے ۔ ”ہم نے ہر ایک قوم کے لئے نذیر بھیجا ہے“ +

یہ دوستی اور امن کی طرف مزید عملی صورت اختیار کی گئی ہے ۔ تاکہ عالمگیر اتحاد آسان ہو جائے ۔ یہ اس لئے بتایا گیا تھا ۔ کہ نبی کریم (صلعم) جانتے تھے ۔ کہ نیک لوگوں کا احترام جو نیک عمل کرتے ہیں دوستی کی صحیح بنیاد ہے ۔ مسلمان دنیا کے امن اور اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ ایک زبردست معاون رہا ہے ۔ کیونکہ وہ کبھی اپنی زبان سے ہتک آمیز لفظ نہیں نکالتا یا ایسا لفظ جو تحقیر سے مشابہت رکھتا ہو ۔ مسلمانوں نے ہمیشہ اس اصول کی پیروی کی ہے ”زندہ رہو اور رہنے دو“ ان تعلقات سے اس بات کی کافی طور پر تائید ہو چکی ہے ۔ جو مختلف مسلم ممالک میں مسلمان اور غیر مسلم رعایا کے مابین موجود ہیں ۔ فلسطین کی حالت سامنے ہے مسلم مغل شہنشاہان ہند

کے ماتحت غیر مسلموں کی دوسری مثال بھی موجود ہے۔ اگر اس سلوک کا مقابلہ جو مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے ساتھ کیا جاتا۔ ان غیر عیسائیوں سے کیا جائے۔ جو موجودہ یوروپین سلطنتوں کے ماتحت ہیں۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ انسانیت اور فیاضی کا پلڑا عام طور پر اسلام کے حق میں بھاری رہتا ہے۔ دہلی کے مغل شہنشاہوں کے ماتحت ہندو فوجوں کے سپہ سالار تھے۔ اور صوبوں کا انتظام کرتے تھے۔ اور شاہی کونسل میں بیٹھتے تھے۔ موجودہ زمانے میں بھی کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یوروپ کی سلطنتوں میں جو مخلوط اقوام اور مذاہب پر حکمرانی کرتی ہیں۔ مذہب رنگ اور قوم کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ ہندوستان ہی کو لو۔ تمام اعلیٰ عہدے برابر انگریزوں سے پُر کئے جاتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ وہ مساوات کیا ہوئی جس پر اتنا ناز کیا جاتا ہے۔ ہندوستانی ذمہ دار عہدوں سے صرف رنگ کی یا دیگر فضول بہانے کی بنا پر محروم کئے گئے ہیں۔ یہ بات بیسویں صدی میں بھی خود ساختہ علمبرداران مساوات اور صداقت و دیگر اعلیٰ صفات سے ظہور میں آ رہی ہے +

مسیحی دوستوں سے ایک بات

ہم مسلمان (میرا تخاطب مسیحی دوستوں سے ہے) ان سے کوئی چیز طلب نہیں کرتے۔ لیکن یہ کہ ان کو اس عرب مصلح اعظم کی بزرگی کا صحیح نقشہ کھینچنا چاہئے۔ بہت عرصہ یورپ نے فضول خیالات اور غلط فہمیوں کی اچھی تربیت کی ہے۔ اور اب میں یہ تجویز کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ ان کے رویہ میں تبدیلی انھیں کے لئے سُود مند ہوگی۔ دنیا نزدیک لائی جا رہی ہے۔ اور اس کے فاصلے کم ہو رہے ہیں۔ یہ تمام تبدیلیاں ہمارے خیالات میں نئی بات اور ان نہایت ہی اعلیٰ خوبیوں کی دوبارہ قدر و منزلت چاہتی ہیں۔ چاہئے کہ ہمارے مسیحی دوست بھی اپنے عمل اور زبان سے محمد (صلعم) کا ویسا ہی احترام کریں جیسا کہ ہم حضرت یسوع مسیح (علیہ السلام) کا کرتے ہیں۔ ایسی تبدیلی بہت مناقشات

کا قلع قمع کردیتی - اور ان اسباب کی جڑ اکھاڑ پھینکتی - جو غلط فہمی اور تکلیف کا باعث ہوتے ہیں - اور ہو رہے ہیں - دوستی اور امن کی ترویج کے لئے قرآن مفصلہ ذیل الفاظ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو خصوصاً اور دوسروں کو عموماً جن کا خون حضرت علی (کرم اللہ وجہہٗ) و اماد نبی کریم (صلعم) کے زمان کے مطابق ارباسی قیمتی ہو - جیسے کہ مسلمان کا مخاطب کرتا ہے :-

اے اہل کتاب آؤ ہمارے تمہارے درمیان جو بات مشترک ہے - اسکو مان لیں کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہیں کرینگے اور ہم کسی کو اس کا شریک نہیں بنائینگے - اور ہم میں سے بعض بجز اللہ کے کسی دوسرے کو خدا نہیں بنائیں گے +

مسلمان کو عیسائی سے کوئی وجہ مخاصمت نہیں ہے اور وہ یسوع مسیح (علیہ السلام) کی تعلیم کے مخالف نہیں ہے - کیونکہ وہ اس کو مانتا ہے - یسوع مسیح نبی نے بھی اسی دین کی تبلیغ کی تھی - جس کی محمد (صلعم) نے کی - یسوع مسیح کی تعلیمات میں کمی اور زیادتی کا باعث متعصب سینٹ پال کی مسیحیت ہے - جسے ہم حضرت مسیح کے برگزیدہ نام کے ساتھ ... دیکھنا چاہتے - یہ تمام آلائش اس بات سے پیدا ہوئی کہ حضرت مسیح کی تعلیمات ان کی وفات کے ۱۵۰ سال بعد تک معرض تحریر میں نہیں آئی تھیں - نیا عہد نامہ اصلی زبان میں موجود نہیں ہے یعنے عبرانی میں - جو اصل میں حضرت مسیح کی مادری زبان تھی

ہے۔ وہ ایک غریب مگر معزز گھرانے سے تھے۔ ان کا والد ریسمان فروش تھا اور اسی لئے ان کا لقب غزالی ہوگیا۔ مرتے وقت ان کے والد نے اپنے ایک دوست کو اس بات کی تاکید کی۔ کہ غزالی کو مکمل اور آزادانہ تعلیم دی جائے۔ اور اسلامی مسائل پر اس کو پوری پوری استقامت حاصل ہو۔ اس کی آخری آرزوئیں مذہبی طور پر پوری کی گئیں۔ اور ان کو احمد بن محمد ازرخانی جو شریعت اسلامی کا مشہور استاد تھا۔ اور امام ابونصر جو بڑا عارف تھا کی تربیت میں رکھا گیا +

ان دنوں موجودہ طریق کے لحاظ سے کوئی باقاعدہ سکول یا کالج نہ تھا مساجد کچھ مدرسوں کا کام دیا کرتی تھیں۔ اور ان کے ملحقہ مکان ہوسٹل ہوتے تھے۔ قصبے کے چند نیک نفس اور پرہیزگار اشخاص ان مشتاق متلاشیان علم کے خورونوش کے اخراجات کے لئے تھوڑا تھوڑا ماہواری چندہ دیا کرتے تھے اس دلچسپ بات کے متعلق غور کرنا سبق آموز اور تعجب خیز ہے۔ کہ تعلیم کے اس پرانے طریق نے زمانہ حاضرہ کی نسبت مسلمان طلباء کی ایک بہت بڑی تعداد پیدا کی۔ اگر ہم تعداد کا ٹڈووالی بڑھی یونیورسٹیوں کی ترتیب کا تنزیہ کریں۔ جو صدیوں تک مسلم علمی قابلیتوں کا زبردست مرکز رہی ہیں تو ہم یہ معلوم کرکے نہایت ہی متحیر ہو سکتے۔ کہ ان درسگاہوں نے جن کا نظام باقاعدگی کے لحاظ سے کچھ وقعت نہیں رکھتا بسرعت فضلاء کے گروہ پیدا کئے۔ جبکہ ہندوستانی یونیورسٹیوں نے تعلیم کے موسومہ احسن طریق کے ہوتے ہوئے ۲۵ سالوں میں مشکل ایک بھی عالم پیش کیا ہو۔ اس میں ان متکبر تعلیمیافتہ حضرات کے خیال کرنے کے لئے کافی مصالحہ موجود ہے۔ جو سابقہ طریق کو برا کہنے اور اس کا مضحکہ اڑانے کو فخر سمجھتے ہیں +

اس پرانے طریق پر امام غزالی نے اپنے بہت سے ہموطنوں کی طرح اپنی تعلیم شروع کی۔ انہوں نے صرف پانچسال تک اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔ خدا نے انہیں

ایسا قوی حافظہ عنایت کیا تھا۔ اور ایسا زود فہم بنایا تھا۔ کہ قلیل عرصہ میں انہوں نے وہ بہت کچھ حاصل کر لیا۔ جو قابل استاد ان کو بتا سکے۔ وہ علم کے چشمہ سے خوب سیر ہوئے۔ اور پھر روز افزوں تشنگی علم کو بجھانے کے لئے وسیع علمی سمندروں کو جانے کی مخفی خواہش محسوس کرنے لگے۔ اس وقت صرف دو یونیورسٹیاں موجود تھیں (بغداد اور کارڈووا) جو تمام اسلامی دنیا میں اپنے علماء کی وجہ سے مشہور تھیں۔ نیشاپور کی یونیورسٹی کے جو ان دونوں میں بڑی تھی۔ صدر [illegible] امام الحرمین تھے۔ جو اپنے وقت کے فاضل اجل تھے۔ دور دراز کے ممالک سے طلبا حصول تعلیم کیلئے ان کے گرد جمع ہوا کرتے تھے۔ علم کے اس مرکز پر جہاں استاد شاگرد یکساں طور پر سچی تعلیم کی فضا میں رہتے تھے۔ امام غزالی کو بھی جانے کیلئے شائق ہوئی۔ وہ جذبہ شوق میں گھر سے روانہ ہوئے۔ اور امید اور ارادت سے بھرپور اس مشہور درسگاہ میں داخل ہوئے۔ اور غیر متزلزل اشتیاق سے ہم مکتبوں میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ یونیورسٹی کے قابل پرنسپل ان کی متحیر کن قابلیتوں کو ملاحظہ کرکے ان کے دلدادہ ہو گئے۔ اور اس طرح غزالی بلا [illegible] اپنے استاد کے [illegible] شاگرد ہو گئے۔ دو ہی سال کے اندر غزالی کو اپنے محترم استاد کی [illegible] وفات [illegible] ایک ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ غزالی نے امام [illegible] کی [illegible] وفات کے بعد فوراً ہی اس عظیم یونیورسٹی کو خیرباد کہہ دیا۔ اور اپنی علمی یادگار چھوڑتے ہوئے بغداد کو روانہ ہو گئے +

ملک شاہ ترکی۔ بادشاہ بغداد اور اس کے ملحقہ علاقہ جات کا جو عباسیوں کی وراثت تھے۔ حاکم تھا۔ نظام الملک سے جو مشہور سیاستدان اور [illegible] وزیر [illegible] تھا۔ اور جس کا نام اسلامی تاریخ میں [illegible] لکھا ہوا ہے۔ [illegible] جس نے پہلے ہی [illegible] [illegible] [illegible] اور قابل رشک عہدے پر متمکن کر دیا۔ [illegible] سے فوراً ہی [illegible] انہیں [illegible] نہایت ہی ممتاز اور علم معانی اور فلسفہ اور [illegible] [illegible] [illegible]

ان کی تقاریر و مباحث بہت جلد مشہور ہو گئے۔ اور ان کو حجۃ الاسلام کا شاندار خطاب ملا۔ جس سے وہ اب تک بھی فضلاء کے حلقوں میں یاد کئے جاتے ہیں +

چونکہ وہ پیدائشی صوفی اور ہمیشہ سوچ بچار میں غلطاں رہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ۴۵ سال کی عمر میں ملازمت ترک کر دی۔ اور باقی ایام زندگی علم فلسفہ کے استغراق میں صرف کئے۔ اگرچہ وہ بہت عرصہ تک مختلف درسگاہوں مثلاً اسکندریہ۔ یروشلم اور دمشق میں وعظ فرماتے رہے۔ جو مشتاق سامعین کے مجمع کے لئے باعث کشش ہوئے۔ چونکہ یہ بھی ابو سینا کی طرح جس کی تصانیف نے یورپ میں شہرت حاصل کی چند مشرقی علماء میں سے تھے۔ یہ بالکل غیر متعلق نہ ہو گا۔ اگر ہم ان کے فلسفہ پر ایک سرسری نظر کریں۔ جس نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا +

موجودہ زمانے میں اخلاقی و روحانی علوم نے اس قدر ترقی کی ہے۔ اور اس قدر مشہور فلاسفر یورپ میں پیدا کئے ہیں۔ کہ ان کے بہت سے خیالات ہمارے لئے نئے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ اس وقت مدون کئے گئے تھے۔ جب تمام مہذب دنیا وہم پرستی کے عقائد میں ملبوس تھی +

ان کی تصانیف مثلاً "کنفیشن" اور "الکیمی آف ہیپی نس (کیمیائے سعادت) کو باحتیاط ملاحظہ کرنے پر ہمیں ان میں صرف ایک ہی خیال جاری و ساری نظر آئیگا۔ اوائل شباب میں انہوں نے بتکلف محسوس کیا کہ یونانی فلسفہ نے عام طور پر مذہب سے لاپرواہی پیدا کی۔ اور کفر جو خدا پرستی کے پردے میں پنہاں تھا۔ قوم کی پارسائی کو تباہ اور سوسائٹی کی زندگی کو تلف کر رہا تھا۔ تمام تقاریر اور تصانیف کے ذریعے وہ مذہبی مسائل کے متعلق عام لاپرواہی کو دور کرنا چاہتے تھے۔ صرف یہی ان کے فلسفہ کا مقصد تھا۔ جیسا کہ ہر ایک مصلح کو پیش آتا ہے۔ ان کے ہم مذہبوں نے اُن کی کھلے طور پر مخالفت کی ۔ ... انہوں نے اُن کی کھلے طور پر مخالفت کی۔ مگر انہوں نے اپنے مقصد کو

جس پر وہ کمربستہ تھے۔ ہاتھ سے جانے نہ دیا +

امام غزالی اپنی مشہور تصانیف میں سے ایک جس کا نام Destruction of Philosophy
ہے۔ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ مذہب میں قومیت کی طرف رغبت کرنا دھوکہ ہے جس پر
دنیا کی تمام اقوام عمل پیرا ہو رہی ہیں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ
عقل ... لائی کا فتویٰ کسی اعلےٰ ہستی سے درہم برہم نہ ہوگا۔ یہ کون کہہ سکتا ہے
کہ جو باتیں ہم اس وقت نہیں سمجھ سکتے۔ وہ سو سال کے بعد بھی نہ سمجھی جائینگی
سائنس کی ترقی سے ہم ہر روز محسوس کر رہے ہیں۔ کہ وہ باتیں جن کو ہم خارج از
قدرت انسانی اور ناممکن خیال کرتے تھے۔ وہ آج متفقہ طور پر مانی گئی
ہیں۔ اسی طرح ایک وقت آئیگا۔ جب موجودہ وقت کی ناممکنات ظاہری
حقیقت میں مبدل ہو جائینگی۔ اس نقطہ نگاہ سے انہوں نے پہلے بعد
دیگرے تمام مذاہب کا مطالعہ کیا۔ مثلاً ارسطو کا مذہب۔ اور [illegible]
بیہیوں پر حملہ کیا۔ اور نہایت تیزی سے موجودہ فلسفہ کے اصل الاصول کو برباد
کرکے ڈھا دیا۔ جب ڈیکارٹ نے فلسفی دنیا کو اپنے نئے خیالات سے جو
Discourse on method میں شامل ہیں۔ حیران بنا دیا۔ تو وہ بھی ایسی
حقیقت کو باقاعدہ اور وسیع کر رہا تھا جس کو امام غزالی نے کئی سال پہلے ظاہر
کر دیا تھا۔ ان دونوں میں سے کسی قدر حوالہ دینا اس بیان کو واضح کر دیگا +

"ڈیکارٹ اپنی دلچسپ فلسفی تزک میں لکھتا ہے۔ جیسا کہ میری اس وقت
خواہش تھی۔ کہ میں اپنی پوری توجہ حقیقت کی تلاش میں صرف کروں میں نے
خیال کیا۔ کہ ٹھیک صحائف کارروائی کی ضرورت ہوگی۔ اسلئے مجھے تھوڑے
شک کی بھی گنجائش نہ ملے۔ تاکہ مجھے اس بات کا یقین ہو سکے کہ آیا اسکے
بعد بھی میرے ایمان میں کوئی چیز ایسی باقی رہی ہے۔ جو نامعتبر ہو۔
چونکہ یہ معلوم کرکے کہ ہمارے حواس بعض اوقات ہمیں دھوکا دیتے رہتے
ہیں یہ فرض کرنے کا خواہشمند تھا۔ کہ حقیقتاً ایسی کوئی بات وجود نہیں ہے۔

جو پیش کی جاتی ہے ۔ لیکن اس پر فوراً ہی مجھے خیال ہؤا ۔ کہ جب میں ہر ایک چیز کو غلط باور کرنے والا تھا ۔ تو یہ نہایت ضروری تھا ۔ کہ مَیں جس نے اِس طرح خیال کیا کچھ نہ کچھ ہوں ۔ اور جونہی کہ میں نے معلوم کیا کہ میں سوچ رہا ہوں ۔ اس لئے میں ہوں ۔ یہ حقیقت اس قدر یقینی اور بدیہی تھی ۔ کہ وہمی لوگوں کو بھی اگرچہ مبالغہ ہی سہی اس کی تردید کرنے کے لئے کوئی گنجائش نہ ہو سکی ۔ تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ۔ کہ مجھے اس بات کو فلاسفی کے اولین اصول کے طور پر جس کی مجھے تلاش تھی بلا پس و پیش مان لینا چاہئے" ۔

امام غزالی نے فصیح مگر نہایت سادہ زبان میں بیان فرمایا ہے :۔

"انا ہستی والے (روح) ظاہر ہست کہ آدمی را در ہستی خود ہیچ شک نیست وہستی وے نہ بدیں کالبد ظاہر ہست کہ مردہ را نیز ہمیں باشد و جان نباشد ما بدیں دل حقیقت روح میخواہیم و چوں ایں روح نباشد ۔ تن مردار بیبا شد ۔ و اگر کسے چشم فراز کند و کالبد خویش را فراموش کند و آسمان و زمین و ہر چہ آں را بچشم بیتواں دید فراموش کند ہستی خود را بضرورت می شناسد و از خویشتن با خبر بود اگرچہ از کالبد و زمین و آسمان و ہر چہ در دلست بیخبر بود و چوں کسے اندر آں نیک تامل کند چیز حقیقت آخرت نمے شناسد ۔

اس قریبی مشابہت کی آسان طور سے تشریح کی جاتی ہے غزالی فلاسفر اور مشرقی پارسا ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جو وہمی صفت ہونے میں ایک دوسرے کے مطابق تھے ۔ یورپ میں ریناسنس نے ازمنہ وسطیٰ ظلمت کو منوّر کر دیا ۔ مذہب اور فلسفہ میں انفرادی فیصلہ کی آزادی کا اعلان کیا گیا تھا ۔ الحاد جو نا قدانہ طبیعت کے آزادانہ عمل کا قدرتی نتیجہ ہے ۔ اپنے اثر کو محسوس کرا رہا تھا ۔ ایسا ہی خیال غزالی کی آمد کے وقت

بھی مشرق میں جاری تھا - یعنی تعداد مذہبی مناقشات کی رزمگاہ بنا ہوا تھا؟ اور ان کے مسلمات میں ایک ایسے خیال کی رو تھی - جو حقیقت کی متلاشی ہو - اور قدیم روایات و عقائد کے سلاسل سے بری ہونا چاہتی ہو - وہ اس مشہور قول کی تصدیق کرنے کے لئے نہایت ہی غور و خوض کرتے ہیں کہ جہاں مذہب شروع ہوتا ہے - وہاں فلسفہ ختم ہو جاتا ہے +

انھوں نے اپنی مشہور کتاب the Confession میں اسلام کی تمام ضروری روایات پر اپنے تمام عقائد کا اظہار کیا ہے - اس مشہور تصنیف نے ان کے نام کو چار دانگ رکھا - اور ان کو اولین مسلم صوفی قرار دیا +

ان کو پیچیدہ مذہبی اصول کے عاقلانہ اور تشریح کرنے کی شاندار قابلیت عطا کی گئی تھی - ممکن ہے بعض لوگ ایسے بھی ہوں جو ان کے وجوہات کو معقول نہ خیال کرتے ہوں - لیکن تاہم ان کا نیک اور اعلے خیال جو ان کی تصنیف سے ظاہر ہوتا ہے - قارئین کے دل پر ایک گہرا اثر باقی رکھتا ہے +

وہ تصوف کے نہایت زبردست حامی تھے - ان کا خیال تھا کہ تصوف ایک ایسا طریقہ ہے - جس سے روح جذبات کی مداخلت سے آزاد رہتا ہے - وہ تصوف کے نہایت زبردست حامی تھے - ان کا خیال تھا - کہ تصوف ایک ایسا طریقہ ہے - جس سے روح جذبات کی مداخلت سے آزاد رہتا ہے - تاکہ صاف دل میں سوائے اللہ تعالے کے اور کوئی شے باقی نہ رہے چونکہ وہ زاہد باعمل تھے - صوفیوں سے ان کی ایسے لوگوں سے مراد تھی - جن کا زہد ان کو بے اعتدالیوں پر مائل نہ کرے - وہ ان صوفیوں کو پسند نہ کرتے جو منصور یا بایزید کی طرح خارج از عقل اظہارات کیا کرتے ہیں جن کے نتائج خطرناک ہوتے ہیں - اور عوام الناس کیلئے منحرب ہوتے ہیں +

ان کا طرز جامع مگر شگفتہ ہے - وہ اپنی تقریر کو موثر بنانے کے لئے دوسرے ادبی حکمتوں کی طرف رجوع کرتے میں پس و پیش نہیں کرتے - بلکہ

اہم صفت جو ان کی تمام تصانیف کو ممتاز بناتی ہے۔ جیسے کہ احیاء العلوم تمثیلی افسانہ کی نہایت عمدہ تصنیف ہے۔ ایک جگہ وہ روح کی ایک ایسے فلسفہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جو شیطان کی افواج سے محصور ہے۔ مولینا روم نے جو ایک اعلےٰ پایہ کے عارف شاعر ہوئے ہیں۔ ان کے بہت سے تمثیلی افسانوں کو بیان کرکے ان کی عزت افزائی کی ہے۔ اگرچہ وہ خود بھی صوفی تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی دنیا سے علیحدگی اور تجرد کا وعظ نہیں کیا۔ جیسا کہ غلط طور پر ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف انہوں نے زوجین کی فلاح اور ازدواجی زندگی کے قواعد مرتب کئے ہیں۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں شادی کے فوائد بیان کئے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ذرہ بھر بھی اس کے مخالف نہ تھے +

تمام اسلامی تاریخ میں ان کے زہد باعمل۔ رفعت روح اور دانائی کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ان کی تصانیف رقت۔ مؤثر بلاغت۔ جذب محبت۔ امید واثق کا خزانہ ہیں۔ جو کچھ علم فلسفہ اور ادب میں بہترین تھا۔ انہوں نے دانائی سے اسلامی علم معرفت کے لئے منتخب کر لیا۔ اور قرآن کے مسائل کو پاک اور بے لوث زندگی سے مزین کیا۔ جو مذہبی خیال اور پارسائی کی طرف رہنمائی کرے۔ ان کی زندگی کا بڑا مدعا ان ناقابل گذر رکاوٹوں کا انہدام تھا۔ جو متعصب علماء نے اسلام اور آزادخیالی کے راستے میں حائل کی تھیں۔ اور اس کیلئے وہ آخری لمحے تک کوشاں رہے۔ جب تک ان کی تصانیف باقی ہیں۔ اور مسلمان ان سے مستفیض ہوتے ہیں۔ ان کی یاد تازہ رہیگی۔ اور وہ ان زاہدان عمل میں سے شمار ہوتے رہینگے۔ جن کو دنیا نے بہت کم پیدا کیا +

ہستی باری تعالیٰ

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب)

اَلرَّحْمٰنُ ۞ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۞ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۞ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۞ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۞ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۞ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۞

ترجمہ - رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ انسان کو پیدا کیا۔ اسے بیان سکھایا۔ سورج اور چاند حساب کے نیچے ہیں۔ اور ستارے اور درخت فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور آسمان کو بلند کیا۔ اور میزان کو قائم کیا۔ تاکہ تم میزان میں سرکشی نہ کرو +

ان الفاظ میں کائنات کی دس چیزوں کا ذکر آیا گیا ہے۔ اول قوت بیانیہ یعنی گویائی۔ کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر چاند سورج اور نظام شمسی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ سب چیزیں ہمارے منشاء کو پورا کرتی ہیں لیکن یہ بتایا گیا ہے۔ کہ یہ سب مقررہ اندازوں اور پیمانوں کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ تم ان سے فائدہ اُٹھاتے ہو۔ تو تم ان پیمانوں اور اندازوں سے واقف ہو کر ان کا لحاظ کر کے ہمارا ان اندازوں کے متعلق کام کرنا ہے، کہتا ہے۔ کہ ہم نے اشیاء کو خواص نہیں دیئے۔ جیسا کہ حکیم ہیگل کا خیال ہے۔ اور ہم نے ان اشیاء کو اپنی ضرورت کے قالب میں نہیں ڈھالا۔ بلکہ ان چیزوں میں ہماری رفع ضرورت کے اسباب پہلے سے ہی موجود تھے۔ اور وہ مقررہ اندازوں کی دریافت اور ان پر مطابق عمل کرنے سے حاصل ہو سکتے تھے۔ ایسی ضروریات کے رفعیہ کے اسباب پہلے سے ہی پیدا کر رکھنا تین باتوں کو چاہتا ہے۔ ایک تو منتظم کا علم ہوا۔ دوسرا شفقت و

رحمت ہو۔ تیسرا ماقبل ارادہ ہو۔ یہ تینوں باتیں لفظ رحمٰن کے مفہوم میں آ جاتی ہیں۔ بالفاظ دیگر خدا کا رحمٰن ہونا ہی ہستی باریتعالیٰ کا ایک ثبوت ہو جاتا ہے۔ اس امر کو زیادہ واضح کرنے کے لئے میں اسی نظریہ پیمانہ کی طرف ان اوراق کے پڑھنے والوں کی توجہ کو مبذول کرتا ہوں۔ اگر تو کسی چیز کو جس شکل۔ جس انداز۔ جس طریق پر ہم چاہیں استعمال کریں اور مطلوبہ نتائج مرتب ہو جائیں تو پھر نفس الواقع وہ چیز بذات خود پیدا ہو گئی ہے۔ اور کسی مقصد کی خاطر پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن اگر ہر ایک چیز کے بطن میں بعض اس ودیعت کردہ ہیں۔ اور وہ ودیعت کردہ خواص کسی مقرر کردہ انداز کے اس چیز کو لانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر اس انداز ے کا لحاظ ہم نہ کریں۔ تو پھر ہم مطلوب اغراض کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور ان اندازوں میں باریک سے باریک علم ریاضی کے حقائق اور اصولوں کا لحاظ تک کیا گیا ہے۔ کہاں تک ہم اتفاق اتفاق پکارے جائیں یہ ریاضی تنظیم ہی کہتی ہے۔ کہ اس کل کائنات کی کل ایک ہاتھ میں ہے جو ہر ایک امر معقولانہ طریق پر کرتا ہے۔ کیا عجیب کیفیت اس ایک آیت نے ہم پر کھول دی۔ فرمایا الا تطغوا فی المیزان یعنی اندازوں کا لحاظ نہ چھوڑنا۔ سورہ رحمٰن میں زمین و آسمان وما فیھا کی طرف اشارہ کر کے یہ کہہ دیا کہ میزانوں اور پیمانوں کی عزت کرو۔ ان الفاظ میں گویا زمینی و آسمانی خزانوں کی کنجی دے دی گئی ہے۔ لفظ رحمٰن جیسے کہ کئی دفعہ ذکر آیا ہے۔ اس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کہ یہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے ہماری ہی خاطر پیدا ہوا ہے۔ ہماری ہی ضروریات متناقضہ کا لحاظ کر کے یہ کارخانہ کائنات بنا ہوا ہے۔ ان چیزوں کو اپنے مفید مطلب بنا لینا بعض قوانین اور بعض پیمانوں کے علم حاصل ہونے پر

منحصر ہے۔ ان الفاظ نے کل علوم اور سائنسوں کے دریافت کا راز تام پر کھول دیا۔ سائنس میں اور ہم کیا کرتے ہیں۔ یہی کہ مختلف اندازوں اور حسابوں کو دریافت کر کے ایک نظام سے واقف ہو جاتے ہیں ؎

اس آیت میں قوت گویائی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ قوت بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو بخشی ہوئی ہے۔ اس کا راز بھی پیمانے اور اندازے ہی ہیں۔ یہی ہمارے ہونٹ۔ زبان۔ تالو۔ حلق حنجرہ جو مخارج تلفظ ہیں مختلف اندازوں اور پیمانوں میں استعمال ہو کر مختلف آوازیں پیدا کر دیتے ہیں۔ انہی آوازوں کو جب بعض معنی دے دئیے جاتے ہیں تو ان کا نام الفاظ ہو جاتا ہے۔ کیا یہ نظام محض اتفاقی ہے۔ ان مخارج آوازیں سے اگر کسی مخرج کو ادھر ادھر کر دیا جائے۔ یا کوئی بیماری ان اعضا میں کسی عضو کو بیکار کر دے۔ تو پھر تلفظ صحیح نہیں رہتا۔ آج گراموفون تو ہم نے دریافت کر کے انسانی الفاظ کو محفوظ کر لیا ہے یہ تو آواز کی مقناطیسی خواص کے نتائج تھے۔ پر تحقیق پر کسی خاص مصالحے کے ماتحت آوازیں محفوظ ہو گئیں۔ لیکن انسان اونچی نیچی آواز نکالنے کے بھی قابل ہے۔ فن موسیقی کی دل ربائیاں صرف زیر و بم کے مختلف اندازے و پیمانے ہیں۔ انہی مخارج آواز کو مختلف اندازوں پر استعمال کرنے سے ہر قسم کی لے اور راگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ رہا یہ کہ ان آواز کے اندازہ میں ایک بہت سا اصول محفوظ ہے۔ اور اس کے علم سے ہم انسان کی ایک انداز کی آواز کو لیکر اسیں سے ہر انداز کی آواز پیدا کر سکتے ہیں۔ آج یہ امر بھی گراموفون کی مزید ترقی سے پیدا ہو گیا۔ کسی انسان کی بس انداز کی آواز چاہو گراموفون میں بھر لو۔ پھر اس کے آگے چل کر گراموفون کے ساتھ ہی مختلف اندازوں کا نقشہ (chart) لگا دو۔ اس پرسوئی کا آگے پیچھے ہونا ہی اسی انسان کی مختلف انداز کی آوازوں کو پیدا کر دیتا ہے۔ حالانکہ فونوگراف میں آواز تو ایک انداز

کی محفوظ کی گئی تھی۔ انسان نے ان اندازوں سے آگاہی حاصل کر لی۔ جن پر حنجرہ
حلق۔ تالو۔ زبان۔ دانت۔ ہونٹ اپنا کام کر کے آواز کے زیر و بم اور اس کے
مختلف مدارج کو پیدا کرتے ہیں۔ اس انداز پر چارٹ اور سوئی بنائی گئی۔
اور غرض مطلوبہ حاصل کر لی گئی۔ کیا یہ سب اتفاقات کے کھیل ہیں۔ ضدّیت
کا تو کوئی علاج نہیں۔ ورنہ یہ قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں سے اصول اخذ
کر کے اور ان اصولوں پر کاربند ہو کر مصنوعات قدرت سے ایک حد تک
ملتی جلتی چیزیں بنا لینا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ یہ سب کی سب قدرت کی
چیزیں ایک مہندس دماغ کا نتیجہ ہیں۔ یہ قدرت ایک بے جان چیز نہیں
بلکہ ایک مدبر بالارادہ۔ علیم۔ قدیر۔ عزیز اور حکیم ہستی کا ہاتھ
ہے۔ یہی خدائے اسلام ہے۔ قرآن نے اس ہستی کا نام حکیم رکھ کر
ہی ان چیزوں کا پتہ دیا ہے۔ کہ جس کی دریافت پر کُل علوم جدیدہ پیدا
ہو گئے۔ اس ہستی کا نام رحمٰن رکھ کر اور اس کی ذات کے متعلق ما خلقت
هٰذا باطلًا یعنی اس نے کوئی چیز بھی بیکار و بے مصرف نہیں بنائی۔
پھر اس رحمٰن کی تعریف میں یہ کہ کر کہ جو بھی تم چاہو تمہاری خواہش کے پُورا
کرنے کے سامان پہلے سے ہی پیدا کر رکھے ہیں۔ یہ سب ایک بلند و بالاتر
ہستی کے نشان ہیں۔ اس نے ہمارے سامنے تحقیق و دریافت کا ایک وسیع
دروازہ کھول دیا۔ قرآن نے ہمیں اطلاع دی۔ کہ ایک بھی چیز دُنیا میں
نہیں جو تمہارے فائدے کے لئے نہیں۔ پھر اسی حقیقت کو دوسرے پیرایہ
میں دُہرایا کہ تمہاری ایک بھی ضرورت نہیں۔ کہ جس کے دفعیہ کے اسباب کائنات
میں موجود نہیں۔ پھر ان دفع ضرورت کے اسباب کی کنجی تمہارے ہاتھ میں دے دی
وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک چیز ایک نہ ایک انداز اور ایک نہ ایک پیمانہ پر ودیعت شدہ
مقاصد کو پُورا کر دیگی۔ ہم نے ان اندازوں کو دریافت کر لیا۔ اور اُن کی دریافت
پر ہم نے کائنات کی چیزوں کو اپنا خادم بنا لیا۔ کیا اس بات سے یہ سمجھ نہیں

ہیں لگی ہوئی ہیں۔ اگر ایک طرف قانون باسط کام کر رہا ہے۔ جو چیزوں کو کھولتا ہے۔ دوسری طرف قوت خافض کام کر رہی ہے۔ جو چیزوں کو سکیڑتی ہے۔ الغرض یہ کام یہ قوتیں لاکھ ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ یہ سب کی سب مل کر ایک ہی مقصد کو پورا کر رہی ہیں۔ ان حقائق نے آخر کار، انہیں سائنس کے محققین پر یہ صداقت منکشف کر دی۔ کہ کُل کی کُل کائنات میں ایک ہی مقصد کام کرتا نظر آتا ہے اور سب کے سب اس مقصد کے ممد ہیں۔ اس حقیقت کا نام انہوں نے **مون ازم** رکھا ہے۔ یعنی **مذہب وحدت** یا اسلامی اصطلاح میں **مذہب توحید** کس قدر انسان کی فطرت ضدیت پر حیرت آتی ہے۔ کہ **مون ازم** تو تسلیم کیا جائے۔ لیکن ایک **ارادہ واحد** کو تسلیم نہ کیا جائے۔ مصیبت تو یہی پڑتی ہے۔ کہ جس وقت کہ ارادہ **واحد** تسلیم کیا گیا۔ مدبر **بالارادہ** کی ہستی ثابت ہو جائیگی +

میں اس مسئلہ **مون ازم** کو کسی قدر اور واضح کر دیتا ہوں ہماری زندگی اور ہماری احتیاجات خصوصاً فی زماننا ان چیزوں پر منحصر ہیں جو مختلف ممالک میں پیدا ہوتی ہیں۔ ہر ایک چیز جو زمین سے نکلتی ہے اس کی پیدائش بارش سے وابستہ ہوتی ہے۔ چیزیں تو زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا نمو اس چیز سے ہوتا ہے جو آسمان سے آتی ہے یہ بارشیں بادلوں کے ذریعہ ہوتی ہیں۔ بادلوں کا وجود ہَوا کے چلنے پر منحصر ہے۔ کیونکہ یہی ہوائیں سمندروں پر سے اُٹھے ہُوئے بخارات کو سرد ممالک کی طرف لے آتی ہیں جہاں کی سردی اُنھیں قطرات بارش کی شکل میں متشکل کر کے زمین پر لے آتی ہے۔ اب ان ہَواؤں کا چلنا دن کے گھٹنے بڑھنے پر ہوتا ہے۔ اختلاف لیل و نہار سے جہاں دن بڑا ہُوا وہاں سورج دیر تک چمکا وہاں گرمی زیادہ ہوگئی۔ اور جہاں دن

چھوٹا ہوا وہ ممالک لامحالہ سرد ہو گئے۔ گرم ملک کے سمندروں سے بخار اٹھے اور وہ اس طرف گئے جہاں پہاڑوں نے یا رات دن کے اختلاف نے سرد قطعات پیدا کر دیئے۔ یا گرم جگہوں میں سے ہوا گرم ہو کر سرد ممالک کی طرف گئی۔ کیونکہ سرد ممالک کی ہوا ٹھنڈی ہو کر بیٹھ جاتی ہے۔ جو اوپر خلا ہوتی ہے۔ اس کو پورا کرنے کے لئے گرم ممالک سے ہوا میں دوڑ آتی ہیں۔ الغرض اختلاف لیل و نہار ہوا میں چلاتا ہے۔ اور اختلاف لیل و نہار ہی بارش کا موجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے تبدیلی موسم میں واقع ہوتی ہے۔ اور تبدیلی موسم ہی بارشوں کا باعث ہو جاتی ہے۔ گویا یہ جل کا کل نظام بادل اور ہواؤں کا اختلاف لیل و نہار پر ہے آ کے چل کر اختلاف لیل و نہار ہی ہواؤں کے چلنے کا موجب ہو کر سمندروں میں حرکت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی امداد سے جہاز چلتے ہیں۔ سمندر کا جوار بھاٹا جو جہاز رانی کے لئے ازبس ضروری ہے۔ وہ بھی تو اختلاف لیل و نہار کا ہی نتیجہ ہے۔ اب یہ اختلاف لیل و نہار نہ صرف زمین کی اس روزانہ حرکت پر ہی منحصر ہے۔ جو زمین اپنے محور پر کرتی ہے۔ بلکہ یہ اس بات پر بھی منحصر ہے۔ کہ زمین کا محور زمین کے مدار پر نہ تو زاویہ قائمہ بناتا ہوا کھڑا ہے۔ اور نہ محور مدار پر متساوی صورت پر قائم ہو۔ بلکہ محور زمین مدار پر ایک طرف ساڑھے چھیاسٹھ درجہ کا زاویہ اور دوسری طرف ۱۱۳ ½ درجہ کا زاویہ بناتا ہے۔ اگر اس زاویہ کی یہ صورت نہ ہوتی تو بصورت دیگر دن رات ہر جگہ برابر ہوتے اور موسم میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی۔ الغرض یہ سارے کا سارا نظام زمین کی حرکت خاصہ اور اس کا اپنے زاویہ پر ایک خاص قسم کے زاویہ پر قائم ہونے پر منحصر ہے +

انسان حیوان کی زندگی بھی اس ایک بات پر منحصر ہے۔ اب یہ مختلف چیزیں جو مختلف کروں میں اور مختلف فضاؤں میں کام کر رہی ہیں

ان سب کا مقصد ایک ہی ہے۔ وہ ایک ہی ہاتھ تلے کام کر رہی ہیں اس حقیقت کو حکمانے **مونو ازم** سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن یہ سارے کا سارا نظام جو انسان کی پیدائش سے پہلے پیدا ہو چکا ہے۔ وہ انسانی ضروریات کے پورا ہونے کے لئے کام کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نظام میں ایک **رحمانیت** کا بھی رنگ نظر آ رہا ہے۔ جس نے یہ سب کچھ انسانی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے بنا رکھا ہے۔ لیکن انسان اس نظام سے تو ہی متمتع ہو سکتا ہے اگر وہ خود ہاتھ پاؤں ہلائے۔ ہاں اس کے ایک فعل پر ہزار ہا نتائج مرتب ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک دانہ ڈال کر سیکڑوں دانے پیدا کر لیتا ہے۔ یہ قانون بھی اگر کسی فیاضی کے ماتحت ہو تو اس رحم کا نام عربی زبان میں **رحیمیّت** ہے۔ کائنات کے ان حقائق کو سامنے رکھ کر انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ اس سب کے سب کو ایک تدبیر کے ماتحت رکھے۔ اس تدبیر میں **رحمانیت** اور **رحیمیّت** کو تسلیم کرے۔ باتیں تو وہی ہیں جو آج سائنس دان مجبوراً تسلیم کر رہے ہیں۔ ہاں اصطلاحیں نئی بنا رہے ہیں وہ **مونو ازم** کہیں ہم اسے **وحدت** کہتے ہیں۔ اس **مونو ازم** کو اور اس کے فیاضانہ رنگ کو جس کا نام قرآن نے **رحمانیت و رحیمیت** رکھا ہے۔ قرآن نے اسے ذیل کی آیات میں بیان کیا :-

و الٰهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيم ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الليل والنهار والفلك التی تجری فی البحر بما ينفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبث فيها من كل دابة وتصريف الرياح والسحاب المسخر بين السماء والارض لآيات لقوم يعقلون ۝

یعنی اے عقل والو اے دنیا کے حکیمو! اور سائنس دانو!! تم ان نشانوں پر غور کرو جو تمہیں زمین و آسمان پر نظر آ رہے ہیں۔ اول آسمانی دنیا کو دیکھو اور میں تمہیں نظام شمسی پر غور کرنے کو کہتا ہوں۔ سورج کا نظام ایک

خاص حیثیت میں ایکدوسرے کے سامنے ہونا ہی اختلاف لیل و نہار کو پیدا کر دیتا ہے - اسی اختلاف لیل و نہار سے خصوصاً جوار بھاٹا پیدا ہو کر کشتیوں کو سمندر میں چلاتا ہے۔ اور اس کی غرض (بما ینفع الناس) انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے پھر اسی اختلاف لیل و نہار سے آسمان سے پانی اُترتا ہے۔ جس سے مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اسی سے زمین پر کُل چلنے والوں کی زندگی ہے۔ اسی سے ہوائیں چلتی ہیں۔ اور بادل اُٹھتے ہیں۔ اب یہ سب کا سب نظام انسان کی ضرورت کے دفعیہ کیلئے چل رہا ہے۔ ہاں انسان کو بھی اپنے منافع کے حاصل کرنے کے لئے ہاتھ ہلانا پڑتا ہے۔ جس سے جیسا کہ اُوپر بیان ہُوا **الرحمٰن و رحیم** کا پتہ چلتا ہے۔ اور چونکہ ایک ہی ہاتھ ہر جگہ دائر و سائر ہے۔ اس لئے اس کائنات کے چلانے والے کو ایک ہی ذات کے ماتحت کرنا پڑتا ہے۔ وہی تو **اللہ واحد** ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے پہلے یہ فرمایا کہ الٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو۔ پھر فرمایا۔ الرحمٰن الرحیم اب اس خدا سے کون انکار کر سکتا ہے +

کائنات میں ایک اور حقیقت بھی نظر آتی ہے۔ جس نے بھی سائنسدانوں کو **مونازم** یا **مذہب وحدت** پر قائم کر دیا۔ اگر کائنات کی ایک چیز کوئی خواص خاصہ ظاہر کرے۔ اور اس خواص کی تاثیروں کو کوئی دوسری چیز قبول نہ کرے۔ تو پھر بھی کائنات کا کُل کا کُل کھیل بگڑ جاتا ہے۔ آسمان سے لاکھ پانی نازل ہو۔ اگر زمین میں اس پانی کو جذب کر لینے کی خاصیت نہ ہو۔ تو پھر آسمان سے اُترا ہُوا پانی بالکُل بیکار ہے۔ اگر سُورج میں روشنی اور حدّت نہ ہو اور پانی میں حدت کے مقابل رقیق ہونے اور بخارات بن کر اوپر چڑھنے

کی خاصیت نہ ہوتو پھر سورج کی روشنی اور گرمی ایک بیکار چیز ہو جاتی ہے
یہ رشتہ فاعلیت وانفعالیت یعنی ایک میں فاعلی خواص کا رکھنا اور
دوسرے انفعالی یعنی خاص پذیرائی رکھنا حالانکہ فاعلی خاصیت والی
چیزیں تو آسمان پر ہیں۔ اور انفعالی خواص والی چیزیں زمین پر
ہیں۔ اس سے بھی ایک ہی **تجویز** کا پتہ چلتا ہے۔ اس حقیقت
کو قرآن نے کیسے سادے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ والسماء
ذات الرجع والارض ذات الصدع یعنی جو کچھ بھی آسمان پر ہے۔ ان
میں قوت فاعلی ہے۔ وہ رات دن تاثیرات کو پھینکتی رہتی ہے اور
زمین میں جو کچھ بھی ہے۔ خواہ زمین کے اندر کا مواد خواہ زمین سے
نکلے ہوئے درختوں یا حیوانوں کی شکل میں مواد ہوں۔ ان سب
میں قوت انفعالی یعنی ان تاثیرات کو قبول کرنے کی خاصیت ہے
اس حقیقت کو اس سورہ شریف کے ابتدا میں جس کی ایک آیت
میں نے اوپر لکھی ہے۔ یہ ظاہر کردیا ہے۔ کہ کوئی چیز بھی ضائع نہیں
ہوتی ہے۔ ہر ایک چیز کی حفاظت کا سامان پہلے سے ہی ہو چکا ہے
آسمانی قوت فاعلی کی تمام تاثیریں بیکار ہوتی ہیں۔ اگر زمین کے
قواسے انفعالی انھیں محفوظ نہ کرلیں۔ چنانچہ فرمایا۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝
اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝

تم آسمان کو دیکھو اور جو آسمان میں طارق ہیں اس کو بھی دیکھو
اور جانتے ہو کہ طارق کیا ہے۔ یہی روشن سیارے اور ستارے لفظ
ثاقب کے تین معنی وارد ہوئے ہیں (۱) ایک روشنی والا (۲) پھاڑ کر
کسی چیز میں گھس جانیوالا (۳) حمل کرنیوالا۔ یعنی جس قدر آسمان میں
سیارے اور ستارے ہیں۔ ان کی روشنی ہواوں کو اور فضاء کو پھاڑتی ہوئی نیچے

آجاتی ہے۔ اور پھر زمین کو اور بعض زمین کی دوسری چیزوں کو پھاڑ کر ان میں گھستی جاتی ہیں۔ اور وہاں حمل کا موجب ہو جاتی ہیں۔ یہ کس قدر خدا کی شان ہے۔ کہ آج سائنس نے جو تحقیق کی ہے۔ وہ یہی حقیقت ہے۔ کہ آسمان سے سورج ہی نہیں بلکہ ہر ایک سیارہ ستارہ زمین پر روشنی کو پھینک رہا ہے۔ اور ہر ایک سیارہ ستارہ کی روشنی زمین کی روئیدگیاں پیدا کرتے ہیں ایسی ضروری ہیں جیسے بارش کا پانی یا سورج کی گرمی اور روشنی یا ماہتاب کی چاندنی۔ الغرض یہ سب کی سب باتیں ایک عقلمند کی نگاہ میں جیسے کہ خود قرآن نے فرمایا۔ اس ذات پاک کے وجود کی آیات و نشانات ہیں جو **ایک** ہے اور جو رحمٰن اور رحیم ہے +

ناظرین کرام کی قابل توجہ

اس ماہ کے رسالے سے رسالہ **اشاعت اسلام** کی تیرھویں جلد ختم ہوتی ہے سال رواں نے اسلامی دینیات میں جو بیش بہا اضافہ کیا۔ وہ ناظرین کرام پر مخفی نہیں رسالہ مذکورہ نے جلد رواں میں غیر مذاہب کی تردید۔ ملت بیضا کی تعمیر۔ عظمت حقائق و محاسن اسلام۔ غرضیکہ ان تمام پہلوؤں کو جو اسلام کی ترقی اور مسلم قوم کے لئے سود مند ہو سکتے تھے۔ اپنے سالانہ پروگرام میں پیش نظر رکھا۔ سال رواں کی تمام مطبوعات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ان خدمات جدیدہ کا پتہ چلتا ہے۔ جو اس سال رسالہ مذکورہ نے انجام دیں +

سال آئندہ کے لئے کوئی خاص پروگرام نہیں جس کی پیش از وقت تشہیر کی جائے ہم قارئین کرام کو یقین دلاتے ہیں۔ ہمارا اپنا کوئی [illegible] اسلام کی۔ اور اسی مقصد عالیہ کے لئے ہمارے صفحات وقف ہیں ان شاء اللہ

تا زیست رہینگے۔ ہمارا پروگرام معاندان اسلام کے اعتراضات کا متانت و سنجیدگی
سے جواب دینا۔ اسلام کی مدافعت۔ حقائق محاسن اسلام کا اظہار۔ تعمیر اخلاق ملت۔
اتحاد بین المسلمین۔ قصص قرآنی کے ذریعہ مسلم قوم میں قوت عمل پیدا کرنا۔ اور اہم
سے اہم اور ادق سے ادق اسلامی مسائل کو آسان و سلیس پیرایہ میں حل کرنے پر
مشتمل ہے گذشتہ ۱۳ سال سے یہی ہمارا مسلک رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالے
تا بقائے رسالہ اسی مسلک پر قائم رہینگے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

رسالہ مذکورہ کی ہر اشاعت کو ہم نے اپنی استطاعت کے مطابق رنگ میں
بہتر سے بہتر شکل و صورت میں قارئین کرام تک پہنچایا۔ اور اپنے فرائض منصبی
کی انجام دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن رسالہ کی ترقی و توسیع اشاعت
کی متعدد بندشیں۔ تاسف ہے کہ ناظرین کرام کی مجموعی بے حسی کو توڑ نہ سکیں۔ اور
ان عدم التفاتی کے سبب اوقات ہم پر نازک وقت بھی آئے۔ ناظرین کرام! آپ کی ایک ادنے
توجہ سے ہماری مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ ہم سابقہ سے بڑھ کر اس رسالہ کے ذریعہ خدمت اسلام
کر سکتے ہیں۔ اگر آپ بزرگ ہماری دستگیری فرمائیں۔

جن احباب کا چندہ اس رسالہ کا دسمبر ۱۹۲۷ء کے پہنچتے پر ختم ہوتا ہے۔ وہ ازراہ کرم ترسیل زر فرما کر
ممنون فرمائیں۔ اور کم از کم اگر ایک جدید خریدار اپنے احباب زیر اثر میں سے ہم پہنچائیں تو
سال ۱۹۲۸ء میں رسالہ کا حلقہ اشاعت دوگنا ہو سکتا ہے +

رسالہ مذکورہ خالصتہً بہترین تبلیغ اسلام کر رہا ہے۔ یہ اشاعت دین کا ایک اہم جزو ہے۔
نیز حضرات سے ہماری استدعا ہے کہ اس رسالہ کو اپنی طرف سے اسلامی مدارس، کتب
لائبریری اور اپنے غیر مسلم دوستوں کے نام مفت جاری کرائیں۔ اس صورت میں
سالانہ رعایتی چندہ ہے ہوگا۔ اس طرز اشاعت سے تعلیمیافتہ طبقہ کے
خیالات و عقائد کی تدریجاً اصلاح و درستگی ہوگی۔ اور اسلام کے متعلق
ہندوستان میں غیر مسلم حلقہ میں روادارانہ فضا پیدا ہوگی +

منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عالیجناب رائیٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ

(الحاج الفاروق مُسلم نواب)

یہ مُژدۂ جانفزا ناظرین کرام کے لئے مسرت افزا ہوگا۔ کہ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ آل انڈیا تبلیغی کانفرنس کی صدارت کیلئے جو دسمبر کے اخیر ہفتہ میں غالباً دہلی میں منعقد ہوگی۔ ہندوستان میں تشریف لا رہے ہیں۔ لارڈ موصوف کی اعلےٰ شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے ویسٹ منسٹر سکول میں تعلیم پائی۔ اور کیمبرج کے ٹریننگ سکول میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ اور ۱۸۷۸ء میں ریاضی کا امتیازی امتحان پاس کیا۔ کالج چھوڑ کر آپ علمی شغف میں پڑ گئے۔ اور سالسبری جرنل۔ ولٹ شائر کی ایڈیٹری اختیار کرلی۔ اور اس خدمت اڈیٹری کو دو سال تک سرانجام دیا۔ اس کے بعد مڈل ٹیمپل کے سکرٹری سات سال تک رہے۔ اور پھر کشمیر میں سول انجنیئر ہوکر چلے گئے۔ جہاں جاکر اس پُرفضا سڑک کی ۱۸۹۶ء میں تکمیل کی۔ جو سرینگر کشمیر اور بارہ مولا کے درمیان ہے +

لارڈ موصوف جزائر برطانیہ میں سب سے اوّل برطانوی نواب ہیں۔ جنہوں نے ووکنگ مسلم مشن کی تحریک پر اسلام قبول کیا + اسلامی دُنیا میں آپ شہرہ آفاق ہیں۔ لندن کی مسلم برٹش سوسائٹی کے آپ صدر ہیں۔ جو سوسائٹی کہ آج سے بارہ سال پیشتر اہل انگلستان کو تعلیمات اسلامی سے بہرہ ور کرنے کیلئے قائم ہوئی +

یوُرپ میں تبلیغ اسلام کے لئے آپ نے بے لوث اور سرفروشانہ جدوجہد فرمائی ہے۔ اور آپ کی اَن تھک کوششوں سے یورپین دل و دماغ سے وہ غلط فہمیاں دُور ہوتی چلی جارہی ہیں۔ جو مدت سے اہل مغرب کے

دلوں میں اسلام کے متعلق جاگزین تھیں۔ آپ کی اعلےٰ شخصیت و اثر بہت سی یورپین سعید روحوں کی موجب کشش ہوا ہے۔ تمام عالم اسلام اس بات کے لئے آپ کا مرہون احسان ہے۔ کہ آپ نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ کی شبانہ روز تبلیغی تگ و دو میں ان کا ہاتھ بٹایا ہے۔ علمی دُنیا میں بھی آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اور اسلام کی حمایت میں بہت سی کتب انگریزی میں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں بیش بہا علمی جواہر ریزے موجود ہیں۔ جو بہت سی متزلزل و مایوس دل رُوحوں کیلئے موجب طمانیت ثابت ہوئی ہیں۔ آپ کے دل میں اسلام کا سچا درد ہے۔ اور سچی اسلامی مساوات کے آپ دل سے حامی ہیں ۱۹۲۳ء میں آپ نے مکہ معظمہ کا حج کے لئے سفر فرمایا۔ اور اخوت و مساوات اسلامی کا گہرا نقشہ آپ کے دل پر جم گیا +

ماہ جنوری ۱۹۲۸ء کے رسالہ اشاعت اسلام میں ہم انشاء اللہ تعالےٰ جناب لارڈ صاحب موصوف کے مفصل حالات۔ اُن کی تبلیغی جدوجہد اور فوٹو شائع کریں گے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے صدارتی خطبہ کا اُردو ترجمہ بھی ہدیۂ ناظرین کرام کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ +

اشاعت اسلام سے دلچسپی رکھنے والے احباب کے لئے ایک نادر موقعہ

دفتر رسالہ اشاعت اسلام میں سابقہ نمبروں کی کثیر تعداد کثیر موجود ہے کارکنان رسالہ نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ابتداء اجراء رسالہ جولائی ۱۹۱۴ء سے ہر ایک نمبر کی سو سو کاپیاں دفتر کے ریکارڈ کیلئے محفوظ کر کے باقی کل کی کل کاپیاں تقسیم کر دی جائیں سابقہ نمبروں میں جو دُر بے بہا محفوظ ہیں۔ وہ فقط مطالعہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ان اوراق میں بہترین شکل میں اسلام کے حسن و جمال کو پیش کیا گیا ہے۔ جن کو ایک غیر مسلم پڑھ کر اسلام کا والہ و شیدا ہو جاتا ہے۔ زمانہ حال کے تقریباً کل کے کل اعتراضات کا نہایت ہی معقولیت و متانت سے جواب دیا گیا ہے۔ یہ نمبر ان احباب کے لئے نہایت ہی مفید ہیں جن کے دل میں اسلام کو غیر مسلم احباب میں مفت تقسیم کیا جائے۔ تو یہ رسائل ان کی روشنی و ہدایت کا موجب ہوں گے۔ جو احباب کو ان سابقہ نمبروں کی جسقدر کاپیوں کی ضرورت ہو وہ دو پیسہ (۲) فی نمبر کے حساب سے ہمیں رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل لاہور کو محصول ڈاک کے خرچ کیلئے بھیج دیں۔ اور مطلوبہ نمبر منگوا لیں +

خادم مینیجر

سُرخ رنگ کا لفافہ

جن احباب کا چندہ دسمبر ۱۹۲۷ء کے اخیر ختم ہو جاتا ہے۔ اُن کی خدمت میں رسالہ دسمبر ۱۹۲۷ء سُرخ رنگ کے چھپے ہوئے لفافہ میں بھیجا گیا ہے۔ یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ آپ کا سابقہ چندہ رسالہ ختم ہو چکا ہے۔ اسلئے جن جن احباب کو سُرخ رنگ کے چھپے ہوئے لفافہ میں رسالہ ملے۔ وہ ازراہ کرم مبلغ للعہ بذریعہ منی آڈر۔ دسمبر ۱۹۲۷ء کے اخیر تک بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) بھیج دیں۔ منی آڈر کے ذریعہ چندہ کی روانگی میں جانبین کو سہولت رہیگی۔ اوّل تو عملہ کا وقت و محنت بچ جاویگی۔ جو وہ وی۔ پی کے اجرا میں صرف کریں گے۔ دوسرا ۲ر آنے خرچہ وی پی کی بھی اہل دفتر کو بچت ہوگی۔ اسلئے ازرہ ہمدردی دفتر سالانہ چندہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرمائیں +

جن جن احباب کا چندہ دسمبر ۱۹۲۷ء میں ختم ہوگا۔ دفتر سے منفرداً ان کی خدمتمیں اطلاعی کارڈ بھی بھیجے جائینگے۔ اسلئے ان احباب کی خدمتمیں درخواست ہے۔ کہ جن کو رسالہ دسمبر ۱۹۲۷ء سُرخ رنگ کے چھپے ہوئے لفافہ میں ملے۔ وہ ازراہ کرم مبلغ للعہ چندہ سال ۱۹۲۸ء پیشگی بذریعہ منی آڈر ارسال فرمائیں +

رسالہ اشاعت اسلام کا سالانہ چندہ للعہ سرورق پر غلطی سے للعہ روپیہ شائع ہوتا رہا ہے +

ترسیل چندہ کے وقت احباب کرام منی آڈر کوپن پر اپنا نمبر خریداری۔ نام۔ پتہ۔ مقام خوشخط تحریر فرمائیں۔ تاکہ تعمیل میں دقت واقع نہ ہو +

تمام ترسیل زر بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل

برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

ووکنگ مسلم ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سولہواں سال ہے۔ بفضل ایزدی اور مسلمانانِ عالم کی مسلسل توجہ
آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا
کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ کیا جائے جو آڑے وقت کام آوے اور اس ڈپازٹ
ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو سکے۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست
احباب، خویش و اقارب کے تمام صدقات، خیرات، نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں
تو مشن ہمیشہ کے لیے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے۔

رسالہ اشاعت اسلام، اُردو

یہ رسالہ شہرۂ آفاق رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا اردو ترجمہ ہے۔ اسمیں تمام ادیان باطلہ کے زہر کا تریاق ہوتا ہے۔
تصوف و روحانیت پر نہایت ہی بلند پایہ مضامین اس میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نومسلمین کے مضامین کا
اسمیں ترجمہ ہوتا ہے۔ حالاتِ حاضرہ پر تنقیدی نظر کی جاتی ہے۔ محاسن اسلام کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا جاتا
ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر بھی ہر ماہ شائع ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ شدھی سنگٹھن کی تحریک کا علاج و انسداد ہر ماہ
نومسلمین انگلستان کے فوٹو شائع کیے جاتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان کے لیے للعہ۔ جملہ امور کے متعلق خط و کتابت
و ترسیل بنام خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے۔

تصنیفات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید الاسلام	۱۲ر	مطالعہ اسلام	۹ر	ام الالسنہ	۱۰ر	بادیہ پیما جانے کے لیے مشعل ہدایت	ار
راز حیات یا انجیل کامل	۲ر	مکالمات ثلیثہ	۱۰ر	براہین نیترہ	۱۲ر	اسلامی نماز اور اسپر غیر مسلموں کے اعتراضات	ار
مسلک محمودیہ	[illegible]	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۲ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۳ر	اسلامی نماز اور اسکا فلسفہ	۲ر
خطبات عربیہ	۱۰ر	لمعات انوار محمدیہ	۳ر	المسیح کی الوہیت	۳ر	[illegible]	۲ر
مقصد مذہب	۲ر	مذہب محبت	۵ر	روحانیات فی الاسلام	۱۰ر	دنیا کے مشہور [illegible]	۵ر
صوفیت الاسلام	۱۰ر	قدرات عالم کا مذہب	۵ر	ہستی باری تعالیٰ	۵ر	تفسیر سورۃ فاتحہ	۳ر
ینابیع المسیحیت	۱۲ر	اسوۂ حسنہ	۱۲ر	پیغام اسلام	۹ر	[illegible]	۳ر
						تصاویر نومسلمانان [illegible]	۱۰

فہرست بنام مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)